بحولہٖ تعالیٰ

ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ

کتاب ثانی جلد نہم

جسمیں

خلافت عباسیہ بغداد کے آخری دور کے گیارہ تاجدارون مقتدی، مستظہر، مسترشد، راشد، مقتفی، مستنجد، مستضی، ناصر، ظاہر، مستنصر اور معتصم کے زمانہ حکومت کے حالات، خلفاء عباسیہ مصریہ، اور اسہ حکمرانان "المغرب الاقصیٰ" 'دولت اسماعیلیہ' اور عبیدیہ کے ابتدائی فرمانروایون کے واقعات تحریر کئے گئے ہین۔

بترجمہ

جناب علامہ حکیم احمد حسین صاحب الہ آبادی مؤلف سوانح عمری سلطان صلاح الدین یوسف فاتح بیت المقدس وحیات سلطان نور الدین محمود زنگی

سنہ ۱۳۴۲ھ
۱۹۲۴ء

باہتمام منشی حامد حسین صاحب در مطبع یونانی دواخانہ الہ آباد طبع گردید

طبع ثانی

ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدون

جلد اول | اسمین اولاً خود مورخ کتاب ابن خلدون مغربی کی سوانح عمری ہے بعد ازان انساب عالم، حضرت نوح، ہود، صالح، شعیب، ابراہیم، لوط، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، یشع، داؤد، سلیمان یونس اور عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام کے انساب اور اُنکے بعد چھٹی صدی عیسوی تک کے سلاطین و ملوک کے حالات و انساب لکھے گئے ہین حضرت ہاجرہ کے لونڈی نہونے، تعمیر کعبہ، اسماعیل کے ذبیح ہونے، واقعہ اصحاب فیل، کتابت انجیل، تدوین شریعت عیسویہ اور حواریان مسیح پر محققانہ بحث کی گئی ہے۔ ۵۰۰ صفحات سے زائد کا حجم رائل سائز کاغذ سفید چکنا قیمت بلا محصول ڈاک۔ عہ

جلد دوم | مین ملوک فارس، یونان، روم، لاطینی، قیاصرہ، کیتم، قیاصرہ منتصرہ اور سلاطین قسطنطنیہ کے حالات تا زمان فتح اسلامی، قوم گاتھ، قبائل عرب حمیر قحطانیہ حضرموت، بنو جرہم، قضاعہ، کہلان، ملوک حیرہ آل منذر، سلاطین کندہ، غسان اور مدینہ کے دو نامی قبیلہ اوس وخزرج حکمرانان مدینہ، بنو عدنان، قبائل مضر، بطون قیس، الیاس، حکومت قریش اور اونکے شجرۂ انساب نہایت صحیح طور سے مندرج ہین حجم ۳۲۶ صفحات رائل سائز سفید چکنا کاغذ قیمت بلا محصول ڈاک۔ عہ

جلد سوم | دعوای اسلام ہے تو اس جلد کو خرید فرمایئے اسمین حضرت خاتم المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، تربیت، نبوت، معراج، ہجرت، غزوات، انتقال، تجہیز وتکفین، حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت اور اُنکے عہد خلافت کی ردت و فتوحات کے نہایت صحیح واقعات کمال بسط وتفصیل وتحقیق سے درج کئے گئے ہین۔ ۳۵۰ صفحات سے زائد کا حجم کاغذ چکنا سفید رائل سائز قیمت بلا محصول ڈاک۔ عہ

جلد چہارم | مین عالمگیر فتوحات عہد خلافت حضرت فاروق اعظم، عثمان بن عفان

(ٹائیٹل کا صفحہ ۳ و ۴ ملاحظہ

فہرست ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدون جلد نہم

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱	قتل بساسیری	۳۲	نظام الملک کی شہادت
۲	سلطان طغرلبک واسط میں	۳۴	ملکشاہ کی وفات محمود کی تخت نشینی
۳	تبدیلی وزارت سلطان طغرلبک کا نکاح	۳۵	برکیاروق کی یورش
۶	وفات سلطان طغرلبک	۳۶	قتل تاج الملک
	سلطان الپ ارسلان	۳۷	برکیاروق کا قبضہ
۹	قتلمش کی بغاوت	۳۸	المستظہر کی خلافت تتش کے حالات
۱۰	ملکشاہ کی ولیعہدی	۴۲	سلطان محمد اور اوس کا خطبہ
۱۲	وزراء خلیفہ	۴۵	اعادۂ خطبہ برکیاروق
	مکہ میں خطبہ	۴۶	جنگ اول برکیاروق و محمد
۱۳	حلب پر سلطان کا قبضہ	۴۸	جنگ برکیاروق و سنجر
۱۴	بادشاہ روم کی پیشقدمی	۴۹	وزیر عمید الدولہ کی معزولی
۱۶	کوتوالی بغداد	۵۰	جنگ ثانی برکیاروق و محمد
۱۷	قتل سلطان الپ ارسلان	۵۵	سلطان محمد کا بغداد پر قبضہ
۱۸	المقتدی بامر اللہ کی خلافت	۵۶	جنگ سوم و چہارم برکیاروق و محمد و مصالحت
۲۰	تبدیلی وزارت	۶۰	برکیاروق بغداد میں
۲۱	تتش کا دمشق پر قبضہ	۶۳	نیال اور عراق کا قبضہ
۲۳	شیخ ابو اسحاق کی سفارت	۶۵	جنگ پنجم برکیاروق
۲۴	عمید الدولہ کی معزولی	۶۸	برکیاروق و محمد میں مصالحت
۲۷	وزارت کے حالات	۷۰	برکیاروق کی وفات ملکشاہ کی تخت نشینی
۲۸	سلطان کا حلب پر قبضہ	۷۲	سلطان محمد اور جکرمش
۳۱	فتنہ بغداد	۷۳	سلطان محمد بغداد میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

ایک برس کی مسلسل کوشش کے بعد آج ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدون مغربی رحمۃ اللہ علیہ کی نوین جلد زیور طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر قدردانان فن تاریخ کی خدمات عالیات میں پیشکش کیا جاتا ہے فالحمد للہ علی ذالک۔

اس جلد میں خلافت عباسیہ حکمرانان بغداد کے آخری دور کے گیارہ تاجدارون مقتدی، مستظہر، مسترشد، راشد، مقتفی، مستنجد، مستضی، ناصر، ظاہر، مستنصر، مستعصم کے زمانہ حکومت کے حالات، بعد اسکے اُن خلفاء کے واقعات جنہون نے بعد انقراض حکومت بغداد، مصر مین حکومت و سلطنت کی از سر نو بناء ڈالی تھی اور برائے نام کرسی خلافت پر متمکن ہوئے تھے ضبط تحریر مین لائے گئے، اور ادراسہ ملوک المغرب الاقصیٰ، دولت اسماعیلیہ اور عبیدہ کے ابتدائی حکمرانون کے کارنامے بھی اسی جلد مین لکھے ہین۔ بظاہر یہ تاریخ کی کتاب ہے مگر حقیقت مین عبرت سے بھری ہوئی داستان ہے اسکے سیر کرنے والے بشرطیکہ غور و فکر سے کام لین بڑے سے بڑا کام کر سکتے ہین۔ اولعزمی، بلند حوصلگی، حمیت خودداری اور غیرت پیدا ہو سکتی ہے ورنہ اساطیر الاولین سے زیادہ اسکی وقعت نہین ہے۔ اللہ جلشانہ اپنے فیض عمیم سے اسکو مقبول خاص و عام کرے بمنہ و کرمہ

احمد حسین غفر اللہ ذنوبہ و ستر عیوبہ

الہ آباد

۸۔ ذی القعدہ ۱۳۲۴ھ

مطابق ۲۵۔ دسمبر ۱۹۰۶ء

ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ

کتاب ثانی۔ جلد نہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قتل بساسیری

خلافت مآب کی واپسی بغداد کے بعد سلطان طغرلبک نے خمارتکین کو دو ہزار سواروں کی جمعیت سے کوفہ کیجانب روانہ کیا۔ سرایا بن منیع کو معہ بنی خفاجہ کے انکی کمک کا حکم دیا اور انکے پیچھے پیچھے خود بھی لشکر آراستہ کرکے روانہ ہوا۔ دبیس، قریش اور بساسیری کو اسکی اطلاع نہ ہوئی۔ بیفکری کے ساتھ غارتگری میں مصروف تھے۔ کوفہ کو لوٹ چکے تھے کہ سلطانی لشکر کوفہ کی راہ سے نمایاں ہوا۔ مقابلہ کی طاقت نہ تھی بطیحہ کی جانب بھاگے۔ دبیس نے عرب کو واپس کرنے کی کوشش کی۔ کامیاب نہ ہوا۔ آپ بھی انکے ساتھ ہولیا باقی رہا بساسیری اور قریش، سینہ سپر ہو کے میدان جنگ میں آئے۔ ایک گروہ ان دونوں کے ہمراہیوں کا مارا گیا۔ ابو الفتح بن ورام، منصور بن بدران، حماد بن دبیس قید کرلئے گئے۔ بساسیری کو ایک تیر آلگا۔ زخمی ہو کے گھوڑے سے گرا کشتکین نامی ایک سوار نے پہونچکے سر اتار کے وزیر کندری کے روبرو پیش کیا کندری نے سلطان طغرلبک کے پاس روانہ کردیا سلطانی لشکر نے باغیوں کے لشکرگاہ کو لوٹ لیا۔ جسکو پایا گرفتار کیا۔ سلطان طغرلبک نے نامہ بشارت فتح کے ساتھ بساسیری کا سر بھی بغداد بھیجدیا۔ خلافت مآب کے حکم سے پندرہویں ذی حجہ ۴۵۱ھ کو

محلسرائے خلافت کے دروازہ پر باب نوبی کے سامنے لٹکا دیا گیا۔ دبیس بھاگ کے بطیحہ پہونچا۔ اسکے ہمراہ زعیم الملک ابوالحسن عبدالرحیم بھی تھا۔

بساسیری[1] ترکی النسل، بہاء الدولہ بن عضد الدولہ کا خادم تھا اسکا نام ارسلان اور کنیت ابوالحرث تھی۔ بساسیری کے حرف اول کا تلفظ فاء اور باء کے درمیان میں ہے۔ فسا شہر کیطرف جب کوئی منسوب کیا جاتا ہے تو فسوی کہلاتا ہے۔ ابوعلی فارسی صاحب ایضاح اسی شہر کا رہنے والا تھا۔ چونکہ بساسیری کا پہلا آقا بسا کا رہنے والا تھا اس مناسبت سے اسکو بساسیری کہنے لگے۔

سلطان طغرلبک واسط میں

دار الخلافت بغداد کے انتظام سے فارغ ہو کے سلطان طغرلبک نے اوائل ۴۵۲ھ میں واسط کیطرف کوچ کیا۔ ہزار سپ بن تنکیر والی اہواز یہ خبر پا کے سلطان طغرلبک سے ملنے کو واسط میں حاضر ہوا عرض و معروض کر کے دبیس بن مزید اور صدقہ بن منصور بن حسین کی عفو تقصیر کرائی اور معذرت کی غرض سے دربار سلطانی میں حاضر کیا۔ سلطان طغرلبک نے اِن دونوں کی عفو تقصیر کی۔ بعد ازاں ابوعلی بن فضلان کو واسط پر بشرط ادائے خراج دو لاکھ سالانہ اور ابوسعد سابور بن مظفر کو بصرہ پر مامور کیا۔ اور بغداد کیجانب مراجعت کی۔ دربار خلافت میں حاضر ہوا خلافت مآب کی حضوری کا شرف حاصل کیا۔

بعد چندے ماہ ربیع الاول ۴۵۲ھ میں بلاد جبل کیطرف روانہ ہوا۔ بوقت روانگی

---

[1] حاشیہ تاریخ ابن خلدون پر بحوالہ ابوالفداء لکھا ہوا ہے۔ بسا کو عربی زبان میں فسا کہتے ہیں بفتح باء موحدہ وسین مہملہ بعدہ الف۔ یہ ایک شہر ہے مضافات دارابجرد سے آبادی میں شیراز کا مقابل تھا۔ اہل عرب اسکی طرف جب منسوب کرتے تھے تو فسوی کہتے تھے مگر اہل فارس خلاف قیاس بساسیری بولتے ہیں۔ عرب بھی بہ تقلید اہل فارس بساسیری کہنے لگا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے خلفاء مصر کا بغداد میں خطبہ پڑھا۔ اور خلیفہ قائم کو بغداد سے نکال دیا تھا۔

امیر برسق کو بغداد کا شحنہ مقرر کیا۔ ابو الفتح مظفر بن حسین کو بغداد کا چار لاکھ دینار پر تین برس کا ٹھیکہ دیا۔ محمود احرم کو بنی خفاجہ کی امارت اور کوفہ و فرات کی حکومت پر واپس کیا۔ اسی سنہ میں دربار خلافت سے سلطان طغرلبک کے مصاحبوں کو چار ہزار دینار سالانہ کی جاگیریں مرحمت ہوئیں۔

تبدیلی وزارت

خلیفہ قائم نے بغداد واپس آنے پر ابو تراب اثیری کو امیر البحر مقرر کیا۔ کشتیوں کی فراہمی کی خدمت سپرد کی اور "حاجب الحجاب" کا لقب مرحمت فرمایا۔ یہ اُس خدمت کا صلہ تھا جو اس نے خلافت مآب کی حدیثہ میں خدمت کی تھی۔ تھوڑے دنوں بعد شیخ ابو منصور یوسف نے ابو الفتح بن احمد بن دارست کی وزارت کی سفارش کی اور یہ گذارش کی کہ تنخواہ یا جاگیر لینا تو درکنار ابو الفتح بطور نذرانہ کے ایک معتدبہ رقم سالانہ پیش کیا کریگا خلافت مآب نے شیخ ابو منصور کی سفارش منظور فرمالی۔ چنانچہ پندرہویں ربیع الثانی ۴۵۳ھ کو ابو الفتح اہواز سے بغداد میں داخل ہوا۔ خلافت مآب نے خلعت دی قلمدان وزارت عطا فرمایا۔ ابو الفتح اس سے پیشتر ابو کالیجار کیطرف سے تجارت کرتا تھا۔ القصہ سال تمام ہو گیا اور رقم معینہ ادا نہ کر سکا۔ اسپر خلیفہ قایم نے اسکو معزول کر دیا۔ اہواز لوٹ آیا۔ اِسکے بعد ہی ابو نصر بن جہیر وزیر نصیر الدولہ بن مروان بامید وزارت بغداد آیا عہدۂ وزارت کی درخواست دی اور خلافت مآب سے لڑ جھگڑ کے عہدۂ وزارت حاصل کر لیا۔ خلافت مآب نے عہدۂ وزارت عطا کرنیکے بعد فخر الدولہ کا خطاب مرحمت فرمایا۔

سلطان طغرلبک کا نکاح

۴۵۳ھ میں سلطان طغرلبک نے بذریعہ ابو سعد قاضی رے خلیفہ قایم کی لڑکی سے نکاح کرنیکی درخواست کی۔ خلافت مآب نے اس سے انکار کیا۔ بعد ازاں ابو محمد تمیمی کے زبانی یہ کہلا بھیجا کہ سلطان طغرلبک امیر المومنین کو اس رشتہ سے معاف رکھیں ورنہ تین لاکھ دینار سالانہ اور صوبہ واسط سے معہ اسکے مضافات کے دست کش ہونا پڑے گا جسوقت تمیمی نے وزیر عمید الملک سے خلافت مآب کا یہ پیام بیان کیا عمید الملک نے ہنسکے جواب دیا۔ والحمد للہ خلافت مآب نے سلطان کی

درخواست منظور فرمالی۔ سلطان کو چاہئے کہ ان شرائط کو منظور کرلیں اور خلافت مآب کو یہ مناسب ہے کہ بعوض رشتہ داری کے مال و زر طلب نہ فرمائیں"۔ تمیمی سے اسکا جواب کچھہ بن نہ آیا خاموش ہو رہا۔ عمید الملک نے اس سے سلطان طغرلبک کو مطلع کیا۔ اور لوگوں میں اس خبر کو مشہور کردیا۔ بعدازاں سلطان طغرلبک نے وزیر عمید الملک کو ارسلان خاتون زوجہ خلیفہ قایم کے ہمراہ معہ امرائے رے، جنمیں فرامرز بن کاکو یہ بھی تھا دس لاکھہ دینار، بیشمار جواہرات اور لونڈیاں دیکر خلافت مآب کی خدمت میں روانہ کیا۔ عمید الملک نے دربار خلافت میں حاضر ہوکے خلافت مآب کی دست بوسی کی اور مال واسباب جو کچھہ اپنے ہمراہ لایا تھا پیش کش کیا۔ خلیفہ قایم نے سلطان طغرلبک کا پیام سنتے ہی ارشاد کیا "اگر سلطان طغرلبک اپنے اس خیال خام سے باز نہ آئیگا تو میں بغداد چھوڑ کے نکل جاؤنگا"۔ عمید الملک نے عرض کی "خلافت مآب نے پہلے ہی سے انکار کیوں نہ فرمایا۔ اور جب منظوری کو مشروط کسی شرط سے کردیا تو اب انکار کے کوئی معنی نہیں ہوسکتے"۔ خلیفہ قایم نے اسوقت کچھہ جواب نہ دیا۔ اگلے دن عمید الملک اور اس کے ہمراہیوں کو نہروان کیطرف نکلوادیا۔ قاضی القضاۃ اور شیخ ابو منصور بن یوسف کو خبر لگی۔ گرتے پڑتے عمید الملک کے پاس پہونچے اور خوشامد و منت کرکے روکا بعد اس کے خلافت مآب کی خدمت میں آئے۔ اونچا نیچا سمجھایا بالآخر باتفاق رائے حاضرین دربار دیوان سے ایک خط بنام خمارتکین (یہہ سلطان طغرلبک کا مصاحب تھا) متضمن شکایت عمید الملک روانہ کیا گیا۔ تھوڑے دنوں بعد سلطان طغرلبک کیطرف سے مدارات اور نرمی کا جواب آیا۔ مگر عمید الملک خلافت مآب کو بزور اس رشتہ پر برابر طیار کرتا جاتا تھا اور خلافت مآب مُچھے پر ہاتھہ تک نہیں رکھنے دیتے تھے۔ انجام کار عمید الملک ناامید ہوکے ماہ جمادی الآخر ۴۵۴ھ میں بغداد سے سلطان طغرلبک کے پاس چلا آیا کل واقعات ازابتدا تا انتہا عرض کئے اور یہ جڑ دیا کہ خمارتکین اگر دخل در معقولات

نکرتا تو سلطان کا مقصود کب کا حاصل ہو گیا ہوتا۔ سلطان طغرلبک کو اس سے ناراضی پیدا ہوئی۔ خمارتکین بخوف جان بھاگ کھڑا ہوا۔ نیال کے لڑکوں نے باجازت سلطان تعاقب کیا۔ اور بعوض اپنے باپ کے اسکو مار ڈالا۔ تب بجائے اسکے سارتکین مامور ہوا۔ بعد واپسی عمید الملک سلطان طغرلبک نے قاضی القضاۃ اور شیخ ابومنصور بن یوسف کے نام عتاب آمود خط لکھا۔ اور اپنی بھتیجی ارسلان خاتون زوجہ خلیفہ قایم کو طلب کیا۔ خلافت مآب نے یہ خیال کر کے کہ معاملہ اب طول کھنچا جاتا ہے سلطان طغرلبک کی منگنی اپنی شاہزادی سے منظور کر لی۔ وزیر عمید الملک کو سلطان طغرلبک کے ساتھ شاہزادی کے نکاح کا وکیل مقرر کیا اور ابوالغنایم بن محلبان کی معرفت بلاد اسلامیہ میں خطوط روانہ کئے۔ چنانچہ ماہ شعبان ۴۵۴ھ میں بیرون تبریز خلافت مآب کی بیٹی سے سلطان طغرلبک کا عقد کیا گیا۔

عقد ہونیکے بعد سلطان طغرلبک نے خلافت مآب، ولیعہد اور خلافت مآب کی اُس بیٹی کے لئے جس سے عقد ہوا تھا مال واسباب اور جواہرات روانہ کئے۔ اور جسقدر عراق میں اسکی متوفیہ بیوی کی جاگیریں تھیں سب کی سب خلیفہ کی بیٹی کو دیدی۔

ماہ محرم ۴۵۵ھ میں سلطان طغرلبک نے ارمینیہ سے بغداد کیجانب مراجعت کی امراء دولت سلجوقیہ سے ابوعلی بن ابوکالیجار، سرخاب بن بدر، ہزارشب اور ابومنصور بن فرامرز بن کاکویہ وغیرہ اسکے ہمراہ رکاب تھے۔ وزیر ابن جہیر خلافت مآب کیطرف سے استقبال کو آیا۔ سلطان طغرلبک نے عزت واحترام سے ملاقات کی اور غربی بغداد میں معہ اپنے لشکر کے قیام کیا۔ کثرت لشکر سے رعایا واویلا مچانے لگی۔ وزیر عمید الملک محلسرائے خلافت میں سلطان کی بیوی (خلیفہ قایم کی لڑکی) کو رخصت کرانے کو گیا۔ خلافت مآب نے اپنی شاہزادی اور نیز سلطان کے اراکین دولت اور مصاحبوں کے رہنے کو ایک محل علیحدہ کر دیا اور شاہزادی کو اس میں بھیجدیا۔ شاہزادی تخت پر جو سونے سے منڈھا

ہوا تھا جلوہ افروز ہوئی۔ سلطان طغرلبک نے حاضر ہو کے زمین بوسی کی بہت سا مال اور بیشمار جواہرات پیش کئے۔ چند روز تک اسی دستور سے سلطان طغرلبک آتا جاتا رہا امراء دولت عباسیہ اور خلافت مآب کے مصاحبوں کو انعامات دیئے خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا۔ ڈیڑھ لاکھ سالانہ پر ابوسعد فارسی کو بغداد کا ٹھیکہ دیا جسقدر ٹکس اور محصول رئیس العراقین نے معاف کر دیا تھا پھر جاری کر دیا۔ اعرابی سعد ٹھیکہ دار بصرہ گرفتار کر لیا گیا۔ واسط کا ٹھیکہ دو لاکھ سالانہ پر ابو جعفر بن فضلان کو دیا گیا۔

وفات سلطان طغرلبک ۴۵۵ھ

سلطان طغرلبک نے چندے بغداد میں قیام کر کے ماہ ربیع الآخر میں بلاد جبل کیجانب کوچ کیا۔ جسوقت رے میں داخل ہوا مرض الموت میں گرفتار ہو گیا۔ آٹھویں رمضان سنہ مذکور یوم جمعہ کو وفات پائی۔ رفتہ رفتہ بغداد میں یہ خبر پہونچی۔ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ خلیفہ قایم کے طلب کرنے پر مسلم بن قریش والئ موصل، دبیس بن مزید، ہزارشب والئ اہواز، بنی ورام اور بدر بن مہلہل وغیرہ بغداد میں آگئے۔ ابوسعد فارسی ٹھیکہ دار بغداد نے قصر عیسیٰ پر شہر پناہ بنا کے غلہ وغیرہ کا کافی ذخیرہ مجتمع کر لیا۔ مسلم بن قریش موقع پا کے بغداد سے خروج کر کے اطراف وجوانب بغداد کو تاخت وتاراج کرنے لگا۔ دبیس بن مزید، بنو خفاجہ، بنو ورام، اور اکراد اس سے جنگ کرنے کو بڑھے مسلم بن قریش کی گرمی دماغ فرو ہو گئی۔ بغاوت سے توبہ کی اور بدستور علم عباسیہ کے آگے گردن اطاعت جھکا دی۔ اس اثناء میں ابوالفتح بن ورام سردار اکراد جاوانیہ کا انتقال ہو گیا۔ عربوں نے تاخت وتاراج کرنا شروع کر دیا۔ لڑنے پر پھر تل گئے۔ بازاریوں اور اوباشوں کو دست درازی کا موقع ملگیا۔ یہی وجہ تھی کہ بغداد میں بدمعاشوں اور مفسدوں کی کثرت ہو گئی۔ جس سے نظام حکومت مدتوں درہم وبرہم رہا۔

سلطان الپ ارسلان

سلطان طغرلبک کے انتقال کے بعد ارکین دولت علی الخصوص عمید الملک کندری نے سلیمان بن داؤد جعفری بک کو سریر حکومت پر جلوہ افروز کیا

داؤد جعفری بک، سلطان طغرلبک کا بھائی تھا۔ اسکے انتقال کے بعد سلطان طغرلبک نے اسکی بیوی (یعنی مادر سلیمان سے) عقد کر لیا تھا اس اعتبار سے سلیمان سلطان طغرلبک کا ربیب[۱] بھی تھا اور بھتیجہ بھی۔ سلطان طغرلبک نے اسکو اپنا ولیعہد بھی بنا یا تھا جسوقت سلیمان کا نام خطبوں میں داخل کیا گیا۔ امراء دولت نے مخالفت شروع کر دی۔ باغیسان اور اردوم بغداد سے قزوین چلا گیا۔ عضد الدولہ الپ ارسلان محمد بن داؤد جعفری بک کے نام کا خطبہ پڑھا۔ یہ ان دنوں خراسان میں حکومت کر رہا تھا اسکے پاس اسکا وزیر نظام الملک بھی تھا۔ بات کی بات میں لوگوں کا رجحان اسکی جانب ہو گیا۔ عمید الملک کندری کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اس خیال سے کہ مبادا کسی قسم کا اختلال میری حکومت میں پیدا ہو جائے رے میں سلطان الپ ارسلان کے نام کا خطبہ اور بعد اسکے سلیمان کے نام کا خطبہ پڑھوایا سلطان الپ ارسلان، کو اسکی خبر لگی لشکر مرتب کر کے خراسان سے رے پر چڑھائی کر دی اہل رے سلطان الپ ارسلان کی آمد کی خبر پا کے ملنے کو آئے اور اسکی اطاعت قبول کر لی عمید الملک کندری نے بھی سلطان الپ ارسلان کی شرف حضوری حاصل کی اور اسکے وزیر نظام الملک سے ملا۔ تحائف اور ہدایا پیش کئے لیکن اس سے کچھ کاربراری نہ ہوئی اور نہ اسکی طرف سے سلطان الپ ارسلان کی سوء ظنی کم ہوئی۔ چنانچہ سلطان الپ ارسلان نے بخوف فتنہ و فساد اسکو ۴۵۶ھ میں گرفتار کر کے مرو روز کے جیل میں ڈال دیا اور بعد ایک سال کے ماہ ذی حجہ ۴۵۷ھ میں قتل کر ڈالا۔

عمید الملک۔ نیشاپور کا رہنے والا فصیح و بلیغ، اعلیٰ درجہ کا منشی تھا جسوقت سلطان طغرلبک نیشاپور میں وارد ہوا۔ ایک کاتب کی ضرورت محسوس ہوئی موفق پدر ابوسہل نے عمید الملک کو پیش کر دیا۔ چونکہ اسمیں خداداد قابلیت موجود تھی سلطان طغرلبک نے اسکو اپنا سکرٹری بنا لیا۔ یہ پیدائشی مخنث تھا بعضوں کا بیان ہے کہ چونکہ اس نے سلطان

---

[۱] ربیب اس حلالی لڑکی کو کہتے ہیں جسکی ماں سے بعد پیدا ہونے کے نکاح کیا جائے۔ مترجم۔

طغرلبک کی منگیتی بیوی سے عقد کر لیا تھا اور سلطان سے باغی ہو گیا تھا۔ سلطان نے اس پر چڑھائی کی۔ مدتوں محاصرہ کئے رہا اور بعد کامیابی و فتحیابی کے اسکو مخنث بنا کے بدستور عہدۂ کتابت پر مامور کیا۔ بعض مورخین یہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ اس کے دشمنوں نے دشمنی کیوجہ سے یہ خبر اوڑادی تھی کہ سلطان طغرلبک کی منگیتی بیوی سے عقد کر لیا ہے۔ اسوجہ سے اس نے اپنے آپکو خصی کر ڈالا۔ تاکہ دشمنوں کی عداوت سے بیخوف ہو جائے۔ شافعیہ اشعریہ اور رافضیوں سے تعصب بیحد رکھتا تھا۔ سلطان سے منابر خراسان پر رافضیوں کے لعن طعن کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ بعد چندے اشعریہ کو بھی شریک لعن کر لیا اس سے آئمہ اہل سنت وجماعت کو بیحد صدمہ و ملال ہوا۔ چنانچہ ابو القاسم قشیری اور امام ابو المعالی خراسان چھوڑ کے مکہ معظمہ چلے آئے چار برس تک حجاز میں قیام کیا اور حرمین میں درس و تدریس اور افتاء میں مصروف رہے اسی مناسبت سے یہ امام الحرمین کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ پس جسوقت سلطان الپ ارسلان کا دور حکومت آیا اور قلمدان وزارت کا مالک نظام الملک طوسی ہوا تو اس نے امام الحرمین کے ساتھ اچھے برتاؤ کئے حسن سلوک سے پیش آیا اور سلطان الپ ارسلان نے سیدہ بنت خلیفہ قایم کو جسکے ساتھ سلطان طغرلبک نے عقد کیا تھا۔ بغداد واپس کیا اور خدمت گزاری کے لئے امیر اتیکین سلیمانی کو ہمراہ کر دیا تاکہ شاہزادی صاحبہ کو دوران سفر میں کسی قسم کی تکلیف نہونے پائے۔ بغداد پہونچنے پر سلطان الپ ارسلان نے امیر اتیکین کو بغداد کی کوتوالی عنایت کی۔ اس سفر میں شاہزادی سیدہ کے ہمراہ ابو سہل محمد بن ہبۃ اللہ معروف بہ ابن موفق بھی تھا۔ دار الخلافت بغداد میں سلطان الپ ارسلان کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی اجازت حاصل کرنے کو خلافت مآب کی خدمت میں جا رہا تھا اثناء راہ میں انتقال کر گیا۔ نیشاپور کے مشہور علماء شافعیہ سے تھا۔ سلطان الپ ارسلان نے اس واقعہ سے مطلع ہو کے بجائے اسکے عمید ابو الفتح مظفر بن حسین کو روانہ کیا اتفاق یہ کہ یہ بھی بغداد نہ پہونچنے پایا راستہ ہی میں مر گیا۔ تب سلطان الپ ارسلان نے

اپنے وزیر السلطنت نظام الملک کو روانگی کا حکم دیا۔ عمید الملک ابن وزیر فخر الدولہ بن جہیر وغیرہ استقبال کو آئے۔ خلیفہ قایم نے نظام الملک سے ملنے کی غرض سے ساتویں جمادی الاول ۴۵۶ھ کو دربار عام کیا اور بہ قایم مقامی سلطان الپ ارسلان نظام الملک سے ہاتھ ملایا اعزاز کے ساتھ کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ رؤسا شہر اور ارکین دولت کے روبرو خلعتیں دیں، ضیاء الدولہ کا لقب دیا۔ اور منابر بغداد پر سلطان الپ ارسلان کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ اور نیز یہ حکم دیا کہ سلطان کی درخواست کے مطابق "الولد المؤید" کے خطاب سے مخاطب کئے جانے کا ارشاد کیا۔ گشتی فرامین تمام ممالک اسلامیہ میں روانہ کئے گئے۔ بیعت خلافت لینے کو نقیب طراد زینبی سلطان الپ ارسلان کیطرف روانہ ہوا۔ مقام نقجوان مضافات آذربیجان میں سلطان الپ ارسلان سے ملاقات ہوئی سلطان الپ ارسلان نے خلعت کو آنکھوں سے لگا کے زیب تن کیا۔ بعد ازاں بیعت خلافت کی۔ اس کے بعد ہی امراء سلجوقیہ سے والی ہرات اور صغانیان نے سلطان الپ ارسلان کی مخالفت پر علم بغاوت بلند کیا چنانچہ سلطان الپ ارسلان نے ایک عظیم لشکر مرتب کرکے ہرات پر دھاوا کردیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے فتح نصیب بھی ہوا۔ جیسا کہ آیندہ اسکی دولت حکومت کے ضمن میں جہاں ہم علیحدہ تحریر کرنے والے ہیں احاطہ تحریر میں لائینگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

قطلمش کی بغاوت

قطلمش، خاندان سلاطین سلجوقیہ کا ایک نامور ممبر تھا سلطان طغرلبک سے نسبًا بہت قریب بلکہ اسی کے خاندان سے تھا قونیہ، قیصریہ، اقصرا اور ملطیہ پر اس نے قبضہ کر رکھا تھا۔ اسکو سلطان طغرلبک نے ابتداءً جبکہ بغداد پر ۴۴۹ھ میں بغداد پر قبضہ حاصل کیا تھا۔ بساسیری اور قریش بن بدران والی موصل سے جنگ کرنے کو بھیجا تھا۔ بعد انتقال سلطان طغرلبک اس نے لشکر مرتب کرکے رے کا قصد کیا۔ سلطان الپ ارسلان کو اسکی خبر لگ گئی فوج کو

طیاری جنگ کا حکم دیا اور بعد طیاری ماہ محرم ۴۵۶ھ میں نیشاپور سے رے کیطرف روانہ ہوا۔ مگر عساکر سلطانی کے پہنچنے سے پہلے قطلمش رے پہونچگیا تھا۔ لوٹ مار شروع کردی تھی سلطان الپ ارسلان نے دامغان میں پہونچکے ایک خط قطلمش کے پاس مشعر ممانعت قتل وغارت روانہ کیا قطلمش نے کچھ توجہ نہ کی۔ سلطان نے رے کے قریب پہونچکے ہنگامہ کارزار گرم کر دیا قطلمش کی فوج میدان جنگ سے گھونٹ کھا گئی۔ سلطان نے اس کے لشکر گاہ کو لوٹ لینے کا حکم دیدیا۔ ہزار ہا قتل اور قید کیے گئے۔ اسی دار و گیر میں قطلمش بھی مارا گیا قطلمش کے مارے جانے سے لڑائی فرو ہوگئی سلطان کو اسکے مارے جانے سے سخت صدمہ و ملال ہوا۔ نماز جنازہ پڑھ کے دفن کرادیا۔

بعد اس واقعہ کے سلطان نے بقصد جہاد بلاد روم کا قصد کیا آذربیجان ہو کے گذرا امیر طغرتکین معہ اپنے اعزہ اور اقارب کے ملنے کو آیا۔ امیر طغرتکین کو بلاد رومیہ سے واقفیت اور جہاد میں بہت بڑا دخل تھا۔ سلطان نے اسکو جہاد پر ابھارا اور رہبری کی غرض سے اپنے ہمراہ لیا۔ رفتہ رفتہ بخران پہونچا نہر ارس کے عبور کرنے کو کشتیاں طیار کرائیں۔ خوئی اور سلماس قلعجات آذربیجان کے سر کرنے کے لئے فوجیں روانہ کیں اور خود بلاد کرخ کیطرف قدم بڑھایا۔ متعدد قلعجات کو یکے بعد دیگرے مفتوح کیا جیسا کہ ہم آیندہ ان کے حالات کے ضمن میں بیان کرینگے الغرض فتحیابی حاصل کرنے کے بعد مژدہ فتح بغداد روانہ کیا۔ اور بادشاہ کرخ نے جزیہ دیکے مصالحت کرلی سلطان الپ ارسلان نے اصفہان کیجانب مراجعت کی۔ اصفہان میں چندے قیام کرکے کرمان کا رخ کیا قاروت بن داؤد جعفری بک (یہ سلطان کا بھائی تھا) نے حاضر ہو کے شرف حضوری حاصل کی بعدہ سلطان مرو کیطرف روانہ ہوا۔ اسی اثنا میں سلطان کے بیٹے ملک شاہ نے بادشاہ ماوراء النہر کی بیٹی سے اپنا عقد کرلیا اور دوسرے بیٹے کا والی غزنہ کی لڑکی سے نکاح ہوا۔

ملکشاہ کی ولیعہدی | ۴۵۸ھ میں سلطان الپ ارسلان نے اپنے بیٹے ملکشاہ کو اپنا ولیعہد بنایا

امرار مملکت اور ارا کین دولت سے ملک شاہ کی ولیعہدی کی بیعت کی حسب مدارج سبھونکو خلعتیں دیں اور اپنے تمام ممالک محروسہ میں ولیعہد کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ بعد ازاں بلاد مختلفہ میں متعدد اشخاص کو جاگیریں دیں چنانچہ بلخ اپنے بھائی سلیمان بن داؤد کو، خوارزم ارسلان ارغو کو، مرو اپنے دوسرے بیٹے ارسلان شاہ کو، صغانیان وطغارستان اپنے دوسرے بھائی الیاس کو، مازندران امیر اینانج بیغو کو اور بغشور مع اسکے مضافات کے مسعود بن ارتاش کو عنایت کیا۔

وزیر السلطنت نظام الملک نے ۴۵۷ھ میں مدرسہ نظامیہ بغداد کی بنا ڈالی تھی جسکی عالیشان عمارت ماہ ذیقعدہ ۴۵۹ھ میں بنکر طیار ہوئی شیخ ابو اسحاق شیرازی[۱] درس کے لئے منتخب کئے گئے۔ ایک جم غفیر طلبار کا درس لینے کو حاضر ہوا۔ چونکہ شیخ موصوف نے کسی سے یہ سن لیا تھا کہ مدرسہ نظامیہ زمین مغصوبہ پر بنایا گیا ہے اسوجہ سے مدرسہ نظامیہ میں درس دینے کو نہ آئے دوپہر تک حاضرین انتظار کرتے رہے بعد دوپہر شیخ ابو منصور نے فرمایا کہ شائقین اور طلبار علوم بغیر سبق پڑھے ہوئے نہ جائیں گے اور ایسے عظیم الشان مدرسہ کے لئے ایک قابل پروفیسر کا ہونا ضروریات سے ہے لہذا مناسب ہے کہ ابو نصر بن صباغ[۲] جو اسوقت حاضر

[۱] شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی فیروزآبادی ملقب بہ جمال الدین ۳۹۳ھ مقام فیروزآباد میں پیدا ہوئے اور شب یکشنبہ اکیسویں جمادی الآخر ۴۷۶ھ بمقام بغداد میں وفات پائی۔ باب ابرز میں مدفون ہوئے علم، زہد اور ورع وتقوی میں اپنے معاصرین سے بڑھے ہوئے تھے۔ اُسوقت کے اکثر علما امصار ودیار انہیں کے شاگرد تھے۔ محب الدین بن نجار نے تاریخ بغداد میں انکو امام اصحاب شافعی تحریر کیا ہے۔ صاحب تصانیف کثیرہ تھے انا لجملہ مہذب فی المذہب، تنبیہ فقہ میں، لمع اور اسکی شرح اصول فقہ میں۔ تبصرہ، معونۃ، او تلخیص جدل میں ہیں۔ ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۴۔

[۲] ابو نصر عبد السید بن محمد بن عبد الواحد بن احمد بن جعفر معروف بہ ابن صباغ فقیہ شافعی ۴۰۰ھ مقام بغداد میں پیدا ہوئے۔ آخر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی۔ ماہ جمادی الاولیٰ ۴۷۷ھ مقام بغداد میں (بقیہ دیکھو صفحہ ۱۲ میں)

جلسہ ہیں درس دیں"۔ حاضرین جلسہ کی اتفاق رائے سے ابونصر پروفیسری کی کرسی پر جلوہ افروز ہوئے بیس یوم تک پڑھاتے رہے تاآنکہ شیخ ابواسحاق کا شک رفع ہوگیا۔ اور پڑھانے کے لئے نظامیہ میں تشریف لائے۔

وزراء خلیفہ فخرالدولہ بن جہیر خلیفہ قایم کا وزیراعظم تھا۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں بعد چندے سنہ ۴۶۰ھ میں خلافت مآب نے اسکو معزول کر دیا۔ چنانچہ فخرالدولہ بغداد سے نکل کے نورالدولہ دبیس بن مزید کے پاس قلوجہ چلا گیا۔ خلافت مآب نے بجائے اسکے ابویعلی والد وزیر ابوشجاع کو عہدۂ وزارت پر مامور کرنے کے لئے طلبی کا فرمان تحریر کیا ابویعلی ان دنوں ہزارشب بن تنکیر والی اہواز کے ہاں عہدۂ کتابت پر تھا۔ ابویعلی خلافت مآب کا فرمان پاکے اہواز سے بغداد روانہ ہوا اتفاق یہ کہ اثناء راہ میں مرگیا۔ نورالدولہ نے معزالدولہ کی دربار خلافت میں سفارش کی خلافت مآب نے سفارش منظور فرمائی اور معزالدولہ کو طلب فرماکے ماہ صفر سنہ ۴۶۱ھ میں دوبارہ قلمدان وزارت سپرد کیا۔

مکہ میں خطبہ سنہ ۴۶۲ھ میں محمد بن ابی ہاشم والی مکہ نے خلیفہ قایم اور سلطان الپ ارسلان کے نام کا خطبہ حرم شریف میں پڑھا۔ خلیفہ علوی والی مصر کا خطبہ موقوف کر دیا۔ فقرہ "حی علی خیر العمل" کو اذان سے نکال دیا۔ اور اپنے بیٹے کو بطور وفد (ڈیپوٹیشن) سلطان الپ ارسلان کی خدمت میں روانہ کیا۔ سلطان اس خبر فرحت اثر کو سنکے بیحد خوش ہوا تیس ہزار دینار اور ایک گرانبہا خلعت مرحمت کی اور دس ہزار دینار سالانہ بطور تنخواہ مقرر فرمایا۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱) وفات پائی فقہ میں کتاب الشامل انہیں کی تصنیفات سے ہے جو ایک اعلی پایہ کی کتاب شمار کیجاتی ہے وقت افتتاح مدرسہ نظامیہ یہی مدرسی پر مامور ہوئے تھے اور بعد انتقال شیخ ابواسحاق بھی یہی منتخب کئے گئے۔ تذکرۃ العالم، الطریق السالم اور العدہ فی اصول فقہ بھی انہیں کے مصنفات سے ہے ابن خلکان جلد ا صفحہ ۳۰۳۔

اسی سنہ میں مسلم بن قریش اور دبیس بن مزید نے سلطان الپ ارسلان کی اطاعت قبول کرلی یہ دونوں اندنوں سلطان سے باغی اور علم حکومت کے مخالف ہوگئے تھے بات یہ تھی کہ ہزار شب بن تنکیر بن عیاض نے سلطان کو دم پٹی دیکے ان دونوں کے مقبوضہ ممالک کے چھین لینے پر اُبھار دیا تھا۔ جب ان دونوں کو اس واقعہ کی خبر لگی تو سلطان سے منحرف ہوگئے۔ اتفاق یہ کہ اسی زمانہ میں سلطان کی خدمت میں ہزار شب بطور وفد خراسان گیا ہوا تھا۔ واپسی کے وقت انتقال کرگیا۔ دبیس اس واقعہ سے مطلع ہوکے معہ شرف الدولہ بن قریش والی موصل سلطان کی خدمت میں وفد ہوکے حاضر ہوا۔ نظام الملک نے ان دونوں کی بڑی آؤ بھگت کی۔ سلطان بھی بعزت و احترام پیش آیا۔ ان دونوں نے بھی علم حکومت کے آگے گردن اطاعت جھکادی۔

حلب پر سلطان کا قبضہ

محمود بن صالح بن مرداس شہر حلب پر قابض و متصرف ہوگیا تھا۔ اس سے پیشتر خلیفہ علوی والی مصر کا تصرف واثر اس شہر میں جاری و ساری تھا محمود ایک چلتا پُرزہ تھا سلطان الپ ارسلان کی سطوت اور جبروت سے متاثر ہوکے ایک روز اہل شہر کو مجتمع کیا اور سمجھا بجھا کے ان لوگوں کو خلافت بغداد اور سلطان الپ ارسلان کی اطاعت پر مائل کرلیا۔ چنانچہ ۴۶۳ھ میں منابر حلب پر خلیفہ قائم اور سلطان الپ ارسلان کے نام کا خطبہ پڑھا۔ اور اطلاعی عرضداشت دربار خلافت میں روانہ کی۔ خلافت مآب نے نقیب النقباء طراد بن محمد زینبی کی معرفت خلعت بھیجی۔ بعدازاں سلطان الپ ارسلان نے حلب کا قصد کیا۔ موکب ہمایوں کا دیار بکر ہوکے گذر ہوا۔ نصر بن مروان والی دیار بکر نے حاضر ہوکے اظہار اطاعت کی غرض سے ایک لاکھ دینار پیش کئے۔ سلطان دیار بکر سے روانہ ہوکے آمد پہونچا اہل آمد نے سرکشی کی۔ الرہا والے بھی انہیں کے قدم بقدم چلے۔ لیکن سلطان نے کچھ خیال نہ کیا۔ سیدھا حلب پر جا اُترا محمود والی حلب نے نقیب النقباء طراد کو

سلطان کی خدمت مین بھیجا عدم حاضری کی معافی چاہی۔ سلطان نے حاضری پر اصرار کیا۔ بات بڑھی۔ محاصرہ اور لڑائی کی نوبت آئی۔ بالآخر شدت حصار اور طول جنگ سے گھبرا کے والی حلب مع اپنی ماں منیعہ بنت رباب نمیری دربار سلطانی میں شب کے وقت حاضر ہوا۔ سلطان نے براہ عزت افزائی خلعت مرحمت فرمائی۔ اور بدستور حکومت حلب پر اسکو قائم رکھا۔ پس یہ اسوقت سے سلطان ہی کا مطیع رہا۔

بادشاہ روم کی پیشقدمی اور گرفتاری

ارمانوس بادشاہ روم والی قسطنطنیہ نے ۴۶۲ھ میں ایک لشکر عظیم کے ساتھ بلاد اسلامیہ شامیہ پر چڑھائی کی۔ چنانچہ منبج پر پہونچکے لوٹ لیا۔ اور اہل منبج کو کمال بیرحمی سے تہ تیغ کیا۔ محمود بن صالح بن مرداس اور حسان طائی قبایل عرب بنی کلاب اور طے وغیرہما کو مجتمع کرکے منبج کے چھوڑانے کو آئے لیکن ارمانوس سے شکست کھا گئے اور ارمانوس منبج پر قابض رہا۔ بعد چند دنون کے رسد وغلہ کی کمی محسوس ہوئی۔ بمجبوری اپنے بلاد کی جانب مراجعت کی۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کے دو لاکھ فوج سے جس میں فرنج، رومی، روسی اور کرخ تھے صوبہ خلاط پر دھاوا کردیا۔ رفتہ رفتہ ملازکرد پر پہونچکے محاصرہ ڈالدیا۔ اسوقت سلطان الپ ارسلان شہر خوی مضافات اذربیجان میں حلب سے واپس آکے مقیم تھا۔ اس خبر کو سُنکے غصہ سے تھرّا گیا۔ بوجہ بعد مسافت فوجین فراہم نہ کرسکا، موجودہ لشکر کو طیاری کا حکم دیا۔ بنظر دوربینی اہل وعیال اور مال واسباب کو وزیر السلطنت نظام الملک کے ساتھ ہمدان بھیجدیا اور بنفس نفیس پندرہ ہزار کی جمعیت سے ارمانوس کے طوفان بے امتیازی کے روک تھام کو بسم اللہ کہکے اوٹھ کھڑا ہوا۔ قریب خلاط سلطانی مقدمۃ الجیش سے روسی لشکر کا مقابلہ ہوا جسکی تعداد دس ہزار تھی۔ گھمسان لڑائی ہوئی بالآخر روسی فوج شکست کھا کے بھاگی۔ بادشاہ گرفتار ہوئے سلطان الپ ارسلان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ سلطان نے کان وناک کٹوا کے نظام الملک کے پاس بغداد بھیجنے کو

بھیجدیا۔ بعداس واقعہ کے رومی فوج سے مقابلہ کی ٹھہری۔ سلطان الپ ارسلان نے مصالحت کا پیام بھیجا۔ ارمانوس نے انکاری جواب دیا۔ سلطان کو اس سے سخت تردد ہوا۔ لیکن پھر اپنے قلب مضطرب کو مجتمع کر کے بارگاہ عزوجل میں بعجز والحاح سلطان کی کامیابی کی دعا کرنے لگا۔ تمام رات گریہ وزاری اور دعا مین گزاری۔ صبح ہوتے ہی لشکر کو طیاری کا حکم دیا۔ اودھر فوج صف آرائی مین مصروف ہوئی۔ اُدھر سلطان سجدہ میں رُو رُو کے فتحمندی کی دعا کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد سپہ سالار فوج نے فوج کے مرتب ہوجانے کی اطلاع کی سلطان نے سجدہ سے سر اوٹھایا اور اللہ تعالی کے فضل وکرم پر لو لگائے میدان جنگ کا راستہ لیا اسوقت عساکر اسلامیہ کا عجب پُرہیبت منظر تھا سبھوں کے دلوں میں جوش اور جوش کے ساتھ امید وبیم کی ایک خاص کیفیت تھی۔ آنکھیں نیچی کیے ہوئے شمشیر بکف اللہ اکبر کہہ کے اپنے حریف پر حملہ آور ہوئے یہ حملہ نہ تھا بلکہ رنج ومصیبت کا ایک بہت بڑا پہاڑ تھا۔ جو عیسائی فوجوں پر لوٹ پڑا۔ بات کی بات میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ جس طرف نظر اوٹھتی تھی عیسائی مقتولوں کی لاشیں نظر آتی تھیں۔ ارمانوس گرفتار ہوگیا۔ اسکو کسی غلام نے گرفتار کیا تھا جسوقت سلطان کے روبروپیش ہوا سلطان نے تین دھولین اس کے سر پر رسید کیں اور ارشاد فرمایا "کیوں ارمانوس تیری گرمی دماغ فرو ہوئی؟ میں نے تجھے مصالحت کا پیام دیا تھا تو نے انکار کیا۔ آخر اُسکا نتیجہ کیا ہوا" ارمانوس نے شرم سے سر نیچا کر لیا۔ ایک کروڑ پانچ لاکھ دینار زر فدیہ لیکے ارمانوس کو اس شرط پر رہا کیا کہ جسقدر اس کے پاس مسلمان قیدی ہیں انکو رہا کردے اور آیندہ سے رومی لشکر سلطان کی ریزرو فوج تصور کیجاوے جسوقت سلطان کسی مہم کے لئے طلب فرمائے فوراً بے تامل حاضر ہوجائے۔ شرائط صلح طے ہوجانے پر پچاس برس کے لئے یہ عہد نامہ لکھا گیا۔ سلطان نے دس ہزار دینار نقد اور ایک خلعت مرحمت

فرما کے ارمانوس کو رخصت کیا۔

رومیوں کو جس وقت ارمانوس کی شکست و گرفتاری کی خبر پہونچی پریشان ہو گئے۔ میخائیل کو موقع ملگیا۔ مملکت رومیہ پر بجائے ارمانوس کے قابض و متصرف ہو گیا۔ ارمانوس کو بعد رہائی اسکی خبر لگی۔ جو کچھ اس کے پاس مال و اسباب تھا سب کو جمع کر کے سلطان کے پاس بھیجدیا۔ اس مال و اسباب کی تعداد دو لاکھ دینار تھی۔ علاوہ اس کے ایک طبق جواہرات سے بھرا ہوا بھیجا تھا جسکی قیمت نوّے ہزار تھی۔ بعد چندے ارمانوس نے صوبہ ارمن اور اسکے شہروں پر قبضہ کر لیا۔

کوتوالی بغداد تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ سلطان الپ ارسلان نے اپنے شروع زمانہ حکومت میں ایتکین سلیمانی کو ۴۵۶ھ میں بغداد کی کوتوالی پر مامور کیا تھا۔ چنانچہ ایتکین ایک مدت تک اس عہدہ پر رہا بعد ازاں ایتکین اپنے بیٹے کو بجائے اپنے مقرر کر کے کسی ضرورت سے سلطان کی خدمت میں گیا۔ ایتکین کے بیٹے نے ظلم و سفاکی کی بناڈالدی۔ خادمان مجلس سرائے خلافت میں سے ایک شخص کو مار ڈالا۔ مقتول کا خون آلودہ قمیص اہل دیوان نے سلطان کے پاس بھیجا اور معزولی کی تحریک کی۔ چونکہ نظام الملک کو ایتکین کی رعایت منظور تھی سفارشی عریضہ لکھ کے ۴۶۴ھ میں ایتکین کو بغداد روانہ کیا۔ ایتکین نے بغداد پہونچکے دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ معافی کی تقصیر کی درخواست کی۔ خلافت مآب نے کچھہ سماعت نہ کی۔ نظام الملک نے ایتکین کو تکریت کیطرف روانہ کر دیا اور وہیں اسکو جاگیر بھی عنایت کی۔ دیوان خلافت سے والی تکریت کو لکھا گیا کہ ایتکین کو تکریت میں داخل نہ ہونے پائے۔ اس خبر سے سلطان اور نظام الملک کی آنکھیں کھل گئیں۔ خلافت مآب کے اصرار سے سعد الدولہ گوہر آئین کو بغداد کی کوتوالی عنایت ہوئی۔ اہل بغداد نے نہایت جوش اور مسرت سے سعد الدولہ کا استقبال کیا۔ خلیفہ قائم نے اس خوشی میں دربار عام منعقد فرمایا تمام شہر چراغان کیا گیا۔

قتل سلطان الپ ارسلان

۴۶۵ھ میں سلطان الپ ارسلان محمد نے ماوراء النہر کا قصد کیا۔ ان دنوں ماوراء النہر کا والی شمس الملک تکین تھا۔ دریائے جیحون پر عبور کرنے کے لئے پل باندھا گیا۔ بیس دن میں پل تیار ہوا اور سلطان نے اس سے عبور کیا۔ اسوقت اس کا لشکر دو لاکھ سے زیادہ تھا۔ محافظ قلعہ یوسف خوارزمی پیش کیا گیا۔ کسی امر پر سلطان نے ناراض ہو کے سزا دینے کا حکم دیا۔ یوسف نے سخت کلامی کی سلطان نے ارشاد فرمایا۔ "چھوڑ دو میں اسکو نشانہ تیر اجل بناتا ہوں" خادمان سلطانی نے چھوڑ دیا۔ سلطان نے تیر مارا۔ نشانہ خطا کر گیا۔ یوسف تخت سلطنت کی طرف دوڑا۔ سلطان طیش میں آ کے اوٹھ کھڑا ہوا۔ یوسف نے پہونچکے سلطان کو ایک چھری ماری سعد الدولہ نے لپک کے یوسف کو گرفتار کر لیا اور ترکوں نے اسکا وارا نیارا کر دیا۔ سلطان زخمی ہو کے شاہی خرگاہ میں اوٹھا لایا گیا۔ اور اسی زخم کے صدمہ سے دسویں ربیع الاول سنہ مذکور کو ساڑھے نو برس حکومت کر کے انتقال کر گیا۔ مرو میں اپنے باپ کے پاس مدفون ہوا۔

سلطان الپ ارسلان سخی، عادل، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بڑا شکر گزار، رقیق القلب اور بیحد صدقات کا دینے والا تھا۔ اسکا دائرہ حکومت اسقدر وسیع ہو گیا تھا کہ اسکو لوگ سلطان العالم کہنے لگے تھے اس نے بوقت وفات حکومت و سلطنت کی وصیت اپنے بیٹے ملک شاہ کے حق میں کی چنانچہ اسکے مرنے پر ملک شاہ سریر حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ وزیر السلطنت نظام الملک نے اراکین دولت و امراء حکومت سے ملک شاہ کی بادشاہی کی بیعت لی اور دار الخلافت بغداد میں اطلاعی عرضداشت بھیجی خطبوں میں بجائے سلطان الپ ارسلان، ملک شاہ کا نام داخل کرنے کی درخواست کی۔ خلافت مآب نے اس درخواست کے مطابق خطبوں میں ملک شاہ کا نام داخل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

سلطان الپ ارسلان نے بوقت وفات ملک شاہ کو وصیت کی۔ قاروت بک بن داؤد بک کو صوبۂ فارس اور کرمان کی حکومت پر مامور کرنا علاوہ بریں کچھ نقد بھی دینے کی

وصیت کی۔ یہ ان دنوں کرمان ہی میں تھا، ایاز بن الپ ارسلان کے حق میں یہ وصیت کی کہ اسکو پانچ لاکھ دینار جو اس کے باپ داؤد کا متروکہ ہے دیدینا۔ یہ وصیتیں تو ملک شاہ کو کی تھیں، اراکین سلطنت اور امراء دولت سے یہ اقرار لیا کہ جو شخص ان وصایا کو نافذ کرنے میں سدّ راہ ہو اُس سے بے تامل لڑ جانا۔

ملک شاہ نے سریر حکومت پر متمکن ہو کر بلاد ماوراء النہر سے معاودت کی، مرحوم سلطان الپ ارسلان کے تعمیر کردہ پُل کو تین دن میں عبور کیا لشکریوں کی تنخواہ میں سات لاکھ دینار کا اضافہ کیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا نیشاپور پہونچا۔ قیام کر دیا۔ اطراف و جوانب کے حکمرانوں کو اپنی اطاعت اور خطبہ کی بابت تحریریں بھیجیں۔ اُن لوگوں نے بخوشی و رضامندی منظور و قبول کیا۔ ایاز بن الپ ارسلان تو بلخ میں قیام پذیر ہو گیا اور ملک شاہ رے کی جانب روانہ ہوا۔

بعد ان واقعات کے ملک شاہ نے نظام الملک کو امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنے کا اختیار کامل دیدیا، شہر طوس کو جو اسکا مولد و منشا تھا جاگیر میں دیا اور متعدد خطابات دیئے از انجملہ "اتابک" تھا اس کے معنی ہیں "امیر الوالد"۔ پس نظام الملک امور سلطنت کو نہایت ہوشیاری اور کفایت شعاری سے انجام دینے لگا۔ عدل و انصاف سے ممالک محروسہ کو معمور کیا۔ بعد اس کے ۶۶ھ میں گوہر آئین عہدہ کوتوالی سے ممتاز ہو کے دار الخلافت بغداد میں بغرض حصول عہد سلطنت ملک شاہ وارد ہوا۔ خلیفہ قائم نے دربار عام منعقد کیا سریر خلافت پر خلافت مآب رونق افروز تھے پیچھے ولیعہد خلافت "المقتدی بامر اللہ" کھڑے تھے خلافت مآب نے سعد الدولہ گوہر آئین کو سلطان ملک شاہ کی سلطنت کا عہد نامہ، لواء حکومت عطا کیا۔

المقتدی بامر اللہ کی خلافت	پندرہویں شعبان ۶۷ھ کو خلیفہ قائم نے فصد کرائی اور سو گیا اتفاق یہ کہ رگ نشتر زدہ سے پھر خون جاری ہو گیا۔ خون بند نہوا

مر گیا۔ جسوقت اسکو اپنی موت کا یقین ہوا اپنے پوتے ابوالقاسم عبداللہ بن ذخیرۃ الدین محمد کو طلب فرمایا۔ وزیر السلطنت ابن جہیر نقیب النقبا اور قضاۃ بھی بلائے گئے علاوہ ان کے اور اراکین دولت بھی موجود تھے دستور کے مطابق ابوالقاسم عبداللہ کی ولیعہدی کی بیعت لی گئی اور جلسہ برخاست ہوا۔ اس کے دوسرے دن خلیفہ قایم نے وفات پائی سینتالیس برس خلافت کی خلیفہ مقتدی نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے دادا کی ولیعہدی کے ذریعہ سے اپنی خلافت کی بیعت لی۔ وقت بیعتِ خلافت موید الملک بن نظام الملک، وزیر فخرالدولہ بن جہیر، عمید الدولہ، ابواسحاق شیرازی، ابونصر صبّاغ، نقیب النقبا، طراد، نقیب الطاہر معمر بن محمد اور قاضی القضاۃ ابوعبداللہ دامغانی وغیرہم علماء واراکین دولت شریک اور موجود تھے۔ بیعت سے فارغ ہوکے سبھوں نے نماز عصر ادا کی۔

خلیفہ قایم کی نسل میں اولاد ذکور سے سوائے خلیفہ مقتدی اور کوئی شخص نہ تھا۔ خلیفہ مقتدی کا باپ ذخیرۃ الدین محمد، خلیفہ قایم کے زمانہ زندگی میں انتقال کر چکا تھا۔ اور سوائے اس کے خلیفہ قایم کا اور کوئی لڑکا نہ تھا۔ ذخیرۃ الدین کے انتقال سے خلیفہ قایم کو سخت صدمہ ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے بہت جلد اس رنج وصدمہ کو مسرت وخوشی سے اس طرح تبدیل فرمایا کہ ذخیرۃ الدین کی ارغوان نامی کنیزک سے اس حادثہ جانکاہ کے چھٹے مہینہ ایک لڑکا پیدا ہوا۔ خلیفہ قائم کو اس سے بیحد مسرت ہوئی۔ محمد نام رکھا جسوقت بساسیری کا نحوس دور شروع ہوا محمد، ابوالغنائم بن محلبان کے ساتھ حران چلا گیا۔ اوسوقت اسکی عمر چار برس کی تھی اور پھر جب خلیفہ قائم دار الخلافت بغداد مین واپس آیا تو محمد بھی حران سے آگیا پھر جب خلیفہ قایم کو اپنی موت کا یقین ہوا تو محمد کو اپنا ولیعہد مقرر کرکے بعد تکمیل بیعت "المقتدی بامر اللہ" کا لقب دیا۔

خلیفہ مقتدی نے سریر خلافت پر جلوہ افروز ہوکے حسب وصیت اپنے دادا خلیفہ قایم، فخرالدولہ بن جہیر کو عہدۂ وزارت پر قائم رکھا اور ابن عمید الدولہ کو ماہ رمضان

سنہ ۴۶۷ھ میں سلطان ملک شاہ کے پاس بیعت خلافت لینے کو روانہ کیا۔ تحائف اور ہدایا بیشمار بھیجے۔ سنہ ۴۶۸ھ میں سعد الدولہ گوہر آئین سلطان ملک شاہ کیطرف سے شحنہ ہو کے دار الخلافت میں داخل ہوا اس کے ہمراہ عمید ابو نصر مضافات بغداد کی نگرانی کو آیا سنہ ۴۷۰ھ میں موید الملک بن نظام الملک بغرض قیام وار دِ بغداد ہوا۔ اور مدرسہ نظامیہ کے قریب ایک مکان میں قیام کیا۔

تبدیلی وزارت سنہ ۴۶۹ھ میں ابو نصر بن استاد ابو القاسم قشیری حج کرنے کو گیا تھا بعد واپسی دار الخلافت بغداد میں اترا۔ مدرسہ نظامیہ اور شیخ الشیوخ کے رباط میں وعظ بیان کیا چونکہ ابو نصر مذہب اشعری کا پابند تھا حنابلہ نے رد و قدح شروع کی جانبین سے اعتراضات کی بھرمار ہوئی۔ رفتہ رفتہ بحث و مباحثہ نے تکرار اور مجادلہ کی صورت اختیار کرلی پھر کیا تھا فتنہ و فساد کا دروازہ کھل گیا۔ مدرسہ نظامیہ کے قریب غارتگری شروع ہوگئی موید الملک نے عمید اور شحنہ بغداد کو بلا بھیجا۔ فوراً لشکر لئے ہوئے حاضر ہوئے فتنہ و فساد کی گرم بازاری تھی۔ نظام الملک کے ہواخواہوں نے اس فتنہ و فساد کو وزیر فخر الدولہ بن جہیر کے سر تھوپ دیا۔ نظام الملک کو اس واقعہ کے سننے سے بیحد ملال ہوا۔ گوہر آئین کو کوتوالی بغداد سے واپس کر کے خلیفہ مقتدی کی خدمت میں عرضداشت لیکے روانہ کیا جس میں فخر الدولہ کی شکایت لکھی تھی، معزولی کی درخواست کی تھی۔ اور گوہر آئین کو یہ ہدایت کر دی تھی کہ موقع پاکے فخر الدولہ کو معہ اس کے متبعین اور ہواخواہوں کے گرفتار کر لینا۔ اتفاق سے فخر الدولہ کے گھر والوں کو اسکی خبر لگ گئی اسیوقت عمید الدولہ بن وزیر فخر الدولہ عذر خواہی کی غرض سے نظام الملک کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس اثناء میں گوہر آئین سلطان ملک شاہ کا نامہ و پیام لئے ہوئے دربار خلافت میں پہونچا۔ خلافت مآب نے سلطان ملک شاہ کی درخواست کی مطابق فخر الدولہ کو معزول کر کے ابو شجاع کو قلمدان وزارت مرحمت فرمایا۔ بعد چندے عمید الدولہ

سلطان ملک شاہ کو راضی کر کے سفارشی خط لیئے ہوئے دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ خلافت مآب نے ابوشجاع کو معزول کر کے عمید الدولہ کو عہدۂ وزارت عنایت کیا۔ اور اس کے نائب فخر الدولہ کو حاضری دربار کی اجازت دی یہ واقعہ ماہ صفر ۴۷۶ھ کا ہے۔

تتش کا دمشق پر قبضہ

اتسز (بہمزہ وسین وزا) ابن آبق خوارزمی سلطان ملک شاہ کے امراء سے تھا اس نے ۴۶۳ھ میں فلسطین (ملک شام) پر چڑھائی کی تھی چنانچہ شہر رملہ کو فتح کر کے بیت المقدس پر پہونچکے محاصرہ ڈالا۔ اور کمال مردانگی سے اُسکو بزور تیغ دولت علویہ کے قبضہ سے نکال لیا علاوہ بیت المقدس کے اور شہروں پر بھی جو اس کے قرب وجوار میں تھے قابض ومتصرف ہوگیا صرف عسقلان اس کے دستبرد سے محفوظ رہا بعدازاں دمشق کا محاصرہ کیا مدتوں محاصر رہا بالآخر محاصرہ سے دست کش ہو کے واپس آیا مگر ہر سال دمشق پر فوجکشی کرتا رہا ۴۶۷ھ میں بہت بڑی طیاری سے دمشق پر پھر فوجکشی کی ان دنوں معلی بن حیدرہ خلیفہ مستنصر علوی عبیدی والی مصر کیجانب سے حکمرانی کر رہا تھا۔ ایک ماہ کامل حصار وجنگ کا سلسلہ جاری وقائم رہا۔ اثنار جنگ میں اہل دمشق معلی سے بوجہ کج خلقی باغی ہو گئے معلی دمشق کو خیرآباد کہہ کے بانیاس اور بانیاس سے صور بھاگ گیا۔ بعد چندے صور سے مصر چلا گیا والی مصر نے گرفتار کر کے جیل میں ڈالدیا۔

معلی کے بھاگ جانے کے بعد اہل دمشق نے متفق ہو کے انتصار بن یحییٰ مصمودی کو اپنا امیر بنایا اور "زین الدولہ" کا لقب دیا۔ چونکہ اتسز طول جنگ، اور رسد وغلہ کی کمی سے گھبرا گیا تھا۔ محاصرہ اُٹھا کے واپس ہوا۔ بعد اس کے اہل دمشق میں باہم مخالفت پیدا ہوگئی فتنہ وفساد برپا ہوگیا۔ اتسز کو اسکی خبر لگی لوٹ پڑا اور دمشق پر پھر آ اُترا، محاصرہ ڈالدیا۔ انتصار نے امان حاصل کر کے شہرپناہ کا دروازہ کھولدیا۔ اتسز نے انتصار کو بجائے دمشق کے قلعہ بانیاس اور شہر یافا کی حکومت عنایت کی اتسز نے دمشق میں داخل ہو کے

خلیفہ مقتدی عباسی کے نام کا خطبہ ماہ ذیقعد ۴۶۸ھ میں پڑھا۔ اور رفتہ رفتہ اکثر بلاد شام پر کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کر لیا۔ اذان میں "حی علی خیر العمل" کہنے کی ممانعت کر دی
فتح دمشق کے بعد ۴۶۹ھ میں مصر کیطرف قدم بڑھایا اور بکمال مردانگی و ہوشیاری سے مصر پر پہونچکے محاصرہ ڈالا۔ ابتدائے عنوان جنگ کچھ ایسا ہو گیا تھا کہ اتسنر کو اپنی کامیابی کا اور مصریوں کو اپنی شکست کا یقین کامل ہو گیا۔ مگر اس کے بعد ہی کیا جانے کیا اتفاق پیش آیا کہ بلا جدال و قتال محاصرہ اُٹھا کے دمشق واپس آیا۔

اتسنر کے زمانہ غیر حاضری میں اکثر اہالی بلاد شامیہ باغی و سرکش ہو گئے تھے اس کے مال و اسباب کو لوٹنا چاہتے تھے۔ لیکن اہل دمشق کی مخالفت سے باز رہے۔ اتسنر نے دمشق میں پہونچکے اہل دمشق کا شکریہ ادا کیا اس حسن خدمت کے صلہ میں ایک برس کا خراج معاف کر دیا۔ اسی اثناء میں یہ خبر مسموع ہوئی۔ کہ اہل قدس نے بغاوت کر دی ہے اور اتسنر کے عمّال اور ملازموں پر دفعۃً ٹوٹ پڑے ہیں۔ یہ لوگ خوف جان سے محراب داؤد میں جا کے روپوش ہوئے ہیں۔ اہل قدس نے محراب داؤد میں جا کے محاصرہ کر لیا ہے۔ اتسنر اس خبر کو سُنکے آگ بگولا ہو گیا۔ فوجیں مرتب کر کے قدس کا راستہ لیا۔ اہل قدس مقابلہ پر آئے لڑائیاں ہوئیں۔ آخر کار اتسنر نے بزور تیغ انکو مفتوح کیا اور چُن چُن کر جسکو جہاں پایا قتل کیا سوائے اُن لوگوں کے جو صخرہ میں جا چھپے تھے کوئی جانبر نہوا کسی کو کسی مقام نے پناہ نہ دی۔

۴۷۰ھ میں ملک شاہ نے اپنے بھائی تاج الدولہ تتش کو بلاد شامیہ پر حملہ کرنے کی اجازت دی شرط یہ قرار پائی کہ جن شہروں کو تم مفتوح کر لو وہ سب تمہارے مقبوضہ او مملوکہ متصور ہونگے۔ چنانچہ تتش ۴۷۱ھ میں دربار شاہی سے رخصت ہو کے حلب کی طرف روانہ ہوا۔ اور حلب پر پہونچکے نہایت سختی سے محاصرہ کیا۔ تتش کے ہمراہ ترکمانوں کا ایک گروہ کثیر تھا۔ اسی زمانہ میں والی مصر نے ایک فوج بسر افسری اپنے سپہ سالار

نصیر الدولہ محاصرہ دمشق کو روانہ کیا تھا۔ اس فوج نے دمشق پر پہونچکے ہر چہار طرف سے اسکو گھیر لیا تھا۔ اتسز نے تتش سے امداد کی درخواست کی (تتش اسوقت حلب کا محاصرہ کئے تھا) تتش نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو محاصرہ حلب پر چھوڑکے دمشق کا رخ کیا۔ مصری لشکر نے یہ خبر پاکے دمشق کے محاصرہ سے دستکش ہوکے کوچ کردیا۔ اس عرصہ میں تتش آپہونچا۔ اتسز ملنے کی غرض سے شہر کے باہر آیا۔ تتش نے اتسز کو غفلت و بے پروائی پر لفریں کی۔ اتسز عذر کرنے لگا۔ تتش کو غصہ آگیا گرفتار کرکے قتل کرڈالا۔ اور شہر پر قبضہ حاصل کرلیا۔ اہل شہر کے ساتھ بحسن سلوک پیش آیا۔ یہ واقعہ سنہ ۴۷۱ھ کا ہے جیسا کہ ہمدانی نے روایت کی ہے۔ حافظ ابو القاسم بن عساکر روایت کرتا ہے کہ یہ واقعہ سنہ ۴۷۲ھ کا ہے ابن اثیر اور شامیوں کا یہ بیان ہے کہ اتسز کا نام افسلس تھا لیکن صحیح یہ ہے کہ اتسز تھا اور یہ ترکی نام ہے

شیخ ابو اسحاق کی سفارت

خلافت مآب کی کمزوری طبع کیوجہ سے عمید العراق ابو الفتح بن ابی اللیث نے طرح طرح کے ظلم شروع کردیئے تھے۔ رعایا کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کررہا تھا۔ حاشیہ نشینان دربار خلافت کے حقوق پامال کرنے کا کیا ذکر ہے۔ خلافت مآب کا پاس و لحاظ بھی ترک کردیا تھا۔ خلافت مآب نے سنہ ۴۷۵ھ میں شیخ ابو اسحاق شیرازی کو سلطان ملک شاہ اور وزیر السلطنت نظام الملک کے پاس عمید العراق کی شکایت کرنیکو روانہ کیا۔ شیخ ابو اسحاق کے ہمراہ علماء شافعیہ کا ایک گروہ تھا از انجملہ ابوبکر شاشی تھے۔ جن جن شہروں سے شیخ کا گذر ہوتا اہل شہر تبرکاً و تیمناً شیخ کی دست بوسی کرتے رکاب پکڑے ہوئے میلوں چلے جاتے۔ تعریف و توصیف میں قصائد پڑھتے اور جو کچھ حسب حال ہوتا عرض و معروض کرتے۔ رفتہ رفتہ شیخ بعد طے مسافت سلطان اور وزیر السلطنت کیخدمت میں پہونچا۔ سلطان اور وزیر السلطنت بڑی آؤبھگت سے پیش آئے۔ امام الحرمین اور شیخ سے وزارت مآب کے حضور میں مناظرہ ہوا۔ جسکو مورخین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ بعد واپسی شیخ کو لوگوں نے عمید العراق کی اہانت شروع کی۔ اسوجہ سے

اس کے ظلم و ستم کے ہاتھ کوتاہ ہو گئے۔

عمید الدولہ کی معزولی

ماہ صفر ۴۷۶ھ میں خلیفہ مقتدی نے عمید الدولہ بن فخر الدولہ بن جہیر کو عہدۂ وزارت سے معزول فرمایا اتفاق یہ کہ جس روز عمید الدولہ معزول کیا گیا اُسی دن سلطان ملک شاہ اور وزیر السلطنت نظام الملک کے خطوط مشعر طلبی بنی جہیر صادر ہوئے۔ خلافت مآب نے عمید الدولہ وغیرہ بنی جہیر کو جانے کی اجازت دی چنانچہ عمید الدولہ معہ اپنے اہل وعیال کے سلطان ملک شاہ کیطرف روانہ ہوا۔ سلطان نے عزت واحترام سے ملاقات کی۔ خاطر و مدارات سے پیش آیا۔ فخر الدولہ کو بجائے ابن مروان کے دیار بکر کی حکومت عنایت کی۔ عَلَم وطبل بھی دیا۔ باقاعدہ فوج کو اس کے ہمرکاب روانہ کیا خطبہ میں اس کا نام داخل کیا گیا اور اس کے نام کا سکہ مسکوک کرنے کی اجازت دی۔ غرض ۴۷۶ھ میں فخر الدولہ نے اس اعزاز سے دیار بکر کی جانب کوچ کیا۔ بعد اسکے سلطان ملک شاہ نے ۴۷۷ھ میں ایک دوسری فوج بافسری امیر ارتق بن اکسب جو نامدین کے سربرآوردہ سپہ سالاروں سے تھا فخر الدولہ کی کمک پر روانہ کی۔ ابن مروان نے فخر الدولہ کے پہنچنے پر اپنے گردو نواح کے امراء سے سازش کر لی۔ فخر الدولہ اور امیر ارتق کے رکاب میں ترکمانوں کا گروہ کثیر تھا، شرف الدولہ ابن مروان کے حامیوں اور مددگاروں سے تھا۔ فریقین میں گھمسان لڑائی ہوئی شرف الدولہ شکست کھا کے بھاگا۔ ترکمانوں نے قبائل عرب کو جو اس کے ہمراہ تھے لوٹ لیا۔ اور قتل وغارت کرتے ہوئے آمد کیطرف بڑھے۔ مگر شرف الدولہ ان ترکمانوں کے پہونچنے سے پہلے آمد میں داخل ہو چکا تھا اور ہر چہار طرف سے قلعہ بندی کر لی تھی۔ فخر الدولہ اور امیر ارتق نے آمد کے قریب پہونچکے آمد کا محاصرہ کر لیا۔ شرف الدولہ نے امیر ارتق کے پاس ایک معتد بہ رقم بھیجکے یہ پیام بھیجا کہ آپ مجھے آمد سے نکل جانے کی اجازت دیدیجئے امیر ارتق نے اس رقم کو لے اپنے قبضہ میں کر کے شرف الدولہ کی درخواست منظور کر لی چنانچہ شرف الدولہ گیارہویں ربیع الاول ۴۷۷ھ کو

آمد سے نکلکے رقہ کو روانہ ہو گیا ۔ فخر الدولہ نے بھی میا فارقین کی جانب مراجعت کی بہاء الدولہ
منصور بن مزید والی حلہ و نیل ہاور اسکا بیٹا سیف الدولہ صدقہ اس کے ہمراہ تھے ہنوز
میا فارقین نہ پہونچنے پائے تھے کہ فخر الدولہ اور بہاء الدولہ میں علیحدگی ہو گئی بہاء الدولہ
معہ سیف الدولہ کے عراق کیطرف لوٹ کھڑا ہوا اور فخر الدولہ نے خلاط کا راستہ لیا ۔
سلطان ملک شاہ نے شرف الدولہ کی ہزیمت اور آمد میں محصور ہونے کی خبر پاکے
عمید الدولہ بن فخر الدولہ بن جہیر کو خلعت عنایت فرماکے ایک لشکر جرار کے ساتھ
موصل کی جانب روانہ کیا ۔ امرا ترکمان کو اسکی اطاعت اور بر وقت ضرورت امداد
کرنے کے فرامین بھیجے قسیم الدولہ آق سنقر (الملک العادل نور الدین محمود زنگی کا دادا)
اس مہم میں عمید الدولہ کا ہمرکاب تھا ۔ تھوڑے دنوں بعد یہ مہم موصل کے قریب پہنچی ۔
عمید الدولہ نے اہل موصل کو سلطان ملک شاہ کی اطاعت کی ترغیب دی بغاوت
وسرکشی کے عواقب امور سے ڈرایا ۔ اہل موصل نے شاہی علم کے آگے گردن اطاعت
جھکادی ۔ شہر پناہ کے دروازے کھولدیئے عمید الدولہ نے موصل میں داخل ہوکے
قبضہ حاصل کر لیا ۔ سلطان ملک شاہ نے اس مژدہ جانفزا کو سنکے بنفس نفیس معدودے
چند سواروں کے ساتھ موصل کی جانب کوچ کیا اور اسکا لشکر ظفر پیکر شرف الدولہ کے مقبوضات
کے سر کرنے میں مصروف و مشغول رہا ۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ شرف الدولہ محاصرہ آمد سے
نکل آیا تھا ۔ سلطان ملک شاہ کی آمد کی خبر پاکے موید الدولہ بن نظام الملک سے خط
وکتابت شروع کی یہ ان دنوں رحبہ میں مقیم تھا ۔ تحائف اور ہدایا بھیجے ۔ سلطان ملکشاہ
سے سفارش کرنے کی درخواست کی ۔ موید الدولہ کو شرف الدولہ کے حال سقیم پر
رحم آگیا ۔ دربار سلطانی میں لاکے حاضر کیا ۔ سفارش کی ۔ شرف الدولہ نے بھی شرمساری
سے گردن جھکالی ۔ اپنی جسارت کی معافی چاہی ۔ تحائف اور ہدایا پیش کئے سلطان
ملک شاہ نے اسکی تقصیر معاف فرماکے اس کے مقبوضات کی اپنی طرف سے سند حکومت

دیدی۔ اور خراسان کیجانب لوٹ کھڑا ہوا۔

اسی زمانہ سے فخر الدولہ بن جہیر دیار بکر پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا تا آنکہ ۴۷۸ھ میں زعیم الرؤساء ابوالقاسم کو دیار بکر کیطرف روانہ کیا زعیم الرؤساء نے دیار بکر پر پہونچکے محاصرہ ڈالدیا مدتوں حصار کئے رہا۔ رسد و غلہ کی آمد بند کر دی۔ اہل شہر بھوکوں مرنے لگے اتفاق وقت سے دیار بکر کے کسی فوجی سپاہی نے زعیم الرؤساء سے سازش کر کے دروازہ شہر پناہ کا کھول دیا پھر کیا تھا زعیم الرؤساء نے شہر میں داخل ہو کے قبضہ کر لیا۔ اہل شہر نے عیسائیوں کے مکانات لوٹ لئے کیونکہ ان عیسائیوں نے زمانہ حکمرانی ابن مروان میں اہل شہر پر بیحد و بے انتہا ظلم و ستم کیا تھا اور یہی اعلیٰ عہدوں پر سرفراز و ممتاز تھے۔ انہیں دنوں فخر الدولہ میا فارقین پر محاصرہ ڈالے ہوئے پڑا تھا۔ سعد الدولہ گوہر آئین ایک عظیم الشان لشکر سلطان ملک شاہ کیطرف سے لئے ہوئے فخر الدولہ کی کمک پر آگیا تھا۔ محصوروں کے ہوش و حواس اس خبر کے سنتے ہی جاتے رہے مزید براں یہ ہوا تھا کہ شہر پناہ کی دیوار ایک طرف کی ٹوٹ گئی تھی۔ اہل شہر نے فخر الدولہ کی سطوت سے خائف ہو کے شہر پناہ کی فصیل پر چڑھ کے شاہی شعار کی ندا دیدی آواز کا بلند ہونا تھا کہ فخر الدولہ کا لشکر جھرمٹ باندھ کے شہر میں گھس پڑا اور ابن مروان کے کل مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔ مال و اسباب جو کچھ ہاتھ آیا زعیم الرؤساء نے (اپنے بیٹے) کے ساتھ سلطان کی خدمت میں روانہ کیا۔ ۴۷۸ھ میں اصفہان پہونچکے سلطان ملک شاہ کی شرف ملازمت حاصل کی۔

مہم میا فارقین سے فارغ ہو کے فخر الدولہ نے ایک فوج جزیرہ ابن عمر کے سر کرنے کو روانہ کیا۔ جزیرہ بھی ابن مروان کے مقبوضات سے تھا۔ فوج نے پہونچتے ہی محاصرہ ڈالا۔ رسد و غلہ کی آمد بند کر دی۔ جنگ کی چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی۔ اثناء جنگ میں ایک گروہ اہل شہر کا والی جزیرہ سے باغی ہو گیا۔ والی جزیرہ اس ہنگامہ کو فرو نہ کر سکا ان

لوگوں نے لڑبھڑ کے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ فخر الدولہ کی فوج کا سپہ سالار کامیابی کا جھنڈا لئے ہوئے شہر میں گھس پڑا۔ اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ انہیں واقعات پر ۴۷۸ھ کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ بنی مروان کی حکومت دیار بکر سے منقرض ہو جاتی ہے، فخر الدولہ ابن جہیر کی حکمرانی کا سکہ چلنے لگتا ہے۔ بعد چندے سلطان ملک شاہ جزیرہ کو فخر الدولہ کے قبضہ سے نکال لیتا ہے۔ فخر الدولہ موصل چلا جاتا ہے اور وہیں ۴۸۳ھ میں سفر آخرت اختیار کرتا ہے۔

فخر الدولہ موصل ہی کا رہنے والا تھا ۳۹۸ھ میں پیدا ہوا تھا۔ سن شعور کو پہونچکے برکت بن مقلد کی خدمت میں رہا۔ تحائف و ہدایا لیکے بادشاہ روم کے پاس گیا۔ پھر وہاں سے واپس ہو کے حلب آیا۔ معز الدولہ ابی ثمال بن صالح کے دربار میں قلمدان وزارت کا مالک ہوا۔ بعد چند دنوں کے ملطیہ چلا گیا پھر ملطیہ سے ابن مروان کے پاس دیار بکر آگیا اس کے اور اس کے باپ کے یہاں بھی عہدۂ وزارت سے ممتاز نہ رہا۔ تھوڑے دنوں وزارت کر کے بغداد کا سفر کیا۔ خلافت مآب نے بھی قلمدان وزارت کا اسکو مالک بنا دیا جیسا کہ تم ابھی اس کے آخری زمانہ تک کے حالات کو اوپر پڑھ آئے ہو۔

وزارت کے حالات

خلیفہ مقتدی نے عمید الدولہ کو ۴۷۶ھ میں وزارت سے معزول کر دیا ابو الفتح مظفر بن رئیس الرؤسا کو اس عہدہ پر مقرر فرمایا۔ پھر اسکو معزول کر کے ابو شجاع محمد بن حسین کو قلمدان وزارت سپرد کیا۔ اسوقت سے یہی ۴۸۴ھ تک عہدۂ وزارت سے ممتاز رہا۔ بعد اس کے یہ واقعہ پیش آیا کہ ابو سعد بن سمحا یہودی (جو سلطان ملک شاہ اور نظام الملک کا وکیل تھا اور بغداد میں رہتا تھا) گوہر آئین شحنہ بغداد کے ساتھ سلطان ملک شاہ کی حضوری کا شرف حاصل کرنے کو اصفہان چلا گیا خلیفہ مقتدی نے اس سے مطلع ہو کے ایک گشتی فرمان ذمیوں کے مجبور کرنے کی بابت جاری کر دیا۔ بعضوں نے اسلام قبول کر لیا اور بعض بھاگ گئے منجملہ اُن لوگوں کے جو اسلام

لائے تھے ابوسعد علاء بن حسن بن وہب بن موصلایا کاتب اور اسکے اعزہ تھے۔
جسوقت ابوسعد اور گوہر آئین سلطانی دربار میں حاضر ہوئے۔ وزیر ابوشجاع کی شکایت اور چغلی کی سلطان ملک شاہ اور وزیر السلطنت نظام الملک نے خلافت مآب کی خدمت میں ایک عریضہ مشعر معزولی وزیر ابوشجاع روانہ کیا۔ خلافت مآب نے وزیر ابوشجاع کو معزول کر کے خانہ نشیں ہوجانیکا حکم دیا۔ بجائے اس کے ابوسعد علاء بن حسن کاتب کو مامور کیا۔ سلطان ملک شاہ اور نظام الملک کے پاس ایک خط عمید الدولہ بن جہیر کی طلبی کا بھیجا۔ سلطان ملک شاہ اور نظام الملک نے خلافت مآب کا فرمان عالیشان پاتے ہی عمید الدولہ کو دارالخلافت میں بھیجدیا خلافت مآب نے ۴۸۴ھ میں قلمدان وزارت پھر سپرد کر دیا۔ نظام الملک سوار ہو کے عمید الدولہ کو عہدۂ وزارت کی مبارکباد دینے کو آیا۔ معزول وزیر ابوشجاع نے بعد معزولی ۴۸۸ھ میں وفات پائی

سلطان کا حلب پر قبضہ

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ ۴۶۳ھ میں سلطان الپ ارسلان نے حلب پر قبضہ حاصل کر لیا تھا اور محمود بن صالح بن مرداس والی حلب نے جامع حلب میں خلیفہ قائم بامر اللہ کے نام کا خطبہ پڑھا تھا بعد اس کے محمود بن صالح نے علم خلافت عباسیہ سے منحرف ہو کے دولت علویہ مصریہ کی اطاعت قبول کر لی۔ زیادہ زمانہ منقضی نہ ہونے پایا کہ بنی مرداس (یعنی محمود) کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا جمہوری سلطنت کی بنیاد پڑی رؤساء شہر اور عمائدین ملت کے مشورہ سے امور سلطنت سرانجام پانے لگے۔ ان لوگوں کی مجلس کا صدر انجمن شرف الدولہ مسلم بن قریش والی موصل تھا اور ابن حثیثی انکا سردار ہوا تھا۔ اسی زمانہ میں سلیمان بن قطلمش نے بلاد روم میں اپنی حکومت و سلطنت کی بنا ڈالی ۴۷۷ھ میں انطاکیہ[۱] پر قبضہ کیا۔ اور پھر اس سے اور شرف الدولہ والی حلب سے

[۱] انطاکیہ پر رومیوں کا ۳۵۸ھ سے قبضہ تھا فردوس نامی ایک شخص حکمرانی کر رہا تھا۔ حد درجہ کا ظالم اور کینہ ور تھا اہل انطاکیہ اس کے ظلم سے تنگ آگئے تھے سلیمان کو قبضہ کر لینے کی غرض سے بلا بھیجا۔ (بقیہ صفحہ ۲۹)

ان بن ہو گئی ایک دوسرے سے گتھ گیا۔ انجام یہ ہوا کہ سلیمان بن قطلمش نے شرف الدولہ[۵] مسلم بن قریش کو ۴۷۹ھ میں مار ڈالا اور اہل حلب کے پاس اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کرنیکی تحریر بھیجی اہل حلب نے سلطان ملک شاہ سے اس معاملہ میں خط وکتابت کرنیکی غرض سے مہلت طلب کی کیونکہ یہ لوگ اسی کے زیر حمایت تھے اور اسی کے علم حکومت کے آگے گردن جھکائے ہوئے تھے۔ چنانچہ اہل حلب نے تتش برادر سلطان ملک شاہ کو دمشق میں یہ پیام بھیجا کہ آپ تشریف لایئے ہم لوگ نہایت خوشی سے حلب آپکے حوالہ کر دینگے۔ تتش اس مژدۂ جاں بخش کو سنکے حلب کیطرف روانہ ہوا۔ اس کے ہمراہ امیر ارتق بن اکسب بھی تھا چونکہ امیر ارتق نے جبکہ سلطان ملک شاہ موصل کیطرف آیا ہوا تھا بوقت محاصرہ آمد زر نقد لیکے شرف الدولہ کو نکل جانے کی اجازت دیدی تھی اسوجہ سے امیر ارتق بخوف سلطان ملک شاہ تتش کے پاس چلا آیا تھا۔ اور تتش نے اسکو بیت المقدس میں جاگیر دی تھی پس جسوقت تتش نے حلب کیجانب قدم بڑھایا اور قلعہ حلب پر پہونچکے محاصرہ ڈالا اسوقت سالم بن مالک بن بدران (شرف الدولہ مسلم بن قریش کے چچا کا لڑکا) حکمرانی کر رہا تھا۔ چنانچہ تتش نے حلب کا محاصرہ کر لیا لیکن تتش کی طلبی سے پہلے ابن حتیتی اور اکثر رؤسا حلب نے سلطان ملک شاہ کو بھی اپنی مجبوری لکھ بھیجی تھی اور قبضہ کرنے کو بلا بھیجا تھا۔ اس بناء پر سلطان ملک شاہ نے اصفہان سے ماہ جمادی الآخر ۴۷۹ھ میں حلب کیجانب

(بقیہ صفحہ ۲۸) سلیمان تین سو سواروں اور اسیقدر پیادوں سے حملہ آور ہوا اور دریا کو عبور کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ماہ شعبان ۴۷۷ھ کا ہے۔ تاریخ کامل جلد ۱۰ صفحہ ۵۶۔

[۵] ان بن ہونے کی یہ وجہ ہوئی کہ فردوس والی انطاکیہ شرف الدولہ کو کچھ زر نقد بطور خراج دیا کرتا تھا جب قطلمش نے اسپر قبضہ کیا تو شرف الدولہ نے حسب دستور طلب کیا۔ قطلمش نے جواب دیا کہ وہ کافر تھا جزیہ دیتا تھا میں بحمد اللہ مسلمان ہوں خراج یا جزیہ نہ دونگا۔ اسپر شرف الدولہ نے انطاکیہ کیطرف قدم بڑھایا قطلمش بھی یہ خبر پاکے اٹھ کھڑا ہوا۔ لڑائی چھڑ گئی۔ تاریخ کامل جلد ۱۰ صفحہ ۵۶۔

کوچ کیا۔ موصل ہوتا ہوا حران آیا والی حران نے مصالحت کے ساتھ شہر سپرد کر دیا سلطان ملک شاہ نے محمد بن شرف الدولہ کو جاگیر میں دیدیا بعدازاں الرہا کا رخ کیا۔ یہ اسوقت تک رومیوں کے قبضہ میں تھا۔ بعد محاصرہ اور جنگ کے اسکو بھی مفتوح کر کے قلعہ جابر کیطرف بڑھا ایک شبانہ روز محاصرہ کئے رہا بالآخر بنی قشیر کو جو والی قلعہ تھے زیر کر کے اس قلعہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ منبج پہونچا اور اُسپر بھی بزور تیغ اپنی کامیابی کا پھریرہ اڑاتا ہوا دریائے فرات کو عبور کر کے حلب کے قریب جا اوترا تتش نے یہ خبر پا کے حلب کو خیر آباد کہہ کے دمشق کا راستہ لیا اس کے ہمراہ امیر ارتق بھی تھا۔ سلطان ملک شاہ کے پہونچتے ہی سالم بن مالک والی قلعہ حلب نے قلعہ کا دروازہ کھولدیا۔ سلطان ملک شاہ مظفر و منصور داخل ہوا اور سالم کی درخواست کے مطابق بعوض قلعہ حلب قلعہ جابر کی حکومت عنایت کی اسی زمانہ سے قلعہ جابر سالم اور اسکی اولاد کے قبضہ میں برابر رہا تا آنکہ الملک العادل سلطان نورالدین محمود زنگی نے اسپر قبضہ حاصل کیا۔

حلب پر سلطان ملک شاہ نے قبضہ کرنے کے بعد قسیم الدولہ آقسنقر کو قلعہ اور شہر کا حاکم مقرر کیا اسی زمانہ میں امیر نصیر بن علی بن منقذ کنانی والی شیرز سے خط و کتابت شروع ہوئی اور اس نے بھی سلطان ملک شاہ کی اطاعت قبول کر لی لاذقیہ، کفرطاب اور فامیہ کو مصالحت کے ساتھ سلطان ملک شاہ کے حوالہ کر دیا۔ سلطان ملک شاہ نے خوش ہو کے شیرز کی حکومت پر اسکو بحال رکھا۔ اور ہفتہ عشرہ آرام کر کے بغداد کیجانب کوچ کیا۔ زمانہ قیام حلب میں اہل حلب نے ابن حتیتی کی سفارش کی تھی۔ سلطان نے انکی درخواست پر اسکو دیار بکر بھیجدیا تھا چنانچہ وہیں بحالت افلاس و فقر مر گیا۔

ماہ ذیحجہ ۴۷۹ھ سلطان ملک شاہ داخل بغداد ہوا۔ دربار خلافت میں حاضر ہو کے تحائف اور ہدایا پیش کئے۔ اگلے دن خلافت مآب نے بھی سلطان ملک شاہ کو خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا۔ خلعت دینے کو دربار عام منعقد کیا گیا سریر خلافت پر

خلافت مآب رونق تھے۔ وزیر السلطنت نظام الملک دست بستہ کھڑا ہوا ایکے بعد دیگرے امرا سلطانی کو خلافت مآب کے حضور میں پیش اور ان کے اسماء اور انساب اور مراتب بیان کرتا جاتا تھا۔ جسوقت امرا سلطانی کو خلافت مآب کی حضوری کا شرف حاصل ہو چکا خلافت مآب نے امور سلطنت کو سلطان ملک شاہ کے سپرد کر کے سیاہ و سفید کرنے کا اختیار عنایت فرمایا۔ سلطان ملک شاہ نے دست بوسی کی اور واپس آیا۔ وزیر السلطنت نظام الملک اپنے مدرسہ نظامیہ کے دیکھنے کو گیا۔ کتب خانہ میں بیٹھ کر احادیث کی سماعت کی اور کچھ حدیثیں لکھیں ایک ماہ تک سلطان کا بغداد میں قیام رہا۔ بعد ازاں ماہ صفر ۴۸۰ھ میں اصفہان کیجانب کوچ کیا۔ پھر دوبارہ ماہ رمضان ۴۸۴ھ میں وارد بغداد ہوا دار الحکومت میں قیام کیا۔ تاج الدولہ تتش، قسیم الدولہ آقسنقر والی حلب اور دوسرے حکمرانان ممالک محروسہ حاضر ہوئے ۴۸۵ھ میں اس دھوم دھام سے مجلس مولود منعقد کی گئی کہ اہل بغداد نے کبھی ایسی مجلس نہ دیکھی تھی۔ امرا سلطانی نے اپنے رہایش کے لئے مکانات بنوانے شروع کئے مگر زمانہ نے مہلت نہ دی۔

فتنہ بغداد دار الخلافت بغداد کیا بہ لحاظ آبادی اور کیا بنظر عمارات اُس درجہ پر پہونچگیا تھا کہ اس حد تک جیسا کہ ہماری محدود واقفیت شہادت دیتی ہے ابتداء آفرینش سے دنیا کا کوئی شہر نہ پہونچا ہوگا۔ مگر بحکم ہر کمالے را زوالے دولت عباسیہ کے قوائے حکمرانی کمزور اور مضمحل ہو جانے سے فتنہ و فساد کا مخزن اور معدن بنگیا تھا۔ فتنہ پردازوں، چوروں اور بدمعاشوں کی وہ کثرت ہو گئی تھی کہ حکام وقت انکی سرکوبی اور گوشمالی سے عاجز آگئے تھے۔ بسا اوقات شاہی لشکر ان سے جنگ و جدال کرنے کو طیار ہو کر جاتا اور بغیر اس کے کہ انکی مدافعت کرتا واپس آتا تھا اور گاہے گاہے باشندگان بغداد کے اختلاف مذاہب کی وجہ سے فتنہ و فساد کا دروازہ کھل جاتا تھا۔ کبھی اہل سنت و جماعت اور شیعہ بوجہ اختلاف مذہب و عقائد جھگڑ جاتے تھے۔ کبھی حنبلیوں اور شافعیوں میں فساد

ہو جاتا تھا کیونکہ حنبلی باری تعالیٰ کی ذات و صفات میں صراحتہً تشبیہہ دیتے تھے انکا خیال یہ ہے کہ امام احمد حنبل کی یہ رائے ہے حالانکہ وہ اس سے بری ہیں اور شافعیہ اسکی مخالفت کرتے تھے۔ نوبت جدال و قتال کی پہونچ جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ فتنہ و فساد عوام تک پہونچ جاتا جسکا انسداد غیر ممکن تھا۔ ایسے فسادات بکرات مرات ہوتے رہے خلفاء عباسیہ تو بیکار ہی ہو گئے تھے امراء بنو بویہ اور ملوک سلجوقیہ بھی اس آگ کے بجھانے پر قادر نہ ہو سکے اسوجہ سے کہ بنی بویہ فارس میں رہتے تھے اور ملوک سلجوقیہ اصفہان میں۔ چونکہ دار الخلافت بغداد کو ان دونوں مقامات سے معتدبہ دوری تھی انکی شوکت و ہیبت کا کوئی اثر اہل بغداد پر نہ پڑتا تھا۔ ان لوگوں کی طرف سے دار الخلافت بغداد میں جو شحنہ (یعنی عہدہ کوتوالی پر) رہتا تھا۔ وہ اس ہنگامہ کو فرو نہ کر سکتا تھا وہی فتنہ و فساد اس کے روکنے سے رک جاتا تھا جو عام فتنہ ہونے کی حد تک نہ پہونچتا تھا اور امراء بنی بویہ و ملوک سلجوقیہ کو کبھی بذاتہ اس ہنگامہ کے فرو کرنے کی جانب کوئی توجہ خاص اسوجہ سے نہیں ہوئی کہ وہ ہمیشہ ممالک محروسہ اسلامیہ کے اُن امور کے انجام دینے میں مشغول و مصروف رہے جو اس سے زیادہ مہتم بالشان تھے انہیں وجوہات سے ان مفاسد اور فتنے کا بغداد سے قلع قمع نہ ہو سکا۔ آئے دن ایک نہ ایک جھگڑا قائم رہا تا آنکہ اسکی خوش منظر عمارتیں منہدم ہو گئیں۔ آبادی ویرانی سے بدل گئی۔ خوشی اور چہل پہل کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ صرف نقش و نگار صفحۂ قرطاس پر باقی رہ گئے جسکو زمانہ نہیں مٹا سکا۔

نظام الملک کی شہادت

نظام الملک ابو علی حسین بن علی بن اسحاق طوس کے ایک زمیندار کا لڑکا تھا۔ طوس میں پیدا ہوا اور وہیں نشو و نما پا کر سن شعور کو پہونچا۔ عربیت، فقہ کی تعلیم پائی احادیث کثیرہ کی سماعت کی۔ ابتداً اس نے ایک امیر کے یہاں ملازمت کی کفایت شعار، منتظم اور ہوشیار آدمی تھا تھوڑے ہی دنوں میں اپنے آقا کے نزدیک منتظم اور ہوشیاروں میں شمار کیا جانے لگا۔ اتفاق یہ کہ جس امیر کی خدمت میں

یہ رہتا تھا وہ اس سے جو کچھ سال بھر میں پیدا کرتا چھین لیتا تھا۔ ایک مدت تک نظام الملک صبر و استقلال کا پتھر اپنے دل پر رکھ کے ضبط کرتا رہا آخر تا بہ کے۔ کل کار و بار چھوڑ کے جعفری بک داؤد کے پاس بھاگ گیا۔ آقائے سابق نے طلبی کا خط بھیجا۔ جعفری بک نے روک لیا۔ ابو علی بن شاذان کی پیشی میں کام کرنے لگا جو جعفری بک داؤد والد سلطان الپ ارسلان و برادر سلطان طغرل بک کیطرف سے صوبۂ بلخ کا والی تھا۔ چونکہ نظام الملک کی کفایت شعاری، انتظام اور اُلجھے ہوئے پولیٹکل معاملات کے سلجھانے کی عام شہرت ہو گئی تھی۔ اور نیز ابو علی نے بوقت وفات سلطان الپ ارسلان سے اسکی ہوشیاری، امانت داری اور انتظام کی تعریف کی تھی اسوجہ سے بعد وفات ابو علی سلطان الپ ارسلان نے اپنے حضور میں طلب فرما کے قلمدان وزارت سپرد کر دیا۔ اور کل امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنیکا اختیار کامل دیدیا۔ چنانچہ نظام الملک سلطان الپ ارسلان اور اس کے بیٹے ملک شاہ کے دربار میں عہدۂ وزارت سے ممتاز و سرفراز رہا اور جس مراتب علیہ پر یہ پہونچا اسکو تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ کل امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنیکا اسکو اختیار تھا اسکی اولاد عہدہ ہائے جلیلہ سے ممتاز تھی سلطان کو اسکا اس درجہ پاس و لحاظ تھا کہ اسکے پوتے عثمان جمال (جو صوبۂ مرو کا والی تھا)۔ اور سلطان کے ایک امیر لشکر سے جسکو سلطان نے شحنۂ مرو مقرر کر کے روانہ کیا تھا اَن بَن ہو گئی۔ عثمان جمال نے بوجہ نو عمری جوش میں آ کے اُس امیر کو گرفتار کرا کے سزا دیدی۔ امیر نے رہائی پانے کے بعد دربار سلطانی میں حاضر ہو کے فریاد کی۔ سلطان کو سخت ملال ہوا۔ مگر نظام الملک کے لحاظ سے عثمان جمال سے جواب تک طلب نہ کیا البتہ نظام الملک کے پاس اپنی ایک معتبر خواص کو عثمان جمال کی شکایت کرنے کو بھیجدیا۔ نظام الملک نے اپنے حقوق اور خدمات کا اظہار کیا۔ سلطان اور نظام الملک میں باہم ایک مدت تک اس بابت خط و کتابت ہوتی رہی لگانے بجھانے والوں نے بہت کچھ لگایا بجھایا۔ چند دنوں بعد خود بخود یہ قصہ رفع دفع ہو گیا۔ اس اثنا میں ۴۸۵ھ کا ماہ رمضان آ گیا سلطان ملک شاہ اور

نظام الملک اصفہان سے بغداد واپس آتے ہوئے نہاوند میں خیمہ زن ہوئے۔ نظام الملک بعد افطار شاہی خیمہ سے نکل کے اپنے خیمہ کیطرف آرہا تھا۔ ایک لڑکا (جو غالباً فرقہ باطنیہ سے تھا) مستغیث کی صورت بنائے ہوئے ملا نظام الملک نے عرضی لینے کی غرض سے ہاتھ بڑھایا۔ لڑکے نے نظام الملک کے قریب پہونچکے پیٹ میں چھری بھونک دی نظام الملک زخمی ہوکر زمین پر گر پڑا اور اوسیوقت دم توڑ دیا۔ لڑکا بھاگا لشکریوں نے دوڑ کے گرفتار کرلیا۔ اور مار ڈالا۔ سلطان ملک شاہ اس واقعہ کو سُنکے اُسی روز نظام الملک کے خیمہ میں آیا۔ اس کے مصاحبوں اور لشکریوں کو سلطان کی صورت دیکھنے سے گونہ اطمینان اور سکون ہوا۔ تیس برس وزارت کی باستثناء اس وزارت کے جبکہ اس نے اس کے باپ الپ ارسلان کے زمانۂ امارت خراسان میں کی تھی۔[1]

ملکشاہ کی وفات محمود کی تخت نشینی

نظام الملک کی شہادت کے بعد جیسا کہ ابھی ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ سلطان ملک شاہ نے بغداد کی جانب کوچ کیا اور چند مدت سفر کرکے آخری ماہ رمضان سنہ مذکور کو دار الخلافت بغداد میں داخل ہوا۔ وزیر عمید الدولہ بن جہیر نے استقبال کیا۔

سلطان ملک شاہ نے نظام الملک کی مفارقت ابدی پر یہ قصد کرلیا تھا کہ قلمدان وزارت تاج الملک کے سپرد کردیا جائے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے نظام الملک کی چغلی کی تھی چونکہ یہ بھی کفایت شعار اور منتظم تھا اسوجہ سے سلطان ملک شاہ کے خیالات اسکی طرف اس طرح کے قائم ہوئے تھے۔ نماز عید پڑھ کے سلطان نے اپنے محلسرا کیجانب معاودت کی۔ موت کا وقت آگیا تھا پندرہویں شوال سنہ مذکور کو انتقال کرگیا۔ اسکی بیوی (ترکمان خاتون) نے اس واقعہ کو چھپایا۔ جو کچھ مال واسباب اسکا اور شاہی

[1] خواجہ نظام الملک طوسی اکیسویں ذیقعدہ ۴۰۸ھ یوم جمعہ کو مقام نوقان (مضافات طوس) میں پیدا ہوا ۴۸۵ھ ستتر برس کی عمر پائی۔ اصفہان میں دفن کیا گیا۔

دربار کا تھا سب کا سب محلسرائے خلافت میں پہونچا دیا اور سلطان ملک شاہ کی نعش کو تابوت میں رکھ کے اصفہان کی طرف کوچ کردیا۔ روانگی کے وقت دریردہ امراء و ارکان سلطنت کو بیشمار زر نقد دیگئی اور یہ ہدایت کر گئی کہ میرے بیٹے محمود کو تخت نشیں اور مرحوم سلطان کا وارث تاج و نگیں بنانا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا بعد اس کے ترکمان خاتون نے قوام الدولہ کربوقا (جو آیندہ موصل کا حکمراں ہوگا) کو طلب کر کے سلطان ملک شاہ کی انگوٹھی دی اور اصفہان کے قلعہ دار کے پاس روانہ کیا۔ قلعہ دار نے خاتم سلطانی دیکھ کے قلعہ سپرد کردیا۔ محمود کی عمر اسوقت چار برس کی تھی۔ بیعت حکومت کے بعد خلیفہ مقتدی کی خدمت میں ترکمان خاتون کیطرف سے درخواست دی گئی کہ محمود کے نام کا خطبہ پڑھا جائے" خلافت مآب نے ترکمان خاتون کی درخواست منظور فرمالی مگر اس شرط سے کہ امیر انز کی رائے سے (جو سلطان ملک شاہ کے امرا سے تھے) امور سلطنت و حکومت انجام دیئے جائیں اور تاج الملک کے سپرد تقرری عمال اور محکمہ خراج رہے۔ ترکمان خاتون نے ان شرائط کو منظور نہ کیا۔ تا آنکہ امام ابوحامد غزالی ترکمان خاتون کے پاس تشریف لے گئے اور یہ سمجھایا کہ نابالغ ہونے کی وجہ سے محمود کے تصرفات اور احکام شرعاً جایز اور جاری نہیں ہوسکتے امام غزالی کے فرمانے سے ترکمان خاتون کی تشفی ہوگئی اور خلافت مآب کی شرائط کو منظور کرلیا۔ آخری شوال سنہ مذکور میں محمود کے نام کا خطبہ پڑھا گیا " ناصر الدولہ والدین" کے لقب سے ملقب ہوا۔ حرمین شریفین میں اسکی تخت نشینی کی اطلاع دی گئی اور وہاں بھی اسکے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

برکیاروق کی یورش

بوقت وفات سلطان ملک شاہ ترکمان خاتون نے اس کے واقعہ موت کے چھپانے اور اپنے بیٹے محمود کی بیعت سلطنت لینے کی جو کارروائی کی اسکو تم اوپر پڑھ آئے ہو۔ اسی زمانہ میں ترکمان خاتون نے خفیہ طور سے چند آدمیوں کو سلطان ملک شاہ کے بڑے بیٹے برکیاروق کے گرفتار کرنے کو اصفہان

بھیجدیا تھا اس خوف سے کہ مبادا امیر سے بیٹے محمود سے برکیاروق جھگڑ پڑے۔ چنانچہ انلوگوں نے اصفہان پہونچکے برکیاروق کو گرفتار کرکے جیل میں ڈالدیا۔ پس جسوقت سلطان ملکشاہ کی خبر موت مشہور ہوئی۔ خادمان نظامیہ نظام الملک کے سلاح خانہ میں جو اصفہان میں تھا گھس پڑے اور آلات حرب لیکے شہر کو گھیر لیا۔ برکیاروق کو جیل سے نکال کے اس کی سلطنت وحکومت کی بیعت کی اور جامع اصفہان میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا۔ اسکی ماں زبیدہ بنت یاقوتی بن داؤد (یاقوتی سلطان ملک شاہ کا چچا تھا) اپنے بیٹے برکیاروق کی بابت ترکمان خاتون مادر محمود سے بیحد خائف تھے مگر جب اسکو یہ معلوم ہوا کہ نظامیہ خدام برکیاروق کا ساتھ دیئے ہوئے ہیں تو اسکو تسکین اور مسرت ہوئی۔

اسوقت تاج الملک اصفہان میں داخل ہوچکا تھا۔ لشکریوں نے اس سے تنخواہ طلب کی۔ اصفہان کے ایک قلعہ میں روپیہ لینے کو گیا مگر بخوف خدام نظامیہ بیٹھ رہا۔ جسوقت ترکمان خاتون اصفہان میں آئی تاج الملک نے حاضر ہوکے معذرت کی۔ ترکمان خاتون نے عذر قبول کرلیا۔ برکیاروق نے معہ خادمان نظامیہ اصفہان سے رے کا راستہ لیا۔ امیر ارغش (سلطان ملک شاہ کا ایک نامی امیر) معہ اپنی رکاب کی فوج کے برکیاروق سے آملا۔ ترکمان خاتون نے ایک لشکر برکیاروق سے جنگ کرنے کو روانہ کیا جس میں سلطان ملک شاہ کے اکثر امرا تھے دونوں فوجیں مرتب ہوکے میدان جنگ میں آئیں ہنوز معرکہ جنگ کا آغاز نہیں ہوا تھا کہ ترکمان خاتون کے اکثر امرا برکیاروق کے پاس بھاگ آئے بعدازاں معرکہ کارزار شروع ہوا۔ ترکمان خاتون کی فوج میدان جنگ سے گھونگھٹ کھا گئی۔ اصفہان کیجانب لوٹی۔ برکیاروق نے تعاقب کیا اور اصفہان پہونچکے محاصرہ ڈالدیا۔

قتل تاج الملک وزیر تاج الملک جنگ ترکمان خاتون اور برکیاروق میں موجود اور ترکمان خاتون کیطرف سے لڑ رہا تھا جسوقت ترکمان خاتون کی فوج

ہزیمت اٹھا کے بھاگی تاج الملک بھی قلعہ یزد جرد کیجانب بھاگا اثنا راہ سے گرفتار ہو کے برکیاروق کے روبرو پیش کیا گیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ برکیاروق اصفہان کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ چونکہ برکیاروق اسکی کفایت شعاری اور معاملہ فہمی سے واقف تھا عہدۂ وزارت سے سرفراز کرنے کا قصد کیا اور خدام نظامیہ کو اس سے راضی کرنے کی غرض سے دو لاکھ دینار اس کی طرف سے دیئے وہ لوگ راضی ہو گئے عثمان نائب نظام الملک کو اسکی خبر لگ گئی چند غلاموں کو ابھار دیا۔ اور ان کو یہ دم پٹی دی کہ اسی نے تمہارے سردار نظام الملک کو قتل کرایا ہے۔ چنانچہ ان غلاموں نے ایک روز تاج الملک کو گرفتار کر کے مار ڈالا اور ایک ایک عضو کاٹ کر پھینکدیا۔ یہ واقعہ ماہ محرم ۴۸۶ھ کا ہے۔

بعد اس واقعہ کے عز الملک ابو عبداللہ حسین بن نظام الملک زمانہ محاصرہ اصفہان میں اصفہان سے برکیاروق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ اس سے پیشتر خوارزم میں حکمرانی کر رہا تھا۔ اپنے باپ نظام الملک کی شہادت سے پہلے سلطان ملکشاہ اور اپنے باپ کی شرف حضوری حاصل کرنے کو اصفہان آیا تھا۔ اتفاق یہ کہ اسکا باپ شہید ہو گیا۔ سلطان ملک شاہ نے بھی وفات پائی اور یہ اسوقت سے اصفہان ہی میں مقیم تھا تا آنکہ برکیاروق نے اصفہان کا محاصرہ کیا۔ اسوقت یہ اصفہان سے نکلکے برکیاروق کے پاس آیا۔ برکیاروق عزت و احترام سے پیش آیا۔ اور قلمدان وزارت اسکے سپرد کر کے امور سلطنت و حکومت کے سیاہ و سفید کرنیکا اختیار کامل دیدیا۔

برکیاروق کا قبضہ برکیاروق اس مہم سے فارغ ہو کے ۴۸۶ھ میں بغداد آیا دربار خلافت میں حاضر ہو کے خلافت مآب سے درخواست کی کہ میرا نام خطبہ میں پڑھا جائے خلافت مآب نے اجازت دی جامع بغداد میں برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور رکن الدولہ کا خطاب عنایت ہوا۔ وزیر عمید الدولہ بن جہیر دربار خلافت سے خلعت

لیکے برکیاروق کے پاس آیا۔ برکیاروق نے خلعت کو زیب تن کیا۔ برکیاروق بغداد میں مقیم ہی تھا کہ خلیفہ مقتدی نے سفر آخرت اختیار کیا۔

المستظہر کی خلافت

یوم شنبہ پانچویں محرم ۴۸۷ھ کو خلیفہ المقتدی بامر اللہ ابو القاسم عبد اللہ بن ذخیرۃ الدین محمد بن خلیفہ القایم بامر اللہ نے دفعۃً وفات پائی۔

سلطان برکیاروق کی رپورٹ آئی ہوئی تھی خلیفہ مقتدی نے پڑھ کے رکھ لیا بعد ازاں دستر خوان چنا گیا۔ کھانا کھایا۔ جوں ہی ہاتھ دھو یا غشی طاری ہوئی مر گیا۔ وزیر عمید الدولہ نے تجہیز و تکفین کی۔ ابو العباس احمد بن خلیفہ مقتدی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ دفن کر دیا گیا۔ اونیس برس آٹھ مہینے خلافت کی۔ اگرچہ خلیفہ مقتدی عالی ہمت، صاحب سطوت اور عظیم الشان تھا۔ مگر پھر بھی اپنے امراء دولت اور اراکین خلافت کے ہاتھوں کا کٹ پتلی بنا ہوا تھا۔ اس کے زمانہ میں بغداد کی آبادی کو بیحد ترقی ہوئی۔ عالیشان عمارتیں تعمیر کی گئیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ بغداد کی ترقی بوجہ عروج دولت بنی طغرلبک کے وقوع میں آئی۔

خلیفہ مقتدی کے انتقال کے بعد وزیر عمید الدولہ نے اوسکے بیٹے ابو العباس احمد کو دربار خلافت میں لاکے سریر خلافت پر متمکن کیا۔ اراکین خلافت اور امراء دولت نے بیعت کی۔ ابو العباس احمد نے المستظہر باللہ کا لقب اختیار کیا۔ وزیر بیعت لینے کی غرض سے برکیاروق کے پاس گیا۔ برکیاروق نے بطیب خاطر خلیفہ مستظہر کے وزیر کے ہاتھ پر بیعت کی۔

خلیفہ مقتدی کی موت کے تیسرے روز مجلس عزا منعقد ہوئی سلطان برکیاروق معہ اپنے وزیر عز الملک بن نظام الملک اور اس کے بھائی بہاء الملک کے دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ ارباب مناصب سے طراد عباسی، معمر علوی اور علماء کبار سے قاضی القضاۃ ابو عبد اللہ دامغانی، غزالی اور شاشی وغیرہم بھی ماتم پرسی کو آئے تعزیت کی اور خلیفہ مستظہر کی خلافت کی بیعت کر کے واپس گئے۔

تتش کے حالات

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ تتش بن سلطان الپ ارسلان نے صوبہ دمشق پر

قبضہ کر کے استقلال و استحکام کے ساتھ دمشق میں حکمرانی شروع کر دی تھی اور قبل وفات سلطان ملک شاہ بطور وفد بغداد میں سلطان ملک شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور پھر واپس گیا تھا بعد واپسی، ملک شاہ کی وفات کی خبر پائی فوراً حمیت پر قبضہ کر کے سلطنت و حکومت حاصل کرنے کی غرض سے دمشق کیطرف کوچ کیا اور لشکر آراستہ کر کے حلب پر فوجکشی کر دی قسیم الدولہ آقسنقر والی حلب نے گردن اطاعت جھکا دی اور اس کے ساتھ ہو لیا باغیسان والی انطاکیہ اور بوزان والی الرہا وحران کو بھی لکھ بھیجا کہ بنظر مصلحت وقت، تا درستی احوال اولاد سلطان ملک شاہ تتش کی اطاعت قبول کر لو- باغیسان اور بوزان نے بھی آقسنقر کی تحریر کے مطابق تتش کی اطاعت قبول کر لی- اس کے نام کا خطبہ اپنے شہروں میں پڑھنا شروع کیا اور اسکے ہمرکاب رحبہ کے محاصرہ کو بڑھے- ماہ محرم ۴۸۶ھ میں رحبہ مفتوح ہوا تتش کے نام کا خطبہ جامع مسجد کے ممبر پر پڑھا گیا بعد ازاں تتش نے نصیبین کا رخ کیا اور بزور تیغ اسکو بھی مفتوح اور تاخت و تاراج کر کے محمد بن شرف الدولہ کے حوالہ کیا- اور موصل پر قبضہ کرنیکے قصد سے کوچ کر دیا- اثناء راہ میں کافی بن فخر الدولہ بن جہیر نے ملاقات کی یہ ان دنوں جزیرہ ابن عمر میں تھا تتش نے براہ عزت افزائی عہدۂ وزارت سے اسکو سرفراز کیا، قریب موصل پہونچکے ابراہیم بن قریش والی موصل کے پاس کہلا بھیجا کہ تم میری اطاعت قبول کر لو میرے نام کا خطبہ پڑھو اور دار الخلافت بغداد جانے کا مجھے راستہ دو- ابراہیم نے اسکو منظور نہ کیا انکاری جوابدیا- تتش نے اعلان جنگ کر کے لڑائی چھیڑ دی- دس ہزار فوج تتش کی رکاب میں تھی آقسنقر میمنہ پر تھا بوزان میسرہ پر- ابراہیم والی موصل تیس ہزار کی جمعیت سے میدان جنگ میں آیا ہوا تھا ایک گھمسان لڑائی کے بعد ابراہیم کو ہزیمت ہوئی- ابراہیم اور امراء عرب کا ایک گروہ گرفتار ہو گیا- تتش نے سبھونکو کمال بیرحمی سے تہ تیغ کیا- اور بعد تسلط ہونے کے علی بن شرف الدولہ کو موصل کی حکومت

عنایت کی۔ یہ تتش کا پھوپھی زاد بھائی تھا۔

موصل پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد تتش نے دارالخلافت بغداد میں خطبہ میں نام داخل کئے جانے کی درخواست بھیجی گوہر آیین شحنہ بغداد نے سفارش کی۔ جواب دیا گیا "لشکر اسلام سے قاصد کے آنیکا انتظار کیا جا رہا ہے" قاصد بے نیل مرام تتش کے پاس واپس آیا۔ تتش نے دیار بکر کیطرف قدم بڑھایا۔ اور اسپر بھی قبضہ حاصل کرکے آذربیجان کا قصد کیا ان واقعات کی خبر برکیا روق تک پہونچی۔ اسوقت برکیا روق کو محمود کے مقابلہ میں کامیابی حاصل ہو گئی تھی۔ ہمدان اور رےپر متصرف ہو چکا تھا۔ فوجیں مرتب کرکے اپنے چچا تتش کے روک تھام کو اوٹھ کھڑا ہوا۔ جسوقت دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا آقسنقر نے بوزان سے کہا "ہمنے تتش کی اطاعت محض اسوجہ سے قبول کی تھی کہ ہمارے آقائے نامدار ملک شاہ کے لڑکوں میں اختلاف پڑا ہوا تھا ہم دیکھتے تھے کہ اسکا نتیجہ کیا ہوتا ہے الحمد للہ کہ جس امر کے ہم خواستگار تھے وہ پردۂ غیب سے ظاہر ہو گیا یعنی ہمارے آقائے نامدار کا بڑا لڑکا برکیا روق حکمرانی کرنے لگا۔ اب ہم کسی طرح تتش کے ہمراہ نہیں رہ سکتے۔ کیوں بوزان تمہاری کیا رائے ہے"؟ بوزان نے جواب دیا "میں آپ کی رائے سے متفق ہوں" آقسنقر نے بوزان کو گلے سے لگالیا پیشانی پر بوسہ دیا اور مع اپنے ہمراہیوں کے تتش سے علیحدہ ہو کے برکیا روق کے پاس چلا گیا۔ ان دونوں امراء کی علیحدگی سے تتش کی قوت گھٹ گئی ہزیمت اٹھا کے دمشق کی جانب لوٹ آیا۔ اس سے برکیا روق کی حکومت مستحکم ہو گئی گوہر آئین نے حاضر ہو کے تتش کی درخواست کی سفارش کرنے کی معذرت کی۔ برکیا روق نے اسکی ایک بھی نہ سنی معزول کرکے امیر نکبرد کو بجائے اس کے دارالخلافت بغداد کا شحنہ مقرر کیا بعد اسکے برکیا روق کا خطبہ بغداد میں پڑھا گیا۔ خلیفہ مقتدی نے وفات پائی اور بجائے اسکے سریر خلافت خلیفہ مستظہر متمکن ہوا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

تتش نے آذربیجان سے شام کیجانب مراجعت کرنے کے بعد فوجیں مرتب کیں اور آقسنقر سے جنگ کرنے کو حلب کیطرف بڑھا۔ برکیاروق نے امیر کربوقا کو (جو آیندہ امیر موصل ہوگا) آقسنقر کی کمک پر روانہ کیا۔ قریب حلب[۵۱] دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ حلب کی فوج میدان جنگ سے گھونگھٹ کہا گئی آقسنقر گرفتار کرلیا گیا اور نہایت بیکسی سے مارڈالا گیا[۵۲] امیر بوزان اور کربوقا بھاگ کر حلب میں جا چھپے اور اس کی حفاظت کا معقول انتظام کیا۔ تتش نے پہونچکے محاصرہ ڈالدیا۔ چند دنوں محاصرہ اور جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر تتش نے حلب پر بھی قبضہ کرکے امیر بوزان اور کربوقا کو گرفتار کرلیا چونکہ حران اور الرہا کی حکومت و امارت امیر بوزان کے قبضہ اقتدار میں تھی امیر بوزان کو حران اور الرہا کیطرف روانہ کیا اس غرض سے کہ اہل حران اور الرہا اسکی گرفتاری سے اطاعت قبول کرلیں۔ مگر اہل حران اور الرہا نے اطاعت قبول نہ کی تتش نے جھلا کے امیر بوزان کا سر کاٹ کے اہل حران کے پاس بھیجدیا اہل حران خوف سے تھرّا گئے۔ بمجبوری ازراہ گردن اطاعت جھکادی۔ باقی رہا امیر کربوقا اسکو حمص کے جیل میں ڈالدیا۔ تاآنکہ رضوان نے اپنے باپ تتش کے مارے جانے کے بعد امیر کربوقا کو قید سے رہا کیا۔

تتش اس مہم سے فارغ ہوکے جزیرہ کیطرف بڑھا اور اس پر بھی قبضہ حاصل کرکے دیاربکر، خلاط، ارمینیہ، آذربیجان اور ہمدان کو یکے بعد دیگرے کسی کو بجنگ اور کسی کو بصلح وامان مفتوح کرتا گیا۔ انہیں دنوں فخر الدولہ بن نظام الملک حران سے سلطان برکیاروق کی خدمت میں شرف نیاز حاصل کرنے کو جارہا تھا مقام اصفہان میں امیر قماج سے جو

---

[۵۱] تتش اور آقسنقر سے مقام نہر سبعین قریب تل سلطان پر معرکہ آرائی ہوئی تھی اس مقام سے حلب ۶ کوس فاصلہ پر ہے۔ لڑائی بہت بڑی اور خونریز ہوئی۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۹۵۔

[۵۲] امیر قسیم الدولہ آقسنقر والی حلب بعد ہزیمت و گرفتاری ماہ جمادی الاول ۴۸۷ھ میں تاج الدولہ تتش کے ہاتھ سے مارا گیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۹۵۔

محمود بن سلطان ملک شاہ کے لشکر کا ایک سردار بھاٹد بھیڑ ہو گئی۔ امیر قماچ نے فخر الدولہ پر شبخون مار کے اس کے کل مال واسباب کو لوٹ لیا۔ فخر الدولہ تن تنہا اپنی جان بچا کے ہمدان بھاگ آیا یہاں یہ دوسری مصیبت سر پر آپڑی ۔ تتش کو اسکی خبر لگ گئی اس کے قتل پر تل گیا۔ امیر باغیسان نے سفارش کی ۔ بیچارے کی جان بچگئی اور پھر اسی کی سفارش سے عہدۂ وزارت بھی ملگیا۔

ان پیہم کامیابیوں سے تتش کے حوصلے بڑھ گئے خطبہ میں نام داخل کئے جانے کی پھر ہوس سمائی۔ چنانچہ اسی غرض سے اپنے وزیر فخر الدولہ کو دار الخلافت بغداد روانہ کیا اور یوسف بن ابق ترکمانی کو ترکمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ بغداد کا شحنہ مقرر کر کے بھیجا لیکن اہل بغداد نے یوسف کو شہر میں داخل ہونے دیا۔

برکیارق ان واقعات سے مطلع ہو کے تتش کے سلسلہ فتوحات کو روکنے کی غرض سے نصیبین سے روانہ ہوا۔ دجلہ کو بالائی موصل سے عبور کیا اربل ہوتا ہوا سرخاب بن بدر کے شہر میں پہونچا اور پھر وہاں سے روانہ ہو کے اپنے چچا تتش کے لشکر گاہ کے قریب جا اترا دونوں لشکروں میں صرف نو کوس کا فاصلہ تھا۔ اس کے ہمراہ ایک ہزار فوج تھی اور اسکے چچا تتش کے رکاب میں پچاس ہزار جنگ آور تھے تتش نے برکیارق کی آمد سے مطلع ہو کے اپنے ایک امیر کو چند دستہ فوج کے ساتھ برکیارق پر شبخون مارنے کو بھیجا برکیارق شکست کھا کے اصفہان پہونچا۔ اسوقت اصفہان میں محمود بن سلطان ملک شاہ موجود تھا اسکی ماں ترکمان خاتون کا انتقال ہو چکا تھا۔ محمود کے امرا نے برکیارق کو گرفتار کرنے کے قصد سے اصفہان میں داخل کر لیا۔ اس کے بعد ہی محمود نے بھی آخری شوال ۴۸۷ھ میں وفات پائی برکیارق اصفہان پر قابض و متصرف ہو گیا۔ موید الملک بن نظام الملک اس واقعہ سے مطلع ہو کے حاضر ہوا برکیارق نے ماہ ذی الحجہ ۴۸۷ھ میں قلمدان وزارت کا مالک بنا دیا۔ موید الملک نے اپنی حکمت عملیوں اور

عاملانہ تدابیر سے امرا مملکت کو برکیاروق کی طرف مائل کرلیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اسکی جمعیت بڑھ گئی۔

برکیاروق کی ہزیمت کے بعد تتش اور امرا مملکت میں شکررنجی کیا خاصی مخالفت پیدا ہوگئی تھی۔ تتش ان لوگوں کو اپنی اطاعت کی تحریک کررہا تھا اور وہ لوگ بانتظار صحت برکیاروق جو بعارضہ چیچک علیل ہوگیا تھا بہ لطائف الحیل امروز فردا کا وعدہ کررہے تھے اس اثنا میں برکیاروق کو صحت حاصل ہوگئی اراکین دولت اس سے مل گئے اور تتش کو ٹکاسا جواب دیدیا۔ تتش نے جھلا کے ان لوگوں کی سرکوبی کے قصد سے طیاری کا حکم دیا امرا مملکت بھی اپنی اپنی فوجیں لئے ہوئے برکیاروق کے پاس اصفہان میں آموجود ہوئے ہر طرف سے فوجیں چلی آرہی تھیں۔ بات کی بات میں تیس ہزار فوج مجتمع ہوگئی۔ رے کے قریب چچا اور بھتیجہ (یعنی برکیاروق اور تتش) کا مقابلہ ہوا تتش ہزیمت کھا کے بھاگا۔ آقسنقر کے کسی مصاحب نے دار وگیر میں اسکو مار کے اپنے آقا کے خون کا بدلہ لیلیا۔ اس کے مارے جانے سے فخر الملک بن نظام الملک کو قید کی مصیبت سے رہائی ملی۔ برکیاروق کی حکومت کو استحکام ہوگیا۔ اور دار الخلافت بغداد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا[1]۔

سلطان محمد اور اوسکا خطبہ

برکیاروق نے خراسان پر اپنے برادر علاتی سنجر کو مامور کیا تھا پس مستقل طور سے اسکی حکومت خراسان میں مستحکم ہوئی جیسا کہ اسکے حالات کو ہم جہاں پر ملوک سلجوقیہ کے حالات علیحدہ تحریر کرینگے بیان کرنے والے ہیں۔ اس مقام پر ہم ان کے حالات اسی قدر احاطۂ تحریر میں لائیں گے جنکو خلافت مآب و بغداد میں خطبہ پڑھے جانے کی ساتھ تعلق ہے اسوجہ سے کہ یہاں پر عباسیہ کی خلافت کی و حکومت اور ان کے وزراء کے حالات یا ان لوگوں کے واقعات تحریر کرنا مقصود

[1] ہمنے امیر آقسنقر، سلطان ملک شاہ، برکیاروق اور تتش وغیرہم کے حالات کو کسیقدر تفصیل کیساتھ حیات سلطان نور الدین محمود زنگی میں تحریر کیا ہے جسکو اس سے زیادہ واقفیت حاصل کرنیکا شوق ہو وہ کتاب مذکور کا مطالعہ کرے۔ مترجم

اصلی ہے جنہوں نے خاص طور سے خلافت عباسیہ کو دبا لیا تھا۔

سنجر بن ملک شاہ کا ایک حقیقی بھائی محمد نامی تھا جو اپنے باپ سلطان ملکشاہ کی وفات کے بعد اپنے بھائی محمود اور اسکی ماں ترکمان خاتون کے ہمراہ بغداد سے اصفہان چلا گیا تھا جس وقت برکیاروق نے اصفہان کا محاصرہ کیا محمد چھپ کے برکیاروق کے پاس چلا آیا اور اس کے ساتھ ساتھ ۴۸۶ھ میں بغداد آیا۔ برکیاروق نے محمد کو گنجہ اور اس کے مضافات کو بطور جاگیر عنایت کیا اور انتظام کرنے کی غرض سے قطلغ تکین کو محمد کے ہمراہ مامور فرمایا۔ تھوڑے دنوں میں محمد کے قدم گنجہ کی حکومت پر جم گئے۔ موقع پا کے قطلغ تکین کو مار ڈالا۔ بعد اس کے موید الملک عبید اللہ بن نظام الملک جو اس سے پیشتر امیر انزو کے ساتھ تھا اور اسکو برکیاروق کی مخالفت پر ابھارا تھا امیر انزو کے قتل کے بعد جیسا کہ ہم آئندہ بیان کرینگے، محمد بن ملکشاہ کے پاس چلا آیا اور یہاں بھی وہی گل کھلائے سمجھا بوجھا کے محمد کو سلطان برکیاروق کی مخالفت پر آمادہ کیا۔ محمد نے برکیاروق کا خطبہ موقوف کر کے گنجہ میں اپنے نام کا خطبہ پڑھا اور قلمدان وزارت موید الملک کے حوالہ کیا۔ اسی زمانہ میں برکیاروق نے اپنے ماموں مجد الملک بلارسلانی کو کسی وجہ سے مار ڈالا۔ اس سے اکثر امراء لشکر کو ناراضی پیدا ہوئی برکیاروق سے علیحدہ ہو کے محمد کے پاس چلے گئے۔ برکیاروق سے کچھ بن نہ پڑی رے کا راستہ لیا۔ رے میں پہنچتے ہی اسکا لشکر اس کے پاس آ کے مجتمع ہو گیا۔ عز الملک منصور بن نظام الملک بھی لشکر لیکے آ گیا انہیں دنوں یہ خبر مسموع ہوئی کہ اسکا بھائی محمد ایک عظیم لشکر لئے ہوئے آ رہا ہے۔ برکیاروق نے رے سے اصفہان کی جانب مراجعت کی اہل اصفہان نے شہر پناہ کا دروازہ بند کر لیا۔ مجبوراً خوزستان کی جانب روانہ ہوا۔ اس کے بعد ہی محمد شروع ماہ ذیقعدہ سنہ ۴۹۲ھ میں رے پہنچ گیا۔ اور موید الملک نے زبیدہ خاتون مادر برکیاروق کو

گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ رے پر قابض ہو جانے سے محمد کی حکومت کو استحکام ہو گیا۔ چونکہ سعد الدولہ گوہر آئین شحنہ بغداد کو برکیا روق سے کشیدگی ہو گئی تھی۔ سلطان محمد کی فتحیابی کا حال سُنکے معہ امیر کربوقا والی موصل، چکرمش والی جزیرہ اور سرخاب بن بدر والی کنکورہ کے فتحیابی کی مبارکباد دینے کو آیا۔ مقام قم میں سلطان محمد سے ملاقات ہوئی۔ عزت و احترام سے پیش آیا حسب مدارج خلعتیں دیں۔ امیر کربوقا اور چکرمش کو سلطان محمد کے ہمراہ اصفہان کی جانب روانہ ہوئے۔ اور سعد الدولہ گوہر آئین بغداد واپس آیا۔ خلافت مآب سے اجازت حاصل کر کے پندرھویں ذیحجہ ۴۹۲ھ کو سلطان محمد کے نام کو خطبہ میں داخل کرایا۔ دربار خلافت سے سلطان محمد کو "غیاث الدنیا والدین" کا خطاب مرحمت ہوا۔

اعادۂ خطبہ برکیاروق

گذشتہ سنہ میں برکیاروق اپنے بھائی محمد سے شکست کھا کے رے سے خوزستان چلا گیا تھا ان دنوں اسکا امیر لشکر ینال بن نوشتکین حسانی تھا اس کے ہمراہ امراء لشکر کا بھی ایک گروہ تھا ان سبھوں نے خوزستان میں پہونچکے عراق جانے کی رائے قائم کی چنانچہ برکیاروق نے واسط کیجانب کوچ کیا۔ واسط میں صدقہ بن مزید والی حلہ نے حاضر ہو کے ملازمت کا اعزاز حاصل کیا۔ دو چار روز آرام کر کے برکیاروق نے بغداد کا سفر کیا پندرھویں صفر ۴۹۳ھ کو وارد بغداد ہوا اور اسی دن اس کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھا گیا۔ سعد الدولہ گوہر آئین درے مرج بھاگ گیا اس کے ساتھ امیر ایلغازی بن ارتق بھی تھا۔ سلطان محمد اور اس کے وزیر موید الملک کو اس واقعہ سے مطلع کر کے بغداد آنے کی ترغیب دی۔ سلطان محمد نے امیر کربوقا والی موصل اور چکرمش والی جزیرہ کو بغداد روانہ کیا چکرمش نے سعد الدولہ کے پاس پہونچکے اپنے دار الحکومت واپس جانے کی اجازت طلب کی اور بعد حصول اجازت اپنے ملک کا راستہ لیا۔ گوہر آئین نے یہ رنگ دیکھ کے باتفاق رائے امراء لشکر امیر

کربوقا والی موصل کو برکیاروق خدمت میں بھیجا۔ اور یہ پیام دیا کہ آپ تشریف لائیے ہم لوگ آپ کے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ برکیاروق سوار ہو کے ان امرا کی طرف گیا ان لوگوں نے پیادہ پا استقبال کیا۔ زمین بوسی کی اور اس کے ساتھ ساتھ بغداد آئے۔ برکیاروق نے ابوالمعالی عبدالجلیل بن علی بن محمد دہستانی کو قلمدان وزارت سپرد کیا اور عمید الدولہ بن جہیر وزیر خلیفہ کو گرفتار کر کے دیار بکر اور موصل کا حساب طلب فرمایا جو اس کے اور اس کے باپ کی سپردگی اور عمل میں تھا۔ عمید الدولہ کا حساب صاف نہ تھا۔ ایک لاکھ ساٹھ ہزار دینار تاوان دیکر قید کی مصیبت سے جان بچائی۔ خلیفہ مستظہر نے خوش ہو کے خلعت فاخرہ سے برکیاروق کو سرفراز فرمایا۔ اور برکیاروق استحکام و استقلال کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔

جنگ اول برکیاروق و محمد

چند دنوں بعد برکیاروق نے اپنے بھائی محمد سے جنگ کرنے کی غرض سے شہرزور کی جانب بغداد سے حرکت کی ترکمانوں کا ایک عظیم لشکر اسکی رکاب میں تھا۔ والی ہمدان نے تحریک کی کہ آپ اس طرف تشریف لائے جسقدر محمد کے امرا کی جاگیریں ہیں انکو ضبط کر لیجئے۔ برکیاروق نے اس سے اعراض کر کے اپنے بھائی محمد سے جا بھڑا نہر ابیض پر جو ہمدان سے چند کوس کے فاصلہ پر ہے معرکہ آرائی کی ٹھہری۔ محمد کے ہمراہ بیس ہزار فوج تھی۔ امیر سرخوشحنہ اصفہان محمد کے ساتھ قلب میں تھا میمنہ میں ایک دوسرا امیر اور محمد کا بیٹا تھا۔ میسرہ میں مویدالملک اور فوج نظامیہ تھی۔ برکیاروق کے ساتھ قلب میں اسکا وزیر ابوالمعالی تھا، میمنہ میں گوہر آئین، صدقہ بن مزید اور سرخاب بن بدر۔ میسرہ میں کربوقا وغیرہ۔ برکیاروق کی طرف سے حملہ شروع ہوا۔ سب کے پہلے گوہر آئین نے محمد کے میسرہ پر حملہ کیا محمد کا میسرہ تاب مقاومت نہ لاسکا ہزیمت اوٹھا کے بھاگا گوہر آئین کی رکاب کی فوج نے اس کے کمپ کو لوٹ لیا۔ بعد اس کے محمد کے میمنہ نے برکیاروق کے میسرہ پر یلغار کیا امیر کربوقا نے

سینہ سپر ہو کے مقابلہ کیا۔ مگر محمد کے میمنہ کے پرزور حملہ کا جواب نہ دیسکا مجبوراً پیچھے ہٹا۔ محمد نے اس امر کا احساس کر کے چند دستہ تازہ دم فوج میمنہ کی کمک پر بھیجدی۔ امیر کربوقا کو فاش ہزیمت ہوئی۔ محمد نے فوراً دوسری جانب سے برکیارق کے قلب لشکر پر حملہ کر دیا۔ جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی۔ برکیارق بھاگ کھڑا ہوا۔ اتنے میں گوہر آئین اپنے منہزم لشکر کو فراہم کر کے میدان جنگ میں پھر واپس آیا اتفاق وقت سے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی گوہر آئین سنبھل نہ سکا زمین پر آرہا۔ ایک خراسانی سپاہی نے لپک کر سر اوتار لیا۔ سارا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ وزیر ابوالمعالی گرفتار کر لیا گیا۔ موید الملک نے عزت و احترام کا برتاؤ کیا۔ اپنے خیمہ میں اوتارا اور خاتمہ جنگ کے بعد اسکو دارالخلافت بغداد روانہ کر دیا چنانچہ اس نے بغداد میں پہونچکے پندرہویں رجب ۴۹۳ھ میں باجازت خلیفہ مستظہر سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔

گوہر آئین کا ابتدائی حال یہ ہے کہ یہ خوزستان میں ایک عورت کی خدمت میں رہتا تھا۔ خرید و فروخت یا جو ضروریات اس قسم کی اس عورت کو ہوتی تھیں اسکو گوہر آئین انجام دیا کرتا۔ اس عورت کے خاندان والوں کو جہاں گوہر آئین کی ذات سے بہت بڑا فائدہ تھا وہاں گوہر آئین بھی ان کی بدولت عیش و آرام سے بسر کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ ملک ابوکالیجار بن سلطان الدولہ کے یہاں ملازم ہو گیا۔ اور اپنی نمایاں خدمتوں کی بدولت اسقدر رسوخ پیدا کیا کہ ملک ابوکالیجار نے اپنے بیٹے ابونصر کے ہمراہ بغداد روانہ کیا۔ ایک مدت تک ابونصر کے ساتھ بغداد میں رہا۔ تاآنکہ سلطان طغرلبک نے ابونصر کو گرفتار کر کے قلعہ طبرک میں قید کر دیا۔ اس کے ساتھ گوہر آئین بھی قلعہ مذکور میں قید کیا گیا پس جب ابونصر نے وفات پائی اور گوہر آئین کو رہائی ملی تو گوہر آئین سلطان الپ ارسلان کی خدمت میں چلا آیا۔ سلطان الپ ارسلان نے اسکی خدمت گزاری اور خیر خواہی سے خوش ہو کے اس کو واسط بطور جاگیر مرحمت فرمایا۔ اور بغداد کا شحنہ مقرر کیا۔ جس

وقت یوسف خوارزمی نے سلطان الپ ارسلان کو زخمی کیا تھا اسوقت گوہر آئین موجود تھا۔ اسی نے سلطان الپ ارسلان کو یوسف خوارزمی کے ہاتھ سے بچایا تھا۔ بعد انتقال سلطان الپ ارسلان اس کے بیٹے ملک شاہ نے بھی اسی عہدہ پر رکھا چنانچہ گوہر آئین بغداد روانہ ہوا۔ دربار خلافت میں اسکی بڑی آؤ بھگت ہوئی خلعت ملی خطاب ملا امراء مملکت اور رؤسا دربار خلافت نے اسکی بیحد اطاعت کی اور جو عزت و احترام اسکو حاصل تھا کسی کو نصیب نہیں ہوا یہاں تک کہ جنگ مذکور میں مارا گیا۔

جنگ برکیاروق و سنجر

برکیاروق نے اپنے بھائی محمد سے شکست کھا کے رے میں جا کے دم لیا۔ ہوش و حواس بجا ہوئے تو اپنے ہواخواہوں اور مددگاروں کو طلبی کے خطوط روانہ کئے چند دنوں بعد وہ لوگ اس سے آملے۔ اور سب کے سب اسفراین کی جانب روانہ ہوئے امیر داؤد حبشی بن تولطاق والی خراسان و طبرستان کو دامغان سے بلا بھیجا۔ امیر داؤد نے حاضری کا وعدہ کیا اور اپنے آنے تک برکیاروق کو نیشاپور میں جا کے قیام کرنے کو لکھا۔ چنانچہ اس ہدایت کے مطابق برکیاروق نے نیشاپور کا راستہ لیا اور نیشاپور پہونچکے رؤسا نیشاپور کو گرفتار کر لیا۔ مگر بعد چندے ان سبھوں کو رہا کر دیا۔ اور دوبارہ ایک خط امیر داؤد حبشی کو طلبی کا روانہ کیا۔ امیر داؤد نے معذرت کی کہ چونکہ سلطان سنجر نے لشکر بلخ کو لیکے مجھپر چڑھائی کی ہے اسوجہ سے حاضری سے قاصر ہوں اور اگر ممکن ہو تو ایسی حالت میں امداد کیجائے۔ برکیاروق کو اس خط کے پڑھنے سے سخت صدمہ ہوا۔ جوش میں آکے اسیوقت ایکہزار سواروں کی جمعیت سے امیر داؤد حبشی کی کمک کو روانہ ہو گیا۔ امیر داؤد حبشی کی رکاب میں بیس ہزار فوج تھی مقام نوشجان پر سنجر سے مقابلہ ہوا۔ سنجر کے میمنہ میں امیر برغش، میسرہ میں کوکر اور قلب میں اس کے ساتھ رستم تھا۔ برکیاروق نے قلب لشکر پر حملہ کیا۔ رستم شکست کھا کے بھاگا۔ اثناء گیر و دار میں

مارا گیا۔ بے ترتیبی کے ساتھ لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ برکیاروق کی توجہ اس کے لشکرگاہ کے لوٹنے میں مصروف ہوگئی۔ بظاہر اسکو فتحیابی حاصل ہوچکی تھی اور سنجر کا قلب لشکر بھاگ گیا تھا کہ اس اثناء میں برغش اور کوکرشتہ اپنی اپنی رکاب کی فوجوں کو مجتمع کر کے برکیاروق کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ برکیاروق کی فوج غارتگری میں مصروف تھی۔ اس اچانک حملہ سے گھبرا کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ برکیاروق بھی جان بچانے کی غرض سے بھاگا ترکمانوں میں سے ایک شخص نے امیر داؤد حبشی کو گرفتار کرلیا۔ بعد خاتمہ جنگ برغش کے روبرو پیش کیا گیا برغش نے اسکو قتل کرڈالا۔ باقی رہا برکیاروق وہ میدان جنگ سے بھاگ کے جرجان پہونچا اور پھر جرجان سے دامغان میں جاکے دم لیا۔ دامغان میں بھی حفاظت کا کافی انتظام نہ پایا تو براہ خشکی اصفہان روانہ ہوا۔ کیونکہ اہل اصفہان نے اسکو طلبی کے خطوط بھیجے تھے مگر اتفاق وقت سے محمد اس کے پہونچنے سے پیشتر اصفہان میں داخل ہوچکا تھا مجبوراً اسیرم کو لوٹ آیا۔

وزیر عمید الدولہ کی معزولی

اور ہم بیان کر آئے ہیں کہ سلطان برکیاروق کا وزیر ابوالمحاسن پہلی لڑائی میں جو مابین برکیاروق اور محمد کے ہوئی تھی گرفتار کرلیا گیا تھا اور مؤید الملک بن نظام الملک (محمد کے وزیر) نے اسکو رہا کر کے اپنی طرف سے بغداد روانہ کیا تھا چنانچہ ابوالمحاسن نے بغداد میں پہونچکے خلیفہ مستظہر سے اجازت حاصل کر کے سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور نیز مؤید الملک کی ہدایت کے موافق خلیفہ مستظہر کو وزیر عمید الدولہ کی معزولی پر مجبور کیا۔ اس واقعہ کی عمید الدولہ تک خبر پہونچ گئی۔ عمید الدولہ نے ایک شخص کو ابوالمحاسن کے قتل پر مامور کر دیا۔ قریب یعقوبا ابوالمحاسن اس شخص سے دوچار ہوگیا جوں ہی اس شخص نے حملہ کیا ابوالمحاسن پیچھے ہٹ گیا۔ حملہ آور تو منھ کے بل زمین پر گر پڑا اور ابوالمحاسن ایک گاؤں میں جا چھپا۔ حملہ آور کو اپنی عجلت پر پشیمانی ہوئی۔ بظاہر اپنی جسارت کی معافی چاہی ملنے کی

استدعا کی لیکن دماغ میں وہی خیال سمایا ہوا تھا کہ کب موقع ملے اور کب میں ابو المحاسن کا کام تمام کروں۔ ابو المحاسن نے اس شخص کو اپنے پاس بلا لیا۔ اور اسیوقت امیر ایلغازی بن ارتق کو بھی بغداد سے طلب کرلیا۔ جو اس کے ہمراہ بغداد آیا ہوا تھا اور اس سے پیشتر بغداد پہونچ گیا تھا۔ امیر ایلغازی کے آجانے سے اس شخص کو اپنی کامیابی سے مایوسی ہوگئی۔ سارا قصہ از ابتداء تا انتہاء ابو المحاسن کو کہہ سنانا صبح ہوتے ہی سب کے سب بغداد آئے ابو المحاسن نے دربار خلافت میں حاضر ہو کے موید الملک کا پیام معزولی عمید الدولہ خلافت مآب تک پہونچا۔ خلافت مآب نے حکم دیدیا چنانچہ ابو المحاسن نے ماہ رمضان ۴۹۳ھ میں عمید الدولہ کو مع اس کے بھائیوں کے گرفتار کرکے جیل میں ڈالدیا پچیس ہزار دینار جرمانہ کیا۔ اُسوقت سے یہ برابر معزول اور قیدخانہ ہی میں رہا تا آنکہ بحالت قید، قید حیات سے سبکدوش ہو کر راہی ملک عدم ہوگیا۔

جنگ ثانی برکیاروق و محمد

تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ جنگ اول میں برکیاروق اپنے بھائی محمد سے ہزیمت اٹھا کے اصفہان کی طرف چلا گیا مگر اہل اصفہان نے اسکو داخل ہونے نہ دیا تب یہ عسکر مکرم ہوتا ہوا خوزستان گیا خوزستان میں امیر زنگی والبکی پسران برسق بھی آگئے چندے قیام کرکے ہمدان کی جانب کوچ کیا۔

ہمدان میں پہونچتے ہی امیر ایاز بھی آملا جو محمد کا قدیمی بہی خواہ اور اس کے سر برآوردہ امراء سے تھا۔ اور کسیوجہ سے کشیدہ خاطر ہوگیا تھا اس کے رکاب میں پانچہزار سوار تھے اس نے برکیاروق کو محمد سے جنگ کرنے پر دوبارہ ابھارا۔ برکیاروق کے دل میں محمد کیطرف سے غبار تو بھرا ہی تھا اوٹھ کھڑا ہوا اس اثناء میں سرخاب بن کیخسرو والی آوہ بھی امن حاصل کرکے برکیاروق سے آملا۔ اس کے ملنے سے برکیاروق کی فوج کی تعداد پچاس ہزار تک پہونچگئی اور اس کے بھائی محمد کے پاس صرف پندرہ ہزار فوج باقی رہگئی پہلی جمادی الآخر ۴۹۳ھ میں معرکہ آرائی ہوئی۔ ہنگامۂ کارزار کا گرم ہونا تھا کہ محمد کے

امراء لشکر یکے بعد دیگرے امن حاصل کر کے برکیارق کے پاس چلے آئے بالآخر مجبور ہو کے محمد شام ہوتے ہوتے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے وزیر موید الملک کو مجد الملک بارسلانی کے ایک غلام نے گرفتار کر کے برکیارق کی خدمت میں پیش کیا برکیارق نے اسکو زجر و توبیخ کر کے اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالا۔

خاتمہ جنگ اور قتل موید الملک کے بعد وزیر ابوالمحاسن نے ایک شخص کو موید الملک اور اس کے اعزہ و اقارب کے مال و اسباب کے ضبط کرنے کو بغداد روانہ کیا۔ چنانچہ اس شخص نے بغداد میں پہونچکے بغداد اور دیگر مقامات ممالک عجم سے جو کچھ مال و اسباب اور زر نقد موید الملک اور اس کے اعزہ و اقارب کا پایا ضبط کر لیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ منجملہ اس اسباب کے جسکو اس شخص نے ضبط کیا تھا ایک ہیرہ کا ٹکڑا تھا جو اکتالیس مثقال (پندرہ تولہ ۴ ماشہ) وزن میں تھا۔

برکیارق اس مہم سے فارغ ہو کے رے کی جانب روانہ ہوا۔ رے میں امیر کربوقا والی موصل اور نور الدولہ دبیس بن صدقہ بن مزید آملا رفتہ رفتہ ہر چہار طرف سے فوجیں بھی آآ کے مجتمع ہو گئیں۔ ایک لاکھ سواروں سے جمعیت بڑھ گئی رہایش کی دقت ہونے لگی۔ شہر، قصبہ اور گانوں میں جگہہ نہ ملتی تھی۔ برکیارق نے فوجوں کو ادہر ادہر پھیلا دیا۔ نور الدولہ اپنے باپ کے پاس واپس آیا۔ امیر کربوقا مودود بن اسماعیل بن یاقوتا سے جنگ کرنے کو آذربائیجان چلا گیا۔ (اس نے سلطان برکیارق کی مخالفت پر علم بغاوت بلند کیا تھا) اور یاز نے اپنے اہل و عیال میں ماہ صیام منقضی کرنے کو ہمدان کا راستہ لیا۔ تھوڑی سی فوج کے ساتھ برکیارق باقی رہ گیا۔

محمد ہزیمت اٹھا کے اپنے حقیقی بھائی سنجر کے پاس خراسان چلا گیا۔ چندے جرجان میں مقیم رہا۔ سنجر سے مالی اور فوجی مدد طلب کی۔ سنجر نے محمد کو ابتداءً مالی مدد دی بعد ازاں خود ایک لشکر لئے ہوئے محمد کی کمک کو جرجان آپہونچا اور اس کے ساتھ ساتھ دامغان کو۔

روانہ ہوا اثناء راہ میں جو شہر قصبے اور گاؤں پڑتے تھے ان کو لشکر خراسان تاخت و تاراج کرتا جاتا تھا۔ تا آنکہ رے کے قریب پہونچا۔ فوج نظامیہ بھی آملی جمعیت بڑھ گئی ساتھ ہی اس کے یہ خبر بھی گوش گذار ہوئی کہ برکیاروق نے اپنے لشکر کو ہر چہار طرف پھیلا دیا ہے اس کے رکاب میں تھوڑی سی فوج ہے جو تعداد میں تین سو سے زاید نہ ہوگی۔ محمد اور سنجر یہ سُن کے نہایت تیزی سے کوچ کرنے لگے۔ برکیاروق کو ان واقعات کی خبر پہونچی۔ کچھ سوچ سمجھ نہ پڑا ایاز سے ملنے کو ہمدان کی جانب روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں یہ معلوم ہوا کہ ایاز نے محمد سے خط و کتابت شروع کر دی ہے۔ فوراً لوٹ کھڑا ہوا خوزستان کا قصد کیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا تستر پہونچا۔ امراء بنی برسق کو بلا بھیجا چونکہ انہوں نے یہ سُن رکھا تھا کہ ایاز نے محمد سے خط و کتابت شروع کی ہے۔ اسوجہ سے وہ لوگ نہ آئے جواب تک نہ دیا۔ برکیاروق گھبرا کر عراق کی طرف روانہ ہوا۔ امیر ایاز نے جو خط و کتابت محمد سے کی تھی اور اُسکی اطاعت قبول کرنے کا مستدعی ہوا تھا اُسکا نتیجہ ایاز کی مرضی کے خلاف ہوا۔ محمد نے اس سے ملنے سے انکار کر دیا۔ اسوجہ سے ایاز بھی ہمدان کو خیر آباد کہہ کے برکیاروق کا سراغ و پتہ لگاتا ہوا چل کھڑا ہوا تھا اتفاق یہ کہ برکیاروق اور ایاز یکے بعد دیگرے حلوان میں وارد ہوا اور دو ایک روز آرام کرکے پھر دونوں بغداد کیجانب روانہ ہوئے محمد نے ایاز کے بعد ہی ہمدان اور حلوان پر قبضہ کرکے مال و اسباب اور زر نقد جو کچھ پایا ضبط کر لیا۔ انہیں بعض ایسے اسباب تھے کہ جنکو زمانہ کی آنکھوں نے نہیں دیکھا تھا۔ اور نیز ایاز کے مصاحبوں پر جو ہمدان میں اسوقت موجود تھے جرمانے کئے۔

برکیاروق پندرہویں ذی قعدہ ۴۹۲ھ کو بغداد پہونچا۔ خلیفہ مستظہر نے اپنی طرف سے امین الدولہ بن موصلایا کاتب کو مع فوج کے برکیاروق کے استقبال کو بھیجا۔ برکیاروق روزانہ سفر سے بیمار ہو گیا تھا دربار خلافت میں حاضر نہ ہو سکا اتنے میں عید الاضحیہ کا دن آگیا بیماری کی وجہ سے نماز پڑھنے کو عیدگاہ نہ جا سکا خلیفہ مستظہر نے اس کے مکان پر ممبر بھیجدیا۔ شریف ابو الکرم نے اسکے نام کا خطبہ پڑھا۔

ان دنوں برکیاروق کا ہاتھ تنگ ہو گیا تھا۔ پیسہ پیسہ کو محتاج ہو رہا تھا خلافت مآب سے مالی مدد طلب کی۔ خلافت مآب نے بعدر دوکد کے پچاس ہزار دینار عنایت کئے مگر اس مقدار قلیل سے برکیاروق اور اس کے لشکر کا کام نہ چلا۔ رعایا کے مال وزر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ طرح طرح کی جائز اور ناجائز تدبیریں روپیہ وصول کرنے کی نکالیں۔ اس سے اہل بغداد کو برکیاروق اور اس کے لشکر سے نفرت پیدا ہو گئی۔ اسی اثنا میں شام سے ابو محمد عبداللہ بن منصور قاضی جبلہ عیسائیوں سے شکست کھا کے بغداد میں آگیا تھا برکیاروق نے اس کے بھی مال وزر کو جبراً لے لیا۔

ابو محمد عبداللہ معروف بہ ابن صلیحہ کا باپ (منصور) رومیوں کے زمانہ حکومت میں جبلہ کا سردار اور قاضی تھا جب مسلمانوں نے جبلہ پر قبضہ کیا اور اسکی زمام حکومت ابوالحسن علی بن عمارہ والی طرابلس کے قبضہ اقتدار میں گئی تو اس نے بھی منصور کو اسی عہدہ پر بحال و قائم رکھا۔ تا آنکہ اس نے وفات پائی اور اسکا بیٹا ابو محمد عبداللہ اس کا جانشین ہوا۔ چونکہ اس میں مادہ شہامت و مردانگی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا سپاہیانہ زندگی کو پسند کیا اور انکا سرگروہ ہو کے انہیں لوگوں میں رہنے لگا۔ ابوالحسن علی کو اس سے خطرہ پیدا ہوا۔ گرفتار کرنے کی تدبیریں کرنے لگا ابو محمد نے اس امر کا احساس کر کے علم مخالفت بلند کر دیا۔ اور برسر منبر خلفاء عباسیہ کا خطبہ پڑھنے لگا۔ ابوالحسن مصری خلافت کا مطیع تھا اور خلفاء مصر کا خطبہ پڑھا کرتا تھا۔

بعد اس واقعہ کے عیسائیوں[1] نے جبلہ پر فوجکشی کی اور اسکا محاصرہ کر لیا بالآخر

---

[1] ابوالحسن نے بعد بغاوت ابو محمد دقاق بن تتش کو زر نقد دیکے محاصرہ جبلہ پر ابھارا تھا چنانچہ دقاق ایک مدت تک جبلہ کا محاصرہ کئے رہا مگر کامیاب نہ ہوا۔ واپس آیا بعد ازاں عیسائیوں نے جبلہ کا محاصرہ کیا۔ ابو محمد نے یہ خبر اڑا دی کہ سلطان برکیاروق شام کیطرف آرہا ہے عیسائی فوجیں محاصرہ چھوڑ کے بھاگ گئیں چند دنوں بعد عیسائیوں کو یہ معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی پھر دوبارہ جبلہ کے محاصرہ کو آپہونچے (بقیہ صفحہ ۹ میں دیکھو)

ابو محمد نے طول محاصرہ سے تنگ آکے طغتکین اتابک والی دمشق کو کہلا بھیجا کہ میں عیسائیوں کے محاصرہ اور روزانہ جنگ سے تنگ آگیا ہوں آپ کسی شخص کو بھیج بھیجئے میں اسکو شہر سپرد کرکے دمشق چلا آؤں۔ چنانچہ طغتکین نے اپنے بیٹے تاج الملوک بوری کو جبلہ روانہ کیا۔ عیسائی فوجیں یہ خبر پاکے محاصرہ چھوڑ کے چلی گئیں۔ ابو محمد نے تاج الملوک کو شہر سپرد کرکے دمشق کیجانب کوچ کیا۔ ابو الحسن کو اسکی خبر لگی۔ طغتکین کو لکھ بھیجا "تم ابو محمد کو میرے حوالہ کردو میں تمکو تیس ہزار دینار علاوہ اور اسباب و مال کے دینے کو طیار ہوں" طغتکین نے انکاری جواب دیا۔ اور ابو محمد کو بحفاظت تمام بغداد بھیجدیا۔

ابو محمد نے بغداد میں پہونچکے وزیر ابو المعالی کے توسط سے سلطان برکیاروق سے ملاقات کی۔ سلطان برکیاروق نے خرچ کے لئے تیس ہزار دینار طلب کئے ابو محمد نے عرض کی "میرا مال و اسباب انبار میں ہے" برکیاروق نے وزیر السلطنت ابو المعالی کو

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۳) اس مرتبہ ابو محمد نے یہ مشہور کیا کہ مصری فوجیں جبلہ کو محاصرہ سے چھوڑانے اور عیسائیوں سے لڑنے کو آرہی ہیں عیسائی فوجیں اپنا ڈیرہ خیمہ اوٹھا کر چلی گئیں۔ جب اس خبر کی بھی اصلیت معلوم ہوگئی تو پھر سہ بارہ محاصرہ کو بڑھیں۔ ابو محمد نے اُن عیسائیوں کی طرف سے جو اسوقت جبلہ میں سکونت پذیر تھے محاصر عیسائی فوج کو لکھ بھیجا کہ تم شہر کے فلاں برج کی طرف آؤ تو ہم تمکو قبضہ دیدینگے۔ عیسائی افسر اس پیام کو سُنکے بیحد محظوظ ہوا۔ فوڑا تین سو سواروں کو اس برج کیطرف روانہ کیا۔ رستہ تنگ تھا ایک ایک سپاہی برج میں داخل ہوتا تھا۔ اور ابو محمد ان کو مارتا جاتا تھا تا آنکہ سب کو مار ڈالا صبح ہوتے ہی مقتولوں کے سرونکو عیسائی کیمپ میں پھنکوا دیا۔ عیسائی فوجیں اس ماجرا کو دیکھ کے سہم گئیں۔ اسیوقت محاصرہ اوٹھا کے واپس گئیں۔ بعد چند دنوں کے پھر محاصرہ کا شوق چرّایا۔ اس مرتبہ عیسائیوں کا سپہ سالار کندصطین گرفتار کرلیا گیا۔ عیسائیوں سے کثیر التعداد زر نقد دیکے رہا کرایا۔ مگر پھر بھی محاصرہ کی ہوس دماغ سے نہ گئی۔ ابو محمد نے یہ خیال کرکے کہ عیسائی فوجیں ٹھنڈے کلیجہ پانی نہ پینے دینگی طغتکین اتابک کو لکھ بھیجا کہ آپ کسیکو جبلہ بھیجدیں میں اوسکو شہر سپرد کرکے دمشق چلا آؤں۔ چنانچہ طغتکین نے اپنے بیٹے تاج الملوک بوری کو (بقیہ صفحہ ۵۵ دیکھو

انبار بھیجکے ابو محمد کا کل مال و اسباب اور زر نقد منگوا لیا اور اس میں سے ایک جبہ اور ایک خرمہرہ تک ابو محمد کو نہ دیا جیسا کہ تم ابھی اوپر پڑھ آئے ہو۔

علاوہ اس کے برکیاروق نے اور بہت سے ناجائز افعال و حرکات کا ارتکاب شروع کر دیا جس کے ذکر سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بعد ازاں برکیاروق نے وزیر السلطنت کو صدقہ بن منصور بن دبیس بن مزید والی حلب کے پاس روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ ایک لاکھ دینار جو تمہارے یہاں خراج کا جمع ہے بھیجدو۔ صدقہ اس رقم کے ادا کرنے سے قاصر ہوا۔ برکیاروق نے دھمکی دی اسپر صدقہ کو بھی جوش آگیا علم مخالفت بلند کر کے سلطان محمد کی اطاعت قبول کر لی اور اسی کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ برکیاروق نے اس خبر سے آگاہ ہو کے امیر ایاز کے ذریعہ سے صدقہ کو طلب کیا۔ صدقہ نے صاف جواب بھیدیا۔ کہ میں تمہارا مطیع نہیں ہوں میں تمہارے پاس ہرگز نہ آؤنگا۔ صدقہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے ایک امیر کو کوفہ بھیجدیا جس نے صدقہ کی ہدایت کے مطابق برکیاروق کے نائب کو نکال دیا اور صدقہ کے ممالک مقبوضہ میں اسکو شامل کر لیا۔

سلطان محمد کا بغداد پر قبضہ

ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ سلطان محمد نے اواخر ذی حجہ ۴۹۲ھ میں ہمدان پر قبضہ کر لیا تھا اس کے ساتھ اس کا بھائی سنجر بھی تھا۔ اور برکیاروق حلوان ہوتا ہوا بغداد چلا آیا تھا اور اسپر قابض و متغلب ہو گیا تھا مگر بعد چند دنوں کے اہل بغداد کو اس کے ناجائز حرکات سے کشیدگی اور بیزاری پیدا ہوئی رفتہ رفتہ محمد تک اسکی خبر پہونچی۔ دس ہزار سواروں کی جمعیت سے ہمدان سے بغداد کیجانب روانہ ہوا۔ جسوقت مقام حلوان میں پہونچا ایلغازی ابن ارتق شحنہ بغداد نے معہ اپنی فوج اور خدم و حشم کے ملاقات کی۔ سلطان محمد کی جمعیت ایلغازی کے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۴) جبلہ روانہ کیا اور ابو محمد نے جبلہ اس کے حوالہ کر کے دمشق کا راستہ لیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد دہم صفحہ ۱۲۹۔

ملجانے سے بڑھ گئی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ برکیاروق شدت مرض سے اس حالت پر پہونچگیا تھا کہ عام طور سے اسکی زندگی کی امید نہ تھی اس کے امراء اور مصاحبین گھبرا گھبرا کے بغداد کی غربی جانب چلے آئے تھے اس اثناء میں محمد، بغداد آپہونچا دجلہ کے دونوں کنارو نپر دونوں بھائیوں برکیاروق اور محمد کی فوجیں پڑی تھیں۔ جو ایک دوسرے کو اچھی طرح سے دیکھ سکتی تھیں۔ برکیاروق معہ اپنے مصاحبوں اور لشکر کے بغداد کو حسرت آلودہ نگاہوں سے دیکھتا ہوا واسط چلا گیا اور محمد، فرحاں وشاداں بغداد میں داخل ہوا۔ بعد اس کے خلیفہ مستظہر کا فرمان صادر ہوا جس میں برکیاروق کی بدکرداریوں کی شکایت تحریر تھی اور محمد کے آنے پر اظہار مسرت کیا تھا مجلس شوربے اور جامع بغداد کے ممبروں پر محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اہل شہر نے اظہار مسرت کی غرض سے روشنی کی۔ آتشبازی چھڑائی۔ صدقہ بن منصور والی حلب ملنے کو آیا۔ اہل بغداد نے نہایت جوش مسرت سے استقبال کیا۔ سنجر نے گوہر آئین کے مکان میں سکونت اختیار کی۔ مویدالملک کے بعد قلمدان وزارت خطیر الملک۔ ابو منصور محمد بن حسین کو حوالہ کیا گیا یہ واقعہ ۴۹۵ھ کا ہے۔

جنگ سیوم وچہارم برکیاروق ومحمد اور مصالحت

۱۵ محرم ۴۹۵ھ کے بعد سلطان محمد اور اس کے بھائی سنجر نے بغداد سے اپنی اپنی دارالحکومتوں کی جانب مراجعت کی چنانچہ سنجر خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ اور محمد نے ہمدان کا راستہ لیا جوں ہی ان دونوں بھائیوں نے بغداد سے کوچ کیا یہ خبر مشہور ہوئی کہ برکیاروق نے خلافت مآب کو الفاظ نالائم وقبیح سے یاد کیا ہے اور نیز اس کے صرف خاص سے متعرض ہوا ہے۔ خلافت مآب نے محمد کو جنگ برکیاروق کی غرض سے واپس بلا بھیجا چنانچہ محمد نے پھر بغداد کیجانب معاودت کی۔ خلافت مآب کو برکیاروق کیطرف سے اسقدر رنج وغصہ تھا کہ بنفس نفیس میدان جنگ میں چلنے کو طیار ہوا۔ سلطان محمد نے

گذارش کی امیر المومنین کی تکلیف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہ جانثار برکیاروق کی سرکوبی کو کافی ہے،، خلافت مآب نے یہ سُنکے مسرت ظاہر کی۔ اور محمد نے ابوالمعالی مفضل بن عبدالرزاق کو شحنہ بغداد مقرر کرکے برکیارق سے جنگ کرنیکو واسط کیطرف کوچ کیا۔

برکیاروق جیساکہ ہم اوپر بیان کرآئے ہیں محمد کے آتے ہی بغداد سے واسط چلا آیا تھا جب کسیقدر اسکو مرض میں افاقہ محسوس ہوا تو شرقی واسط میں آکے قیام پذیر ہوا کیونکہ اہل واسط اس کے لشکریوں کے جور وظلم سے تنگ آکے بھاگے جارہے تھے بعد چند سے شرقی واسط سے بلاد بنی برسق کیطرف کوچ کیا۔ ان لوگوں نے برکیاروق کے علم حکومت کے آگے گردن اطاعت جھکادی اور اس کے ہمراہ رکاب روانہ ہوئے۔ محمد کو روزانہ برکیاروق کی نقل وحرکت کی اطلاع ہوتی جاتی تھی اور وہ اس کے تعاقب میں تھا تاآنکہ مقام نہاوند میں برکیاروق اور محمد سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ دو روز تک متواتر دونوں فوجوں نے صف آرائی کی۔ مگر جنگ کی نوبت نہ آئی شدت برد وبرف نے فریقین کو جدال وقتال سے روکدیا۔ بعدازاں امیر ایاز اور وزیر ابوالمحاسن برکیاروق کے لشکر سے اور امیر بلداجی وغیرہ محمد کیطرف سے ایک مقام پر مجتمع ہوئے۔ باہمی نزاع اور خانہ جنگی سے جسقدر نقصانات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا تھا اسکی شکایتیں شروع ہوئیں بالآخر مصالحت کی گفتگو ہونے لگی اور یہ طے پایا کہ برکیاروق کو عراق کی حکومت وسلطنت دیجائے۔ جبرہ، اذربائیجان، دیار بکر، جزیرہ اور موصل کی عنان حکومت محمد کے قبضہ اقتدار میں رہے اور بوقت ضرورت محمد کا یہ فرض ہوگا کہ برکیاروق کو فوجی مدد دے اور اس کے مخالفین کو اس کے ساتھ ہوکے پامال اور زیر کرے۔ غرض ان شرائط پہ فریقین نے مصالحت کی۔ صلحنامہ کو وکلاء فریقین نے دستخطوں سے مرتب ومکمل کیا اور دونوں بھائیوں نے ماہ ربیع الاول ۴۹۵ھ میں اپنا اپنا راستہ لیا۔ برکیاروق ساوہ کی جانب روانہ ہوا اور محمد نے قزوین کیطرف کوچ کیا۔

بعد مصالحت محمد کو یہ خیال پیدا ہوا کہ جن امرا نے مصالحت کرائی ہے انلوگوں نے دربردہ برکیاروق سے سازش کر لی تھی۔ اور اسوجہ سے وہ میری مخالفت کرتے تھے اس خیال کا پیدا ہونا تھا کہ رئیس قزوین کو اشارہ کر دیا۔ رئیس قزوین نے دعوت کے بہانہ ان امرا کو اپنے مکان پر بلایا جو اس مصالحت میں پیش پیش تھے محمد کو موقع ملگیا بعض کو ان میں سے قتل کر ڈالا اور بعض کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروادیں۔ اندھے ہوگئے۔ اسوجہ سے فتنہ و فساد کا دروازہ پھر مفتوح ہوگیا۔ اسی زمانہ میں امیر ینال بن انوش تکین نے برکیاروق سے جبکہ وہ فرقہ باطنیہ سے مصروف جدال و قتال تھا علیحدگی اختیار کر کے محمد سے میل جول پیدا کر لیا اور اس کے ساتھ ساتھ رے کو روانہ ہوا۔

رفتہ رفتہ اس واقعہ کی خبر برکیاروق تک پہونچی آگ بگولا ہوگیا۔ فوراً لشکر آراستہ کر کے آٹھ شب میں طے مسافت کر کے محمد کے لشکرگاہ کے قریب پہونچگیا۔ دوسرے روز فریقین نے صف آرائی کی دونوں فوج کے ساتھ دس دس ہزار سواروں کی جمعیت تھی۔ برکیاروق کے لشکر سے سرخاب بن کیخسرو دیلمی والی آوہ نے امیر ینال بن انوش تکین پر حملہ کیا جو محمد کے میمنہ کا کمان افسر تھا۔ امیر ینال مقابلہ نکر سکا شکست کھا کے بھاگا۔ امیر ینال کے بھاگتے ہی محمد کا سارا لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور اس بے ترتیبی سے بھاگا کہ اسکا کچھ حصہ طبرستان میں جا کے پناہ گزیں ہوا اور دو چار دستے قزوین پہونچگئے۔ ستر سواروں کے ساتھ محمد نے اصفہان میں جا کے دم لیا۔ خیمے، اسباب، آلات جنگ اور غلہ و رسد وغیرہ لوٹ لیا گیا۔ امیر ایاز اور البکی بن برسق قم تک تعاقب کرتا چلا گیا مگر محمد کے گرد کو بھی نہ پہونچا بے نیل مرام واپس آیا۔

اصفہان میں محمد کا ایک نائب رہتا تھا امیر ینال وغیرہ بھی ہزیمت اٹھا کے یہیں چلے آئے تھے۔ محمد نے پہونچتے ہی شہر پناہ کی درستی کا حکم دیا۔ (جسکو علاءالدین بن کاکویہ نے ۲۹ھ میں سلطان طغرلبک سے جنگ کرنے کو بنوایا تھا) خندقوں کو بقدر

عمیق کرایا کہ پانی پھوٹ نکلا موقع موقع سے فصیلوں پر منجنیقیں نصب کرائیں غرض مضبوطی
اور استحکام کا انتظام پورا پورا کیا۔ اور ہر طرح سے اپنے کو برکیاروق کا مدمقابل بنالیا۔
برکیاروق کو اسکی خبر لگی تو اس نے بھی لشکر آراستہ کر کے ماہ جمادی الاولی ۴۹۵ھ میں
اصفہان پر پہونچکے لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا۔ اس کے رکاب میں پندرہ ہزار سوار اور ایک لاکھ
پیادے تھے۔ ایک مدت تک حصار کئے رہا۔ آخر کار محصوروں کو رسد وغلہ کی کمی محسوس
ہوئی لشکری بھوکوں مرنے لگے۔ گھوڑوں اور اونٹوں کو ذبح کر کے کھانا شروع کیا۔ بدرجہ
مجبوری محمد نے شہر کو اپنے امراء لشکر کے سپرد کیا اور صرف ڈیڑھ سو سواروں کو لئے ہوئے
بروز عید الاضحیٰ سنہ مذکور شہر کی ایک جانب سے نکل کھڑا ہوا اس کے ہمراہ امیر ینال بھی تھا
گھوڑے دانہ گھاس نہ پانے کی وجہ سے کمزور ہو رہے تھے ایک ایک قدم ایک ایک منزل کے
برابر تھا چند کوس چلکے قیام کر دیا۔ جاسوسوں نے برکیاروق کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔
برکیاروق نے امیر ایاز کو تعاقب کا حکم دیا اور ایک دستہ فوج ہمراہ کیا۔ امیر ایاز نے گھوڑے
کو ایڑ لگائی اور زیادہ عرصہ نہ گذرنے پایا تھا کہ محمد کو اپنے حلقہ میں کر لیا۔ محمد نے امیر ایاز کو
مخاطب کر کے کہا "اے ایاز میں نے کبھی تیرے ساتھ برائی نہیں کی۔ تیری گردن میں
میرے عہد وپیمان کا طوق پڑا ہے جس سے تو بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ میری ایذا رسانی
سے تجھکو کچھ فائدہ نہ ہوگا" ایاز نے ان دردناک فقروں کو سنکے محاصرہ اوٹھا لیا۔ گھوڑے
علم، اور کچھ مال واسباب لیکے برکیاروق کے پاس واپس آیا۔ برکیاروق نے محاصرہ
میں شدت اور سختی سے کام لینا شروع کیا۔ خندقوں کو مٹی اور نرکل سے پاٹ دیا سیڑھیاں
لگا کے فصیلوں پر فوج کو چڑھا دیا۔ اہل شہر بھی باہم عہد وپیمان کر کے سینہ سپر ہو کے مقابلہ
پر آئے جی توڑ توڑ کے لڑے، اور محاصروں کو مار بھگایا۔ برکیاروق کے دانت کھٹے ہو گئے
اہل شہر کی مردانگی سے اسقدر متاثر و خائف ہوا کہ اٹھارہویں ذوالحجہ سنہ مذکور کو محاصرہ
اٹھا کے ہمدان کیجانب مراجعت کی اور اپنے بیٹے ملک شاہ کو معہ ترشک صوابی کے

ایکہزار سواروں کی جمعیت سے شہر قدیم موسوم بہ شہرستان کے محاصرہ پر چھوڑ دیا۔

زمانۂ محاصرۂ اصفہان میں برکیاروق کا وزیر ابوالمحاسن عبدالجلیل بن محمد وہستانی مارا گیا اپنے خیمہ سے سوار ہو کے سلطان برکیاروق کی خدمت میں جارہا تھا۔ ایک شخص[۱] نے لپک کے برچھے کا وار کیا چکر کھا کے گرا خدام خیمہ میں اوٹھا لائے مر گیا۔

وزیر ابوالمحاسن کریم النفس وسیع الصدر اور خلیق تھا لیکن اس کے زمانۂ وزارت میں تجار کو بہت نقصان پہونچا کیونکہ آئے دن فتنہ و فساد کیوجہ سے خراج میں کمی ہو گئی تھی۔ تجار سے قرض لیکے کام چلایا جاتا تھا۔ اور پھر وہ بوجہ جدال و قتال ادا نہیں ہوسکتا تھا۔ تجارت پیشہ اصحاب اشہر چھوڑ کے بھاگ گئے تھے۔ جو باقی رہ گئے تھے وہ داد و ستد کے معاملہ پر مجبور کئے جاتے اور جبراً ان سے قرض لیا جاتا آخر کار اسکی بے ہنگام موت سے ان لوگوں کے بافنتی مطالبات ڈوب گئے اسکا بھائی عمید مہذب ابومحمد بوقت مصالحت برکیاروق و محمد اسکا نائب ہو کے بغداد گیا ہوا تھا ایلغازی بن ارتق شحنہ بغداد نے جو محمد کیطرف سے مامور تھا گرفتار کر لیا۔

برکیاروق بغداد میں	ایلغازی بن ارتق کو سلطان محمد نے زمانۂ جنگ اول میں شحنگی بغداد پر مامور کیا تھا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں خراسان کی راہداری

پر بھی یہی مامور تھا۔ ایک روز دجلہ عبور کر کے بغداد آرہا تھا۔ اس کے ہمراہیوں میں سے ایک سوار نے ایک ملاح کو تیر مارا جس کے صدمہ سے ملاح مر گیا۔ عوام الناس بگڑ گئے قاتل کو گرفتار کر کے دار الخلافت کے باب لوبہ پر لائے۔ اتفاقاً ایلغازی کا لڑکا معہ ایک گروہ کے ملگیا اس نے قاتل کو ان لوگوں سے چھڑا لیا۔ ان لوگوں نے

---

[۱] بعضوں کا یہ بیان ہے کہ قاتل ابوسعید حداد کا غلام تھا وزیر السلطنت نے ابوسعید کو گذشتہ سال میں قتل کر ڈالا تھا اس وجہ سے اس نے موقع پا کے وزیر کو مار ڈالا۔ اور بعضوں کا یہ خیال ہے کہ قاتل فرقہ باطنیہ سے تھا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۹۔

اسیر تیر باری کی - وہ روتا پیٹتا ایلغازی کے پاس پہونچا - ایلغازی کو غصہ آگیا سوار ہو کے ملاحوں کے محلہ کی طرف گیا اور رکھڑے کھڑے انکو لٹوا لیا - اوباشوں اور بدمعاشوں نے ایلغازی کے ہمراہیوں پر دست درازی شروع کی - ایلغازی کے ہمراہی انکی سرکوبی کیجانب متوجہ ہوئے ــــ وہ لوگ کشتیوں پر سوار ہو کے بھاگے - ہمراہیان ایلغازی نے تعاقب کیا جونہی یہ لوگ نصف دریا میں پہونچے ملاحوں نے کشتیوں کو گرداب میں چھوڑ دیا - خود تو تیر کے نکل آئے اور وہ سب ڈوب گئے ایلغازی نے ترکمانوں کو جانب غربی بغداد کے لوٹنے کو مجتمع کیا - خلیفہ مستظہر کو اسکی خبر لگ گئی قاضی القضاۃ اور الکیا الہراسی مدرس نظامیہ کو ایلغازی کے پاس منع کرنے کو بھیجا - چنانچہ ایلغازی ان لوگوں کے روکنے سے اپنے اس ارادہ سے رُک رہا - پس جب سلطان محمد کو بمقابلہ برکیاروق ہزیمت ہوئی اور اصفہان سے اپنی جان بچا کے نکل بھاگا اور برکیاروق نے رے پر قبضہ حاصل کر لیا اس وقت برکیاروق نے ہمدان سے کمشتکین قیصرانی کو شحنہ بغداد مقرر کر کے دار الخلافت کی طرف روانہ کیا - ایلغازی نے یہ سُنکے اپنے بھائی سقمان کو قلعہ کیفا سے کمشتکین کی مدافعت کو بُلا بھیجا - چنانچہ سقمان تکریت ہوتا اور اسکو تاخت و تاراج کرتا ہوا بغداد پہونچگیا اسی اثنا میں کمشتکین بھی پندرہویں ربیع الاول ۴۹۶ھ کو بغداد کے قریب آ اُترا - ایلغازی اور اس کے بھائی سقمان نے بغداد سے نکل کے دو ایک گاؤں کو لوٹا کمشتکین کا ایک حصہ لشکر تھوڑی دور تک تعاقب کر کے واپس آیا ایلغازی اور سقمان تو چلے گئے - کمشتکین معہ اپنی رکاب کی فوج کے داخل بغداد ہوا - جامع بغداد میں سلطان برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھا گیا - بعد اس کے کمشتکین نے خلیفہ مستظہر کیطرف سے سیف الدولہ صدقہ والی حلب کو سلطان برکیاروق کی اطاعت کا پیام دیا - سیف الدولہ صدقہ نے انکاری جواب دیا - اور ساماں سفر درست کر کے

جسر صرصر کیجانب کوچ کر دیا۔ بغداد میں خطبوں سے سلاطین کے نام نکال ڈالے گئے صرف خلافت مآب کی دعاء پر اقتصار کیا گیا۔

سیف الدولہ نے صرصر میں پہونچکے ایلغازی اور سقمان کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ میں تمہاری امداد کو آتا ہوں۔ ایلغازی اور سقمان یہ سُنکے کوٹ پڑے اور سب کے سب مل جل کے دجیل کے کل چھوٹے بڑے گانوں کو لوٹنے لگے۔ قتل و غارت کی گرم بازاری شروع ہو گئی عربوں اور کردوں نے جو سیف الدولہ کے ہمراہ تھے دُند مچادی۔ خلیفہ مستظہر نے سیف الدولہ کو اس طوفان بے امتیازی کے رُوک تھام اور امن قائم کرنے کو لکھا مگر کوئی نتیجہ پیدا نہوا۔ دجیل کے دیہاتوں کو تاخت و تاراج کر کے ان لوگوں نے رملہ میں پہونچکے قیام کیا عوام الناس تو ان سے بھرا ہی رہے تھے بحکم ہر کہ تنگ آید بجنگ آید جدال وقتال پر اُٹھہ کھڑے ہوئے۔ ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا۔ خلافت مآب نے قاضی القضاۃ ابوالحسن داسغانی اور تاج الرؤسا ابن موصلایا کو سیف الدولہ کے پاس اس ہنگامہ کے روکنے کو روانہ کیا۔ سیف الدولہ وغیرہ نے یہ شرطیں پیش کیں کہ (۱) کمشتکین قیصرانی کو جو برکیاروق کیطرف سے بغداد کا شحنہ ہے نکالدیا جائے (۲) سلطان محمد کے نام کا جامع بغداد میں پھر خطبہ پڑھا جائے۔ خلافت مآب نے دونوں شرطوں کو منظور فرمایا۔ چنانچہ کمشتکین نے بغداد سے نکلکے واسط کا راستہ لیا۔ اور سیف الدولہ نے حلہ کیجانب معاودت کی۔ اِدھر جامع بغداد میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اُدھر کمشتکین نے واسط میں پہونچکے سلطان برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھ دیا سیف الدولہ اور ایلغازی کو اسکی خبر لگی فوراً اپنی فوجوں کو مرتب کر کے واسط پر جا اُترے کمشتکین نے واسط چھوڑ دیا سیف الدولہ نے تعاقب کیا۔ بالآخر کمشتکین نے امن کی درخواست کی اور امن حاصل کرنے کے بعد سیف الدولہ کی خدمت میں حاضر ہوا سیف الدولہ عزت واحترام سے پیش آیا۔ واسط میں بھی سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور سلطان

محمد کے بعد سیف الدولہ اور ایلغازی کا نام داخل کیا گیا۔ بعد اس کے ہر واحد نے اپنے اپنے بیٹوں کو اپنا اپنا نائب بنایا۔ ایلغازی نے بغداد کیجانب مراجعت کی سیف الدولہ نے حلہ کیطرف۔ چونکہ واقعات وحادثات مذکورہ بالا سے خلافت مآب کو سیف الدولہ سے کشیدگی پیدا ہو گئی تھی اسوجہ سے سیف الدولہ نے واسطے سے واپسی کیوقت اپنے بیٹے منصور کو بغداد روانہ کیا۔ خلافت مآب نے اسکی معذرت قبول فرمالی اور خوشنودی مزاج کا اظہار فرمایا۔

نیال اور عراق کا قبضہ

رے میں سلطان برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا پس جب سلطان محمد کو محاصرۂ اصفہان سے نجات ملی تو نیال بن انوشتگین حسامی کو رے کیجانب اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کرنے کو روانہ کیا۔ نیال کے ہمراہ اس مہم میں اسکا بھائی علی بھی تھا۔ ان لوگوں نے رے میں پہونچکے قبضہ کرلیا اور رعایا پر طرح طرح کے ظلم وستم کرنے لگے سلطان برکیاروق نے برسق بن برسق کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ نیال کی سرکوبی کو روانہ کیا۔ رے کے باہر ایک میدان میں برسق اور نیال سے معرکہ آرائی ہوئی سخت اور خونریز جنگ کے بعد پندرہویں ربیع الاول ۴۹٦ھ کو نیال معہ اپنے بھائی علی کے شکست کھاکے بھاگا۔ علی نے قزوین کا راستہ لیا۔ اور نیال پہاڑی راستہ سے بغداد کیجانب روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں اس کے اکثر ہمراہی پہاڑ کے کھڈھوں میں گر کر مر گئے۔ بہزار دقت وخرابی بسیار سات سو پیادوں کے ساتھ بغداد پہونچا۔ خلیفہ مستظہر بڑی آؤ بھگت سے پیش آیا۔

دو چار روز بعد جب نیال کے ہوش وحواس درست ہوئے اور سفر کی ماندگی دفع ہوئی تو اس نے ایلغازی اور سقمان پسران ارتق کو مشہد ابو حنیفہ میں جمع کیا۔ اور سلطان محمد کی اطاعت کی قسم کھائی بعد ازاں سب کے سب سیف الدولہ کے پاس گئے اور اس سے بھی سلطان محمد کی اطاعت کا حلف لیکے واپس آئے۔

نیال نے بغداد میں پہونچکے ایلغازی کی بہن سے نکاح کیا جو تاج الدولہ تتش کی زوجیت میں تھی اور حسب عادت قدیمہ لوگوں پر ظلم کرنے لگا۔ اراکین دولت اور امراء لشکر سے جرمانے تاوان وصول کرنیکی بنیاد ڈالی اس کے مصاحبوں اور لشکریوں نے بھی قتل وغارتگری کا ہاتھ بڑھایا۔ جو شخص ان لوگوں کی کامیابی میں ذرا بھی مخل اور مزاحم ہوتا اوسکو زندگی دوبھر ہو جاتی۔ خلیفہ مستظہر نے قاضی القضاۃ ابوالحسن دامغانی کو نیال کے پاس ان افعال قبیحہ اور حرکات ظالمانہ کی ممانعت کو بھیجا۔ نیال نے قسم کھائی کہ آیندہ میں ایسے افعال کا جس سے خلافت مآب کو ناراضی پیدا ہو ارتکاب نہ کرونگا مگر پوری نہ کرسکا۔ بدستور اسی وطیرہ پر رہا۔ خلافت مآب نے اسی قسم کا پیام ایلغازی کے پاس بھی بھیجا تھا۔ اس نے بھی خلافت مآب کے حکم کی اطاعت کا اقرار کیا قسم کھائی لیکن اس کے مصاحبوں اور لشکریوں کے ہاتھ ظلم وستم سے کوتاہ نہوئے۔ تب خلافت مآب نے سیف الدولہ کو ان لوگوں کے ظلم وستم اور ظالمانہ حرکات کے روکنے کو بلا بھیجا۔ سیف الدولہ نے ماہ رمضان میں بغداد کیجانب کوچ کیا اور ماہ شوال ۴۹۶ھ میں وارد بغداد ہوکر مقام نجمی میں خیمہ زن ہوا۔ نیال اور ایلغازی کو طلب کرکے نصیحت و فضیحت کی اور عراق سے کوچ کرجانے پر اُن کو مجبور کیا۔ نیال نے مہلت مانگی سیف الدولہ نے اسکو مہلت دی اور حلہ کیجانب واپس ہوا۔ بعد اسکے پہلی ذیقعدہ سنہ مذکور کو نیال نے اوانا کی طرف کوچ کیا اور اہل اوانا کے ساتھ بھی وہی افعال قبیحہ اور حرکات ظالمانہ کئے جو اہل بغداد کے ساتھ کررہا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ ظلم وستم کرنے لگا۔ خلافت مآب نے سیف الدولہ کو اسکی شکایت پھر لکھ بھیجی سیف الدولہ نے ایکہزار سوار بھیجدیے جو خلیفہ مستظہر کے مصاحبوں اور ایلغازی شحنہ بغداد کے ہمراہ نیال کے پاس گئے۔ نیال ان لوگوں کے روبرو سلطان محمد کے دربار سلطنت میں حاضر ہونے کو آذربائیجان کی طرف چل کھڑا ہوا۔ اور ایلغازی معہ اپنی فوج کے بغداد واپس آیا۔

جنگ پنجم برکیاروق و محمد

گنجہ اور بلاد اران پر سلطان محمد کا قبضہ تھا یہاں پر اسکا ایک لشکر بسر افسری امیر غز علی رہا کرتا تھا۔ پس جس وقت سلطان محمد اصفہان میں ایک مدت تک محصور رہا۔ امیر غز علی مع اپنی فوج کے سلطان محمد کی کمک کو اصفہان کیطرف روانہ ہوا۔ اس کے ہمراہ منصور بن نظام الملک اور محمد بن مؤید الملک بن نظام الملک بھی تھا بیسویں ذی الحجہ ۴۹۵ھ کو یہ لوگ رے پہونچے۔ برکیاروق کے لشکر نے رے چھوڑ دیا۔ بعد اس کے سلطان محمد کو محاصرہ اصفہان سے نجات ملی۔ ہمدان میں ان لوگوں کو سلطان محمد کی ملازمت حاصل ہوئی۔ سلطان محمد کے ساتھ نیال اور علی پسران انوش تکین بھی تھے۔ چھ ہزار سواروں کی جمعیت ان لوگوں کے ہمراہ تھی۔ سلطان محمد نے نیال کو مع اس کے بھائی علی کے رے کیجانب روانہ کیا۔ سلطان برکیاروق کا لشکر نیال کی آمد کی خبر پاکے رے چھوڑ کے بھاگ گیا۔ نیال نے رے پر قبضہ کر لیا جیسا کہ ابھی تم اوپر پڑھ آئے ہو۔ بعد اس مقام کے ہمدان میں ان لوگوں کو یہ خبر لگی کہ سلطان برکیاروق کا لشکر اہل رے کی حمایت کو آگیا ہے۔ سلطان محمد نے بلاد شروان کا قصد کیا رفتہ رفتہ اردبیل پہونچا۔ مودود[1] بن اسمعیل بن یاقوتی امیر بیلقان (صوبہ آذربائیجان) نے سلطان محمد کو بلا بھیجا۔ جوں ہی سلطان محمد نے بیلقان میں قدم رکھا۔ پندرھویں ربیع الاول ۴۹۶ھ کو مودود کا انتقال ہو گیا۔ پس اس کے کل لشکریوں اور امراء فوج نے سلطان محمد کی اطاعت قبول کر لی۔ ازانجملہ سقمان قطبی والی خلاط و آرمینیہ محمد بن باغیسان (اسکا باپ والی انطاکیہ تھا) اور ایلرسلان بن سبع احمر تھا۔

---

[1] مودود کا باپ اسماعیل سلطان برکیاروق کا ماموں تھا۔ شروع زمانہ حکومت برکیاروق میں اس نے برکیاروق کی مخالفت کی برکیاروق نے اسکو مار ڈالا۔ مودود کو اس وجہ سے برکیاروق کے ساتھ مخالفت پیدا ہو گئی۔ علاوہ بریں اس کی بہن سلطان محمد سے بیاہی ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے سلطان محمد کو بلا بھیجا تھا۔ منہ

سلطان برکیاروق نے ان لوگوں کے اجتماع سے مطلع ہو کے لشکر کو طیاری کا حکم دیا اور نہایت تیزی سے فوج کو آراستہ کر کے کوچ و قیام کرتا ہوا سلطان محمد کے قریب پہونچگیا آذر بیجان کے باب خوی پر دونوں سلطانوں سے مقابلہ ہوا۔ مغرب سے عشا کے وقت تک گھمسان لڑائی ہوتی رہی۔ آخر میں سلطان برکیاروق کیطرف سے آیاز نے سلطان محمد کے لشکر پر حملہ کیا۔ سلطان محمد شکست کھا کے خلاط کیجانب بھاگا۔ امیر سقمان بھی اس کے ہمراہ تھا۔ امیر علی والی ارزن روم نے اس سے ملاقات کی بعد ازاں آنی کیجانب کوچ کیا۔ منوچہر برادر فضلون روادی اس شہر کا حاکم تھا پھر آنی سے تبریز چلا آیا۔ محمد بن موید الملک بن نظام الملک بھی واقعۂ مذکورہ میں سلطان محمد کے لشکر کے ساتھ تھا۔ بعد ہزیمت سلطان محمد اس نے دیار بکر میں جا کے دم لیا۔ چندے دیار بکر میں قیام کر کے بغداد کیطرف روانہ ہو گیا۔

محمد زمانۂ حیات موید الملک میں مدرسہ نظامیہ کے قریب بغداد میں رہا کرتا تھا۔ ہمسایوں کے ساتھ کچھ زیادتی کی ہمسایوں نے اس کے باپ موید الملک سے اس کے ظلم و جور کا شکوہ کیا موید الملک نے گوہر آئین کو اس کے گرفتار کر لینے کو لکھ بھیجا۔ اسکو خبر لگ گئی دار الخلافت میں جا کے پناہ گزیں ہو گیا۔ بعد ازاں ۴۹۲ھ میں مجد الملک باسلانی کے پاس چلا گیا ان دنوں اسکا باپ موید الملک سلطان محمد کے پاس قبل دعوائے سلطنت و بادشاہی گنجہ میں تھا۔ اور مجد الملک باسلانی کے مارے جانے کے بعد اپنے باپ موید الملک کے پاس جا پہونچا۔ اسوقت موید الملک سلطان محمد کی وزارت کر رہا تھا۔ پھر جب اسکا باپ موید الملک مارا گیا تو بھی اس نے سلطان محمد کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اور ان لڑائیوں میں شریک رہا جیسا کہ ابھی ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

سلطان برکیاروق بعد ہزیمت سلطان محمد مابین مراغہ و تبریز ایک پہاڑ پر جا کے مقیم ہوا ایک برس تک قیام پذیر رہا۔

خلیفہ مستظہر نے عمید الدولہ وزیر کی معزولی کے بعد سدید الملک ابو المعالی بن عبد الرزاق ملقب بہ عضد الدین کو قلمدان وزارت سپرد فرمایا تھا۔ بعد اس کے نصف رجب سنہ ۴۹۶ھ میں گرفتار کرکے مع اس کے اہل و عیال کے دار الخلافت میں قید کر دیا۔ اس کے اہل و عیال اصفہان سے اتفاقاً آ گئے تھے جو اس بلائے ناگہانی میں مبتلا ہو گئے۔

اسکی معزولی کا سبب یہ ہے کہ وزیر سدید الملک مجلس شورے کے قواعد سے ناواقف تھا اسکی ساری عمر سلاطین کی ملازمت میں بسر ہوئی تھی۔ اسی قسم کی حکمتوں اور تدابیر کا عادی و خوگیر ہو رہا تھا اور مجلس شورے خلافت کا یہ طور اور طریقہ نہ تھا۔

وزیر مذکور کی گرفتاری کے بعد خلافت مآب نے امین الدولہ ابو سعد بن موصلایا کو مجلس شورے کا ناظر مقرر کیا اور زعیم الرؤساء ابو القاسم بن جہیر کو حلہ سے طلب فرمایا۔ ارباب دولت اور اراکین سلطنت نے استقبال کیا دربار خلافت سے خلعت وزارت مرحمت ہوئی۔ قوام الدولہ کا خطاب عنایت ہوا۔

زعیم الرؤساء ابو القاسم امین الدولہ ابو سعد مذکور کا ہمشیرہ زادہ تھا چونکہ ابو المحاسن وزیر سلطان برکیارق اسکو سلطان محمد کی جانبداری سے متہم کرتا تھا اور یہ الزام بھی اسی کے سر تھوپتا تھا کہ یہ خلیفہ مستظہر کو سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھے جانے پر آمادہ کر رہا ہے اس وجہ سے گذشتہ سال میں بخوف سلطان برکیارق بغداد سے حلہ چلا گیا اور سیف الدولہ کے پاس جا کے پناہ گزیں ہوا باقی رہا اسکا ماموں امین الدولہ ابو سعد اس نے بھی مجلس شورے کی نظارت چھوڑ دی تھی خانہ نشین ہو گیا تھا۔

اواخر پانچویں صدی میں زعیم الرؤساء پھر معزول کیا گیا بخوف گرفتاری سیف الدولہ صدقہ بن منصور کے مکان میں جو بغداد میں تھا جا کر پناہ گزیں ہوا۔ سیف الدولہ نے اسکو بحفاظت تمام حلہ بلوا لیا۔ یہ واقعہ زعیم الرؤساء کی وزارت کے تین برس چھ مہینے بعد وقوع میں آیا تھا۔ قاضی ابو الحسن دامغانی چند روز اسکی قائم مقامی کرتا رہا بعدہ ابو المعالی

بن محمد بن مطلب ماہ محرم ۵۰۱ھ میں عہدۂ وزارت سے ممتاز ہوا پھر ۵۰۲ھ میں باشارۂ سلطان محمد معزول کیا گیا۔ مگر اس شرط سے کہ آئندہ عدل وانصاف سے کام لیگا، رعایا کے ساتھ جبر وظلم سے پیش نہ آئیگا۔ اور ذمیوں میں سے کسی کو ذمہ داری کا عہدہ نہ دیگا۔ پھر عہدۂ وزارت پر باجازت سلطان مذکور بحال ہوا۔ اور رجب ۵۰۲ھ میں پھر معزول کیا گیا بجائے اسکے ابو القاسم بن جہیر عہدۂ وزارت پر مامور ہوا ۵۰۹ھ تک وزارت کرتا رہا بعدہ ربیع ابو منصور بن وزیر ابو شجاع محمد بن حسین وزیر سلطان قلمدان وزارت کا مالک ہوا۔

برکیارق و محمد میں مصالحت کئی سال گزر جانے پر بھی دونوں سلطانوں (برکیارق و محمد) میں جدال وقتال کا سلسلہ منقطع نہ ہوا۔ خونریزی، قتل و غارت کی برابر کثرت ہوتی گئی۔ گاؤں، قصبہ اور شہر ویران وخراب ہوگئے۔ امراء اور حکام نے اپنی اپنی حکومت کا سکّہ جمانا شروع کردیا۔ حالانکہ اس سے پیشتر گورنمنٹ سلجوقیہ کے تابع اور مطیع تھے۔ سلطان برکیارق کا دار الحکومت رے تھا۔ رے، اجبل، طبرستان، خوزستان، فارس، دیار بکر، جزیرہ اور حرمین میں برکیارق کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ اور سلطان محمد نے اذربیجان کو اپنا مقر حکومت بنا رکھا تھا۔ اذربیجان، بلاد ارمینیہ، اصفہان اور باستثنائے تکریت کل عراق میں سلطان محمد کا سکّہ چل رہا تھا۔ اور اسی کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ بطائح کے صوبہ میں بعض مقامات پر سلطان برکیارق کا تسلط تھا اور بعض مقامات پر سلطان محمد کا۔ بصرہ میں دونوں سلطانوں (برکیارق و محمد) کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ باقی رہا خراسان۔ اسکی یہ کیفیت تھی کہ جرجان سے ماوراء النہر تک سنجر برادر سلطان محمد کے قبضہ میں تھا۔ اور خطبوں میں بعد سلطان محمد کے سنجر کا نام لیا جاتا تھا۔ سلطان برکیارق ان امور اور نیز امراء وحکام کے تحکّم وقلّت مال وخرابی ملک کا احساس کرکے مصالحت کیجانب مائل ہوا۔ قاضی

ابو المظفر جرجانی حنفی اور ابو الفرج احمد بن عبد الغفار ہمدانی معروف بہ صاحب قراتکین کو اپنے بھائی سلطان محمد کے پاس مصالحت کرنے کی غرض سے روانہ کیا مقام مرانہ میں سلطان محمد سے ملاقات ہوئی۔ ان لوگوں نے پہلے سلطان برکیاروق کا پیام مصالحت پہونچایا بعد مصالحت کے فوائد با خانہ جنگی کے نقصانات کو وعظ و پند کے پیرایہ میں بیان کیا۔ سلطان محمد ان لوگوں کے وعظ و نصائح سے متاثر ہو کے مصالحت پر آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ ان شرائط سے دونوں بھائیوں میں مصالحت ہو گئی۔

(۱) یہ کہ سلطان برکیاروق، سلطان محمد کے علم و طبل سے مزاحم و متعرض نہ ہو۔

(۲) یہ کہ فریقین کے بلاد مقبوضہ میں کسی ایک شخص کے نام کا خطبہ نہ پڑھا جائے۔ بلکہ دونوں سلطانوں کا نام خطبہ میں داخل رہے۔ (۳) یہ کہ دونوں سلطانوں میں وزیروں کے توسط سے خط و کتابت کیجائے۔ بغیر توسط وزیر کے ایک دوسرے کو خط نہ لکھ سکیگا۔ (۴) یہ کہ کسی فریق کو مجاز نہ ہوگا کہ وہ کسی لشکری کو روک ٹوک کرے۔ جس کا جس سلطان کے پاس جی چاہے چلا جائے۔ (۵) یہ کہ نہر اسپید رود سے باب الابواب، دیار بکر، جزیرۂ موصل اور شام پر سلطان محمد کا قبضہ و تصرف رہے۔ اور سیف الدولہ بن صدقہ کا مقبوضہ صوبہ بھی سلطان محمد کا ماتحت سمجھا جائے۔ (۶) یہ کہ علاوہ مذکورہ بالا شہروں کے کل ممالک اسلامیہ سلطان برکیاروق کو دیئے جائیں۔"

مصالحت ہونے کے بعد سلطان محمد نے اپنے امراء کو جو اصفہان میں تھے کہلا بھیجا کہ سلطان برکیاروق کے امراء کو شہر سپرد اور حوالہ کرکے واپس آؤ۔ سلطان برکیاروق نے ان لوگوں کو برضا مندی اپنی خدمت میں رکھنے کا ارادہ ظاہر کیا لیکن ان لوگوں نے منظور نہ کیا اور حسب ہدایت اصفہان کو سلطان برکیاروق کے ملازموں کے حوالہ کرکے سلطان محمد کی طرف چلے آئے ان لوگوں کے ساتھ سلطان محمد کے اہل و عیال بھی تھے سلطان برکیاروق نے نہایت عزت و احترام سے توقیر اور بہت سا سامان سفر مرحمت فرما کے

اپنے بھائی کے اہل وعیال کو رخصت کیا اور حفاظت و خدمت کی غرض سے ایک فوج کو بھی ان کے ہمراہ متعین فرمایا۔

بعد اس کے سلطان نے دربار خلافت میں ایک عرضداشت بھیجی جس میں مصالحت اور شرائط صلح کو تحریر کیا تھا۔ ایلغازی شحنہ بغداد نے دربار خلافت میں حاضر ہو کے سلطان برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی۔ خلافت مآب نے اجازت دی چنانچہ بغداد اور واسط کے منابر پر جمادی الاولی ۴۹۷ھ میں سلطان برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ امیر سیف الدولہ صدقہ والی حلہ نے اس سے مخالفت کی اور خلافت مآب کو لکھ بھیجا کہ میں ایلغازی کو بغداد سے نکال باہر کرنے کو عنقریب آنیوالا ہوں۔ امیر سیف الدولہ، سلطان محمد کا ہوا خواہ تھا ایلغازی نے یہ خبر پا کے ترکمانوں کو مجتمع کیا۔ اور بغداد کو چھوڑ کے عقرقوبا میں جا ٹھہرا۔ اتنے میں سیف الدولہ اپنا لشکر لئے ہوئے آ پہونچا۔ تاج کے مقابلہ میں اتر کے زمین بوسی کی اور غربی بغداد میں جا کے خیمہ زن ہوا۔ ایلغازی نے معذرت کی "میں نے سلطان برکیاروق کی اطاعت اسوجہ سے کی ہے کہ سلطان محمد نے مصالحت کر لی ہے۔ حلوان جو میری جاگیر ہے باعتبار مصالحت سلطان برکیاروق کا بلاد مقبوضہ تسلیم کیا گیا ہے اور بغداد بھی جہاں کا میں شحنہ ہوں سلطان مذکور ہی کے بلاد میں محدود ہو لیا ہے"۔ سیف الدولہ نے معذرت قبول کر لی اور راضی ہو کے حلہ واپس آیا۔ ماہ ذیقعدہ ۴۹۷ھ میں خلافت مآب نے سلطان برکیاروق امیر ایاز، اور وزیر السلطنت کو خلعتیں روانہ کیں اور ساتھ ہی اسکے سند حکومت و سلطنت بھی بھیجی۔ سلطان برکیاروق اور اسکے امرا نے خلعت کو آنکھوں سے لگایا۔ سر و نیر رکھا اور خلافت مآب کی اطاعت و فرمانبرداری کی قسمیں کھائیں۔

برکیاروق کی وفات ملکشاہ کی تخت نشینی	سلطان برکیاروق نے مصالحت کے بعد اصفہان میں اقامت اختیار کی۔ کئی مہینے مقیم رہا اتفاقاً علیل ہو گیا ؛

اسی حالت میں بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ مقام یزدجرد میں پہونچکے زیادہ علیل ہوگیا۔ مرض نے اشتداد کی صورت اختیار کی۔ بدرجہ مجبوری قیام کر دیا۔ نقل و حرکت نہ کرسکتا تھا۔ چالیس روز تک ٹھیرا رہا جسوقت اسکو اپنی زندگی سے مایوسی ہوئی اپنے بیٹے ملک شاہ کو بُلایا۔ اراکین سلطنت بھی حاضر ہوئے۔ دستور شاہی کے مطابق ملک شاہ کی ولیعہدی کا اعلان کیا اسوقت ملک شاہ کی عمر پانچ برس کی تھی اور امیر ایاز کو اسکا اتابک (اتالیق) مقرر کیا۔ اراکین دولت سے امیر ایاز اور ملک شاہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی بیعت لی اور ان لوگوں کو روانگی بغداد کا حکم دیا اور خود بقصد واپسی اصفہان یزدجرد میں ٹھیرا رہا۔

امیر ایاز اور ملک شاہ سلطان برکیارق سے رخصت ہوکر اٹھارہ کوس کی مسافت طے کر چکے تھے کہ ماہ ربیع الآخر ۴۹۸ھ میں سلطان برکیارق نے وفات پائی امیر ایاز اور ملک شاہ اس خبر کو سُنکے لوٹ پڑے۔ تجہیز و تکفین کرکے اصفہان میں لائے۔ اور اس تربت میں جو اس کے دفن کرنے کو بنائی گئی تھی دفن کر دیا۔

تجہیز و تکفین وغیرہ سے فارغ ہوکے امیر ایاز نے پردے، خیمے، پھریرے، چتر اور کل وہ چیزیں جو شاہی شان و شوکت کے لئے ضروری ہوتی ہیں ملک شاہ کے لئے مہیا کیں۔ امیر ایلغازی شحنہ بغداد، مرحوم سلطان برکیارق کے پاس ماہ محرم میں اصفہان آیا ہوا تھا۔ اور وہی اسکو ابھار کے دارالخلافت بغداد لئے جا رہا تھا۔ پس اس نے وفات پائی تو اس کے بیٹے ملک شاہ اور امیر ایاز کے ہمراہ بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ چنانچہ پندرھویں ربیع الآخر سنہ مذکور کے بعد یہ لوگ بغداد میں داخل ہوئے۔ پندرہ ہزار سوار رکاب میں تھے۔ وزیر ابوالقاسم علی بن جہیر نے استقبال کیا۔ مقام دیالی میں ملاقات ہوئی مجلس شوریٰ میں امیر ایلغازی اور امیر طغایرک نے حاضر ہوکے ملک شاہ کے نام کا خطبہ پڑھے جانیکی درخواست

میش کی خلافت مآب نے منظور فرمائی اور وہی خطابات اسکو عطا کیے جو اس کے دادا سلطان ملک شاہ سلجوقی کو دیئے گئے تھے۔ خطبہ کے وقت حاضرین نے جواہرات، سونا اور چاندی نثار کیا۔

سلطان محمد اور جکرمش چونکہ موصل منجملہ ان بلاد کے تھا جو سلطان محمد کو بروئے مصالحت ملے تھے اسوجہ سے مصالحت کے بعد سلطان محمد نے موصل کی روانگی کا عزم بالجزم کیا۔ (موصل اسوقت تک جکرمش کے قبضۂ اقتدار میں تھا) مگر اذربیجان سے اپنے ہمراہیوں کے آنے کے انتظار میں تبریز میں مقیم رہا جب وہ لوگ اذربیجان سے تبریز آگئے تو سلطان محمد نے سعد الملک ابو المحاسن کو محافظت اصفہان کے صلہ میں قلمدان وزارت سپرد فرمایا اور ماہ صفر ۴۹۸ھ میں بقصد موصل کوچ کیا۔ جکرمش کو اطلاع ہوئی۔ قلعہ بندی کا انتظام کیا شہر کی فصیلوں پر جابجا منجنیقیں نصب کرائیں۔ جدید نہریں کھدوائیں۔ دھس باصے اور بیرونجات موصل کے رہنے والوں کو شہر میں چلے آنے کا حکم دیا۔ اس اثناء میں سلطان محمد نے موصل پر پہونچکے محاصرہ ڈالا۔ آغاز جنگ سے پیشتر اپنے بھائی سلطان برکیا روق کا خط جکرمش کے پاس بھیجدیا جسکی رو سے موصل اور جزیرہ پر حق ملکیت اسکو حاصل ہوا تھا اور نیز وہ صلحنامہ بھی دکھلایا جسپر سلطان برکیا روق کا دستخط تھا ساتھی اس کے یہ وعدہ کیا کہ اگر تم میری اطاعت قبول کر لوگے تو میں تمکو تمہارے عہدہ پر بحال رکھونگا۔ جکرمش نے کہلا بھیجا "سلطان برکیا روق کا فرمان مصالحت کے بعد جو صلحنامہ کے خلاف ہے میرے پاس آیا ہے" سلطان محمد یہ سنکے آپے سے باہر ہوگیا حصار میں سختی سے کام لینے لگا لڑائی چھڑ گئی۔ ہزاروں جانیں جانبین کی تلف ہوگئیں۔ ایک مرتبہ سلطان محمد کی فوج تمام دن لڑتی رہی اور اسقدر متواتر حملے کیے کہ شہر پناہ کی دیوار تک پہونچکے اس میں روزن کر دیا۔ لڑائی ختم ہونے

باقی تھی کہ رات آگئی۔ محاصر اپنے مورچے میں واپس آئے۔ محصوروں نے رات ہی کے وقت شہر پناہ کی دیوار درست کر لی اور قدر اندازوں کو اسکی حفاظت پر متعین کر دیا۔ صبح ہوتے پھر ہنگامۂ کارزار گرم ہو گیا۔ سپاہیوں نے سرفروشی شروع کر دی۔ نویں جمادی الاول ۴۹۸ھ تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔ دسویں ماہ مذکور کو سلطان برکیارق کی وفات کی خبر چکرمش تک پہونچی۔ ارباب شورے کو مجتمع کر کے مشورہ کیا۔ رائے یہ قرار پائی کہ سلطان محمد کی اطاعت قبول کر لیجائے چنانچہ چکرمش نے سلطان محمد کے پاس یہ پیام بھیجا "آپ اپنے وزیر السلطنت کو میرے پاس بھیجدیجئے میں آپ کی اطاعت بخوشی و رغبت قبول کرتا ہوں"۔ سلطان محمد نے اسیوقت اپنے وزیر کو موصل روانہ کیا۔ وزیر نے موصل میں پہونچکے چکرمش کو بارگاہ سلطانی میں حاضر ہونے کی رائے دی۔ اور اسکا ہاتھ پکڑے ہوئے سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان محمد نے اُٹھ کے معانقہ کیا اور الٹے پاؤں موصل کو لوٹا دیا کیونکہ اہل شہر چکرمش کے چلے آنے سے بیحد پریشان اور گریاں و نالاں تھے۔ اگلے دن چکرمش نے سلطان محمد اور وزیر السلطنت کو بیش بہا تحائف اور ہدایا روانہ کئے۔

سلطان محمد بغداد میں بعد اس کے سلطان محمد کو اپنے بھائی سلطان برکیارق کے انتقال کی خبر ملی فوراً بغداد کی جانب کوچ کیا۔ سقمان قطبی[1] اور چکرمش والی موصل وغیرہ امراء دولت سلجوقیہ اس کے ہمراہ تھے۔ اس سے پیشتر سیف الدولہ والی حلہ نے بہت بڑی فوج مجتمع کر لی تھی پندرہ ہزار سوار تھے اور دس ہزار پیادے۔ اور اپنے بیٹوں بدران اور دبیس کو سلطان محمد کے پاس بغداد بلا لانے کو بھیجا تھا۔ پس یہ دونوں بھی موکب سلطانی کے ساتھ تھے۔ امیر ایاز کو سلطان محمد کے آنے کی خبر لگی

---

[1] سقمان قطبی، قطب الدولہ اسمٰعیل بن یاقوتی بن داؤد کی طرف منسوب ہے۔ اور داؤد جعفری بک کا نام تھا جو الپ ارسلان کا باپ تھا۔

لشکر آراستہ کر کے بکل کھڑا ہوا۔ اور بغداد کے باہر آ کے خیمہ نصب کرائے امراء اور ارکین دولت کو مجتمع کر کے مشورہ کیا۔ ان لوگوں نے سلطان محمد سے جنگ کرنے کی رائے دی۔ مگر وزیر ابو المحاسن نے اس رائے کی مخالفت کی سلطان محمد کی اطاعت پر زور دیتے ہوئے ان لوگوں کی سخافت رائے اور جنگ کے عواقب امور کو ظاہر کیا اور یہ طمع دلائی کہ اگر سلطان محمد کی اطاعت قبول کر لیجائے گی تو وہ بڑا دریا دل ہے تمکو انعامات اور جاگیروں سے مالامال کر دیگا۔ امیر ایاز حیص بیص میں پڑ گیا کبھی مصالحت واطاعت کی جانب جھکتا تھا اور کسی وقت جنگ وجدال پر تل جاتا تھا مگر اس طرف اسکو طبعاً زیادہ میلان تھا۔ کشتیاں بھی جمع کرتا جاتا تھا اور ناکہ بندی بھی کر رہا تھا تا آنکہ سلطان محمد آخری جمادی الآخر ۴۹۸ھ کو بغداد پہونچگیا غربی بغداد میں مقیم ہوا اور اس جانب کی مساجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ ملک شاہ کے نام کا خطبہ شرقی جانب پڑھا جاتا تھا۔ جامع منصور کے خطیب نے خلیفہ مستظہر کے دعاء پر اکتفا کیا اور اللھم اصلح سلطان العالم کہہ کے خاموش ہو گیا۔

امیر ایاز نے اپنے ہمراہیوں کو پھر مجتمع کر کے ملک شاہ کی اطاعت اور سلطان محمد سے جنگ کرنے پر حلف لینے کو کہا۔ ان میں سے بعضوں نے حلف لیا اور بعضوں نے یہ کہہ کے ٹالدیا کہ دوبارہ حلف لینے کی ضرورت نہیں ہے پہلا ہی حلف ایفاء عہد و وعدہ کے لئے کافی ہے۔ اس جواب سے امیر ایاز کے کان کھڑے ہو گئے۔ اوسی وقت وزیر السلطنت ابو المحاسن اور اپنے نائب صفی کو سلطان محمد کے کیمپ میں مصالحت کی گفتگو کرنے کو بھیجا۔ پہلے ابو المحاسن نے سلطان محمد کے وزیر محمد بن محمد سے ملاقات کی اور اظہار مطلب کیا۔ محمد بن محمد ابو المحاسن کو لئے ہوئے سلطانی دربار میں حاضر ہوا۔ ابو المحاسن نے امیر ایاز کا پیام پہنچایا اور عہد حکومت سلطان برکیاروق میں جو افعال امیر ایاز سے سرزد ہوئے تھے امیر ایاز کیطرف سے اوس کی معذرت کی سلطان محمد نے

معذرت قبول فرماکے اسکی کل درخواستیں منظور کرلیں۔ اگلے دن قاضی القضاۃ، نقیب اور صفی وزیر امیر ایاز شاہی دربار میں حاضر ہوئے صفی نے عرض کی کہ چونکہ ایاز سے خلاف شان ملازمان شاہی ایسے چند افعال سرزد ہوئے ہیں جسکی وجہ سے وہ بخوف جان حاضر دربار نہیں ہوا اپنی اور ملک شاہ (جو حضور کا برادر زادہ ہے) اور اُن امراء کے لئے امان کا مستدعی ہے جو اس کے ہمراہ ہیں" سلطان محمد نے جواب دیا "ملک شاہ تو میرا بھتیجہ ہے اس میں اور میرے بیٹے میں کوئی فرق نہیں ہے باقی رہا ایاز اور اُسکے امراء" میں انکو بھی امان دیتا ہوں۔ لیکن اس رعایت سے نیال مستثنیٰ ہے" صفی یہ سُنکے خاموش ہوگیا۔ الہراسی مدرس مدرسہ نظامیہ نے اوٹھ کے بموجودگی حاضرین جلسہ سلطان محمد سے ان لوگوں کی امان دینے کی قسم لی۔ جلسہ برخاست ہوا۔ دوسرے دن ایاز نے حاضر ہوکے شرف ملازمت حاصل کی اتفاق سے اسیوقت سیف الدولہ صدقہ بھی آپہونچا۔ سلطان محمد نے بہ کشادہ پیشانی دونوں امیروں سے ملاقات کی بعد اس کے امیر ایاز نے اپنے مکان پر جو گوہر آئین کا تھا سلطان کی دعوت کی۔ امیر سیف الدولہ بھی اس دعوت میں شریک تھا۔ بعد فراغ دعوت تحائف اور ہدایا پیش کئے از انجملہ وہ ہیرا تھا جو متروکہ موید الملک بن نظام الملک سے اسکے ہاتھ لگا تھا۔ امیر ایاز نے دعوت کے دن اپنے غلاموں کو سلطان محمد کی خدمت میں پیش کرنیکی غرض سے جنگی لباس پہنایا تھا۔ اور آلات حرب سے ان کو مسلح کیا تھا۔ اتفاقاً اسوقت ایک صوفی جبہ پوش شخص آگیا۔ ایاز کے غلاموں نے اسکو پکڑکے جنگی لباس پہنایا اور اوپر سے وہی جبہ پہنا دیا۔ اور اس سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگے وہ شخص گھبرا کے بھاگا اور سلطان محمد کی ایک خواص کے پاس جاکے چھپا۔ سلطان محمد نے اسکو اپنے پاس بلایا جبہ اوتروا کے دیکھا تو وہ مسلح تھا۔ دل میں خطرہ پیدا ہوا امیر ایاز کے مکان سے فوراً اُٹھ کے چلا آیا۔ بعد چند دنوں کے امیر ایاز کو بلا بھیجا۔ اسکے ساتھ جکرمش بھی تھا

علاوہ اس کے اور امراء و ارکین دولت بھی تھے۔ سلطان محمد کے ایک سپہ سالار نے کھڑے ہو کے کہا "قلج ارسلان بن سلیمان بن قطلمش نے دیار بکر پر قبضہ کر لینے کے قصد سے فوج کشی کی ہے۔ تم لوگوں کی کیا رائے ہے ہم اس سے جنگ کرنے کے لئے کس کو مامور کریں" حاضرین نے امیر ایاز کی طرف اشارہ کیا۔ امیر ایاز نے گذارش کی "میرے ساتھ اس مہم پر سیف الدولہ صدقہ بھی متعین کیا جائے" سلطان محمد نے امیر ایاز اور سیف الدولہ کو اپنے قریب بلایا۔ جونہی یہ دونوں اپنی جگہ سے اوٹھ کے سلطان محمد کی طرف چلے شاہی غلاموں میں سے ایک نے لپک کے ایاز کا سر اوتار لیا اور ایک کھال میں لپیٹ کے راستہ پر پھینکدیا۔ ایاز ہی کے لشکری ایاز کا مکان لوٹنے لگے سلطان محمد نے اسکی حفاظت کو اپنی فوج بھیجی۔ جس سے لشکریان ایاز منتشر ہو گئے صفی وزیر ایاز بخوف جان چھپ رہا۔ خدام شاہی پتہ لگا کے وزیر ابو المحاسن کے مکان سے گرفتار کر لائے۔ اور اسی سنہ کے ماہ رمضان میں مار ڈالا۔

ایاز کا وزیر صفی ہمدان کے خاندان ریاست و حکومت کا ایک ممبر تھا اور ایاز سلطان ملک شاہ کا غلام تھا۔ بعد انتقال ملک شاہ ایک امیر کے مصاحبوں میں داخل ہو گیا جس نے اسکو اپنا بیٹا بنالیا۔ آدمی شجاع، ذی مروت، اور اکثر امور میں صائب الرائے تھا۔

ان واقعات کے بعد سلطان محمد کا قدم حکومت جم گیا۔ عدل و انصاف سے کام لینے لگا "ٹکس"[۱] موقوف کر دیئے لشکریوں کو جبر و تعدی سے روکدیا۔ اور ان کو بازاروں میں چلنے کی ممانعت کر دی۔

سنہ ۴۹۹ھ کے دور میں خراسان سے عراق تک ترکمانوں نے غارتگری شروع کر دی فتنہ و فساد کا دروازہ کھل گیا۔ سلطان محمد نے بجائے بہرام بن ارتق کے ایلغازی بن ارتق شحنہ بغداد کو بلاد مذکورۂ بالا پر متعین کیا پس اس نے مفسد ترکمانوں کو خاطر خواہ گوشمالی دی

---

[۱] یہ واقعہ سنہ ۴۹۸ھ کا ہے۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۱۔

اوران کو زیر وزبر کر کے قلعہ خانیجار کی طرف بڑھا جو سرخاب بن بدر کے مقبوضات سے تھا۔ چند دنوں کے محاصرہ اور جنگ کے بعد ایلغازی کو فتح نصیب ہوئی۔

اسی سنہ میں سلطان محمد نے آقسنقر برسقی کو عراق کا شحنہ مقرر کیا۔ آقسنقر برسقی وہی شخص ہے جس نے سلطان محمد کا کسی لڑائی میں ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ ہر موقع پر ہر مہم میں شریک رہا۔

اسی سنہ میں سلطان محمد نے امیر قایماز کو کوفہ بطور جاگیر مرحمت فرمایا اور سیف الدولہ والی حلہ کو ہدایت کی کہ قایماز اوس کے ہمراہیوں کو خفاجہ کے جور و تعدی سے محفوظ رکھے۔ اسی سنہ کے ماہ رمضان میں سلطان موصوف اصفہان واپس آیا۔ رعایا کی رفاہ کی جانب توجہ فرمائی لشکریوں کے جور و ستم اور جابرانہ حرکات کی روک تھام کی اور عدل و انصاف سے اونکو خوش حال کیا۔

سنہ ۵۲۷ھ میں سلطان محمد نے ابو القاسم حسین بن عبد الواحد داروغہ سلح خانہ شاہی اور ابو الفرج بن رئیس الرؤساء کو گرفتار کر لیا تھا اور پھر بشرط ادائے ایک رقم معینہ کے رہا کر دیا۔ زر مذکور کے وصول کرنے پر مجاہد الدین بہروز کو مامور کیا۔ اور نیز اسیکو ایوان حکومت کی تعمیر کا حکم دیا۔ چنانچہ اس نے ایوان حکومت کی بنا ڈالی۔ رعایا کے ساتھ نہایت عمدگی کا برتاؤ کیا۔ جب اس کے بعد سلطان محمد بغداد میں آیا تو عمدہ کارگذاریوں کے صلہ میں اسکو کل عراق کی شحنگی عنایت کی اور اصفہان واپس آیا۔

سلطان محمد کی وفات محمود کی تخت نشینی

سنین ماضیہ کا دور، واقعات بالا پر ختم ہو جاتا ہے جنکو تم ابھی اوپر پڑھ آئے ہو اور خلافت بغداد کی وہی حالت رہتی ہے جو ایک مدت کے بیمار کی ہوتی ہے سلاطین سلجوقیہ کو بھی خانہ جنگی

سنہ چھاپہ کی غلطی ہے۔ کیونکہ ۵۲۷ھ میں سلطان محمد کی حکومت کا خیال میں بھی نہ تو دور تھا سلطان طغرل بک کا دور حکومت تھا یہ واقعہ جیسا کہ علامہ ابن اثیر نے تحریر کیا ہے ۵۰۲ھ کا ہے۔ (مترجم)

اور اندرونی نزاعات سے ایک گونہ اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ تھوڑا عرصہ نہیں گذرنے پاتا کہ دفعتہً رات اور دن کے اولٹ پھیر سے ایک دوسرا انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔
ماہ شعبان ۵۱۱ھ میں سلطان محمد علیل ہوتا ہے رفتہ رفتہ مرض میں خطرناک حالت پیدا ہو جاتی ہے اس اثنا میں ماہ ذی الحجہ کا دور آجاتا ہے اور آخری ماہ مذکور میں سلطان مذکور اپنی آیندہ تمناؤں کا خون کر کے ملک عدم کا راستہ اختیار کرتا ہے۔

سلطان محمد نے اپنی موت سے پہلے اور اپنی مستقل حکومت کے بارہ برس چھ مہینے بعد اپنے بیٹے محمود کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا۔ اسوقت یہ ایک جوان شخص تھا۔ ولیعہدی کا اعلان کر کے سلطان محمد نے جسوقت کہ اسکو اپنی زندگی سے مایوسی ہو گئی تھی۔ محمود کو تخت حکومت پر جلوہ افروز ہونے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ محمود اپنے باپ سے رخصت ہو کے دربار عام میں آیا۔ سر پر تاج رکھا ہاتھوں میں کنگن پہنے اور جاہ وجلال کے ساتھ سریر خلافت پر رونق افروز ہوا۔ امراء دولت سلجوقیہ اور اراکین سلطنت نے بیعت کی۔ ابو منصور بن وزیر ابو الشجاع محمد بن حسین کو قلمدان وزارت سپرد کیا۔ تکمیل بیعت کے بعد ہی دربار خلافت میں اطلاعی عرضداشت بھیجی گئی۔ اور باجازت خلافت مآب منابر بغداد میں سلطان محمود کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ یہ واقعہ پندرہویں محرم ۵۱۲ھ کا ہے۔

آقسنقر برسقی سلطان محمد کی وفات سے پیشتر مقام رحبہ میں مقیم تھا۔ اپنے بیٹے مسعود کو اپنا قایم مقام مقرر کر کے سلطان محمد کی خدمت میں کچھ عرض و معروض کرنے کو بغداد آرہا تھا۔ قریب بغداد پہونچکے سلطان محمد کی وفات سے مطلع ہوا۔ بہروز شحنہ بغداد نے آقسنقر کو بغداد میں داخل ہونے دیا۔ مجبوراً اصفہان کا راستہ لیا چونکہ سلطان محمود کی آنکھوں میں بہروز شحنہ کی بیحد وقعت تھی اور یہ امراء اور اراکین دولت کی آنکھوں میں کانٹا سا کھٹک رہا تھا لگا بجھا کے سلطان محمود کو بہروز شحنہ کی طرف سے برہم کر دیا اور اسکو معزول کر کے بجائے اس کے آقسنقر برسقی کی تقرری کا فرمان لکھوا کے بھجوا دیا سلطان

محمود کا یہ فرمان آقسنقر کو مقام حلوان میں ملا۔ فرط مسرت سے پھولے نہ سمایا۔ فوراً بغداد کی طرف مراجعت کر دی۔ مجاہد الدین بہروز شحنہ بغداد، آقسنقر کی آمد کی خبر پا کے تکریت بھاگ گیا جو اسکا مقبوضہ صوبہ تھا بعد اس کے سلطان محمود نے آقسنقر کو معزول کر کے امیر منکبرس کو شحنہ بغداد مقرر فرمایا۔ جو اصفہان کا حاکم تھا۔ پس اس نے اپنی جانب سے امرا اتراک سے حسین بن اُزبک کو بغداد روانہ کیا۔ آقسنقر نے اس واقعہ سے مطلع ہو کے خلیفہ مستظہر سے یہ درخواست کی کہ خلافت مآب امیر منکبرس کے نائب کو بغداد میں آنے سے روکدیں تا آنکہ سلطان محمود سے خط و کتابت کر کے اس معاملہ کو میں صاف کرلوں۔ خلافت مآب نے آقسنقر کی درخواست پر حسین کو بغداد میں داخل ہونے کی ممانعت کی۔ حسین نے کچھ خیال نہ کیا۔ اس بناء پر آقسنقر نے فوجیں مرتب کیں اور بقصد جنگ بغداد سے خروج کیا حسین بر سر مقابلہ آیا۔ باہم لڑائی ہوئی۔ بالآخر حسین ہزیمت اوٹھا کے بھاگا۔ اثناء دار و گیر میں اسکا بھائی مارا گیا۔ اور اس نے سلطانی لشکر میں جا کے دم لیا۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۵۱۲ھ کا ہے۔

المسترشد باللہ کی خلافت

ان واقعات کے بعد پندرھویں ربیع الآخر ۵۱۲ھ میں خلیفہ مستظہر باللہ ابو العباس احمد بن مقتدی بامر اللہ ابو القاسم عبد اللہ بن قایم باللہ نے وفات پائی۔ چوبیس برس تین مہینے خلافت کی۔ بعد اس کے اس کا بیٹا المسترشد باللہ ابو منصور فضل سریر خلافت پر متمکن ہوا۔ تیس برس ہوئے کہ اسکی ولیعہدی کا اعلان کیا گیا تھا۔ سریر خلافت پر جلوہ افروز ہونے پر اس کے بھائی ابو عبد اللہ محمد، ابو طالب عباس اور اسکے اعمام (چچاؤں) پسران مقتدی وغیرہم نے بیعت کی بعد ازاں فقہا، قضاۃ ارا کین دولت اور امراء سلطنت سے بیعت لیگئی۔ بیعت لینے پر قاضی ابو الحسن دامغانی مامور ہوا تھا۔ اور یہی ان دنوں قلمدان وزارت کا بھی مالک تھا خلیفہ مسترشد نے اسکو اسکے عہدہ پر بحال رکھا۔

قاضیوں میں سے سوائے اسکے کہ اسنے خلیفہ مسترشد کیلئے اور قاضی احمد بن ابو داؤد نے واثق کیلئے اور قاضی ابو علی اسمٰعیل بن اسحاق نے معتضد کیلئے بیعت لی تھی اور کوئی قاضی بیعت لینے کا متولی اور منصرم نہیں ہوا۔
بعد چندے خلیفہ مسترشد نے قاضی ابو الحسن دامغانی کو عہدۂ وزارت سے معزول کر کے سلطان محمود کے وزیر ابو شجاع محمد بن ربیب ابو منصور کو مامور کیا۔ بعد ازاں ۵۱۶ھ میں اسکو معزول کر کے بجائے اس کے جلال الدین عمید الدولہ ابو علی بن صدقہ کو قلمدان وزارت مرحمت کیا۔ یہ شخص جلال الدین ابو الرضی بن صدقہ وزیر راشد کا چچا تھا۔
جسوقت اراکین سلطنت خلیفہ مسترشد کی بیعت کر رہے تھے اسکا بھائی امیر ابو الحسن تین آدمیوں کے ساتھ کشتی پر سوار ہو کے مداین چلا گیا اور مداین سے حلہ جا پہونچا۔ دبیس نے اسکی بڑی آؤ بھگت کی۔ خلیفہ مسترشد کو اس سے تردد پیدا ہوا۔ دبیس کے پاس کہلا بھیجا "امیر ابو الحسن کو علی بن طراد زینبی نقیب کے ہمراہ دار الخلافت بغداد بھیجدو"۔ دبیس نے معذرت کی "مجھے تعمیل ارشاد والا میں کچھ عذر نہ تھا لیکن چونکہ امیر ابو الحسن میرے مہمان ہیں اسوجہ سے میں انکو کسی ایسے امر پر مجبور نہیں کرسکتا۔ جو انکی طبیعت کے خلاف ہو" نقیب مذکور نے جب یہ دیکھا کہ خلافت مآب کے نامہ وپیام سے کام نہ چلا تو خود امیر ابو الحسن سے ملا اور اسکو خلافت مآب کی خدمت میں چلنے کی رائے دی۔
امیر ابو الحسن نے معذرت کی "مجھے دربار خلافت کی حاضری میں کوئی عذر نہیں ہے لیکن مخوف جان ہیں اس سے قاصر ہوں ہاں اگر مجھے امان دیجائے تو مجھے کچھ عذر نہوگا" نقیب مذکور نے دربار خلافت میں اسکی رپورٹ کی خلافت مآب نے امیر ابو الحسن کی درخواست منظور فرمالی۔ لیکن برسقی اور دبیس کے واقعات کچھ ایسے پیش آگئے کہ جسکی وجہ سے امیر ابو الحسن بارہویں صفر ۵۱۳ھ تک دبیس کے پاس ٹھیرا رہا برسقی اور دبیس کے واقعات کو ہم آیندہ تحریر کرینگے۔
■ بعد اس کے امیر ابو الحسن بن مستظہر حلہ سے واسط کیطرف گیا اور اسپر قابض ومتصرف

ہو گیا اسی اثناء میں خلیفہ مسترشد نے اپنے ولیعہد ابو جعفر منصور بن خلیفہ مسترشد کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھوایا۔ (اسوقت ابو جعفر کی عمر بارہ برس کی تھی) اور تمام ممالک اسلامیہ میں گشتی فرامین مشعر مضمون بالا روانہ کئے۔ دبیس کو لکھ بھیجا "چونکہ امیر ابو الحسن اب تمہارے مہمان نہیں رہے لہذا جہانتک جلد ممکن ہو میرے پاس بھیجدو" چنانچہ دبیس نے ایک فوج امیر ابو الحسن کی گرفتاری کو واسط بھیجی امیر ابو الحسن کو خبر لگ گئی بھاگ کھڑا ہوا۔ فوج نے تعاقب کیا صبح ہوتے ہوتے امیر ابو الحسن کو جا کے گھیر لیا۔ سارا مال و اسباب لوٹ لیا۔ اکراد اور اتراک بھاگ گئے۔ امیر ابو الحسن گرفتار کر لیا گیا دبیس کے روبرو پیش ہوا۔ دبیس نے اسکو بعزت و احترام دار الخلافت بغداد روانہ کر دیا۔ خلافت مآب نے بھی اس کی عزت کی۔ امن دی اور اپنے خاص محل سرا میں ٹھیرایا۔

ملک مسعود و سلطان محمود مسعود بن سلطان محمد معہ جیوش بک اتابک بحکم اپنے پدر بزرگ موصل میں ٹھیرا ہوا تھا کہ سلطان محمد کا انتقال ہو گیا اور محمود بجائے سلطان محمد کے سریر آرائے حکومت ہو گیا۔ اسی زمانہ میں خلیفہ مسترشد نے بھی بعد اپنے باپ کے زمام خلافت اپنے ہاتھ میں لی دبیس والی حلہ اسوقت تک اسکا مطیع تھا اور آقسنقر برسقی اسکی طرف سے عراق کا شحنہ تھا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں آقسنقر برسقی نے ماہ جمادی الاولی ۱۲ھ میں بقصد حلہ خروج کیا۔ دبیس کو خبر لگی تو اس نے بھی فوجیں جمع کیں۔ عرب اور کردوں کا ایک گروہ مجتمع ہو گیا۔ رفتہ رفتہ اسکی خبر ملک مسعود تک پہونچی اور یہ بھی بذرائع معتبرہ معلوم ہوا کہ اسوقت عراق اپنے مددگاروں اور حامیوں سے خالی ہے مصاحبوں اور ارباب شوریٰ نے رائے دی کہ موقع اچھا ہے عراق پر چلکے قبضہ کر لیجئے۔ کوئی شخص مانع نہو گا۔ ملک مسعود کے دل میں یہ بات آ گئی فوجیں آراستہ کر کے عراق کا راستہ لیا۔ اس کے ہمراہ اسکا وزیر فخر الملک ابو علی بن عمار والی طرابلس، قسیم الدولہ زنگی بن آقسنقر

دالملک العادل سلطان نورالدین محمود کا دادا) والی سنجار، ابوالہیجاء والی اربل اور کرباد ی بن خراسان ترکمانی والی بوازیج تھا۔ سفر و قیام کرتے ہوئے جس وقت یہ لوگ عراق کے قریب پہونچے آقسنقر برسقی کو خوف پیدا ہوا۔ کیونکہ جیوش بک ملک مسعود کی ناک کا بال ہو رہا تھا۔ مگر چار ناچار لشکر کو مرتب کر کے مقابلہ پر آیا۔ ملک مسعود اور جیوش بک کو اسکی خبر لگی۔ گھبرا گئے امیر کربادی کو مصالحت کا پیام لیکے بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ ہم لوگ تمہاری مدد کو دبیس کے مقابلہ پر آئے ہیں نہ کہ تم سے جنگ کرنیکو۔ آقسنقر برسقی نے اس عذر کو تسلیم کر لیا۔ فریقین میں اتحاد قایم رکھنے کا معاہدہ ہوا۔ ملک مسعود نے بغداد میں داخل ہو کے دارالمملکت میں قیام کیا اور آقسنقر برسقی امیر عمادالدین منکبرس سے جنگ کرنے کو روانہ ہوا۔ امیر منکبرس نے یہ خبر پا کے دجلہ کو عبور کیا اور دبیس بن صدقہ سے سازش کر کے آقسنقر برسقی سے مقابلہ کرنے پر تل گیا بعد اس کے ملک مسعود نے معہ اپنے ہمراہیوں کے بقصد جنگ دبیس و منکبرس مداین کی جانب کوچ کیا۔ لیکن یہ خبر پا کے کہ دبیس اور امیر منکبرس کے ساتھ عظیم لشکر ہے ملک مسعود آقسنقر برسقی اور جیوش بک وغیرہ لوٹ کھڑے ہوئے۔ نہر صرصر کو عبور کر کے گھاٹوں اور پایاب مقامات کی حفاظت پر فوجیں متعین کیں۔ فریقین کے لشکریوں نے اطراف و جوانب بلاد کی غارتگری پر کمریں باندھ لیں۔ نہر ملک، نہر صرصر، نہر عیسی اور بعض مقامات دجیل کے تاخت و تاراج کر ڈالے گئے۔ خلیفہ مسترشد نے ملک مسعود اور آقسنقر برسقی کے نام ناراضی کا فرمان بھیجا۔ امیر برسقی نے واقعات بالا کا انکار کر کے بغداد کی جانب معاودت کا قصد کیا۔ اسی اثناء میں یہ خبر لگی کہ دبیس اور منکبرس نے ایک عظیم لشکر بسر افسری منصور برادر دبیس اور امیر حسین بن ازبک ربیب منکبرس بغداد کیجانب روانہ کیا ہے۔ آقسنقر برسقی نے اپنے بیٹے عزالدین مسعود کو بجائے اپنے امیر لشکر بنا کے صرصر میں چھوڑا عمادالدین زنگی بن آقسنقر کو ہمراہ لیا اور نہایت تیزی سے طے مسافت کر کے بغداد پہونچا اور منکبرس و دبیس کے لشکر کو عبور کرنے سے روک دیا۔ بعد ازاں مابین منکبرس اور ملک مسعود

مصالحت ہوگئی۔

آقسنقر برسقی یہ خبر پاکے ملک مسعود کے لشکر میں آیا۔ اپنا مال و اسباب سے کے بغداد کیجانب لوٹا اور بغداد میں پہونچکے ایک سمت میں پڑاؤ کیا۔ بعداس کے ملک مسعود اور جیوش بک نے بھی بغداد میں داخل ہوکے دوسری جانب اپنے اپنے خیمے نصب کرائے۔ اسی اثنا میں دبیس اور منکبرس بھی پہونچگئے۔ انہوں نے ایک جانب قیام کیلئے منتخب کیا۔ چونکہ آقسنقر برسقی اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے اہل بغداد کی آنکھوں میں محبوب تھا اسوجہ سے جونہی آقسنقر برسقی بغداد میں داخل ہوا ہوا خواہوں اور ہمراہیوں کا جمگھٹا ہوگیا۔ ایک مدت تک یہ سب بغداد میں مقیم رہے ہر طرح کی چہل پہل رہی۔ دلوں کی صفائی ہوئی۔ غبار جاتا رہا۔ بعد چندے منکبرس کو بغداد کی شحنگی عطا ہوئی۔ دبیس نے حلہ کی جانب مراجعت کی۔ منکبرس نے ظلم و تعدی کا ہاتھ بڑھایا۔ اہل بغداد سے بہ سختی پیش آنے لگا۔ اس کے ہمراہیوں اور مصاحبوں نے بھی فتنہ و فساد کے دروازے کھولدیئے۔ تاآنکہ رعایا میں برہمی پیدا ہوگئی۔ سلطان محمود کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو اس نے اسکو بلا بھیجا۔ پس یہ تو سلطان محمود کی طرف روانہ ہوا اور لوگوں کو اسکے ظلم و ستم سے نجات ملی۔

ملک طغرل اور سلطان محمود کی ناصافی

ملک طغرل کو اس کے باپ سلطان محمد نے ۵۰۴ھ میں ساوہ اور زنجان کی حکومت عنایت فرمائی تھی اور امیر شیر گیر کو اس کا اتابک (اتالیق) مقرر کیا تھا تھوڑے دنوں میں اس نے فرقہ اسماعلیہ کے اکثر قلعات کو مفتوح کرلئے جس سے ملک طغرل کا دائرہ حکومت وسیع ہوگیا۔ پس جب سلطان محمد کا انتقال ہوا تو سلطان محمود نے امیر کبتغری کو ملک طغرل کا اتابک مقرر کرکے روانہ کیا۔ اور یہ ہدایت کردی کہ ملک طغرل کو جس طرح ممکن ہو میرے پاس بھیجدینا۔ امیر کبتغری نے ملک طغرل کے پاس پہونچکے سلطان محمود کا پیام

ملک طغرل تک پہونچا دیا مگر درپردہ ملک طغرل کو اس کے بھائی سلطان محمود کی طرف سے بدظن کر دیا۔ اسی وجہ سے ملک طغرل نے ۵۱۳ھ میں سلطان محمود کی مخالفت کا اعلان کیا سلطان محمود کو اسکی اطلاع ہوئی۔ امیر شرف الدین انوشیرواں بن خالد کو تیس ہزار دینار اور گراں بہا تحائف اور خلعت لیکے ملک طغرل کے پاس روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ اگر تم میرے پاس چلے آؤ گے تو میں تمکو خاطر خواہ حکومت عنایت کرونگا۔ امیر شرف الدین ملک طغرل سے ملنے بھی نہ پایا تھا کہ امیر کبتغری نے یہ جواب دیدیا "ہم لوگ سلطان کی اطاعت و فرمانبرداری میں بجان و دل موجود ہیں۔ فوج بھی ہمارے ساتھ ہے۔ جس طرف سلطان کا قصد ہو ہم آگے بڑھنے کو طیار ہیں" سلطان محمود اس جواب پر بقصد روانگی زنجان، ہمدان سے ماہ جمادی الاولی ۵۱۳ھ میں دس ہزار کی جمعیت سے روانہ ہوا۔ پرچہ نویسوں نے کبتغری کو سلطان محمود کی روانگی سے مطلع کیا پس کبتغری معہ ملک طغرل کے قلعہ سرہان چلا گیا۔ اور سلطان محمود نے لشکر گاہ زنجان میں پہونچکے لوٹ لیا۔ ملک طغرل کے خزانہ سے تین لاکھ دینار ہاتھ لگے۔ چندے قیام کرکے رے کیجانب کوچ کیا اور کبتغری معہ ملک طغرل کے سرہان سے گنجہ چلا آیا۔ ہوا خواہوں اور ہمراہیوں نے بھی یہ خبر پاکے گنجہ کا قصد کیا۔ چند دنوں میں ملک طغرل کی قوت و شوکت بڑھ گئی۔ اور دونوں بھائیوں کی منافرت اور کشیدگی مضبوط اور ترقی پذیر ہو گئی۔

جنگ سنجر و سلطان محمود

ملک سنجر زمانہ حکومت سلطان محمد سے خراسان اور ماوراء النہر کی کرسی حکومت پر متمکن تھا۔ جس وقت سلطان محمد نے وفات پائی تو سنجر کو اپنے بھائی کے انتقال سے سخت صدمہ ہوا۔ کئی روز تک بازار اور شہر بند رکھا۔ خطیبوں کو سلطان محمود کے محاسن، آثار، قتال باطنیہ اور ٹیکس وغیرہ موقوف کرنے کے ذکر کرنے کا حکم دیا۔ بعدہ یہ خبر لگی کہ بجائے سلطان محمد کے اسکا بیٹا محمود سریر حکومت پر جلوہ افروز ہوا ہے اور امراء و ارکین دولت نے اسکو دبا لیا ہے۔ ملک سنجر کو اس

خبر کے سُننے سے ناراضی پیدا ہوئی بلاد جبل اور عراق کا قصد کیا جو اس کے بھتیجہ سلطان محمود کے قبضہ میں تھا۔

ملک سنجر پہلے اپنے کو ناصر الدین کے لقب سے ملقب کرتا تھا بعد انتقال سلطان محمد کے معز الدین کا لقب اختیار کیا جو اس کے باپ سلطان ملکشاہ کا لقب تھا۔

سلطان محمود نے یہ سُنکے کہ میرا چچا سنجر، بقصد عراق اور بلاد جبل آ رہا ہے شرف الدین انوشیرواں بن خالد اور فخر الدین طغایرک بن الیزن کو تحائف و ہدایا دیکے سنجر کے پاس روانہ کیا اور کہلا بھیجا" آپ مازندران چھوڑ کر چلے جائیے اس کے معاوضہ میں دو لاکھ سالانہ ادا کیا کرونگا" سنجر نے اسپر کچھ التفات نہ کی رے کا قصد کیا اور یہ جواب دیا" محمود ابھی صاحبزادہ ہے اسپر اسکا وزیر ابو منصور اور علی بن عمر امیر حاجب حکومت کر رہا ہے اور مجھے یہ گوارا نہیں ہے" شرف الدین اور فخر الدین اپنا سا مُنھ لیکے رہ گئے اور سنجر نے روانگی کا حکم دیدیا۔ اس کے مقدمۃ الجیش پر انزو تھا۔ سلطان محمود نے بھی یہ خبر پاکے مقابلہ کی طیاری کی۔ علی بن عمر کو (جو اسکا اور نیز اس کے باپ، کا امیر حاجب تھا)۔ دس ہزار سواروں کی جمعیت سے سنجر کے روک تھام کو روانہ کیا اور خود رے میں مقیم رہا۔ جسوقت علی بن عمر مقام جرجان میں سنجر کے مقدمۃ الجیش کے قریب پہونچا (جسکا سردار امیر انزو تھا) امیر انزو سے یہ نرمی و ملاطفت کہلا بھیجا اے امیر انزو تمکو سلطان محمد کی وصیت یاد ہو گی کہ اس نے یہ سمجھ کے کہ میرا بھائی سنجر میرے بیٹے محمود اور اسکی سلطنت کی حفاظت کریگا ہملوگوں سے سنجر کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حلف لیا تھا۔ اور ہم اس وقت تک اُسی عہد و پیمان پر ہیں مگر جب وہ ہماری حکومت و سلطنت کے زوال پر کمر باندھیگا تو ہم اس عہد و پیمان کو پورا نہ کر سکیں گے۔ تمکو یہ معلوم ہے کہ ہمارے لشکر کی تعداد تمہارے لشکر سے دو چند سہ چند ہے باعتبار ثروت و مردانگی اور تجربہ کاری کے ہماری

فوج تمہاری فوج سے بدرجہا زیادہ ہے"۔ امیر انز و اس پیام سے ایسا متاثر ہوا کہ بلا جدال و قتال جرجان سے لوٹ کھڑا ہوا۔ سلطان محمود کے لشکریوں نے کچھ دور تک مشایعت کی اور رفایدہ کے ساتھ واپس آئے۔ بعد ازاں علی بن عمر بھی سلطان محمود کی خدمت میں واپس آیا۔ کل حالات عرض کئے سلطان محمود نے علی بن عمر اور اس کے لشکریوں کا شکریہ ادا کیا۔

علی بن عمر نے بنظر مصلحت سلطان محمود کو رے میں مقام کرنے کی رائے دی۔ سلطان محمود نے منظور نہ کیا۔ سامان سفر درست کر کے جرجان کا رستہ لیا۔ جرجان میں پہونچتے ہی امیر منکبرس شحنہ بغداد عراق سے دس ہزار سواروں کی جمعیت سے آپہونچا۔ امیر منصور بن صدقہ برادر دبیس اور امرائے گنجیہ بھی آ گئے۔ سلطان محمود نے ان لوگوں کے اجتماع کے بعد ہمدان کیطرف کوچ کیا۔ ہمدان میں اسکا وزیر ربیب مر گیا بجائے اسکے ابوطالب سمیری کو قلمدان وزارت سپرد کیا۔

سلطان محمود کے رے سے روانہ ہونے کے بعد ہی ملک سنجر بیس ہزار فوج سے رے پر آ اُترا علاوہ اور سامان جنگ اٹھارہ جنگی ہاتھی تھے۔ اُمرائے کبار سے ابن امیر ابوالفضل والی سجستان، خوارزم شاہ محمد، امیر انز و اور امیر قماج تھا۔ علاء الدولہ کرشاسف بن فرامرز بن کاکویہ والی یزد بھی آ ملا۔ یہ سلطان محمد و سنجر کی بہن کا داماد تھا مگر سلطان محمد کے ساتھ اسکو اختصاص ذاتی تھا۔ بعد وفات سلطان محمد سلطان محمود نے اسکو طلب کیا کسی وجہ سے حاضری میں تاخیر ہوئی سلطان محمود نے اس کے صوبہ کو قراجہ ساقی کے حوالہ کر دیا۔ (جو بعد اس کے فارس کا حکمراں ہوا) اس اثناء میں علاء الدولہ ملک سنجر کے پاس چلا گیا۔ سلطان محمود کا کچا حال بتلایا۔ اس کے ہمراہیوں کے اختلافات اور باہمی نفاق سے آگاہ کیا۔ رعایا اور ملک کی تباہی کے حالات ظاہر کئے۔ چنانچہ سنجر نے ہمدان سے سلطان محمود پر فوجکشی کی تیس ہزار فوج سلطان سنجر کے

رکاب میں تھی۔ امرائے کبار سے علی بن عمر امیر حاجب، امیر سنکبرس، غزغلی اتابک، بنی برسق سنقر بخاری اور قراجا ساقی وغیرہ ہمراہ تھے ان لوگوں کے ساتھ نو سو مسلح جنگ آور تھے۔ مقام ساوہ پر ماہ جمادی الاولی ۵۱۳ھ میں سلطان محمود اور سنجر (یعنی چچا اور بھتیجہ) کا مقابلہ ہوا۔ ابتدائً ملک سنجر کا لشکر شکست کھا کے بھاگا مگر ملک سنجر معہ اپنے مصاحبوں کے ہاتھیوں کے صف میں کھڑا ہوا اڑا رہا اور سلطان محمود اپنی فوج کو لئے ہوئے بڑھا آتا تھا۔ جونہی ملک سنجر نے ہاتھیوں کو بڑھایا اس کے ہزیمت خوردہ لشکر نے بھی یہ خیال کرکے کہ سلطان محمود کو ہزیمت ہوگئی ہے پلٹ کر سلطان محمود کے لشکر پر پیچھے سے حملہ کر دیا سلطان محمود کا لشکر اس اچانک حملہ سے گھبرا کے بھاگ کھڑا ہوا۔ غزغلی اتابک گرفتار ہوگیا۔ ملک سنجر نے کامیابی کے بعد ہمدان کی جانب معاودت کی۔

اس واقعہ کی خبر دار الخلافت بغداد میں پہونچی۔ امیر دبیس بن صدقہ نے خلیفہ مسترشد سے سلطان سنجر کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی تحریک کی۔ خلافت مآب نے اجازت دیدی۔ چھٹویں ماہ جمادی الاولی ۵۱۳ھ میں سلطان محمود کے نام کا خطبہ موقوف ہوکر سلطان سنجر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

سلطان محمود نے ہزیمت اٹھا کے اصفہان میں جاکے دم لیا اس کے ہمراہ اسکا وزیر ابوطالب سمیری، امیر علی بن عمر اور قراجا ساقی وغیرہم تھے رفتہ رفتہ اسکا لشکر بھی اس کے پاس آکے مجتمع ہوگیا جس سے اس کے قوائے مضمحل میں توانائی پھر عود کر آئی۔ ملک سنجر کو اسکی خبر لگی تو اس نے اپنی کل فوج سے خائف ہوکے سلطان محمود سے دربارہ مصالحت خط و کتابت شروع کی۔ اس مصالحت کی محرک ملک سنجر کی ماں، سلطان محمود کی دادی تھی۔ گفتگوئے مصالحت شروع ہونے کے بعد آقسنقر برسقی شحنہ بغداد آپہونچا یہ ملک مسعود کے پاس آذربیجان میں اسوقت سے تھا جب سے کہ وہ بغداد سے واپس آیا تھا اسی اثناء میں سلطان محمود کے پاس سے وہ قاصد واپس آیا جو پیام مصالحت لے کے

گیا ہوا تھا سلطان محمود کے امراء نے یہ شرط پیش کی کہ ملک سنجر خراسان کیجانب معاودت کر جائے تو مصالحت کیجائیگی۔ ملک سنجر نے اس شرط کو منظور نہ کیا سامان سفر درست کر کے ہمدان سے کوچ کیطرف کوچ کیا تھوڑی دور گیا ہوگا کہ سلطان محمود کا قاصد یہ پیام لیکے آیا کہ مصالحت اس شرط سے کیجاتی ہے کہ آپ مجھے اپنا ولیعہد بنا لیجئے۔ ملک سنجر نے اس شرط کو منظور کر لیا۔ فریقین نے آیندہ اتحاد و مراسم قائم رکھنے کی قسمیں کھائیں۔ بعد اسکے سلطان محمود اپنے چچا ملک سنجر سے ملنے کو آیا اور اسکی ماں اپنی دادی کے مکان پر فروکش ہوا۔ بیش بہا ہدایا و تحائف پیش کئے۔ ملک سنجر نے بھی اپنے تمام ممالک محروسہ خراسان، غزنین اور ماوراء النہر وغیرہ میں گشتی فرامین اس مضمون کے بھیجدیئے کہ خطبوں میں میرے نام کے بعد سلطان محمود کا نام دعاء کے ساتھ لیا جائے۔ اسی مضمون کی عرضی دار الخلافت بغداد میں روانہ کی۔ اور کل شہروں کو جنپر زمانہ جنگ میں قبضہ حاصل کر لیا تھا سلطان محمود کو لوٹا دیا۔ صرف رے پر اس خیال سے کہ مبادا آیندہ سلطان محمود پھر سرکشی نہ کرے اپنا قبضہ و اقتدار قائم رکھا۔

ان واقعات کے بعد سلطان محمود نے امیر منکبرس شحنہ بغداد کو موت کی سزا دی امیر منکبرس، سلطان محمود کے ہمراہیوں میں سے تھا اور یہ بھی سلطان محمود کے ساتھ ملک سنجر کی لڑائی میں شکست کھا کر بغداد کیطرف بھاگا تھا۔ لیکن دبیس بن صدقہ نے بغداد میں داخل ہونے سے روکا۔ مجبوراً لوٹ کھڑا ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ دونوں چچا بھتیجہ (یعنی ملک سنجر و سلطان محمود) میں مصالحت ہو گئی تھی اس کے بعد امیر منکبرس ملک سنجر کے پاس گیا امن کی درخواست کی ملک سنجر نے امن دینے سے انکار کیا اور اسکو اپنے ایک معتمد ملازم کے ساتھ سلطان محمود کے پاس بھیجدیا چونکہ سلطان محمود اسکے حرکات ناپسندیدہ اور خودسری سے ناراض تھا اور اس کے خلاف عرضی شحنگی بغداد پر بھی جلا گیا تھا اسوجہ سے منکبرس کو دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گیا اور سزا سے

موت کا حکم دیا۔

اسی ۵۱۳ھ میں ملک سنجر نے مجاہد الدین بہروز کو شحنگی عراق پر واپس فرمایا اس سے پہلے دبیس بن صدقہ کا نائب اس عہدہ پر مامور تھا۔ جو مجاہد الدین کی تقرری سے معزول کیا گیا۔ سلطان محمود کا حاجب "علی بن عمر" اسی سنہ میں مارا گیا۔ یہ اپنے کارنمایاں کیوجہ سے سلطان محمود کی ناک کا بال ہو رہا تھا۔ سارا لشکر اسکا مطیع تھا سرداروں اور امیروں کو یہ شاق گذرا لگانے بجھانے لگے۔ علی بن عمر و کو اس سے خطرہ پیدا ہوا بخوف جان قلعہ برجین کو بھاگ گیا۔ جو یزدجرد اور کرج کے درمیان میں تھا اور یہیں اسکے اہل وعیال تھے اور مال واسباب تھا۔ دو چار روز قیام کرکے خوزستان کا رستہ لیا۔ خوزستان پر اقبوری بن برسق قابض تھا علی اس سے اپنے امن کا عہد و پیمان لیکے خوزستان کے حدود میں داخل ہوا جسوقت تستر میں پہونچا اقبوری نے ایک فوج علی کی گرفتاری کو بھیجدی۔ علی نے مستعدی سے مقابلہ کیا۔ انجام یہ ہوا کہ اقبوری کی فوج نے علی کو گرفتار کرلیا۔ اقبوری نے سلطان محمود سے علی کی بابت استفسار کیا سلطان محمود نے علی کے قتل کا حکم بھیجدیا چنانچہ اقبوری نے علی کا سر اوتار کے سلطان محمود کے پاس روانہ کردیا۔

ملک مسعود و سلطان محمود جسوقت سے سلطان محمود نے اپنے بھائی ملک مسعود سے مصالحت کرلی تھی اسی زمانہ سے ملک مسعود نے آذربیجان اور موصل کو اپنا مقر حکومت قرار دیا تھا۔ آقسنقر برسقی شحنگی بغداد سے علیحدہ ہوکر ملک مسعود کے پاس آگیا تھا ملک مسعود نے اسکو علاوہ رحبہ کے مراغہ جاگیر میں عنایت کیا تھا مگر دبیس بن صدقہ کو یہ مصالحت پسند نہ تھی اسکی تفرقہ انداز طبیعت یہ چاہتی تھی کہ ملک مسعود اور سلطان محمود میں کچھ نہ کچھ چھیڑ چلی جائے تو عزت و تسلط حاصل کرنے کا موقع ہاتھ آئے اس مقصود کے حاصل کرنے کی غرض سے جیوش بک اتابک سے خط وکتابت شروع کی اور اس

خط وکتابت کو سلطان محمود کیطرف منسوب کیا۔ آئے دن یہ لکھنے لگا "برسقی کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیجدو۔ اس خدمت کی صلہ میں بیحد روپیہ میں تمکو دونگا"۔ کسی ذریعہ سے برسقی کو اسکی خبر لگ گئی ملک مسعود کی ترک رفاقت کر کے سلطان محمود کی خدمت میں آرہا۔ سلطان محمود نے اسکی اسقدر عزت افزائی کی کہ اسی کی رائے سے امور سلطنت کو انجام دینے لگا۔ دبیس کا مقصود جب اس سے حاصل ہوا تو اس نے جوش بائے اس امر کی سلسلہ جنبانی شروع کی کہ تم ملک مسعود کی شاہی کا اعلان کرو میں تمہارا ساتھ دونگا مقصود اس سے یہ تھا کہ جس طرح میرے باپ (صدقہ) نے دونوں سلطانوں برکیارق اور محمد پسران ملک شاہ کی باہمی خراعات سے فائدہ حاصل کیا تھا اسی طرح میں بھی ان دونوں بھائیوں ملک مسعود وسلطان محمود کی مخالفت وخانہ جنگی سے مستفید ہوں۔

ابو المؤید محمد بن ابو اسمٰعیل حسین بن علی اصفہانی سلطان محمود کا سکرٹری تھا۔ اور یہی فرامین شاہی کی پیشانی پر شاہی طغرے لکھا کرتا تھا انہیں دنوں اسکا باپ ابو اسمٰعیل حسین اصفہان سے بہ تلاش معاش ملک مسعود کی خدمت میں پہونچا۔ ملک مسعود نے اپنے وزیر ابو علی بن عمار والی طرابلس کو معزول کر کے بجائے اس کے ۵۱۳ھ میں ابو اسماعیل کو عہدۂ وزارت سے سرفراز کیا۔ پھر کیا تھا سونے میں سہاگا ملگیا۔ دبیس جس امر کی تحریک ایک مدت سے کر رہا تھا۔ وہ نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی سے انجام پذیر ہوگیا۔ دبیس اور ابو سماعیل نے مل جلکے ملک مسعود کی پیٹھ ٹھونک دی رفتہ رفتہ سلطان محمود کو اسکی اطلاع ہوئی دبیس اور ابو اسماعیل کو تہدید کا خط لکھا۔ اپنی سطوت وجاہ سے ڈرایا۔ ان لوگوں نے ذرہ بھر بھی اسکی پرواہ نہ کی۔ علم مخالفت بلند کر کے ملک مسعود کی شاہی کا اعلان کیا جامع مسجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا۔ سلامتی کی نوبتیں بجنے لگیں۔ یہ واقعہ ۵۱۴ھ کا ہے۔

سلطان محمود کا لشکر ان دنوں بلاد مختلفہ میں منتشر ومتفرق تھا۔ ان لوگوں کو

طمع دامنگیر ہوئی موقع مناسب تصور کرکے فوجکشی کر دی استرآباد میں پندرہویں ربیع الاول سنہ ۵۱۴ھ کو دونوں بھائیوں کا مقابلہ ہوا۔ سلطان محمود کے مقدمۃ الجیش کا کمانیدر برسقی تھا۔ اس معرکہ میں برسقی نے بڑے بڑے کارنمایاں کیئے کئی بار خطرناک حالتوں میں مبتلا ہوا اور پھر اپنی جاں توڑ کوششوں سے نجات پایا۔ تمام دن لڑائی ہوتی رہی — شب ہوتے ہوتے ملک مسعود کا لشکر شکست کھا کے بھاگا۔ ایک گروہ گرفتار کر لیا گیا۔ جس میں ملک مسعود کا وزیر استاذ ابو اسماعیل طغرائی بھی تھا۔ سلطان محمود اس الزام میں کہ اس شخص کا عقیدہ فاسد ہے قتل کا حکم دیدیا۔ ایک برس اس نے وزارت کی — ادیب انشاء اور صاحب تصانیف کثیرہ تھا۔ علم الکیمیا میں اسکی متعدد تصانیف ہیں۔

ملک مسعود نے شکست کھانے کے بعد ایک پہاڑ پر جاکے پناہ لی جو میدان جنگ سے اٹھارہ کوس کے فاصلہ پر تھا اور اپنے بھائی سلطان محمود کے پاس امن کا پیام بھیجا۔ سلطان محمود نے برسقی کو امان نامہ لیکے ملک مسعود کے پاس دربار شاہی میں حاضر لانیکی غرض سے روانہ کیا۔ اس اثناء میں اس کے بعض بعض امرا بھی اس سے جا ملے انلوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ موصل میں چلکے قیام کیجیئے اور وہیں سے امداد لیکے سلطان محمود کے مقابلہ میں پھر آیئے انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی گئی ہوئی حکومت وسلطنت واپس آجائیگی ملک مسعود نے تب بے غور و فکر کیئے ہوئے اس مشورہ کے مطابق موصل کی جانب کوچ کر دیا اس کے بعد برسقی پہونچا ملک مسعود کو نہ پایا۔ دریافت کرکے پیچھے پیچھے روانہ ہوا سینتالیس کوس سفر طے کرکے ملک مسعود سے ملا۔ سلطان محمود کا امان نامہ دیا۔ اور سمجھا بوجھا کے واپس لایا۔ جونہی سلطان محمود کے لشکر کے قریب پہونچا۔ سلطان محمود نے معہ اپنے لشکر کے استقبال کیا گلے لگایا۔ پیشانی پر بوسہ دیا۔

جیوش بک اتابک بھی شریک جنگ تھا۔ بوقت ہزیمت ملک مسعود سے بچھڑ گیا۔ بھاگ کے موصل پہونچا۔ فوجیں فراہم کیں اتنے میں ملک مسعود اور سلطان محمود کی

مصالحت کی خبر مسموع ہوئی۔ موصل سے زاب کیطرف کوچ کیا۔ اس عرصہ میں سلطان محمود بھی ہمدان میں آ اترا۔ جیوش بک اتابک نے امن کی درخواست کی سلطان محمود نے امن دی اور بعزت واحترام پیش آیا۔ باقی رہا دبیس۔ وہ اسوقت عراق میں تھا۔ جسوقت اسکو ملک مسعود کی ہزیمت کا حال معلوم ہوا۔ قتل وغارتگری شروع کردی شہر کے شہر ویران کر ڈالے۔ خلیفہ مسترشد نے ممانعت کی دبیس نے کچھ توجہ نہ کی۔ تب خلیفہ مسترشد نے سلطان محمود کو دبیس کے حالات لکھے سلطان محمود نے اسکو ان افعال وحرکات سے باز آنے کی ہدایت کی۔ دبیس اسپر بھی ملتفت نہوا۔ بلکہ لشکر آراستہ کرکے باظہار اس امر کے کہ میں اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینا چاہتا ہوں بغداد پر دھاوا کردیا اور دارالخلافت کے مقابلہ پر پہونچکے خیمہ نصب کرایا خلافت مآب کو دھمکی دینا شروع کی۔ مگر پھر کچھ سوچ سمجھ کے دارالخلافت سے لوٹ کھڑا ہوا۔ بعد اس کے ماہ رجب میں سلطان محمود دارالخلافت بغداد میں وارد ہوا دبیس نے براہ تملق وچاپلوسی سلطان محمود کو خوش کرنے کی غرض سے اپنی بیوی دختر عمید الدولہ بن جہیر کو تحائف وہدایا لیکے شاہی دربار میں بھیجا۔ مصالحت کا پیام دیا۔ سلطان محمود نے اسکو ہوش میں لانے کی غرض سے فوجیں مرتب کرکے ماہ شوال سنہ ۵۱۴ھ میں چڑھائی کردی۔ دریا عبور کرنے کو ایکہزار کشتیاں اپنے ہمراہ لیں۔ دبیس کو اسکی خبر لگی گھبرا گیا امن کی درخواست کی۔ معذرت کی عرضداشت بھیجی۔ سلطان محمود نے اسکی درخواست منظور فرمائی۔ چونکہ دبیس کو وقت ٹالنا اور سلطان محمود کو دھوکا دینا مقصود تھا۔ بعد حصول امن اپنے اہل وعیال اور مال واسباب کو بطیحہ بھیجدیا اور بذات خاص ایلغازی کے پاس جا کے پناہ گزیں ہوگیا۔ دبیس کی روانگی کے بعد سلطان حلہ میں داخل ہوا ایک متنفس بھی نظر نہ آیا شب بھر قیام کرکے مراجعت کردی۔

دبیس نے بعد چندے اپنے بھائی منصور کو اطراف وجوانب کے امرا کے پاس

بھیجا اور ان لوگوں کے ذریعہ سے سلطان محمود سے مصالحت کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ مگر اسکی آرزو پوری نہوئی۔ تب منصور نے اپنے بھائی دبیس کو عراق میں بلا بھیجا چنانچہ دبیس نے ۵۱۵ھ میں قلعہ جعبر سے حلہ کیطرف کوچ کیا اور بآسانی اسپر قابض و متصرف ہو گیا۔ دربار خلافت اور سلطان محمود کی خدمت میں معذرت نامہ بھیجکے آیندہ اطاعت اور فرمانبرداری کا وعدہ کیا جسکو خلافت مآب نے منظور نہ فرمایا اور نہ حکومت پناہ نے قبولیت کی نظر سے دیکھا۔ بلکہ لشکر آراستہ و مرتب کر کے بسر افسری سعد الدولہ بن تتش حلہ کیجانب روانہ کر دیا جوں ہی یہ لشکر حلہ کے قریب پہونچا دبیس حلہ چھوڑ کے بھاگ گیا۔ سعد الدولہ نے حلہ میں داخل ہو کے اپنی رکاب کی فوج کو دو حصوں پر تقسیم کیا ایک حصہ کو حلہ میں ٹھرایا دوسرے حصہ کو کوفہ میں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا اس ناکہ بندی سے دبیس سخت چپقلش میں گرفتار ہو گیا مجبور ہو کے پھر معافی کا خواستگار ہوا اطاعت و فرمانبرداری کا عہد و پیمان کیا۔ بعد رد و کد کے اسکا بھائی منصور بطور فعل ضامنی کے شاہی لشکر میں نظر بند کر لیا گیا۔ چنانچہ ۵۱۶ھ میں شاہی لشکر نے بغداد کی جانب مراجعت کی۔

برسقی اور ایلغازی کو جاگیریں مرحمت ہوئیں

چونکہ آقسنقر برسقی گذشتہ جنگوں میں سلطان محمود کے ہمرکاب تھا اور اس نے ملک مسعود کو سمجھا بوجھا کے شاہی اطاعت پر صرف مائل اور آمادہ نہیں کیا تھا بلکہ شاہی دربار میں لا کے حاضر کر دیا تھا اسوجہ سے سلطان محمود آقسنقر برسقی کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا جسوقت جیوش بک (ملک مسعود کا وزیر) موصل سے سلطان محمود کی خدمت میں آ گیا اور صوبہ موصل کی امارت خالی ہوئی سلطان محمود نے آقسنقر برسقی کو ۵۱۵ھ میں موصل کو بطور جاگیر مرحمت فرمایا اور عیسائیوں پر جہاد کرنے کا حکم دیا۔ ایک مدت دراز تک آقسنقر اور بنی آقسنقر اس خدمت کو انجام دیتے رہے جیسا کہ ان کے حالات علیحدہ بیان کئے جائینگے۔ انشاء اللہ تعالی۔

بعد اس کے امیر ایلغازی بن ارتق نے اپنے بیٹے حسام الدین تمرتاش کو سلطان محمود کی خدمت میں دبیس بن صدقہ کی سفارش کرنے کو روانہ کیا۔ حسام الدین تمرتاش نے دربار شاہی میں حاضر ہو کے تحائف اور ہدایا پیش کئے دبیس کیطرف سے ایکہزار دینار یومیہ اور چند راس گھوڑے دینے کا اقرار کیا مگر اتفاق سے یہ معاملہ طے نہوا۔ بوقت مراجعت سلطان نے حسام الدین کے باپ امیر ایلغازی کو شہر میافارقین جاگیر میں عنایت کیا۔ میافارقین، امیر سقمان والی خلاط کے قبضہ میں تھا امیر ایلغازی نے میافارقین کو اسی کے قبضہ میں رہنے دیا۔ پس یہ شہر اسوقت سے اس کے اور اس کے بیٹوں ہی کے قبضہ میں رہا تا آنکہ سلطان صلاح الدین یوسف بن نجم الدین ایوب نے ۵۸۰ھ میں ان کے قبضہ سے نکال لیا جیسا کہ ان کے حالات میں بیان کیا جائیگا۔

ملک طغرل اور سلطان محمود کی مصالحت

ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ ملک طغرل نے ساوہ اور زنجان میں بسازش و تحریک اپنے اتابک کنتبغری سلطان محمود کی مخالفت کا اعلان کیا تھا اور یہ کہ سلطان محمود نے جب زنجان کا قصد کیا تو ملک طغرل اور اتابک کنتبغری نے زنجان کو چھوڑ کے گنجہ کا راستہ لیا۔ گنجہ میں اس کے بچھڑے ہوئے ہمراہی بھی آملے۔ فوجیں بھی اکٹھی ہو گئیں جس سے اسکا شوق ملک گیری پھر ترقی پذیر ہو گیا۔ چنانچہ سلسلہ فتوحات کے آغاز کرنے کی غرض سے اذربیجان کیطرف کوچ کیا اس اثناء میں اسکا اتابک کنتبغری ماہ شوال ۵۱۵ھ میں مرگیا۔ آقسنقر احمدیلی والی مراغہ کو کنتبغری کی قائم مقامی کی طمع دامنگیر ہوئی۔ سلطان محمود سے اپنے صوبہ مقبوضہ کیطرف جانے کی اجازت حاصل کی اور بغداد سے نکلکے ملک طغرل کے پاس جا پہونچا۔ دم بھی دیکے ملک طغرل کو مراغہ کی جانب لیچلا۔ کوچ و قیام کرتے ہوئے اردبیل پہونچے۔ والی اردبیل نے شہر میں داخل ہونے نہ دیا۔ مجبوراً تبریز کا راستہ لیا۔ تبریز پہونچکے یہ خبر معلوم ہوئی کہ سلطان محمود نے جیوش بک کو اذربیجان

مرحمت فرما کے منعہ ایک عظیم فوج کے روانہ کیلہے اور جیوش بک معہ اپنی رکاب کی فوج کے مراغہ تک پہونچگیا ہے۔ یہ سنتے ہی فسخ عزیمت کر کے قیام کر دیا۔ والی زنجان سے دربارہ اعانت و امداد خط و کتابت کی والی زنجان نے امداد کا وعدہ کیا اور اس کے ہمراہ ابہر کی جانب روانہ ہوا مگر ان مواعید اور عہود کی خواب و خیال سے زیادہ وقعت نہ تھی جس قصد سے یہ سب متفق ہو کے روانہ ہوئے تھے ایک بھی پورا ہوتا نظر نہ آیا۔ بدرجہ مجبوری سلطان محمود کو معذرت کا خط تحریر کیا مصالحت کی درخواست کی۔ اطاعت و فرمانبرداری کی قسم کھائی۔ چنانچہ اوائل ۵۱۶ھ میں دونوں بھائیوں میں صفائی ہو گئی۔

جیوش بک جو سلطان محمود کیطرف سے فوج لیکے ملک طغرل کے مقابلہ پہ آیا ہوا تھا اسپر یہ گذری کہ اس سے اور اس کے امراء لشکر سے اَن بَن ہو گئی۔ رفتہ رفتہ یہ منافرت و کشیدگی اس حد تک پہونچی کہ امراء لشکر نے سلطان محمود کو اسکی جانب سے بدظن کر دیا۔ چنانچہ سلطان محمود نے اسی سنہ کے ماہ رمضان میں بمقام تبریز میں اسکی زندگی کا اپنی تیز تلوار سے خاتمہ کر کے فرش قبر پہ موت کی نیند سُلا دیا۔

جیوش بک ترکی النسل سلطان محمد کا غلام تھا۔ عادل، منکسر مزاج، عاقل اور سیاست و آئین ملکداری سے بخوبی واقف تھا۔ جسوقت اسکو موصل و جزیرہ کی حکومت ملی تھی ان دنوں اس صوبہ میں کُردوں نے ایک ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ راہ چلنا دشوار تھا۔ دن دہاڑے مسافر لوٹ لئے جاتے تھے۔۔ امن و امان کا کہیں نشان نہ تھا۔ اکثر قلعات پر انہیں کُردوں کا قبضہ تھا۔ رعایا سخت مصیبت میں گرفتار تھی۔ جیوش بک نے موصل کی کرسی حکومت پر متمکن ہوتے ہی کردوں پر فوجکشی کر دی تھا۔ اُن کے قلعات کا محاصرہ کر لیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں بہت سے قلعے، شہر ہکاریہ، شہرزوزان، شہر نسویہ اور شہر خنسہ کو بزور تیغ مفتوح کر لئے۔ کردوں پر اس کے رعب و داب کا سکہ بیٹھ گیا۔ مسافر امن و عافیت کے ساتھ سفر کرنے لگے۔ خلق اللہ کو آسائش ملی۔

دبیس کے حالات

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ شاہی لشکر بسر کردگی برسق کر کوی سنہ ۵۱۴ھ میں دبیس کو ہوش میں لانے کی غرض سے بھیجا گیا تھا پھر باہم مصالحت ہو جانے اور دبیس کا اپنے بھائی منصور کو بطور فعل ضامنی کے برسق کے پاس قید کرا دینے اور برسق کا معہ منصور کے سنہ ۵۱۶ھ میں بغداد واپس آنے کا حال بھی تحریر کر چکے ہیں۔ خلیفہ مسترشد کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو اُسے ایک آنکھ بھی یہ نہ بھایا۔ سلطان محمود کو لکھ بھیجا۔ " دبیس سے کسی طرح مصالحت نہ کیجائے کیونکہ وہ اپنے باپ کا بدلہ لینے بغداد آیا تھا۔ مناسب یہ ہے کہ اسکی سرکوبی کو آقسنقر برسقی کو موصل سے طلب کر کے بغداد و عراق کا شحنہ مقرر کیا جائے " سلطان محمود نے اس تحریک کی بناء پر آقسنقر برسقی کو موصل سے طلب کر کے بغداد کا شحنہ مقرر کیا اور دبیس سے صف آرائی کا بھی حکم دیا۔ اس مرتبہ سلطان محمود کا قیام بغداد میں بیس مہینے رہا جوں ہی سلطان محمود نے بغداد سے کوچ کیا دبیس کھُل کھیلا خلافت مآب نے حکم صادر فرمایا کہ آقسنقر برسقی فوراً فوج لیکے حلہ کیجانب روانہ ہو اور دبیس سرکش کو حلہ سے نکال باہر کرے۔ آقسنقر برسقی نے اس حکم کے مطابق اپنی فوج کو موصل سے طلب کر کے حلہ کیطرف روانہ کیا۔ دبیس بھی یہ خبر پا کے مقابلہ پر آیا۔ ایک دوسرے سے گتھ گیا آخر کار لشکر موصل ہزیمت اٹھا کے ماہ ربیع الآخر سنہ ۵۱۶ھ میں بغداد واپس آیا۔

اس مہم میں نصر بن نفیس بن مہذب الدولہ احمد بن ابو الخیر والی بطیحہ اور اس کا چچا مظفر بن عماد بن ابو الخیر بھی شریک تھا۔ چونکہ دونوں میں پہلے سے عداوت تھی اس وجہ سے انہزام لشکر کیوقت مظفر، نصر کو قتل کر کے بطیحہ جا پہونچا اور واسط پر قابض و متصرف ہو کے دبیس کی اطاعت قبول کر لی۔

بعد اس واقعہ کے دبیس نے خلافت مآب کی خدمت میں اظہار اطاعت کیغرض سے عرضداشت روانہ کی اور یہ لکھ بھیجا " خلافت مآب کا میں اسی طرح مطیع ہوں

جیسا کہ اس سے پیشتر تھا اگر اس تابعدار میں کچھ بھی انحراف و سرکشی کا مادّہ ہوتا تو قسنقر برسقی کا لشکر بغداد سے صحیح وسلامت واپس نہ جاتا۔ خلافت مآب اپنے صرف خاص کے بلاد پر قبضہ کرنے اور اُن پر تصرف جاری و نافذ کرنے کے لئے عمال روانہ فرماویں مگر شرط یہ ہے کہ وزیر جلال الدین بن علی بن صدقہ گرفتار و قید کر لیا جائے،، خلیفہ مسترشد نے اس شرط مصالحت کی مطابق اپنے وزیر جلال الدین کو گرفتار کر لیا اس کا برادرزادہ جلال الدین ابوالرضی موصل بھاگ گیا۔ سلطان محمود تک اس واقعہ اور ہزیمت کی خبر پہونچی تو اس نے دبیس کے بھائی منصور کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔

انہیں دنوں دبیس نے اپنے ہمراہیوں کو اونکی جاگیروں کیطرف جانے کا حکم دیا جو واسط میں تھیں ترکوں نے مزاحمت کی اس بنا پر اِدہر دبیس نے ایک فوج بسرافسری مہلہل بن ابوالعسکر ترکوں کی سرکوبی کو واسط کیجانب روانہ کی اور مظفر بن عماد والی بطیحہ کو مہلہل کی کمک کو لکھ بھیجا اُدہر اہل واسط کی کمک پر آقسنقر برسقی نے انکے طلب کرنے پر ایک لشکر بغداد سے بھیجدیا۔ مہلہل نے بلاانتظار مظفر اہل واسط سے لڑائی چھیڑ دی۔ اہل واسط نے پہلے ہی حملہ میں مہلہل کو شکست فاش دیکے گرفتار کر لیا۔ علاوہ اس کے ایک گروہ سرداران لشکر کا گرفتار ہو گیا۔ مقتولوں اور زخمیوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہو گئی اس کے بعد بطیحہ سے مظفر قتل وغارت اور تاخت و تاراج کرتا ہوا واسط کے قریب پہونچا۔ مہلہل کی ہزیمت کا حال سُنکے اونٹے پاؤں لوٹ کھڑا ہوا۔ اہل واسط کو اسکی آمد و واپسی کی خبر ملی تو انہوں نے دبیس کا وہ خط مظفر کے پاس بھیجدیا جو مہلہل کے اسباب سے برآمد ہوا تھا دبیس نے بدستخط خاص اس خط میں مہلہل کو مظفر کے گرفتار کر لینے کو لکھا تھا۔ مظفر کو اس خط کے دیکھنے سے سخت حیرت دامنگیر ہوئی تھوڑی دیر کے بعد جب کسیقدر طبیعت کو سکون ہوا تو اس نے بھی اہل

واسط سے سازش کرلی اور دبیس سے منحرف و باغی ہو گیا۔

دبیس کو جب یہ خبر لگی کہ اس کے بھائی منصور کو سلطان محمود نے گرفتار کر کے جیل میں ڈالدیا ہے اور اسکی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروادیں ہیں تو وہ بھی علم مخالفت بلند کرکے باغی ہو گیا۔ اس کے صوبہ میں جسقدر خلافت مآب کے گاؤں اور املاک تھے سب کے سب کو لوٹ کے تاخت و تاراج کر دیا۔ ہر چہار طرف ہنگامہ نمونہ حشر برپا ہو گیا۔ امن و عافیت کا نام باقی نہ رہا۔ اہل واسط نے بھی مہلہل کو گرفتار کرکے نعمانیہ کی جانب قدم بڑھایا اور بات کی بات میں دبیس کے ہوا خواہوں کو نعمانیہ سے نکال باہر کر دیا۔ خلافت مآب نے آقسنقر برسقی کو جنگ دبیس پر روانہ ہونیکا حکم دیا۔ پس اسنے فوجیں مرتب کیں اور سامان جنگ درست کرکے جنگ دبیس پر روانہ ہوا جیساکہ آیندہ ہم بیان کرینگے۔

بعد ان واقعات کے سلطان محمود نے آقسنقر برسقی کو علاوہ گورنری موصل کے واسط کی بھی سند حکومت عطا کی اس نے عماد الدین زنگی بن آقسنقر کو اپنی طرف سے واسط روانہ کیا

وزارت کی تبدیلی

ہم ابھی اوپر بیان کر آئے ہیں کہ دبیس نے اپنے شرائط مصالحت میں وزیر السلطنت جلال الدین ابن علی بن صدقہ کی گرفتاری کو بھی کو شامل کیا تھا۔ چنانچہ خلافت مآب نے اوسکو ماہ جمادی الاول ۵۱۶ھ میں جیساکہ تم اوپر پڑھ آئے ہو گرفتار کر لیا بجائے اس کے شرف الدین علی بن طراد زینبی وزارت کا کام نیابتہً کرنے لگا۔ جلال الدین ابو الرضی برادرزادہ وزیر السلطنت جلال الدین بخوف گرفتاری و قتل موصل بھاگ گیا۔ سلطان محمود کو اسکی خبر لگی تو اس نے نظام الدولہ ابو نصر احمد بن نظام الملک کی وزارت کی سفارش کی اس تعلق سے کہ اس کا بھائی شمس الملک عثمان بن نظام الملک دربار سلطانی میں قلمدان وزارت کا مالک تھا...۔[۱] خلافت مآب نے سلطان محمود کی سفارش پر نظام الدولہ کو عہدۂ وزارت عطا کیا۔

---

[۱] اس مقام پر اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔ مترجم۔

نظام الدولہ وہی شخص ہے جو ۵۰۰ھ میں سلطان محمد کا وزیر تھا۔ مگر سلطان محمد نے کسی وجہ سے اسکو معزول کر دیا تھا۔ پس یہ اس زمانہ سے بغداد میں خانہ نشیں رہا جب اسکو قلمدان وزارت عطا ہوا تو معزول وزیر جلال الدین نے یہ خیال کر کے کہ اب آئندہ یہ عہدہ مجھے نصیب نہ ہوگا خلافت مآب سے سلیمان بن مہارش کے پاس حدیثہ عانہ جانے کی اجازت چاہی خلافت مآب نے اجازت دیدی چنانچہ جلال الدین بغداد کو خیر آباد کہہ کے حدیثہ عانہ کیطرف روانہ ہوا اثناء راہ میں رہزنوں نے سارا مال واسباب لوٹ لیا۔ اور قید بھی کر لیا مگر بعد چندے ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ جسکی وجہ سے اسکو قید سے رہائی ملگئی۔ بعدہ ۵۱۷ھ میں سلطان محمود نے اپنے وزیر شمس الملک کو گرفتار کر کے قید حیات سے سبکدوش کر دیا خلیفہ مسترشد نے بھی اس کے بھائی نظام الدولہ ابو نصر احمد کو اپنی وزارت سے معزول کر کے معزول وزیر جلال الدین کو عہدۂ وزارت پر بحال کر دیا۔

جنگ دبیس و خلیفہ مسترشد

دبیس نے جنگ برسقی میں عفیف خادم خلیفہ کو گرفتار کر لیا تھا بعد ازاں ۵۱۷ھ میں اسکو رہا کر دیا اور ایک خط خلافت مآب کی خدمت میں روانہ کیا جس میں برسقی کو جنگ سے بھگانے اور سلطان محمود کا اس کے بھائی منصور کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروانے پر بغداد کے لوٹنے کی دھمکی دی تھی۔ خلافت مآب کو اس غیر مہذب تحریر کے دیکھنے سے سخت برہمی اور غصہ پیدا ہوا۔ اسیوقت آقسنقر برسقی کو دبیس کی سرکوبی پر روانگی کا حکم دیا چنانچہ آقسنقر برسقی اسی سنہ کے ماہ رمضان میں دبیس سے جنگ کرنے کو روانہ ہوا بعد اس کے خلافت مآب نے بھی سامان جنگ درست کر کے دار الخلافت بغداد سے دبیس کی سرکوبی کی غرض سے کوچ فرمایا اور اطراف وجوانب ممالک محروسہ سے امدادی فوجیں طلب کیں سلیمان بن مہارش والی حدیثہ معہ بنی عقیل کے اور قرواش بن مسلم وغیرہما اپنی اپنی فوجیں لیکے آپہونچے۔ دبیس نے یہ خبر پاکے نہر ملک کو جو خلیفہ کے صرف خاص کا تھا لوٹ لیا۔ خلافت مآب کو اس نہایت

سُننے سے بیحد ناراضی اور جوش پیدا ہوا۔ دارالخلافت بغداد میں منادی کرادی کہ کوئی لشکری بغداد میں کسی غرض سے ٹھہیر نہ رہے سامان سفر و جنگ درست کرکے میدان جنگ کا راستہ لے علاوہ لشکریوں کے رعایا اور عوام الناس جسکا جی چاہے شاہی لشکر میں آجائے۔ سامانِ جنگ اور سفر خلافت پناہی عطا فرمائینگے" اہل بغداد منادی سُنکے شاہی کمپ میں جوق جوق آنے لگے۔ خلافت مآب نے اِن لوگوں کو آلات حرب اور سامان سفر دینا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ کل اہل بغداد شاہی کمپ میں آگئے بیسویں ذیحجہ سنہ مذکور کو خلافت مآب نے بیرون بغداد فوجیں مرتب کیں اور اس کے چوتھے روز بقصد جنگ دبیس دجلہ کو عبور کیا۔ سر پر سیاہ عمامہ تھا بدن پر سیاہ قبا دوش پر چادر اور ہاتھ میں چھڑی۔ کمر بندھی ہوئی تھی جسپر عمدہ نفیس پیٹی لگائے ہوئے تھے وزیر السلطنت نظام الدولہ، نقیب الطالبین، نقیب النقباء علی بن طراد اور شیخ الشیوخ صدر الدین اسمٰعیل وغیرہم جلو میں تھے۔ آقسنقر کو اسکی خبر لگی سُنتے ہی خلافت مآب کے لشکر میں واپس آیا اور خلافت مآب نے حدیثہ میں پہونچکے قیام فرمایا۔ اراکین دولت اور امراء لشکر کو ایک جلسہ خاص میں جمع کرکے جنگ دبیس کی بیعت لی اگلے دن کوچ کرکے مبارکہ میں پہونچکے پڑاؤ کیا۔ آقسنقر برسقی اپنی فوج کو بقصد جنگ مرتب کرنے لگا خلیفہ مسترشد معہ اپنے مصاحبوں کے لشکر کے پیچھے رونق افروز تھا۔ دبیس بھی صف آرائی کر رہا تھا اس کے ہر صف لشکر کے آگے عورتیں اور مخنث (ہجڑے) گا بجا رہے تھے اور خلافت مآب کی فوج میں حفاظ اور قاری قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے شاہی پہریروں کے ساتھ امیر کربادی بن خراسان تھا ساقہ میں سلیمان بن مہارش اور میمنہ میں برسقی، ابوبکر بن الیاس اور امراء بلخیہ معہ اپنی اپنی فوجوں کے موجود تھے۔ پہلے دبیس کے لشکر سے عنتر بن ابوالعسکر نے میمنہ پر حملہ کیا۔ ابوبکر بن الیاس امیر میمنہ کے پاؤں ڈگ گئے اسکا بھتیجہ مارا گیا۔ ابوبکر ہنوز سنبھلنے نہ پایا تھا

کہ عنتر نے دوسرا حملہ کر دیا۔ قریب تھا کہ ابوبکر شکست کھا کے بھاگ کھڑا ہوتا مگر عماد الدین زنگی بن آقسنقر نے اسکا احساس کر کے لشکر واسط کو ایلغار کا اشارہ کر دیا پھر کیا تھا عنتر کے ہاتھ کے طوطے اوڑ گئے ساری فوج جو اسکے رکاب میں تھی تتر بتر ہو گئی۔ عنتر معہ اپنے اسٹاف کے سرداروں کے گرفتار ہو گیا۔ بعد اس کے جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی صفوں کی ترتیب جاتی رہی۔ ایک دوسرے سے گتھ گیا خلافت مآب کے لشکر کا ایک حصہ جس میں تقریباً پانچ سو سپاہی تھے کمینگاہ میں چھپا ہوا تھا جسوقت گھمسان لڑائی ہونے لگی اس حصہ فوج نے کمینگاہ سے نکلکے دبیس کے لشکر پر پس پشت سے حملہ کر دیا۔ آگے سے خلیفہ مسترشد شمشیر برہنہ لئے باآواز بلند تکبیر کہتا ہوا بڑھا۔ دبیس کا لشکر تاب مقابلہ نہ لا سکا۔ بھاگ کھڑا ہوا فتحمند گروہ نے گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ خاتمہ جنگ کے بعد دربار خلافت میں قیدی پیش کئے گئے مرد تو خلافت مآب کے روبرو قتل کر ڈالے گئے۔ عورتیں اور بچے لونڈی غلام بنا لئے گئے اور یوم عاشورا ۱۷ھ کو خلیفہ مسترشد مظفر و منصور بغداد واپس آیا۔

دبیس نے شکست کھا کے عرب کے ایک گروہ کے پاس جا کے دم لیا اور ان لوگوں سے امداد کا خواستگار ہوا۔ ان لوگوں نے بخیال ناراضی خلیفہ مسترشد و سلطان محمود اعانت و کمک سے انکار کیا تب دبیس نے مشقر (مضافات بحرین) میں جا کے قیام کیا اور اہل مشقر سے استمداد کا خواہاں ہوا۔ اہل مشقر دبیس کی دم پٹی میں آ گئے امداد کا وعدہ کر لیا۔ دبیس نے اہل مشقر کو مجتمع کر کے بصرہ پر دھاوا کر دیا۔ امیر بصرہ کو اسکی خبر کچھ نہ تھی۔ تاہم مقابلہ پر آیا۔ لڑائی ہوئی۔ بالآخر امیر بصرہ مارا گیا اور بصرہ دبیس کے ہاتھوں تاخت و تاراج ہو گیا۔ خلیفہ مسترشد کو اسکی خبر لگی آقسنقر برسقی کو غفلت پر سخت و سست کہہ کے دبیس کی سرکوبی کو روانہ کیا۔ دبیس نے یہ سُنکے بصرہ چھوڑ دیا۔ آقسنقر برسقی نے عماد الدین زنگی کو بصرہ کی آبادی و حمایت پر

مامور کیا۔ عماد الدین نے نہایت مستعدی سے بصرہ کی حفاظت کی اس کے اطراف وجوانب سے سرکش اور باغی عربوں کو منتشر کر دیا۔ دبیس نے جعبر میں پہونچکے عیسائیو سے سازش کر لی اور ان کے ساتھ ہو کے حلب کے محاصرہ پر آیا لیکن عیسائیوں نے کامیابی کی صورت نہ دیکھی۔ ۵۱۸ھ میں محاصرہ حلب سے دست کش ہو کر چلے گئے اور دبیس ملک طغرل بن سلطان محمد کے پاس چلا گیا۔ ماشاء اللہ طبیعت صلح پسند پائی تھی ملک طغرل کو قبضہ عراق کی طمع دی اور کہہ سُنکے اسکو اسپر آمادہ کر لیا جیسا کہ آیندہ ہم تحریر کریں گے۔

یر نقش کی تقرری

بعد واقعات متذکرہ بالا کے اتفاقات سے خلافت مآب کو آقسنقر برسقی شحنہ بغداد سے منافرت اور کشیدگی پیدا ہو گئی۔ سلطان محمود کو لکھ بھیجا "آقسنقر برسقی حکومت عراق سے معزول کر کے موصل کی حکومت پر بھیجدیا جائے۔ مابدولت واقبال اسکی صورت دیکھنے کے روادار نہیں ہیں" سلطان محمود نے اس تحریک و تحریر کے مطابق برسقی کو عیسائیوں پر جہاد کرنے کی غرض سے موصل کی روانگی کا حکم صادر کر کے اپنی اولاد میں سے ایک کمسن بچہ کو اس کے ہمراہ موصل جانے کو روانہ کیا۔ اور بغداد کی شحنگی پر یر نقش زکوی کو مامور فرمایا جسوقت یر نقش زکوی کا نائب دارالخلافت بغداد میں آیا برسقی نے اسکو چارج دیکے معہ شاہزادہ کے موصل کا راستہ لیا۔ اور عماد الدین زنگی والی بصرہ کو بصرہ سے موصل بلا بھیجا مگر عماد الدین زنگی بجائے موصل جانے کے سلطان محمود کے پاس اصفہان جا پہونچا۔ سلطان محمود اس سے بڑی آؤ بھگت سے ملا اور بصرہ کو بطور جاگیر عنایت فرما کے پھر بصرہ کی جانب واپس فرمایا۔[۱]

---

[۱] یہ واقعات ۵۱۸ھ کے ہیں۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۵۔

ملک طغرل و دبیس عراق میں

تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ دبیس بن صدقہ محاصرہ حلب کے بعد ملک طغرل کے پاس چلا گیا تھا۔ ملک طغرل نے دبیس کی عزت افزائی کی اور اپنے خاص مصاحبوں میں شامل کر لیا دبیس نے ملک طغرل کو قبضہ عراق پر اُبھارنا شروع کیا۔ اور جب یہ پس و پیش کرنے لگا تو دبیس نے قبضہ عراق کا بیڑہ اُٹھا لیا۔ چنانچہ ملک طغرل ۵۱۹ھ میں فوجوں کو آراستہ کر کے عراق کیطرف بڑھا۔ دقوقا میں پہونچ کے پڑاؤ کیا مجاہد الدین بہروز نے تکریت سے خلافت مآب کو ملک طغرل اور دبیس کی آمد اور عزیمت سے مطلع کیا خلافت مآب نے ان دونوں سرکش اور باغیوں کی مدافعت کی غرض سے سفر و جنگ کی طیاری کا حکم دیا۔ "یرنقش زکوی شحنہ بغداد کو یہ اشارہ ہوا کہ تم فراہمی لشکر میں مصروف اور ہر وقت جنگ پر مستعد رہنا" علاوہ اہل بغداد کے بارہ ہزار فوج مجتمع ہو گئی۔ پانچویں صفر ۵۱۹ھ کو خلافت مآب نے دارالخلافت بغداد سے نکل کے صحرار شماسیہ میں قیام فرمایا۔ ملک طغرل نے یہ سُنکے راہ خراسان کی جانب قدم اُٹھائے۔ اس کے لشکریوں نے غارتگری شروع کر دی رباط جلولا، میں پہونچکے ملک طغرل نے پڑاؤ کیا۔ وزیر السلطنت جلال الدین بن صدقہ نے اپنی فوج کو اسکی طرف بڑھایا اور دسکرہ میں پہونچکے ٹھہر گیا۔ اتنے میں خلیفہ مسترشد کا موکب ہمایوں بھی آگیا اور وہ بھی دسکرہ ہی میں اوتر پڑا۔ ملک طغرل اور دبیس نے رباط جلولا سے نکلکے ہارونیہ میں قیام کیا ملک طغرل اور دبیس میں یہ رائے قرار پائی کہ پہلے دونوں متفق ہو کے جسر نہروان کو عبور کریں بعد ازاں دبیس تو پایاب مقامات اور گھاٹوں کی محافظت و نگرانی کرتا رہے اور ملک طغرل اپنی فوج کو دارالخلافت بغداد کیطرف بڑھائے۔ مگر اتفاقیہ وانع ایسے پیش آئے کہ وہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے۔ زور کی بارش ہوئی ملک طغرل تپ شدید میں مبتلا ہوا۔ رسد و غلہ کی کمی سے فوج میں فاقہ کشی کی نوبت پہونچی۔ دبیس عبور کرنے کی غرض سے نہروان پر آیا۔ بھوک سے بُرا حال ہو رہا تھا۔ اتفاق سے چند اونٹ ملکئے جنپر کپڑے

اور مختلف قسم کے کھانے لدے ہوئے تھے۔ یہ اونٹ دار الخلافت بغداد سے خلافت مآب کی خدمت میں جا رہے تھے۔ دبیس نے ان کو لوٹ لیا۔ لشکر گاہ خلیفہ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ دبیس نے دار الخلافت بغداد پر قبضہ کر لیا۔ اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ تمام لشکر میں ایک ہل چل مچ گئی لشکری مال و اسباب چھوڑ کے نہروان کیطرف بھاگے۔ خلافت مآب نے بھی دسکرہ سے نہروان کی جانب کوچ کیا۔ نہروان میں پہونچے تو دبیس اور اس کے ہمراہیوں کو سوتے ہوئے پایا۔ شور وغل سے دبیس کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھا کہ خلافت مآب علم خلافت کے نیچے رونق افروز ہیں۔ آنکھیں ملتا ہوا اٹھا زمین بوسی کی تملق اور خوشامد سے اظہار عجز و اطاعت کرنے لگا۔ خلیفہ مسترشد اس سے مصالحت کرنے پر مائل ہو گیا اس عرصہ میں وزیر السلطنت جلال الدین پہونچ گیا۔ اس نے خلافت مآب کو اس رائے سے پھیر لیا بعد اس کے خلافت مآب کا موکب ہمایوں نہروان کے پل کو عبور کر کے اپنی غیبوبت کے پچیسویں روز بغداد پہونچا۔ اور دبیس نے ملک طغرل کی جانب معاودت کی۔

بعد اسکے ملک طغرل اور دبیس نے باتفاق رائے ملک سنجر کیطرف کوچ کیا۔ ہمدان ہو کر گذرے۔ اطراف و جوانب کے شہر اور قصبات کو لوٹ لیا۔ عمال شاہی سے تاوان اور جرمانے وصول کئے۔ سلطان محمود نے یہ خبر پا کے ملک طغرل اور دبیس کا تعاقب کیا چونکہ ملک طغرل اور دبیس میں مقابلہ کرنے کی قوت نہ تھی۔ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ملک سنجر کے پاس خراسان میں جا کے دم لیا۔ خلیفہ مسترشد اور یرنقش شحنہ بغداد کے شکایات کے دفتر کھولے۔

خلیفہ مسترشد اور سلطان محمود کی ناصافی

سنہ ۵۲۰ھ میں یرنقش زکوی شحنہ بغداد اور خلیفہ مسترشد کے نواب میں چلگئی خلیفہ مسترشد نے یرنقش زکوی کو تہدید کا خط تحریر کیا یرنقش کو اپنی جان کا خطرہ پیدا ہوا ماہ رجب سنہ مذکور میں

بغداد کو خیر آباد کہہ کے سلطان محمود کے پاس چلا گیا اور یہ ظاہر کیا کہ خلیفہ مسترشد نے فوجیں مرتب کر لی ہیں۔ سامان جنگ بھی کافی طور سے فراہم کر لیا ہے۔ مالی قوت بھی انکی ایک گونہ قابل اطمینان ہے اگر حکومت پناہ، دار الخلافت بغداد کے قبضہ سے ذرا بھی تساہلی فرمائینگے تو خلیفہ مسترشد کی بڑھی ہوئی طاقت کا مقابلہ کرنا دشوار ہوگا اور پھر وہ آپ کے قبضہ اقتدار سے باہر ہو جائیگا۔ سلطان محمود نے فوج کو طیاری کا حکم دیا۔ اور سامان سفر درست کر کے عراق کی جانب کوچ کیا۔ خلیفہ مسترشد کو اسکی خبر لگی کہلا بھیجا ""چونکہ دبیس کی بغاوت و سرکشی کیوجہ سے ممالک محروسہ میں امن و عافیت کا وجود معدوم ہو رہا ہے اسوجہ سے مناسب یہ ہے کہ تم عراق کو واپس جاؤ۔ جسقدر روپیوں کی ضرورت ہو ما بدولت واقبال دینے کو طیار ہیں"" اس پیام سے سلطان محمود کے شکوک نے یقین کی صورت اختیار کر لی۔ اور وہ کل خیالات جو پر تقش نے جما دیئے تھے مجسم صورت ہو کے روبرو آ گئے۔ نہایت تیزی سے طے مسافت کرنے لگا۔ خلیفہ مسترشد نے ناراض ہو کے بغداد کے غربی ساحل کو باظہار اس امر کے عبور کیا کہ اگر سلطان محمود نے ذرا بھی قدم آگے بڑھائے تو میں بغداد چھوڑ کے چلا جاؤنگا۔ سلطان محمود کو اسکی خبر لگی اپنی جسارت و دلیری کی معافی چاہی۔ بغداد میں واپس آنیکی درخواست کی خلافت مآب نے انکار کر دیا۔ سلطان محمود کو اس سے ناراضی پیدا ہوئی۔ غضبناک بغداد کیطرف چلا۔ اور خلیفہ مسترشد غربی بغداد میں ٹھیرا رہا۔ اپنے خادم خاص عفیف نامی کو بسر افسری ایک لشکر کے واسطے کیجانب سلطان محمود کے نواب سے مزاحمت کرنے کو روانہ کیا۔ سلطان محمود نے عماد الدین زنگی بن آقسنقر کو اس کے مقابلہ پر بھیجا۔ عماد الدین حکومت بصرہ پر تھا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ الغرض عفیف اور عماد الدین نے صف آرائی کی۔ خوب خوب لڑائیاں ہوئیں آخر کار عفیف کے لشکر کو ہزیمت ہوئی۔ ایک گروہ کثیر اس کے لشکر کا کھیت رہا۔ بہزار خرابی عفیف بھاگ کر خلافت مآب کی خدمت میں پہونچا خلافت مآب نے

کشتیاں جمع کرائیں اور محلسرائے خلافت کے کل دروازے باستثناء باب نوبی بند کرا دیئے اتنے میں سلطان محمود دسویں ذی حجہ سنہ ۵۲۰ھ کو بغداد میں داخل ہوا اور باب شماسیہ پر اوتر پڑا۔ لشکریوں کو لوگوں کے مکانات میں قیام کرنے سے منع کر دیا۔ خلیفہ مسترشد نے واپس جانے اور مصالحت کرنے کا پیام بھیجا۔ سلطان محمود نے مصالحت اور مراجعت سے انکار کیا۔ بعد اس کے سلطانی لشکر کا ایک حصہ موقع پا کے پہلی محرم ۵۲۱ھ میں محلسرائے خلافت میں گھس پڑا اور تاج کو لوٹ لیا۔ اس سے عوام الناس کو بیحد اشتعال پیدا ہوا۔ مجتمع ہو کے خلیفہ مسترشد کی خدمت میں پہونچے۔ خلیفہ مسترشد طیش میں آ کے نکل آیا۔ شمسہ سر پر تھا وزیر السلطنت آگے آگے تھا۔ نقارے بج رہے تھے بانسریاں بجائی جاتی تھیں اور خود بدولت بآواز بلند "یا لہاشم" "یا لہاشم" پکار اُٹھے۔ کشتیوں کے پُل بنائے جانیکا ارشاد فرمایا بات کی بات میں بنکر طیار ہو گیا۔ ایک ہی بار میں کل ہمراہیان خلیفہ عبور کر گئے۔ اسوقت خلافت مآب کے مکان میں پردوں کی آڑ میں ایکہزار جنگ آور روپوش تھے سلطانی لشکر بیخوف و ہراس غارتگری میں مصروف تھا۔ خلافت مآب کے ہمراہیوں نے پہونچکر انکو قتل و قید کرنا شروع کیا اور عوام الناس نے سلطانی امراء کے مکانات لوٹ لئے۔ خلیفہ مسترشد معہ تیس ہزار جنگ آوران اہل بغداد کے شرقی ساحل کو عبور کیا۔ دمدمے، خندقیں، اور مورچوں کے بنانیکا حکم صادر فرمایا۔ رات بھر میں بغداد کی حفاظت کا انتظام کامل کر لیا گیا لڑائی کا سلسلہ برابر جاری تھا ہر روز کنارۂ دجلہ پر خون کا دریا بہایا جاتا تھا اس اثناء میں عماد الدین زنگی ایک عظیم لشکر لئے ہوئے بصرہ سے آپہونچا جس نے دریا اور خشکی کو گھیر لیا سلطان محمود کے حوصلے بڑھ گئے مجموعی قوت سے اہل بغداد پر حملہ کرنے کی طیاری شروع کی خلافت مآب نے اپنی کمزوری کا احساس کر کے صلح کا پیام دیا۔ چونکہ سلطان محمود بھی روزانہ جنگ سے تنگ آ گیا تھا اسوجہ سے فریقین میں مصالحت ہو گئی۔

بعد مصالحت سلطان محمود ماہ ربیع الآخر ۵۲۱ھ تک بغداد میں مقیم رہا بعد ازاں بیمار ہو گیا۔ اطباء نے بغداد چھوڑ دینے کی رائے دی۔ چنانچہ ماہ مذکور کی کسی تاریخ میں سلطان محمود نے بغداد سے ہمدان کی جانب کوچ کیا۔ روانگی کے وقت خلافت مآب نے ہدایا و تحائف اور انعامات دیئے جسکو سلطان نے بسر و چشم قبول کیا۔ اور شحنگی عراق پر بعد غور و فکر عماد الدین زنگی کو متعین فرمایا۔

جوں ہی سلطان محمود نے بغداد سے کوچ کیا اپنے وزیر ابوالقاسم علی بن ناصر نشاباذی کو بالزام سازش خلیفہ مسترشد گرفتار کر کے شرف الدین انوشیرواں بن خالد قلمدان وزارت کا مالک بنایا۔ شرف الدین بوقت گرفتاری وزیر ابوالقاسم بغداد میں تھا۔ سلطان محمود کی طلبی پر ماہ شعبان میں بغداد سے روانہ ہو کے اصفہان پہونچا۔ دربار سلطانی میں حاضر ہو کے خلعت وزارت سے سرفراز ہوا۔ اس عہدہ سے سرفراز کئے جانے پر امراء اور رؤساء نے نذریں گذرانیں خلافت مآب نے بھی چند تحفے دیئے۔ چنانچہ اس نے دس ماہ تک وزارت کی بعد اس کے استعفاء دیکے بغداد لوٹ آیا۔ وزیر السلطنت ابوالقاسم اُس زمانہ سے برابر مقید اور محبوس رہا تا آنکہ آئندہ سنہ میں سلطان سنجر رے آیا اور اوسکو رہا کر کے سلطان کی وزارت پھر دلوائی۔

دبیس اور ملک سنجر

جسوقت دبیس ملک سنجر کے پاس پہونچا ملک طغرل بھی اسکے ہمراہ تھا ان دونوں نے ملک سنجر کو خلیفہ مسترشد اور سلطان محمود کیطرف سے بدظن کرنا شروع کیا رفتہ رفتہ ان دونوں کی مخالفت کا خیال اسکے دماغ میں مرتسم کر دیا۔ اور عراق پر قبضہ کر لینے کی طمع دی۔ چنانچہ ملک سنجر سامان سفر و جنگ درست کر کے کوچ و قیام کرتا ہوا رے پہونچا۔ سلطان محمود اسوقت ہمدان میں تھا۔ ملک سنجر نے سلطان محمود کو اس آزمائش کے لئے کہ آیا وہ میرا مطیع ہے یا نہیں بلا بھیجا۔ سلطان محمود کا دل تو صاف تھا ہی تھا چچا سے ملنے کو روانہ ہوا جسوقت ملک سنجر کے لشکر گاہ کے قریب پہونچا

ملک سنجر نے کل فوج کو استقبال کا حکم دیا اور خود بھی بعزت واحترام ملک محمود سے ملا اپنے برابر تخت پر بٹھایا۔ سلطان محمود ایک مدت تک ملک سنجر کے پاس مقیم رہا بعد ازاں ملک سنجر نے پندرہویں ذی قعدہ کو خراسان کیجانب کوچ کیا روانگی کیوقت دبیس کو سلطان محمود کے سپرد کرکے یہ ہدایت کی کہ اسکو اس کے شہر واپس کردینا۔ ملک سنجر کی روانگی کے بعد سلطان محمود نے بھی ہمدان کیطرف مراجعت کی دبیس اس کے ہمراہ تھا۔ ہمدان میں چندے قیام کرکے بغداد کا راستہ لیا۔ نویں محرم ۵۲۳ھ کو دار الخلافت بغداد میں داخل ہوا۔ دربار خلافت میں دبیس کو پیش کرکے عفو تقصیر کی سفارش کی۔ خلافت مآب نے اس شرط سے اسکی تقصیر معاف فرمائی کہ اسکو حلہ کے سوا اور کسی صوبہ کی حکومت دیجائے۔ چنانچہ دبیس نے ایک لاکھ دینار صرف کرکے حکومت موصل کی سند حاصل کرنے کی کوشش کی عماد الدین زنگی کو اسکی اطلاع ہوگئی۔ تحائف اور ہدایا لیکے چپکے سے سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا ایک لاکھ دینار بطور نذر پیش کئے۔ سلطان محمود نے اسکو پھر حکومت موصل پر واپس اور بہروز کو بغداد کی شحنگی عنایت کی حلہ کی نگرانی بھی انہیں کے متعلق کی گئی۔

بعد اس کے ماہ جمادی الآخر ۵۲۳ھ میں سلطان محمود نے ہمدان کیطرف کوچ کیا۔ اتفاق وقت سے ہمدان میں پہونچکے علیل ہوگیا۔ دبیس کو موقع ملگیا عراق جا پہونچا خلیفہ مسترشد نے اس کے مقابلہ اور مدافعت کی طیاری کی۔ دبیس نے بغداد سے اعراض کرکے حلہ کا راستہ لیا بہروز نے یہ سنکے حلہ چھوڑ دیا پس دبیس نے ماہ رمضان ۵۲۳ھ میں حلہ میں داخل ہوکے قبضہ کرلیا۔ سلطان محمود نے اس کے بعد ہی امیر کنزل اور امیر احمدیلی کو حلہ کیطرف روانہ کیا جنہوں نے دبیس کی ضمانت اور اسکی آیندہ سرکشی نہ کرنے کی ذمہ داری کی تھی۔ دبیس یہ خبر پاکے خلیفہ مسترشد کو ملانے لگا۔ عذر خواہی کی عرضی بھیجی۔ خط وکتابت کا سلسلہ شروع ہوا۔ مگر باایں ہمہ دبیس اپنی تدابیر اور عاملانہ حکمتوں سے غافل نہ ہوا۔ فوجین اسباب جنگ اور روپیہ فراہم کرتا جاتا تھا تاآنکہ اسکی فوج کی تعداد دس ہزار تک پہونچگئی۔

اس عرصہ میں احمدیلی ماہ شوال میں بغداد پہونچا اور دبیس کے تعاقب میں فوراً روانہ ہوا۔ بعدازاں ماہ ذیقعدہ میں سلطان محمود بھی دارالخلافت بغداد پہونچا دبیس نے ہدایا اور تحائف پیش کر کے معافی تقصیر کی درخواست کی۔ سلطان محمود نے عفو تقصیر سے انکار کیا۔ دبیس نے حلہ کو خیرآباد کہہ کے بصرہ کا راستہ لیا۔ اور جسقدر بصرہ میں خلافت مآب اور سلطنت پناہ کا مال واسباب تھا سب پر قبضہ کر لیا۔ سلطان محمود یہ خبر پا کے آگ بگولا ہو گیا اسیوقت اس کے تعاقب پر ایک فوج متعین کی۔ اس نے یہ خبر پا کے بصرہ چھوڑ دیا جنگل اور پہاڑوں کی تنگ گھاٹیوں میں جا چھپا۔

سلطان داؤد کی تخت نشینی

ماہ شوال ۵۲۵ھ میں سلطان محمود نے اپنی حکومت کے تیرہویں برس وفات پائی باتفاق رائے وزیرالسلطنت ابوالقاسم نشاباذی اور اتابک آقسنقر احمدیلی، سلطان محمود کا بیٹا داؤد سریر حکومت پر متمکن کیا گیا تمام بلاد جبل اور آذربیجان میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ جدید سلطان کی تخت نشینی کیوجہ سے ہمدان اور اس کے اطراف وجوانب میں ہنگامے اور فسادات برپا ہوئے مگر بہت فرو بھی ہو گئے۔ وزیرالسلطنت اس خیال سے کہ آیندہ کسی خطرہ کا سامنا نہ کرنا پڑے سارا مال واسباب لے دیکے سلطان سنجر کے پاس رَے چلا گیا۔ بعد اس کے سلطان داؤد نے ماہ ذیقعدہ ۵۲۵ھ میں ہمدان سے زنجان کیجانب کوچ کیا۔ دربار خلافت میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی۔ اس اثناء میں یہ خبر گوشگزار ہوئی کہ اسکا چچا ملک مسعود جرجان سے تبریز چلا آیا ہے اور اسپر قبضہ کر لیا ہے۔ اس خبر کا سننا تھا کہ فوج کو طیاری کا حکم دیدیا اور جسقدر جلد ممکن ہوا تبریز پہونچکے آخر ماہ محرم ۵۲۶ھ میں محاصرہ ڈالدیا چچا اور بھتیجہ میں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ آخرالامر دونوں میں مصالحت ہوئی داؤد نے تبریز سے محاصرہ اُٹھا کے ہمدان کیجانب کوچ کیا اور ملک مسعود تبریز سے باہر آکے فراہمی لشکر میں مصروف ہوا۔ تھوڑے

دنوں میں جب ایک عظیم لشکر مجتمع ہو گیا تو سلطان داؤد کی مخالفت کا علم بلند کرکے ہمدان کیطرف کوچ کیا۔ خلیفہ مسترشد سے کہلا بھیجا "میرے نام کا خطبہ جامع مساجد میں پڑھے جانے کی اجازت دیجائے" دربار خلافت سے جواب آیا "بالفعل سلطان سنجر والی خراسان کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ بعد اس کے جو شخص مستحق سمجھا جائے گا اس کے نام کا خطبہ پڑھا جائیگا" اس جواب کے ساتھ ہی ملک سنجر کے پاس بھی ایک یادداشت بھیجدی گئی کہ خطبہ تمہارے ہی نام کا پڑھا جانا مناسب اور سزاوار ہے۔ کسی دوسرے کو اس کا استحقاق نہیں پہونچتا ہے۔ اس یادداشت سے ایک خاصہ موقع ہاتھ آ گیا۔ بعد اسکے ملک مسعود نے عماد الدین زنگی والی موصل سے اعانت طلب کی عماد الدین زنگی نے امداد و اعانت کا اقرار کیا۔ اور لشکر طیار کرکے ملک مسعود کیجانب کوچ کیا رفتہ رفتہ معشوق تک پہونچا اس عرصہ میں قراجا ساقی والی فارس و خوزستان بہمراہی ملک سلجوق شاہ ابن سلطان محمد ایک عظیم لشکر لئے ہوئے بغداد پہونچگیا اور دار الخلافت میں اوترپڑا۔ خلافت مآب نے عزت و احترام سے ملاقات کی اور اپنی ذات خاص کے لئے اس سے قسم لی۔ بعد اس کے ملک مسعود نے عباسیہ میں پہونچکے پڑاؤ کیا۔ ملک سلجوق نے یہ خبر پا کے مقابلہ کی غرض سے لشکر کو طیاری کا حکم دیا۔ اتنے میں عماد الدین زنگی کے آنے کی خبر لگی قراجا ساقی نے زنگی کی روک تھام کرنے کو ساحل غربی کو عبور کیا۔ زنگی اور قراجا ساقی میں لڑائی چھڑ گئی۔ ایک خونریز جنگ کے بعد زنگی کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا زنگی اپنی جان بچا کے تکریت کیطرف بھاگا۔ ان دنوں قلعہ تکریت کا حاکم نجم الدین ایوب پدر سلطان صلاح الدین یوسف تھا اس نے زنگی کے عبور کرنے کو کشتیاں فراہم کردیں پل بندھوا دیا۔ زنگی نے جیحوں یعنی دریا کو عبور کیا اور باطمینان تمام اپنا راستہ لیا۔ بعد اس کے ملک مسعود عباسیہ سے اپنے بھائی ملک سلجوق کے مقابلہ کو آیا اور اُسی مقام پر مورچے قائم کئے جہاں پر زنگی نے قائم کئے تھے مگر یہ سُنکے کہ زنگی میدان جنگ سے شکست کھاکے

بھاگ گیا ہے بلا جدال و قتال لوٹ کھڑا ہوا۔ اور خلافت مآب کو یہ دھمکی دینا شروع کی کہ سلطان سنجر بقصد قبضہ عراق رے آگیا ہے اگر خلافت مآب اور سلجوق شاہ و قراجا ساقی مجھ سے مصالحت کرلیں اور میرے ہم آہنگ ہو جائیں تو میں ذمہ دار ہوتا ہوں کہ سلطان سنجر عراق کا رخ نہ کرے گا۔ ساتھ ہی اس کے یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ عراق پر خلافت مآب کا قبضہ و تصرف جاری و نافذ رہیگا خلافت پناہی کے عمال و نواب اسیر جس طرح چاہیں اپنا تصرف جاری کریں مگر زمام حکومت میرے قبضہ اقتدار میں رکھی جائے اور سلجوق شاہ کی بابت یہ قرار دیا جائے کہ میرے بعد وہ وارث تاج و تخت ہوگا۔ خلافت مآب اور سلجوق شاہ نے اس دم پٹی میں آکے شرائط مصالحت منظور کرلی۔ چنانچہ تکمیل معاہدہ کی غرض سے ملک مسعود ماہ جمادی الاولی ۵۲۶ھ میں پھر بغداد آیا صلحنامہ لکھا گیا مصالحت ہو گئی۔

جنگ سلطان مسعود و ملک سنجر

تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ سلطان محمود کے مرنے کے بعد اسکا بیٹا داؤد سریر حکومت پر متمکن ہوا تھا۔ یہ امر اس کے چچا ملک سنجر کو ناگوار گذرا۔ فوجیں مرتب کر کے ملک داؤد کے زیر کرنے کو بلاد جبل کیجانب کوچ کیا اس کے ہمراہ اسکا دوسرا برادرزادہ ملک طغرل[1] بن سلطان محمد بھی تھا۔ رفتہ رفتہ ملک سنجر رے پہونچا۔ دو چار روز قیام کر کے ہمدان کا رخ کیا۔ سلطان مسعود کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ فوجیں مرتب کر کے معہ اپنے بھائی سلجوق شاہ اور قراجا ساقی کے ملک سنجر کے روک تھام کو بڑھا۔ خلیفہ مسترشد بھی حسب وعدہ اس مہم میں شریک ہونے کو سلطان مسعود کی روانگی کے بعد روانہ ہوا۔

ملک سنجر نے ہمدان پہونچکے دبیس کو خلعہ عنایت فرما کے بغداد کیجانب بڑھنے کا اشارہ کیا

---

[1] ملک طغرل، دبیس کے ہمراہ ملک سنجر کے پاس قبل تخت نشینی ملک داؤد چلا گیا تھا اور اس وقت وہ اس کے پاس مقیم تھا۔ منہ

دبیس نے اپنی جانب سے شحنگی بغداد پر عماد الدین زنگی کو مامور کرکے بغداد کی روانگی کا حکم دیا اور اسکی روانگی کے بعد آپ بھی روانہ ہوا۔ خلیفہ مسترشد نے یہ خبر پاکے کہ زنگی اور دبیس بغداد کیطرف بڑھ رہے ہیں ان دونوں سرکش اور باغیوں کی مدافعت کی غرض سے دار الخلافت کی جانب مراجعت فرمائی اور سلطان مسعود معہ اپنے امرا اور لشکر کے ملک سنجر سے جنگ کرنیکو آگے بڑھا۔ ملک سنجر مقام استر آباد میں ایک لاکھ فوج کی جمعیت سے پڑاؤ کیے ہوئے تھا سلطان مسعود کا لشکر حریف کی کثرت سے گھبرا کر بلا جدال و قتال چار منزل پیچھے ہٹ آیا جاسوسوں نے ملک سنجر کو اسکی خبر کردی۔ اسیوقت فوج کو طیاری کا حکم دے کے تعاقب میں اٹھ کھڑا ہوا۔ آٹھویں رجب ۵۲۶ھ کو دونوں حریف کا مقام دینور میں مقابلہ ہوا۔ سلطان مسعود کے میمنہ پر قراجا ساقی اور امیر کنزل تھا۔ میسرہ پر یرنقش بازدار اور یوسف جاروش۔ پہلا حملہ قراجا ساقی نے دس ہزار فوج کی جمعیت سے ملک سنجر کے قلب لشکر پر کیا۔ ملک سنجر مقابلہ کرتا ہوا پیچھے ہٹا حملہ آور گروہ جوش مردانگی میں بڑھنے لگا۔ ملک سنجر کے میمنہ اور میسرہ نے میدان خالی دیکھ کے قراجا ساقی کو دونو طرف سے گھیر لیا گھما گھمی کی لڑائی ہونے لگی قراجا ساقی زخمی ہو کے گھوڑے سے گرا ملک سنجر کے سپاہیوں نے پہونچکے گرفتار کر لیا سارا لشکر تتر بتر ہو کے بھاگ کھڑا ہوا۔ سلطان مسعود اور اس کے ہمراہی اس غیر متوقع ہزیمت سے نکل بھاگے۔ اثناء دار و گیر میں بعض امراء قتل ہوئے اور بعض گرفتار کر لئے گئے مقتولوں میں یوسف جاروش بھی تھا۔ قیدیاں جنگ بعد خاتمہ جنگ ملک سنجر کے روبرو پیش کئے گئے ملک سنجر نے ان لوگوں کو زجر و توبیخ کی اور سبھوں کے قتل کا حکم دیدیا

بعد اس واقعہ کے سلطان مسعود اپنے چچا ملک سنجر کی خدمت میں عذر خواہی کی غرض سے حاضر ہوا ملک سنجر عزت و توقیر سے پیش آیا۔ گلے سے لگا کے پیشانی پر بوسہ دیا۔ اپنے خاص خیمہ میں ٹھہرایا۔ اونچا نیچا سمجھایا۔ خود رائی اور مخالفت پر ناراضی ظاہر کی

اور سند امارت عطا فرما کے گنجہ کیجانب روانہ کیا۔ باقی رہا دوسرا برادرزادہ ملک طغرل اسکو سریر حکومت پر متمکن کر کے اسکی وزارت کا قلمدان ابو القاسم انسابادی کو مرحمت کیا جو اس سے پہلے سلطان محمود کا وزیر تھا۔ چنانچہ ملک طغرل اپنے چچا ملک سنجر سے رخصت ہو کے خراسان کیجانب لوٹا۔ بیسویں ماہ رمضان ۵۲۶ھ کو نیشاپور پہونچا۔

خلافت مآب نے جیسا کہ تم اوپر پڑھ آئے ہو دبیس اور زنگی کی مدافعت کی غرض سے بغداد کیطرف مراجعت کی تھی۔ بغداد پہونچکے یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ سلطان مسعود کو بمقابلہ ملک سنجر ہزیمت ہوگئی۔ خلافت مآب نے یہ سنتے ہی فوج کو طیاری کا حکم دیا اور غربی ساحل کو عبور کر کے عباسیہ کی طرف روانہ ہوا۔ ستائیسویں رجب ۵۲۶ھ کو قلعہ براکیہ پر زنگی اور دبیس سے مڈبھیڑ ہوئی۔ خلافت مآب کے میمنہ پر جمال الدولہ اقبال تھا اور میسرہ پر مطر خادم۔ زنگی نے خلافت مآب کے میمنہ پر حملہ کیا اقبال کے رکاب کی فوج مقابلہ میں کمزور پڑی میدان جنگ سے بھاگنے کا قصد کیا مطر نے اس امر کا احساس کر کے حملہ آور گروہ پر پس پشت سے حملہ کیا۔ خلافت مآب بھی نعرہ اللہ اکبر مار کے حملہ آور ہوئے۔ دبیس شکست کھا کے بھاگا۔ زنگی نے کمال استقلال سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن فوج میں بھگدڑ مچ جانے سے ایک لحظہ بھی خلافت مآب کی فوج کے مقابلہ پر ٹھہر نہ سکا۔ میدان کارزار اپنے مقابل حریف کے سپرد کر کے چلتا پھرتا نظر آیا۔

دبیس نے ہزیمت اوٹھا کے حلہ میں جا کے دم لیا۔ حلہ اور اس کے کل مضافات پر اقبال کا قبضہ و دخل تھا۔ اقبال نے یہ خبر پا کے دار الخلافت بغداد سے ایک تازہ دم فوج اپنی کمک پر طلب کر لی اور نہایت تیزی سے طے مسافت کر کے دبیس کے سر پر جا پہونچا۔ دبیس مقابلہ پر آیا باہم لڑائیاں ہوئیں۔ آخر کار میدان جنگ اقبال کے ہاتھ رہا۔ دبیس نے بڑی جدوجہد سے اپنی جان بچائی۔ بھاگ کر واسط پہونچا۔

تھوڑے دنوں میں اس کے لشکری بھی اسکے پاس آ کے مجتمع ہو گئے۔

انہیں واقعات پر ۵۲۷ھ تمام ہو جاتا ہے۔ یرنقش بازدار اور اقبال اپنی اپنی فوجیں مرتب کر کے دبیس کی سرکوبی کو آجاتے ہیں۔ دریا اور خشکی کی لڑائی چھڑ جاتی ہے۔ اہل واسط دبیس کے ہمراہ مقابلہ پر آتے ہیں۔ لیکن ہزیمت فاش اوٹھا کے بھاگ جاتے ہیں۔

ملک طغرل کے سریر حکومت پر متمکن ہونیکے بعد، ملک سنجر نے بوجہ بغاوت و سرکشی احمد خان والی ماوراء النہر خراسان کیجانب معاودت کی۔ ان دنوں ملک داؤد بلاد آذربیجان اور گنجہ میں تھا اس واقعہ سے مطلع ہو کے فوجیں فراہم کیں اور انکو مرتب اور مسلح کر کے ہمدان کیطرف بڑھا ملک طغرل بھی یہ سنکے اوٹھ کھڑا ہوا۔ اسکے میمنہ پر ابن برسق تھا۔ میسرہ پر کزل۔ مقدمۃ الجیش پر آقسنقر۔ اور ملک داؤد کے میمنہ پر یرنقش زکوئی۔ ماہ رمضان ۵۲۶ھ میں ہمدان کے قریب ایک قریہ میں دونوں حریف کا مقابلہ ہوا۔ یرنقش نے کسی مصلحت سے جنگ کے شروع کرنے میں تاخیر کی ترکوں کو اس سے شبہہ پیدا ہوا مجتمع ہو کے اس کے خیمہ کو لوٹ لیا اس سے ملک داؤد کے لشکر میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ تمام لشکر میں ہلڑ مچ گیا اسکا اتابک آقسنقر احمدیلی بخوف جان بھاگ گیا۔ ساری فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ حریف نے اس امر کا احساس کر کے حملہ کر دیا۔ یرنقش زکوئی گرفتار کر لیا گیا۔ ملک داؤد موقع پا کے نکل بھاگا۔ ایک مدت تک اِدھر اودھر مارا پھرا بعدازاں مع اپنے آقا آقسنقر کے وارد بغداد ہوا۔ خلافت مآب نے شاہی محلسرا میں عزت و احترام سے ٹھہرایا۔

سلطان مسعود نے یہ سنکے کہ ملک داؤد کو بمقابلہ ملک طغرل ہزیمت ہوئی ہے اور وہ شکست کھا کے بغداد چلا گیا ہے۔ بغداد کیجانب کوچ کیا۔ رفتہ رفتہ قریب بغداد پہونچا۔ ملک داؤد نے بغداد سے نکل کے استقبال کیا۔ ایک دوسرے سے

بغلگیر ہوا۔ پھر دونوں ساتھ ساتھ بغداد آئے۔ سلطان مسعود نے بغداد میں پہونچکے ایوان شاہی میں قیام کیا۔ دار الخلافت بغداد کے ممبروں پر اس کے نام کا اور اس کے بعد ملک داؤد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ بعدہ سلطان مسعود اور ملک داؤد دربار خلافت میں حاضر ہوئے۔ باتفاق رائے خلافت مآب یہ طے پایا کہ سلطان مسعود اور ملک داؤد آذربیجان پر فوج کشی کریں دربار خلافت سے ان لوگوں کو مالی اور فوجی مدد دیجائیگی۔ چنانچہ اس رائے کے مطابق سلطان مسعود اور ملک داؤد آذربیجان کیطرف روانہ ہوئے اور پہونچتے ہی کل صوبہ پر قابض و متصرف ہو گئے مقام اردبیل میں ملک طغرل کے چند امرا تھوڑی سی فوج کے ساتھ رہتے تھے انکو بھی ان لوگوں نے جا گھیرا۔ بعض ان میں سے چھپکے بھاگ گئے اور بعض قتل کر ڈالے گئے بعد ازاں ان دونوں حملہ آور سلطانوں نے ہمدان کا رخ کیا۔ اسکا بھائی ملک طغرل فوجیں مرتب کر کے مقابلہ پر آیا۔ لیکن پہلے ہی حملہ میں شکست کھا کے بھاگا سلطان مسعود نے ہمدان میں داخل ہو کے اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔

اسی اثنا میں آقسنقر کو ایک شخص نے جو فرقہ باطنیہ سے تھا قتل کر ڈالا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قاتل نے سلطان مسعود کی سازش سے آقسنقر کو قتل کیا تھا۔

ملک طغرل نے شکست کھانے کے بعد رے کا قصد کیا۔ رفتہ رفتہ قم پہونچا یہاں بھی اسکو امن کی صورت نظر نہ آئی تو اصفہان کیجانب مراجعت کی۔ اس غرض سے کہ اسکو سلطان مسعود اور ملک داؤد کے پنجۂ غضب سے بچائے سلطان مسعود بھی یہ خبر پا کے اصفہان کے محاصرہ کو بڑھا۔ چونکہ طغرل کو اہل اصفہان کے قول و فعل کا اعتبار نہ تھا اسوجہ سے اس نے اصفہان کو چھوڑ کر بلاد فارس کا رستہ لیا سلطان مسعود نے اصفہان سے اعراض کر کے ملک طغرل کا تعاقب کیا۔ ملک طغرل کے بعض امراء لشکر نے گھبرا کے سلطان مسعود سے امن حاصل کر لی جو باقی رہ گئے ان سے ملک طغرل مشکوک

ہو گیا۔ اُن لوگوں سے علیحدہ ہو کے بھاگتے بھاگتے ماہ رمضان ۵۲۶ھ میں رے پہونچا۔ سلطان مسعود تو تعاقب ہی میں تھا وہ بھی سراغ لگاتا ہوا رے پہونچ گیا۔ لڑائی چھڑ گئی۔ ملک طغرل کو ہزیمت ہوئی ایک گروہ اس کے سرداران لشکر کا گرفتار کر لیا سلطان مسعود نے مظفر و منصور ہمدان کیجانب مراجعت کی۔

جسوقت ملک طغرل فارس سے رے آرہا تھا اثناء راہ میں اسکا وزیر ابو القاسم نشا بادی ماہ شوال ۵۲۶ھ میں مارڈالا گیا۔

روانگی مسترشد بحصار موصل

جسوقت عماد الدین زنگی کو بمقابلہ خلیفہ مسترشد ہزیمت ہوئی جیسا کہ ہم ابھی اوپر بیان کر آئے تو عماد الدین زنگی نے موصل میں جا کے دم لیا اور سلاطین سلجوقیہ ہمدان میں بوجہ مخالفت باہمی اور خانہ جنگی باہم مصروف جدال و قتال ہو گئے اوسوقت اُمرا سلجوقیہ آئندہ خطرات سے بچنے کے خیال سے بغداد چلے آئے ان لوگوں کے آجانے سے خلیفہ مسترشد کے مضمحل و کمزور قوائے حکمرانی میں توانائی عود کر آئی۔ خلیفہ مسترشد نے ایک بزرگ کو جو اسوقت سر برآوردہ افراد سے تھے عماد الدین زنگی کے پاس سمجھانے بجھانے کو روانہ کیا۔ اس بزرگ سفیر نے زنگی کے پاس پہونچ کے سمجھانے بوجھانے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ بلکہ موعظت و پند میں سختی اور درشتی سے بھی کام لیا۔ زنگی نے انکی بے توقیری کی اور گرفتار کر کے جیل میں ڈالدیا اس بناء پر خلیفہ مسترشد نے محاصرہ موصل کا قصد فرمایا۔ سلطان مسعود کو بھی اسکی تحریک کی چنانچہ نصف ماہ شعبان ۵۲۷ھ میں بغداد سے تیس ہزار فوج کی جمعیت سے کوچ کیا۔ جسوقت موصل کے قریب پہونچا۔ زنگی نے موصل کو چھوڑ دیا اسکا نائب نصیر الدین جقر موصل میں ٹھہرا ہوا شہر کی حفاظت اور محاصرین کی مدافعت کرتا رہا۔ زنگی نے موصل سے نکلکے سنجر کے پاس جا کے قیام کیا اور ایسی ہوشیاری سے باہر ہی باہر ناکہ بندی کر لی کہ خلیفہ مسترشد کی امداد و رسد کا سلسلہ منقطع ہو گیا جس سے خلافت مآب کو بہت سے امور میں صدہا

دقتیں اوٹھانا پڑیں مگر پھر بھی تین ماہ کامل موصل کا محاصرہ کئے رہا۔ جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو محاصرہ اوٹھا کے دار الخلافت بغداد کیجانب مراجعت کی۔ کوچ و قیام کرتا ہوا اسی سنہ کے یوم عرفہ کو بغداد میں پہونچگیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سطر خادم نے لشکر گاہ سلطان مسعود سے حاضر ہو کے یہ خبر گذارش کر دی تھی کہ سلطان مسعود عراق کا قصد کر رہا ہے اسوجہ سے خلافت مآب نے موصل کا محاصرہ چھوڑ کے دار الخلافت کیجانب معاودت فرمائی تھی۔

جنگ طغرل و مسعود جسوقت سلطان مسعود نے طغرل کی ہزیمت کے بعد ہمدان کیطرف مراجعت کی یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ ملک داؤد بن محمود (سلطان مسعود کا بھتیجہ) اذربیجان میں باغی ہو گیا ہے۔ فوراً لشکر کو از سر نو مرتب کر کے کوچ کر دیا اور اذربیجان کے ایک قلعہ پر پہونچکے اسپر محاصرہ ڈالدیا۔ ملک طغرل کو موقع ملگیا۔ میدان خالی دیکھ کے بلاد جبل کیطرف قدم بڑھائے۔ رفتہ رفتہ فوجیں بھی مجتمع ہو گئیں۔ بلاد جبل کے اکثر شہروں کو مفتوح بھی کر لیا پھر کیا تھا حوصلے بڑھ گئے سلطان مسعود سے جنگ کرنے کی غرض سے قزوین پہونچا سلطان مسعود بھی یہ خبر پاکے ملک طغرل کی سرکوبی کو آیا چونکہ مقابلہ ہونے سے پہلے ملک طغرل نے سلطان مسعود کی فوج کے ایک حصہ کو ملا لیا تھا اسوجہ سے بوقت مقابلہ، سلطان مسعود کی فوج کا ایک حصہ بھاگ کھڑا ہوا جس سے چار ناچار سلطان مسعود کو آخری ماہ رمضان ۵۲۸ھ میں اپنے باغی بھتیجہ سے ہزیمت اوٹھانا پڑی۔

سلطان مسعود نے میدان جنگ سے شکست کھا کے بغداد کا راستہ لیا اور خلافت مآب سے دار الخلافت میں داخل ہونیکی اجازت طلب کی۔ ان دنوں اس کا نائب بقش سلاحی مع اسکے بھائی سلجوق شاہ کے اصفہان میں تھا اس ناگہانی ہزیمت کا حال سُنکے یہ لوگ بھی بغداد چلے آئے تھے سلجوق شاہ نے بغداد پہونچکے مجلس اے

شاہی میں قیام کیا۔ خلافت مآب نے دس ہزار دینار خرچ کے لئے بھیجدیئے۔ بعد اسکے سلطان مسعود بغداد میں داخل ہوا۔ اثناء راہ میں اس نے بڑے بڑے مصائب اٹھائے اس کے ہمراہیوں کے پاس کافی سواریاں نہ تھیں کچھ لوگ سوار تھے اور کچھ پیادہ خیمے بھی نہ تھے۔ مال اور اسباب کی بھی کمی تھی۔ کسی کے بدن پر کپڑے ثابت نہ تھے خلافت مآب نے نئے خیمے مرحمت فرمائے۔ مال واسباب اور روپیے دیئے عزت واحترام سے ٹھہرایا۔ غرض پندرھویں شوال ۲۵ھ کو سلطان مسعود نے بغداد میں داخل ہو کے دار الحکومت میں قیام کیا اور ملک طغرل اپنی کامیابی کا جھنڈا لئے ہوئے ہمدان میں ٹھہرا رہا۔

ملک طغرل کی وفات

دار الخلافت بغداد میں پہونچکے سلطان مسعود کے ہوش حواس بجا ہوئے دربار خلافت میں خلافت مآب کی دست بوسی کو حاضر ہوا خلافت مآب نے تسلی وتشفی دی اور یہ ارشاد فرمایا "تم ناگہانی ہزیمت سے برداشتہ خاطر نہو کمر ہمت باندھ کے پھر اپنے بھائی طغرل سے لڑنے کو اٹھو ما بدولت واقبال اس مہم میں بنفس نفیس تمہارے ساتھ چلنے کو طیار ہیں" سلطان مسعود نے خلافت مآب کا شکریہ ادا کیا اور دربار خلافت سے اٹھ کے خوش خوش اپنے دار الحکومت میں آیا۔

امراء سلجوقیہ کا ایک گروہ جو بخوف فتنہ اور آئندہ خطرات سے بچنے کے خیال سے خلافت مآب کی خدمت میں آگیا تھا وہ سلطان مسعود کا ہم آہنگ وبہی خواہ ہو گیا ملک طغرل نے ان لوگوں سے خط وکتابت شروع کی اور آہستہ آہستہ سبھوں کو ملا لیا۔ اتفاق یہ کہ ملک طغرل کا ایک خط جو اسی گروہ کے ایک شخص کے پاس آیا ہوا تھا خلیفہ مسترشد کے ہاتھ لگ گیا۔ خلیفہ مسترشد کو سبھوں کی طرف سے شک پیدا ہو گیا مگر صرف اسی شخص کو گرفتار کرکے اسکے مال واسباب کو لٹوا لیا جسکے نام خط آیا تھا۔

باقی رہے اور امراء سلجوقیہ وہ سلطان مسعود کے پاس بھاگ گئے۔ خلیفہ مسترشد نے ان کو بُلا بھیجا سلطان مسعود نے ممانعت و مزاحمت کی۔ اس سے باہم کسیقدر کشیدگی پیدا ہوئی۔ بعد اس کے سلطان مسعود نے خلیفہ مسترشد سے جنگ ملک طغرل پر چلنے کی درخواست کی ہنوز کوئی امر طے نہوا تھا کہ ماہ محرم ۵۲۹ھ میں ملک طغرل کے مرنے کی خبر مشہور ہوئی سلطان مسعود نے سُنتے ہی ہمدان کیطرف کوچ کیا۔ فوجوں نے اطاعت کی گردنیں جھکا دیں۔ رؤسا ملک وملت نے حاضر ہوکے فرمانبرداری واطاعت کی قسمیں کھائیں۔ غرض ملک طغرل کا مرنا تھا کہ سلطان مسعود نے صوبہ ہمدان پر قبضہ حاصل کر لیا۔ اور قلمدان وزارت شرف الدین انوشیرواں خالد کو مرحمت کیا۔ یہ مع اپنے اہل وعیال کے سلطان مسعود کے ہمراہ گیا تھا۔

سلطان مسعود اور خلیفہ مسترشد

ہمدان پر سلطان مسعود کے قابض ہوتے پر امراء سلجوقیہ کے چند سربرآوردہ اشخاص کو سلطان مسعود سے منافرت وکشیدگی پیدا ہوئی ازانجملہ یرنقش، کزل، سنقروالی ہمدان اور عبدالرحمن بن طغرل بک وغیرہم تھے انہیں لوگوں کے ساتھ دبیس بن صدقہ بھی تھا ان سبھوں نے سلطان مسعود سے علیحدگی اختیار کرکے خلافت مآب سے امن کی درخواست کی اور خراسان پہونچکے بریسق سے خلیفہ مسترشد کی اطاعت وفرمانبرداری کا باہم معاہدہ کیا۔ چونکہ خلیفہ مسترشد کو دبیس کیطرف سے بدظنی تھی اسوجہ سے خلافت مآب نے سدید الدولہ بن انباری کو باستثناء دبیس، اور کل امراء کا امان نامہ مرحمت فرماکے ان لوگوں کے پاس روانہ کیا۔ چنانچہ دبیس سلطان مسعود کے پاس واپس آیا اور امراء نے بغداد کا راستہ لیا خلافت مآب نے ان لوگوں سے بعزت واحترام ملاقات کی، اس سبب سے مابین خلافت مآب اور سلطان مسعود منافرت وکشیدگی بڑھ گئی رفتہ رفتہ یہ منافرت اس حد تک پہونچی کہ خلافت مآب نے بقصد جنگ سلطان مسعود جیسویں رجب ۵۲۹ھ میں بغداد سے خروج فرمایا۔ مقام شفیع میں پہونچکے پڑاؤ کیا والی بصرہ سے

امداد طلب کی اس نے بمقابلہ سلطان مسعود امداد دینے سے انکار کیا مگر اور امراء سلجوقیہ جو خلافت مآب کے ہمرکاب تھے وہ خلافت مآب کو سلطان مسعود سے جنگ کرنے کو برابر ابھارتے اور امداد کا وعدہ کر رہے تھے خلافت کا مقدمۃ الجیش کوچ و قیام کرتا ہوا حلوان تک پہونچا بعد اس کے ماہ شعبان سنہ مذکور میں خود خلافت مآب نے بھی عراق میں اقبال خادم کو تین ہزار سواروں کی جمعیت سے چھوڑ کر کوچ فرمایا۔ اس اثناء میں برسق بن برسق بھی آملا جسکی وجہ سے اسکی فوج کی تعداد سات ہزار تک پہونچ گئی امراء اعراب، خلافت مآب کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری کے خطوط لکھ رہے تھے۔ سلطان مسعود کو اسکی خبر لگ گئی۔ اس نے ان لوگوں کی تالیف قلوب کی اور انکو اپنا ہم آہنگ بنالیا۔ ان لوگوں کے ملجانے سے اسکے لشکر کی تعداد پندرہ ہزار تک پہونچ گئی خلیفہ مسترشد کی فوج کے بھی بہت سے جنگ آور سپاہی سلطان مسعود کے لشکر میں آگئے تا آنکہ خلافت مآب کی رکاب میں صرف پانچ ہزار فوج باقی رہ گئی ملک داؤد بن محمود نے اذربیجان سے یہ کہلا بھیجا " آپ سلطان مسعود کے لشکر سے مقابلہ کرنے کو دینور کا قصد فرمائیے " چنانچہ خلافت مآب نے بقصد جنگ سلطان مسعود دینور کیجانب کوچ کیا۔ یرتقش باردار، نور الدولہ سنقر، کزل اور برسق بن برسق میمنہ میں تھا۔ جاولی برسقی، شراب سالار اور اعلبک میسرہ میں۔ اعلبک وہ شخص ہے جسکو خلیفہ مسترشد نے امراء سلجوقیہ سے بہ الزام سازش سلطان مسعود گرفتار کیا تھا۔[۱] دسویں[۲] رمضان ۵۲۹ھ کو دونوں حریف معرکہ آرا ہوئے۔ اثناء جنگ میں خلیفہ مسترشد کا میسرہ کمزور پڑا۔ سلطان مسعود نے اس امر کا احساس کرکے اپنے میمنہ کو بڑھنے اور متواتر حملے کرنے کا اشارہ کیا۔ خلیفہ مسترشد نے قلب لشکر کو میسرہ کی کمک پر بھیجا۔ سلطان مسعود اسکو تاڑ گیا۔ فوراً قلب لشکر پر حملہ کر دیا۔ خلافت مآب کی فوج

[۱] اس مقام پر اس کتاب میں کچھ نہیں لکھا۔ مترجم

بھاگ کھڑی ہوئی خلیفہ مسترشد مع اپنے اسٹاف کے گرفتار کر لئے گئے جس میں وزیر شرف الدین علی بن طراد زینبی، قاضی القضاۃ، خطیب، فقہاء اور شہود تھے خلیفہ مسترشد ایک خیمہ میں اوتارا گیا باقی قلعہ سرخاب میں قید کر دئیے گئے بعدہ سلطان مسعود نے میدان جنگ سے ہمدان کیجانب مراجعت کی۔

اس کامیابی کے بعد سلطان مسعود نے امیر بک آئے محمدی کو شحنہ مقرر کر کے بغداد کیجانب روانہ کیا۔ اسکے ہمراہ عمید بھی تھا۔ آخری ماہ رمضان سنہ مذکور کو وارد بغداد ہوا۔ خلیفہ مسترشد کے جسقدر املاک تھے سب کو ضبط کر لیا۔ مجلس سرائے خلافت کو لوٹ لیا اس سے اہل بغداد کو سخت صدمہ ہوا۔ اپنے خلیفہ کی گرفتاری پر روئے، عورتوں نے واویلا کا شور مچایا۔ عوام الناس منبر کیطرف دوڑ پڑے اور اسکو توڑ ڈالا خطیب کو خطبہ نہ پڑھنے دیا۔ بازاروں میں ڈُھنڈ مچگئی۔ سروں پر خاک اوڑاتے شور وغل مچاتے شحنہ بغداد کی فوج سے جا بھڑے۔ کشت وخون کا ہنگامہ گرم ہوا۔ خونریزی کے دروازے کھُل گئے۔ والی اور حاجب شہر چھوڑ کے بھاگ نکلے۔ جس طرف نظر اُٹھتی تھی سوائے فتنہ وفساد کے امن وعافیت کی صورت نہ دکھائی دیتی تھی۔

اسی عرصہ میں ماہ شوال سنہ مذکور میں یہ خبر مسموع ہوئی کہ ملک داؤد ابن سلطان محمود نے مراغہ میں عَلَم مخالفت بلند کیا ہے۔ چنانچہ سلطان مسعود فوجیں مرتب کر کے ملک داؤد سے جنگ کرنے کو روانہ ہوا اور مقید خلیفہ مسترشد اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ یہیں سے باہم مصالحت کے نامہ وپیام شروع ہوئے۔

راشد کی خلافت

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ سلطان مسعود مع خلیفہ مسترشد کے مراغہ کیجانب روانہ ہو گیا ہے۔ اور خلیفہ مسترشد ایک علیحدہ خیمہ میں نظر بند کر دیا گیا ہے جسکی حفاظت پر ایک دستہ فوج متعین ہے۔ روانگی مراغہ کیوقت سے

سلطان مسعود اور خلیفہ مسترشد میں مصالحت کی گفتگو شروع ہوئی آخر کاران شرائط پر باہم صلح ہوئی۔

(۱) خلیفہ مسترشد سلطان مسعود کو چار لاکھ دینار سالانہ ادا کیا کرے۔

(۲) خلیفہ مسترشد کو بخیال جنگ اور فتنہ فوج رکھنے کا اختیار نہو گا۔

(۳) کسی غرض سے کسی وقت میں خلیفہ مسترشد دار الخلافت سے باہر نہ نکلیں صلحنامہ لکھے جانیکے بعد فریقین کے وکلاء نے صلحنامہ کو اپنے اپنے دستخطوں سے مرتب کیا خلیفہ مسترشد نے بقصد واپسی بغداد سامان سفر درست کرنے لگا رداے خلافت روبرولائی گئی استنے میں یہ خبر لگی کہ ملک سنجر کا قاصد آیا ہے۔ اسوجہ سے خلیفہ مسترشد کی روانگی میں تاخیر ہوئی اور سلطان مسعود ملک سنجر سے ملنے کو سوار ہو گیا خلیفہ مسترشد کا خیمہ، شاہی کیمپ کے باہر ایک میدان میں علیحدہ نصب ہوا تقریباً بیس نفر باطنی یا اس سے کچھ زیادہ دفعتہً خلافت مآب کی خیمہ میں گھس پڑے اور اسکی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ سر کاٹ کر صلیب پر چڑھایا یہ واقعہ سترہویں ذلقعدہ ۵۲۹ھ کا ہے۔ ساڑھے سترہ سال خلافت کی، خلافت مآب کے مارے جانیکے بعد قاتلین گرفتار کئے گئے اور قتل کر ڈالے گئے۔

بعد اسکے اسکا بیٹا ابو جعفر بو لیعہدی اپنے باپ کے سریر خلافت پر رونق افروز ہوا بغداد میں بحاضری اراکین ملک وملت بعیت خلافت کی تجدید کی گئی۔ اقبال (خلیفہ مسترشد کا خادم) اسوقت بغداد ہی میں تھا۔ جب یہ حادثہ پیش آیا تو ساحل غربی کو عبور کر کے تکریت کا راستہ لیا اور مجاہد الدین بہروز کے پاس جا کے قیام کیا۔

خلیفہ مسترشد کے قتل کے چند دنوں بعد دبیس بن صدقہ بھی شہر خوی کے باہر سرادقہ دروازہ پر مارا گیا۔ سلطان مسعود نے ایک ارمنی غلام کو اسکے قتل پر مامور کیا تھا چنانچہ اس نے راہ چلتے اوسکا سر اوتار لیا۔

بعد قتل دبیس اسکا لشکر اس کے خدام اس کے باپ صدقہ کے پاس حلہ میں جا کے مجتمع ہوئے قطلغ تکین بھی اسی حاصل کرکے اسکے پاس چلا گیا۔ سلطان مسعود نے امیر بک شحنہ بغداد کو حلہ پر قبضہ کر لینے کو لکھ بھیجا۔ چنانچہ امیر بک نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو حلہ کیجانب روانہ کیا صدقہ نے مقابلہ سے کنارہ کشی کی۔ تا آنکہ ۵۳۱ھ میں سلطان مسعود وارد بغداد ہوا۔ اسوقت صدقہ نے حاضر ہو کے مصالحت و صفائی کرلی اور اسکے ہمراہ رہا۔

راشد اور سلطان مسعود

سریر خلافت پر خلیفہ راشد کے متمکن ہونے کے بعد یرنقش زکوی سلطان مسعود کے پاس سے اُس زر نقد کے وصول کرنے کو بغداد آیا جسکا اقرار اسکے باپ خلیفہ مسترشد نے کیا تھا اور جسکی تعداد چار لاکھ تھی۔ خلیفہ راشد نے جواب دیا "پدر بزرگوار ایک حبہ خزانہ میں نہیں چھوڑ گئے جو کچھ مال واسباب اور زر نقد تھا وہ ان کے ہمراہ تھا وہ سب کا سب لٹ گیا" یرنقش یہ یہ سنکے خاموش ہو رہا بعد اسکے لوگوں نے خلیفہ راشد سے یہ جڑ دیا کہ یرنقش محلسرائے خلافت پر دفعتہً قبضہ کرنے کی فکر میں ہے اور اسی غرض سے سامان اور روپیہ مہیا کر رہا ہے" خلیفہ راشد یہ سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ فوجیں فراہم کرلیں۔ شہر پناہ کی مرمت کرائی موقع موقع سے دُھس اور دمدمے بندھوائے۔ بعد اسکے یرنقش مع امراء الخلیفہ کے سوار ہو کے محلسرائے خلافت کے لوٹنے کو نکلا عوام الناس اور خلافت مآب کے لشکر نے مقابلہ کیا گھمسان لڑائی ہوئی۔ آخر کار خلافت مآب کے لشکر نے یرنقش کی فوج کو میدان جنگ سے مار بھگایا۔ دار الخلافت سے نکلکے خراسان کا راستہ لیا۔ امیر بک شحنہ بغداد بھی خراسان کیجانب نکل بھاگا۔ یرنقش بھی بحال پریشان بنا بجیین میں جا کے دم لیا۔ عوام اور لشکریوں نے سلطان کے مکان اور دیوان خاص وعام کو خاطر خواہ لوٹا۔ اس واقعہ سے مابین سلطنت پناہ

اور خلافت مآب منافرت و کشیدگی بڑھ گئی اراکین سلطنت اور امراء مملکت سلطان کی اطاعت سے منحرف ہو گئے خلافت مآب کے آگے گردن اطاعت جھکا دی۔ ملک داؤد بن سلطان محمود معہ لشکر از بیجان،، بغداد کیجانب روانہ ہوا ماہ صفر سنہ ۵۳۰ھ میں وارد بغداد ہو کے محلسرائے سلطانی میں قیام کیا۔ عماد الدین زنگی موصل سے، یرتقش باز دار، والی قزوین، قزوین سے، بقش کبیر والی اصفہان، اصفہان سے، صدقہ بن دبیس والی حلہ، حلہ سے، ابن برسق اور احمدیلی وغیرہم بھی آ پہونچے ملک داؤد نے یرتقش باز دار کو بغداد کی شحنگی عنایت کی اور خلیفہ راشد نے ناصح الدولہ ابو عبد اللہ حسن بن جہیر استاد دار اور جمال الدین اقبال کو گرفتار کرکے جیل میں ڈالدیا جمال الدین اقبال تکریت سے بغداد آیا تھا۔ زنگی کی سفارش سے اقبال رہا کر دیا گیا رہائی کے بعد اقبال زنگی ہی کے پاس رہا۔ وزیر السلطنت جلال الدین ابو الرضا بن صدقہ زنگی سے ملنے کو آیا اور چندے اسکے پاس مقیم رہا۔ زنگی نے اسکی سفارش کر دی خلافت مآب نے پھر اُسکو عہدۂ وزارت عطا فرمایا۔ قاضی القضاۃ زینبی بھی زنگی کے پاس آ گیا تھا اور پھر اسکے ہمراہ موصل روانہ ہوا۔ اسی اثناء میں سلجوق شاہ واسط پہونچگیا اور امیر بک آئی کو گرفتار کرکے اسکے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ زنگی یہ خبر پاکے واسط جا پہونچا اور دونوں میں مصالحت اور صفائی کرا کے بغداد واپس آیا۔

ان واقعات کے بعد ملک داؤد نے بقصد جنگ سلطان مسعود بطریق خراسان کی طرف کوچ کیا زنگی بھی اسکے رکاب میں تھا خلیفہ راشد بھی اپنی فوج آراستہ کرکے پہلی رمضان سنہ ۵۳۰ھ کو بغداد سے طریق خراسان کیجانب روانہ ہوا۔ مگر تیسرے ہی روز واپس آیا ملک داؤد اور کل امراء کو واپس بلا بھیجا چنانچہ ملک داؤد اور کل امراء و اراکین دولت واپس آئے اور اس امر پر اتفاق کر لیا کہ شہر پناہ کے

اندر سے ملک مسعود سے جنگ، اور معرکہ آرائی کیجائے۔ اتنے میں سلطان مسعود کا خط بایں مضمون صادر ہوا "میں بدل وجان خلافت مآب کی اطاعت پر آمادہ ہوں مجھ سے معرکہ آرائی کی کیا ضرورت ہے"۔ خلافت مآب نے اس خط کو ارا کین دولت کے روبرو پیش کیا ان لوگوں نے سلطان مسعود سے مصالحت کرنا منظور نہ کی۔ چارناچار خلافت مآب نے بھی ان لوگوں کی رائے سے اتفاق کیا سلطان مسعود نے جواب باصواب نہ پاکے بغداد کا قصد کیا اور طے مسافت کرکے بغداد پہونچکے محاصرہ ڈالا۔ اوباشوں اور جرائم پیشوں کی بن آئی۔ دن دہاڑے لوٹ مار شروع کر دی تقریباً پچاس دن تک سلطان مسعود بغداد کا محاصرہ کئے رہا جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو محاصرہ اوٹھا کے ہمدان کیطرف روانہ ہوا۔ اس عرصہ میں طرنطائی والی واسط ایک بیڑہ جنگی کشتیوں کا لئے ہوئے آپہونچا۔ سلطان مسعود نے اوسیوقت پھر بغداد کیجانب معاودت کی، بغدادی لشکر نے عبور کرنے سے روکا مگر سلطان مسعود کا لشکر نہ رکا دجلہ کو ساحل غربی سے عبور کیا۔ اس سے خلیفہ راشد کے امراء اور سرداران لشکر میں ہل چل سی مچگئی۔ سبھوں نے اپنا اپنا بوریا بندھنا سنبھال اپنے اپنے ملکوں کی راہ لی۔ زنگی اسوقت ساحل غربی پر سلطان مسعود کی فوج سے مصروف جدال وقتال تھا خلیفہ راشد نے اسکے پاس جاکے کل حالات بتلائے زنگی اکیلا کیا کرتا اس نے بھی میدان جنگ اپنے حریف کے حوالہ کرکے معہ خلافت مآب کے موصل کا راستہ لیا۔ پندرہویں ذلقعدہ ۵۳۰ھ کو سلطان مسعود مظفر و منصور بغداد میں داخل ہوا۔ امن آمان کی منادی کرادی قضاۃ، فقہاء اور شہود کو طلب کرکے خلیفہ راشد کا حلفنامہ دکھلایا جسمیں بخط خاص لکھا تھا "جسوقت میں سلطان مسعود کے مقابلہ پر لشکر آرائی کا قصد کروں یا سلطان مسعود سے جنگ کرنے کو خروج کروں یا سلطان مسعود کے کسی امیر سے مصروف جدال وقتال ہوں تو اسوقت

میں معزول سمجھا جاؤں میں خود اپنے آپکو بار خلافت سے سبکدوش کرلونگا"۔ قضاۃ اور فقہاء نے خلیفہ راشد کی خلع خلافت اور معزولی پر فتویٰ دیا۔ اراکین دولت اور امراء مملکت نے اس رائے پر موافقت ظاہر کی اور اسکے معایب بیان کرنے پر سب کے سب متفق ہو گئے۔ سلطان مسعود نے حکم صادر کیا کہ خلیفہ راشد کی معزولی کا اعلان کر دیا جائے اور آج کی تاریخ سے اسکے نام کا خطبہ موقوف کیا جائے چنانچہ اسکی خلافت کے ایک برس بعد ماہ ذیلقعدہ میں بغداد اور کل بلاد اسلامیہ میں اسکے نام کا خطبہ موقوف کر دیا گیا۔

مقتفی کی خلافت

خلیفہ راشد کی معزولی اور اسکے نام کا خطبہ موقوف ہونیکے بعد سلطان مسعود نے اراکین دولت اور مشیران سلطنت کو انتخاب خلیفہ کا حکم دیا ان لوگوں نے متفق ہو کے محمد بن مستظہر کو منتخب کیا۔ سلطان مسعود نے خلیفہ راشد کی معزولی کا محضر لکھوایا۔ محضر میں ظلم، غصب اور کل ان افعال کو تحریر کرایا جو منافی شان امامت اور خلافت تھے اخیر محضر میں یہ عبارت لکھوائی کہ جس شخص میں ایسے صفات ہوں وہ امامت و خلافت کی قابلیت نہیں رکھتا قاضی ابوطاہر بن کرخی کی موجودگی میں محضر پر شہادت لکھی گئی اور قاضی صاحب نے خلیفہ راشد کی معزولی کا حکم صادر فرمایا۔ اور قاضیوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ قاضی القضاۃ اندنوں دارالخلافت میں موجود نہ تھا۔ زنگی والی موصل کے پاس گیا ہوا تھا۔ سلطان مسعود دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ وزیر السلطنت شرف الدین زینبی اور صاحب مخزن ابن عسقلانی ساتھ ساتھ تھے۔ ابوعبداللہ بن مستظہر کو محلسرائے شاہی سے طلب کر کے سریر خلافت پر متمکن کیا۔ سلطان مسعود اور جدید خلیفہ نے مراسم اتحاد قائم رکھنے کی قسم کھائی۔ سلطان مسعود نے ہاتھ بڑھا کے حسب دستور بیعت کی بعد ازاں اراکین دولت ارباب مناصب، فقہاء اور قضاۃ نے بیعت کی۔ بارھویں ذی الحجہ ۵۳۰ھ کا یہ واقعہ ہے

"اور المقتفی لامر اللہ" کے لقب سے ملقب کیا۔ شرف الدین علی بن طراد زینبی کو قلمدان وزارت سپرد کیا گیا معزول خلیفہ کی معزولی اور خلیع خلافت کا گشتی فرمان تمام بلاد اسلامیہ میں بھیجا گیا۔ قاضی القضاۃ ابوالقاسم علی بن حسین کو موصل سے طلب کر کے بدستور قاضی القضاۃ کے عہدہ پر مامور کیا اور کمال الدین حمزہ بن طلحہ صاحب مخزن کو بھی اسکے سابق عہدہ پر بحال رکھا

جنگ سلطان مسعود و ملک داؤد

خلیفہ مقتفی کی بیعت خلافت لینے کے بعد سلطان مسعود نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو ملک داؤد کی تعاقب اور سرکوبی کو روانہ کیا۔ بمقام مراغہ میں ملک داؤد سے مڈبھیڑ ہوئی۔ دو چار ہاتھ لڑ کر ملک داؤد بھاگ کھڑا ہوا۔ قراسنقر نے آذربیجان پر قبضہ کر لیا۔ اور ملک داؤد خوزستان پہونچکے فوجیں اکٹھی کرنے لگا۔ تھوڑے دنوں میں ترکمانوں کا ایک لشکر فراہم ہو گیا جنکی تعداد دس ہزار جوانوں سے کم نہ تھی ملک داؤد نے ان کو مرتب اور مسلح کر کے تستر پر محاصرہ ڈالا۔ سلجوق شاہ اسوقت واسط میں تھا اپنے بھائی سلطان مسعود کو اس واقعہ سے آگاہ کر کے امداد کی درخواست کی۔ سلطان مسعود نے ایک فوج سلجوق شاہ کی کمک پر بھیجدی سلجوق شاہ اس امدادی فوج کی پشت گرمی سے تستر بچانے کو روانہ ہوا۔ ملک داؤد نے کمال مردانگی اور ہوشیاری سے مقابلہ کیا۔ سلجوق شاہ کو ہزیمت ہوئی۔

اندنوں سلطان مسعود اس خوف سے کہ مبادا معزول خلیفہ راشد موصل سے عراق کا قصد نکرے بیٹھے بغداد ہی میں مقیم تھا اور اسی زمانہ قیام میں سلطان مسعود نے زنگی کو مقتفی کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی بابت تحریر کیا چنانچہ زنگی نے ماہ رجب ۵۳۱ھ میں خلیفہ راشد کا خطبہ موقوف کر کے جدید خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھوایا خلیفہ راشد کو زنگی کا یہ فعل ناگوار گذرا موصل کو چھوڑ کر چل کھڑا ہوا سلطان مسعود نے اس واقعہ سے مطلع ہو کے اپنے امراء لشکر کو انکے بلاد کی طرف مراجعت کرنیکا حکم دیا۔

صدقہ بن دبیس والی حلہ نے بھی اپنی بیٹی کا سلطان مسعود سے نکاح کر کے حلہ کیجانب معاودت کی۔ اس اثناء میں ایک گروہ اُن امراء کا جو ملک داؤد کے ساتھ تھا سلطان مسعود کی خدمت میں حاضر ہوا جنہیں بقش سلاحی، برسق بن برسق والی تستر اور سنقر خمار تکین شحنہ ہمدان تھا سلطان مسعود نے ان لوگوں سے بہ کمال خندہ پیشانی ملاقات کی۔ عزت واحترام سے ٹھہرایا۔ خوشنودی مزاج کا اظہار فرمایا اور بقش سلاحی کو دارالخلافت بغداد کی شحنگی عنایت کی۔ اس نے رعایا کو ظلم وستم سے پریشان کرنا شروع کیا۔

خلیفہ راشد موصل سے نکلکے آذربیجان کیجانب روانہ ہوا۔ کوچ وقیام کرتا ہوا مراغہ پہونچا۔ چونکہ بوزابہ والی خوزستان، امیر عبدالرحمٰن طغرلیک والی خلخال اور ملک داؤد سلطان مسعود سے خائف اور اسکے مخالف تھے اسوجہ سے ان لوگوں نے امیر منکبرس والی فارس کے پاس مجتمع ہو کے متفق ومتحد رہنے کی قسمیں کھائیں اور اس امر کا بھی عہد وپیمان کیا کہ خلیفہ راشد کی خلافت کی بیعت دوبارہ کرنا چاہیئے چنانچہ اس رائے کی مطابق خلیفہ راشد کے پاس ایک خط روانہ کیا خلیفہ راشد نے ان لوگونکی درخواست کو منظور فرمایا مگر اتفاق کچھہ ایسا پیش آیا کہ خلیفہ راشد ان لوگوں تک نہ پہونچ سکا اور اسکی خبر سلطان مسعود تک پہونچگئی۔ سلطان مسعود لشکر آراستہ کر کے ماہ شعبان ۳۲ھ میں دارالخلافت بغداد سے ان لوگوں کی طرف روانہ ہوا۔ خوزستان کے قریب مقابلہ ہوا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد سلطان مسعود نے ان لوگونکو ہزیمت دیدی۔ امیر منکبرس والی فارس گرفتار کر لیا گیا سلطان مسعود نے اسکو اپنے روبرو قتل کرادیا۔ سارا لشکر اسکا تتربتر ہوگیا۔ لوٹ مار کرتا ہوا ادھر ادھر بھاگ کھڑا ہوا۔ سلطان مسعود نے اپنی فوج کو بھگوڑوں کے تعاقب پر روانہ کیا۔ بوزابہ اور عبدالرحمٰن نے سلطان مسعود کی کمی فوج کا احساس کر کے دوبارہ لڑائی کا نیزہ گاڑا۔ ہنگامہ کارزار پھر گرم ہوگیا۔ سلطان مسعود کے امراء لشکر کا ایک گروہ گرفتار ہوگیا ازانجملہ صدقہ بن

دبیس، ابن قراسنقر اتابک والی آذربیجان اور عنتر بن ابوالعسکر تھا۔ اس واقعہ میں میدان جنگ، بوزابہ اور عبدالرحمن کے ہاتھ رہا ملک مسعود کے لشکر کو ہزیمت ہوئی جسوقت بوزابہ کو یہ معلوم ہوا کہ سلطان مسعود نے امیر منکبرس کو قتل کر ڈالا ہے اسیوقت اُس نے اُن سب قیدیوں کو جو سلطان مسعود کی طرف کے قید کئے گئے تھے تہ تیغ کر دیا اس لڑائی میں یہ عجیب اتفاق پیش آیا کہ فریقین کو ہزیمت ہوئی دونوں حریف کی فوجیں میدان جنگ سے گھوتھٹ کھا گئیں۔

بعد اس واقعہ کے سلطان مسعود نے آذربیجان کا قصد کیا اور ملک داؤد نے ہمدان کیجانب قیام بڑھائے۔ اتنے میں خلیفہ راشد آپہونچا۔ بوزابہ نے جو اس گروہ کا سرگروہ تھا فارس پر قبضہ کرنے کی رائے دی۔ چنانچہ ان لوگوں نے فارس پر پہونچکے قبضہ حاصل کر لیا اور رفتہ رفتہ اپنے دائرہ حکومت کو خوزستان تک بڑھا لیا۔

انہیں واقعات کے اثنا میں سلجوق شاہ بن سلطان محمود کو بغداد کے قبضہ کی طمع دامنگیر ہوئی لشکر آراستہ کر کے دارالخلافت بغداد کی جانب بڑھا۔ بقش شحنہ بغداد اور نظر خادم امیر حاج اسکی مدافعت کی طرف متوجہ و مصروف ہوا۔ بازاریوں اور اوباشوں کی بن آئی۔ قتل و غارتگری کی بغداد میں گرم بازاری ہو گئی۔ شرفاء اور رؤساء بغداد چھوڑ چھوڑ کے بھاگ گئے۔ تا آنکہ سلجوق شاہ نے بے نیل مرام مراجعت کی بقش سلامی نے بغداد میں واپس آ کے لوٹ مار کرنے والوں کو چن چن کر قتل و قید کرنا شروع کیا اور خوب خوب ان لوگوں کو سزائیں دیں۔

صدقہ بن دبیس کے قتل کے بعد سلطان مسعود نے حلہ پر اسکے بھائی محمد بن دبیس کو مامور کیا اور انتظام و سیاست کی غرض سے مہلہل برادر عنتر بن ابوالعسکر کو اس کے ساتھ بھیجا۔

خلیفہ راشد اور ملک داؤد نے فارس اور خوزستان پر قبضہ کرنے کے بعد جیسا کہ

ابھی تم اوپر پڑھ آئے ہو عراق کا قصد کیا - خوارزم شاہ بھی انہیں لوگوں کے ہمراہ تھا جسوقت یہ لوگ جزیرہ کے قریب پہونچے - سلطان مسعود تلوار اور نیزہ لئے ہوئے ان کے استقبال کو نکلا - یہ لوگ اس خبر کو سنکے متفرق و منتشر ہو گئے ملک داؤد فارس چلا گیا، خوارزم شاہ اپنے مقر حکومت کیجانب لوٹا خلیفہ راشد تن تنہا رہ گیا - مجبوراً اصفہان کا راستہ اختیار کیا - اثناء راہ میں چند خراسانی غلاموں نے جو اسکے ہمرکاب تھے پندرہویں رمضان ۵۳۲ھ میں جسوقت کہ یہ کھانا کھا کے قیلولہ کر رہا تھا دفعتہً حملہ کر کے مار ڈالا - مقام شہرستان میں اصفہان کے باہر دفن کیا گیا -

انہیں واقعات پر ۵۳۲ھ کا دور شام ہو جاتا ہے اور اسی طوائف الملوکی اور آئے دن تبدیلی حکومت کیوجہ سے زمانہ کا رنگ دگرگون ہو جاتا ہے - فتنہ و فساد کے دروازے کھل جاتے ہیں غلاف خانہ کعبہ جو منجانب سلاطین دار الخلافت بغداد سے آیا کرتا تھا اس سنہ میں نہیں آتا ہے - ایک سوداگر فارسی النسل جسکی آمد و رفت بذریعہ تجارت ہند میں رہا کرتی تھی وہ اس خدمت کو انجام دیتا ہے - غلاف خانہ کعبہ کی طیاری میں اٹھارہ ہزار دینار مصری صرف کرتا ہے - اوباشوں کی لوٹ مار اسی سنہ میں حد سے متجاوز ہو جاتی ہے یہانتک کہ یہ لوگ مجتمع ہو کے دار الخلافت بغداد کو آگھیرتے ہیں اور اسکا سردار اپنے نام کا سکہ انبار میں چلا دیتا ہے شحنہ بغداد اور وزیر السلطنت اس گروہ کے قلع قمع پر کمر باندھ باندھ کے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور گروہ کے سردار کو قتل کر ڈالتا ہے - عوام الناس اور رعایا ان اوباشوں کے ظلم و ستم اور کل بیجا کارروائیوں کو بقش شحنہ بغداد کیطرف منسوب کر دیتی ہے اس عداوت سے کہ اسنے پیشتر اسکے ان لوگوں کو ستایا تھا - پس سلطان مسعود بقش شحنہ بغداد کو گرفتار کر کے تکریت کے جیل میں ڈالدیتا اور بعد چندے مجاہد الدین بہروز والی تکریت کے پاس اسکے قتل کا حکم بھیجدیتا ہے

پس مجاہدالدین مجقش کو قتل کرڈالتا ہے۔ اس اثناء میں ۵۳۳ھ کا دور آجاتا ہے۔ سلطان مسعود ماہ ربیع الاول سنہ مذکور میں وارد بغداد ہوتا ہے۔ سلطان مسعود موسم سرما کو ہمیشہ عراق میں بسر کیا کرتا تھا اور ایام گرما میں پہاڑوں پر چلا جایا کرتا تھا۔ اس مرتبہ جب دارالخلافت بغداد میں آیا تو متعدد ٹکس معاف کر دیئے۔ اور چوب قلم سے معافی کا حکم لکھوا کے بازاروں اور جامع مسجد کے دروازوں پر تختیاں کرادیا عوام الناس اور رعایا سے لشکر کا بھی ٹکس معاف کر دیا۔ اس سے لوگوں نے اسکو دعاء اور ثناء سے یاد کرنا شروع کیا۔

وزارت خلیفہ ۵۳۴ھ میں مابین خلیفہ مقتفی اور وزیر السلطنت علی بن طراد زینبی اَن بَن ہو گئی۔ اسوجہ سے کہ وزیر السلطنت خلافت مآب کے کاموں پر اکثر معترض ہو جاتا تھا وزیر السلطنت کو اپنی اس حرکت سے خوف پیدا ہوا سلطان مسعود کے پاس جاکے پناہ گزیں ہوا سلطان مسعود نے وزیر السلطنت کی سفارش کی مگر خلافت مآب نے اسکو عہدۂ وزارت پر بحال نہ فرمایا بلکہ اسکے نام کو سرناموں سے خارج کر دیا اور بجائے اسکے قاضی القضاۃ زینبی کو جو برادر زادہ وزیر تھا مامور فرمایا بعد چندے اسکو معزول کرکے سدید الدولہ انباری کو یہ عہدہ عنایت کیا بعدازاں ۵۳۶ھ میں سلطان مسعود دارالخلافت بغداد میں آیا۔ معزول وزیر کو اپنے دارالحکومت میں موجود پایا۔ اپنے وزیر کو خلافت مآب کیخدمت میں وزیر السلطنت کی عفو تقصیر کرانے اور اُسکو اُس کے مکان پر جانے کی اجازت دلوانے کو بھیجا۔ چنانچہ خلافت مآب نے سلطان مسعود کی درخواست پر وزیر السلطنت کو اسکے مکان پر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

شحنگی بغداد ۵۳۶ھ میں مجاہد الدین بہروز شحنہ بغداد معزول کیا گیا۔ سلطان محمود کے خدام میں سے امیر کزل جو حکومت بصرہ پر تھا اس عہدہ پر مامور ہوا۔ اس تبدیلی سے اوباشوں نے بیحد فائدہ اٹھایا لیکن جب سلطان مسعود دارالخلافت بغداد

میں وارد ہوا تو اسنے اس نقصان کا احساس کر کے مجاہد الدین بہروز کو پھر شحنگی بغداد پر متعین کیا مگر اس مرتبہ مجاہد الدین کی شحنگی سے لوگوں کو نفع نہ پہونچا۔ اسوجہ سے کہ اوباشوں نے ابن وزیر اور ابن قاروت سے جو سلطان مسعود کا سالا تھا ساز کر لیا تھا جو مال غارتگری سے ہاتھ آتا اسمیں سے یہ دونوں بھی حصہ لیا کرتے تھے۔ ۳۵ھ میں سلطان مسعود نے مجاہد الدین شحنہ بغداد کے نائب کو اوباشوں اور جرائم پیشہ کے انسداد نہ کرنے پر سخت تنبیہ کی نائب نے عرض کی "حضور ہم خانہ زادوں کا اسمیں کچھ قصور نہیں ہے ابن وزیر اور ابن قاروت نے اوباشوں سے ساز کر لیا ہے اسوجہ سے اسکا انسداد نہیں ہو سکتا" سلطان مسعود نے قسم کھائی کہ بعد تحقیق و تفتیش واقعہ میں ان دونوں کو صلیب پر چڑھا دونگا۔ چنانچہ اپنے سالے ابن قاروت کو گرفتار کر کے صلیب دیدی ابن وزیر ہاتھ نہ آیا بھاگ گیا۔ اکثر اوباش گرفتار کر لئے گئے اور کچھ بھاگ گئے رعایا اور خلق اللہ کو انکے ظلم و ستم سے پناہ ملی۔

امیروں کی سرکشی اور قتل

۵۴ھ میں بوزابہ والی فارس و خوزستان معہ اپنی فوج کے قاشان کیجانب روانہ ہوا ملک محمد بن سلطان محمود بھی اسکے ہمراہ تھا ملک سلیمان شاہ بن سلطان محمد ان لوگوں سے آملا۔ بوزابہ نے امیر عباس والی رے سے ملاقات کی اور دونوں نے متفق ہو کے سلطان مسعود کی مخالفت پر کمر ہمت باندھی اور سلطان مسعود کے اکثر بلاد مقبوضہ پر قبضہ کر لیا۔ سلطان مسعود اس واقعہ سے مطلع ہو کے بغداد سے روانہ ہوا امیر مہلہل یاد رنسطر خادم معہ ایک گروہ غلامان بہروز کے آپہونچا۔ اس مہم میں امیر عبدالرحمن طغرلیک حاجب بھی شریک تھا یہ شخص نہایت چالاک اور صاحب قابو تھا۔ سلطان مسعود سے جو چاہتا بزور کرا لیتا تھا۔ باوجود اسکے اس کا میلان طبع ان دونوں بادشاہوں کیطرف تھا جو سلطان مسعود کے مخالف تھے۔ سلطان مسعود اور امیر عبدالرحمن سنے اپنے حریف کے لشکر کے قریب پہونچکے مورچہ

قائم کیا نامہ و پیام شروع ہوا سلیمان شاہ اپنے بھائی سلطان مسعود سے ملنے آیا باتوں باتوں صلح کی گفتگو ہونے لگی۔ امیر عبدالرحمن دونوں فریق کی اصلاح کر رہا تھا آخر کار فریقین میں مصالحت ہو گئی۔ امیر عبدالرحمن کو علاوہ اُن شہروں کے جو اُسکے زیر حکومت تھے آذربیجان اور ارمینیہ کی سند حکومت بھی عنایت ہوئی۔ ابوالفتح بن وراست کو سلطان مسعود کی وزارت دیگئی یہ بوزابہ کا وزیر تھا۔ ان لوگوں نے سلطان کو بہ حکمت عملی ایسا کچھ دبالیا کہ وہ اپنے تصرفات اور احکام جاری و نافذ نہ کرسکتا۔ بظاہر یہ لوگ اسکے ساتھ تھے مگر حقیقت میں اس سے علیحدہ تھے بک ارسلان بن بلنکری معروف بہ خاص بک کو بھی ان لوگوں نے ملالیا جو سلطان کا خاص ملازم اور اسکا پروردہ تھا۔ اسکی سازش سے ان لوگوں نے خاصہ فائدہ اُٹھایا یا سلطان مسعود کی ہر خواہش میں یہ لوگ دخل درمعقولات کر بیٹھتے تھے اور سلطان مسعود دم نہ مارتا تھا۔ غرض جب عبدالرحمن والی طلخال اور بعض آذربیجان کا تحکم واستیلاء اسدرجہ بڑھگیا کہ سلطان مسعود نام کا سلطان رہ گیا اور زمام حکومت اسکے قبضہ اقتدار میں آگئی تو سلطان مسعود نے خاص بک کو طلب فرما کے اپنے حالات بتلائے اور عبدالرحمن کے مارڈالنے کا اشارہ کیا خاص بک نے اگرچہ اُن امراء سے سازش کرلی تھی جو صورتاً سلطان مسعود کے ہواخواہ تھے اور معناً مخالف۔ مگر سلطان مسعود کے حالات سُنکے خاص بک کا دل بھر آیا۔ رخصت ہو کے اپنے مکان پر آیا اور چند امیروں کو بلا کے عبدالرحمن کے قتل کا اشارہ کر دیا چنانچہ ان لوگوں میں سے ایک شخص نے عبدالرحمن کے سر پر ایک گرز رسید کیا جبکہ وہ اپنی فوج میں تھا۔ عبدالرحمن چکرا کے زمین پر گرا اور تڑپ کر فوراً دم توڑ دیا۔

یہ خبر سلطان مسعود کو بغداد میں ملی۔ عباس والی رے اسکے ہمراہ تھا۔ اسکا لشکر سلطانی لشکر سے بدرجہا زیادہ تھا۔ اس خبر سے عباس کی آنکھوں میں خون اتر آیا

سلطان مسعود کو اسکا احساس ہوگیا بے نرمی وملاطفت پیش آنے لگا ایک روز موقع پاکے اپنے محلسرا میں بلا بھیجا۔ جسوقت اپنے باڈی گارڈ سے علیحدہ ہو کے سریر سلطانی کیطرف بڑھا۔ سلطان مسعود نے اشارہ کر دیا غلاموں نے لپک کر سر اوتار لیا۔

عباس سلطان محمود کا غلام تھا خلیق، عادل، رعایا پرور، امور سیاست سے واقف اور فرقہ باطنیہ کا جانی دشمن تھا۔ اس فرقہ پر عباس ہمیشہ جہاد کیا کرتا تھا اس معاملہ میں اسنے بڑے بڑے نمایاں کام کئے تھے۔ ماہ ذیقعدہ ۵۴۱ھ میں اسکا واقعہ قتل وقوع میں آیا۔

عبدالرحمن اور عباس کے مارے جانے کے بعد سلطان مسعود نے اپنے بھائی سلیمان شاہ کو تکریت میں نظر بند کر دیا۔ شدہ شدہ ان دونوں امیروں کے قتل کی خبر بوزابہ والی فارس تک پہونچی فارس اور خوزستان سے ایک عظیم لشکر مرتب کرکے اصفہان پر چڑھائی کردی اور پہونچتے ہی محاصرہ ڈالدیا۔ بعد چندے اصفہان سے محاصرہ اٹھا کے سلطان مسعود سے جنگ کرنے کو روانہ ہوا۔ مقام مرج قراتکین میں مقابلہ ہوا۔ دونوں لشکر جی توڑ توڑ کر لڑے۔ اثنائے جنگ میں بوزابہ مارا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک تیر اسکو آ لگا تھا جسکے صدمہ سے گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ بعضوں کا بیان ہے کہ زندہ گرفتار ہوگیا تھا۔ سلطان مسعود نے اسکو قتل کروا دیا الغرض بوزابہ کے قتل ہوتے ہی اسکے لشکر میں بھگدڑ مچگئی کوئی ہمدان کیطرف بھاگا اور کسی نے خراسان میں جاکے دم لیا۔

جسوقت سلطان مسعود اپنے امیروں میں سے جنکو جنکو قتل کرنا تھا قتل کر چکا تو امیر خاص بک کو اپنے مصاحبوں اور خاص مشیروں میں شامل کر لیا۔ چونکہ امیر خاص بک میں قابلیت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ تھوڑے دنوں میں سلطان مسعود کی ناک کا بال ہوگیا۔ تمام ممالک محروسہ میں اسکے احکام جاری وساری ہونے لگے۔

اراکین دولت کو یہ ناگوار گزرا حسد کی نگاہوں سے دیکھنے لگے مگر چارہ کار کچھ نہ تھا خاموش رہے۔ پھر یہ خیال پیدا ہوا کہ مبادا ہم لوگوں کے ساتھ بھی وہی برتاؤ نہ کیا جائے جو عباس، عبدالرحمن اور بوزابہ کے ساتھ برتا گیا تھا اس خیال کا پیدا ہونا تھا کہ سلطان مسعود کی ترک رفاقت کر کے عراق کیطرف چل کھڑے ہوئے ایلدکز مسعودی والی گنجہ وارانیہ وقیصر، بقش کون والی صوبجات جبل، حاجب یعنی مسعودی، طرنطائی محمودی شحنہ واسط اور ابن طغایرک وغیرہم نامی نامی امیر بخوف جان نکل بھاگے کوچ و قیام کرتے ہوئے حلوان پہونچے۔ اہل بغداد اور عراق کو خطرہ پیدا ہوا۔ خلیفہ مقتفی شہرپناہ کی درست کرانے لگا۔ اور ان لوگوں سے کہلا بھیجا "آپ لوگ دارالخلافت بغداد میں نہ آئیے" ان لوگوں نے اسکا کچھ جواب نہ دیا۔ چلتے چلتے ماہ ربیع الآخر ۵۴۳ھ میں بغداد پہونچ گئے ملک محمد بن سلطان محمود انہیں لوگوں کے ہمراہ تھا بغداد کے شرقی جانب یہ لوگ مقیم ہوئے مسعود جلال شحنہ بغداد بغداد چھوڑ کر تکریت بھاگ گیا اس سے لوگوں پر اور بدحواسی چھا گئی۔ اسی اثناء میں علی بن دبیس والی حلہ آ گیا اور جانب غربی بغداد میں قیام کیا۔ خلیفہ مقتفی نے شہر کی محافظت کی غرض سے متعدد فوجیں مرتب کیں۔ بغداد کے عوام الناس اور امیروں میں لڑائی چھڑ گئی کئی بار لڑائی ہوئی کبھی امراء، عوام الناس کے مقابلہ سے بھاگ کھڑے ہوتے عوام الناس دور تک ان کا تعاقب کرتے چلے جاتے بعد ازاں وہ دفعۃً لوٹ کھڑے ہوتے اور عوام الناس کو نہایت بیرحمی سے قتل اور پامال کرتے۔ اس قسم کے واقعات بدفعات وقوع میں آئے۔ غارتگری اور قتل کے ہنگامے برپا رہے۔ چند دنوں بعد کل امراء مجتمع ہو کے تاج کے مقابل گئے۔ زمین بوسی کی جسارت اور دلیری کا عذر کیا۔ خلافت مآب اور ان لوگوں سے خط وکتابت شروع ہوئی۔ آخر کار ان لوگوں نے بغداد کو چھوڑ کے نہروان کا راستہ لیا مسعود جلال شحنہ بغداد تکریت سے بغداد واپس آیا۔ دیہاتوں۔ قصبات اور شہروں کو تاخت

وتاراج کرتے ہوئے ان لوگوں نے عراق کو چھوڑ دیا اور خود بھی متفرق ومنتشر ہو گئے باوجودیکہ تمام ملک میں ہل چل مچی ہوئی تھی مگر سلطان مسعود بلاد جبل ہی میں مقیم رہا۔ اس سے اور اسکے چچا ملک سنجر سے برابر خط وکتابت ہوتی رہی اور یہ اوسکو خاص بک کے بڑھانے پر اور ارکین و دولت کی علیحدگی پر نصیحت فضیحت کر رہا تھا۔ اتنے میں سنہ ۵۴۴ھ کا دور آگیا۔ ملک سنجر نے رے کیجانب کوچ کیا سلطان مسعود یہ خبر پاکے اپنے چچا سے ملنے آیا۔ معذرت کی۔ عذرات معقول تھے ملک سنجر نے قبول کر لیئے۔

بعد اسکے رجب سنہ ۵۴۳ھ میں ارکین دولت کا ایک گروہ جسمیں بقش کون خر طرنطائی اور ابن دبیس وغیرہم تھے عراق کیجانب واپس آیا۔ ملک شاہ بن سلطان محمود انہیں لوگوں کے ہمراہ تھا۔ ان لوگوں نے خلافت مآب سے ملک شاہ کے خطبہ کی بابت خط وکتابت کی مگر خلافت مآب نے منظور نہ فرمایا۔ فوجیں فراہم کرکے دار الخلافت کی قلعہ بندی کر لی۔ سلطان مسعود کو ان لوگوں کے آنیکا حال لکھ بھیجا۔ سلطان مسعود نے آنیکا وعدہ کیا۔ لیکن اپنے چچا ملک سنجر کیوجہ سے نہ آسکا رے میں ٹھہرا رہا۔ بقش کو جب یہ خبر لگی کہ خلافت مآب نے سلطان مسعود کو طلبی کا خط لکھا تھا تو اسنے جی کھول کے نہروان کو لوٹ لیا۔ علی بن دبیس کو گرفتار کرکے جیل میں ڈالدیا طرنطائی نعمانیہ کیجانب بھاگ گیا بعد اسکے نصف ماہ شوال سنہ ۵۴۳ھ میں سلطان مسعود وارد بغداد ہوا بقش نے یہ سنکے نہروان چھوڑ دیا اور روانگی کیوقت علی بن دبیس کو رہا کر گیا۔

وزارت سنہ ۵۴۴ھ میں خلیفہ مقتفی نے یحییٰ بن ہبیرہ کو قلمدان وزارت سپرد فرمایا چونکہ زمانہ محاصرہ بغداد میں یحییٰ نے بڑی جانفشانی اور نہایت کفایت شعاری سے کام لیا تھا اسوجہ سے اسکے صلہ میں خلافت مآب نے عہدہ وزارت عطا فرمایا۔

ملک شاہ کی تخت نشینی پہلی ماہ رجب سنہ ۵۴۷ھ میں سلطان مسعود نے اپنی حکومت کے اکیسویں سال اور اپنے بھائی کی منازعت کے بیسویں برس مقام

ہمدان میں وفات پائی۔ امیر خاص بک بن بلنکری نے جو اسکے عہد حکومت میں پیش پیش تھا اسکے برادر زادہ ملک شاہ بن سلطان محمود کو سریر حکومت پر بٹھایا۔ حکومت وسلطنت کی اسکے ہاتھ پر بیعت کی۔ چنانچہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

سلطان مسعود ملوک سلجوقیہ کا آخری بادشاہ تھا جسنے بغداد میں حکومت کی اس کے مرنے سے خاندان سلجوقی کی سعادت اور نیکنامی مفقود ہوگئی۔ اسکے بعد کوئی شخص ایسا نہ ابھرا کہ اسکی طرف التفات کیجاتی خلیق، کثیر المزاح، عادل اور نماز وروزہ کا پابند تھا۔

سلطان ملک شاہ نے تخت نشینی کے بعد ایک فوج بسر گروہی امیر سالار کرد حلہ پر قبضہ کرنیکو روانہ کی۔ امیر سالار کرد نے پہونچتے ہی حلہ پر قبضہ کرلیا مسعود جلال شحنہ بغداد یہ خبر پاکے حلہ چلا آیا امیر سالار کرد کی اس کارروائی پر ثنا وصفت کی۔ اور اتفاق رائے کا اظہار کیا۔ دو ہی چار روز بعد موقع پاکے امیر سالار کرد کو گرفتار کرکے دریا میں ڈبوا دیا اور خود حلہ پر حکمرانی کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ خلافت مآب کو اسکی خبر لگی۔ ایک لشکر مرتب کرکے بافسری وزیر السلطنت عون الدولہ ابن ہبیرہ، مسعود جلال کی سرکوبی کو روانہ فرمایا مسعود جلال بھی لشکر آراستہ کرکے دریائے فرات کو عبور کیا اور بکمال مردانگی سے سینہ سپر ہوکے مقابلہ پر آیا۔ مگر پہلے ہی حملہ میں شکست کھاکے بھاگ کھڑا ہوا۔ اہل حلہ نے علم خلافت کی اطاعت قبول کرلی اور رباغی وسرکش کو شہر میں گھسنے ندیا۔ مجبوراً تکریت کیطرف لوٹا۔ اور وزیر السلطنت مظفر ومنصور حلہ میں داخل ہوا۔ بعد ازاں وزیر السلطنت نے ایکدستہ فوج کوفہ کیطرف اور ایکدستہ فوج واسط کیجانب روانہ کی چنانچہ ان فوجوں نے کوفہ اور واسط پر قبضہ کرلیا۔ اسکے بعد ہی ملک شاہ کی فوج واسط کیطرف آئی۔ خلافت مآب کی فوج نے واسط کو چھوڑ دیا۔ خلافت مآب یہ سنکر بنفس نفیس ایک فوج کے ساتھ واسط پر آپہنچے اور سلطانی لشکر کے قبضہ سے اسکو نکال لیا۔ دو چار روز قیام کرکے حلہ کیطرف کوچ

فرمایا بعدہ دسویں ذیقعدہ سنہ ۵۴۲ھ کو دار الخلافت بغداد واپس آیا۔

ان واقعات کے بعد امیر خاص بک جو سلطان ملک شاہ کو بحکمت عملی دبائے ہوئے تھا اس طمع میں کہ خود مستقل حکمران ہو جائے سلطان ملک شاہ سے کشیدہ خاطر اور متنفر ہو گیا۔ ملک محمد بن سلطان محمود کو خوزستان سے سنہ ۵۴۸ھ میں بلا بھیجا اور پہلی صفر سنہ مذکور میں اسکے ہاتھ پر حکومت و سلطنت کی بیعت کی نفیس نفیس تحائف قیمتی قیمتی ہدایا پیش کئے۔ مگر دل میں یہ سمائی ہوئی تھی کہ کسی طرح سے اسکو بھی گرفتار کر کے اپنی حکومت سلطنت کی بیعت لینا چاہئے۔ بیعت و تخت نشینی کے دوسرے روز امیر خاص بک ملک محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملک محمد اسکے تیور سے تاڑ گیا کہ اسکی نیت اچھی نہیں۔ فوراً تلوار کھینچ کے اسکی گردن اتار لی۔ ایدغدی ترکمانی عرف شملہ نے جو امیر خاص بک کے مصاحبوں سے تھا خاص بک کو ملک محمد کے پاس جانے سے منع کیا تھا۔ لیکن خاص بک نے اسپر کچھ توجہ نہ کی۔ پس جب یہ مارا گیا تو شملہ نے اُس کے لشکرگاہ کو لوٹ کے خوزستان میں جا کے دم لیا۔

امیر خاص بک ایک ترکمان کا لڑکا تھا۔ تیز، ذہین اور ہوشیار تھا۔ سلطان مسعود کی ملازمت کی رفتہ رفتہ اسکو اسقدر عروج ہوا کہ کل ارا کین دولت اس سے دب گئے۔

محاصرہ تکریت سنہ ۵۴۸ھ میں خلیفہ مقتفی نے ایک فوج بسرافسری پسر وزیر عون الدولہ اور امیر ترشک جو خلافت پناہی کا خاص مصاحب تھا تکریت کے محاصرہ کو روانہ فرمایا اتفاق وقت سے مابین پسر وزیر اور ترشک اَن بَن ہو گئی۔ امیر ترشک نے اس خوف سے کہ مبادا پسر وزیر مجھے گرفتار نہ کر لے مسعود جلال شحنہ والی تکریت سے ملکے پسر وزیر اور اُن امیروں کو جو اسکے ساتھ تھے گرفتار کر کے والی تکریت کے حوالہ کر دیا والی تکریت نے انکو جیل میں ڈالدیا اس سے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ لشکر کا حصہ کثیر دریا دریا میں ڈوب گیا ترشک اور شحنہ نے طریق خراسان کا قصد کیا اثنار راہ میں جسقدر آبادیاں

پڑیں انکو تاخت وتاراج کرنے لگے۔ خلافت مآب نے ان دونوں باغیوں اور نمک حراموں کا تعاقب کیا یہ دونوں باغی بھاگ کھڑے ہوئے۔ خلافت مآب نے تکریت پر پہونچکے محاصرہ ڈالدیا چند روز محاصرہ کئے رہے بعدازاں دارالخلافت کی جانب مراجعت فرمائی۔

بعد اس کے ۵۴۹ھ میں خلافت مآب نے پسر وزیر وغیرہ قیدیوں کی رہائی کی غرض سے ایک قاصد تکریت روانہ کیا اہل تکریت نے قاصد کو بھی گرفتار کرلیا۔ تب خلافت مآب نے انکی سرکوبی کو ایک فوج روانہ کی۔ اہل تکریت نے مقابلہ کیا خلافت مآب کی فوج شہر پر قبضہ نہ کرسکی۔ خلافت مآب کو اسکی خبر لگی لشکر مرتب فرماکے ماہ صفر سنہ مذکور میں بذاتہ اس مہم پر تشریف لیگئے۔ شہر تکریت پر تو پہونچتے ہی قبضہ کرلیا باقی رہ گیا قلعہ تکریت۔ وہ مفتوح نہوا تھا محاصرہ ڈالدیا۔ چند روز محاصرہ کرکے آخری ماہ ربیع الاول سنہ مذکور کو بے نیل مرام بغداد کی طرف مراجعت کی۔ بغداد پہونچکے وزیرالسلطنت کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ محاصرہ قلعہ تکریت پر روانہ کیا قلعہ شکن منجنیقین، آلات حصار اور بیحد سامان جنگ مرحمت فرمایا۔ ساتویں ربیع الثانی کو وزیرسلطنت نے قلعہ تکریت کا حصار کیا اور چہار طرف سے ناکہ بندی کرکے اہل قلعہ کو تنگ کرنے لگا۔ اس اثناء میں یہ خبر لگی کہ مسعود جلال شحنہ اور ترشک ایک عظیم لشکر لئے ہوئے تکریت میں آگئے ہیں انہیں لوگوں کے ساتھ بقش کون بھی ہے انہیں لوگوں نے ملک محمد کو قبضہ عراق پر ابھارا تھا اگرچہ اسپر وہ آمادہ نہیں ہوا مگر یہ لشکر اوسنے ان لوگوں کے ساتھ روانہ کیا ہے علاوہ اسکے ترکمانوں کا ایک گروہ کثیر اس لشکر میں آملا ہے۔ خلیفہ مقتفی یہ سنتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا اور لشکر آراستہ کرکے مقابلہ کی غرض سے کوچ کردیا مسعود جلال شحنہ ایک چلتا پرزہ تھا یہ سمجھ کے کہ میں خلیفہ کے لشکر کا مقابلہ نہ کرسکونگا ملک ارسلان بن سلطان طغرل بن سلطان محمد کو جو ایک

مدت سے تکریت میں قید تھا خلافت مآب کے مقابلہ پر طیار کیا اور اپنی فوج اور نیز سلطانی لشکر کو یہ دم پٹی دی کہ یہ تمہارا سلطان ابن سلطان ہے اسکے ساتھ ہوکر مدعی خلافت سے لڑو جو درحقیقت سزاوار خلافت نہیں ہے۔ مقام عقریابل میں دونوں حریف کا مقابلہ ہوا۔ اٹھارہ دن تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کار آخری رجب کو خلافت مآب کا میمنہ شکست کھا کے بغداد کیجانب بھاگا۔ فتحمند گروہ نے خزانہ لوٹ لیا۔ بڑی گھمسان لڑائی ہوئی کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ خلافت مآب کے لشکر کا حصہ کثیر اگرچہ بھاگ گیا تھا مگر خلافت مآب نہایت استقلال اور مردانگی سے مقابلہ کرتے اور اپنی بقیہ فوج کو لڑاتے رہے اس استقلال اور ثابت قدمی کا یہ نتیجہ ہوا کہ عجمی فوج میدان جنگ سے گھونگھٹ کھائی خلافت مآب کو فتح نصیب ہوئی۔ ترکمانوں کا کل مال و اسباب لوٹ لیا گیا عورتیں لونڈی لڑکے غلام بنائے گئے۔ بقش کون مع ارسلان بن طغرل کے قلعہ مہاکین بھاگ گیا اور خلافت مآب نے پہلی شعبان سنہ مذکور کو دارالخلافت بغداد کیجانب مراجعت فرمائی۔

بعد اس واقعہ کے مسعود جلال شحنہ اور ترشک نے پھر فوجیں فراہم کیں اور بقصد غارتگری واسط کیطرف بڑھے خلافت مآب نے وزیرالسلطنت ابن ہبیرہ کو مسعود جلال وغیرہ کی سرکوبی پر متعین فرمایا چنانچہ وزیرالسلطنت نے ان باغیوں اور سرکشوں کو پہلے ہی معرکہ میں میدان جنگ سے مار بھگایا اور مظفر و منصور بہت سا مال غنیمت لیکے دارالخلافت بغداد واپس آیا خلافت مآب نے خوش ہوکر "سلطان العراق" کا لقب عنایت کیا۔

ارسلان بن طغرل جیسا کہ تم اوپر پڑھ آئے ہو بقش کون کے ساتھ قلعہ مہاکین چلا گیا تھا سلطان محمد نے یہ خبر پاکے بقش کون کو ارسلان کے حاضر کرنے کو لکھ بھیجا اتفاق یہ کہ بقش کون اسی سنہ کے ماہ رمضان میں مرگیا اور ارسلان، بقش کے

بیٹے اور حسن خازندار کے قبضہ میں رہگیا۔ یہ دونوں اوسکو بلاد جبل لیکر چلے گئے پھر وہاں سے ابوالبہلوان شوہر مادر سلطان محمد کے پاس جا پہونچے۔ جس طغرل کو خوارزم شاہ نے قتل کیا تھا وہ اس ارسلان کا بیٹا تھا اور وہی سلاطین سلجوقیہ کا آخری یادگار رہا۔

ان واقعات کے بعد خلیفہ مقتفی نے ۵۵۱ھ میں وقوقا پر فوج کشی کی چندروز تک اسپر محاصرہ ڈالے رہا۔ بعد ازان یہ خبر پاکے کہ لشکر موصل اسکی مدافعت کو آرہا ہے دارالخلافت بغداد واپس آیا۔

شملہ کا خوزستان پر قبضہ

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ شملہ ترکمانی نسل کا تھا اسکا نام ایدغدی تھا اور امیر خاص بک ترکمانی کے خاص مصاحبوں سے تھا جس روز سلطان محمد نے اس کے آقائے نعمت امیر خاص بک کو قتل کیا اسی روز بخوف جان خوزستان کیجانب بھاگ کھڑا ہوا۔ ملک شاہ بن سلطان محمد ان دنوں خوزستان کا حکمران تھا خلیفہ مقتفی نے یہ خبر پاکے کہ شملہ خوزستان کیجانب جارہا ہے ایک فوج اسکی تعاقب پر روانہ کی شملہ نے اس فوج کا مقابلہ کیا اور کمال مردانگی سے اسکو ہزیمت دیکے اسکے سرداروں کو قید کرلیا لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد انکو رہا کرکے خلافت مآب کی خدمت میں بھیجدیا اور اپنی جسارت و دلیری کی معافی چاہی۔ خلافت مآب نے اسکا عذر منظور فرمالیا۔ شملہ خوزستان کیطرف بڑھا اور اسکو ملک شاہ بن سلطان محمود کے قبضہ سے نکال کے خود حکمرانی کرنے لگا۔

ابتداء دولت بنی خوارزم شاہ

سلطان سنجر سلطان ملک شاہ کا صلبی لڑکا تھا جسوقت سلطان برکیاروق بن ملک شاہ نے ۴۹۰ھ میں خوزستان پر اپنے چچا ارسلان ارغو سے قبضہ حاصل کیا جیساکہ ہم اسکے حالات کے ضمن میں مفصل بیان کرینگے تو اپنے بھائی سنجر کو خوزستان پر مامور کیا اور محمد بن انوش تکین کو امیرداد حبشی بن بوساق کیجانب سے خوارزم پر متعین فرمایا۔ پھر جب سلطان محمد نے علم حکومت

بلند کیا اور سلطان برکیاروق سے حکومت و سلطنت کی بابت جھگڑا اور یہ فساد ایک مدت تک برابر جاری رہا۔ اُسوقت ملک سنجر کو خراسان کی حکومت سلطان محمد نے عطا کی اسوجہ سے کہ وہ اسکا حقیقی بھائی تھا۔ چنانچہ اس زمانہ سے سلطان سنجر خراسان پر حکمرانی کرتا رہا تا آنکہ سلطان محمد کے بعد اسکی اولاد میں مخالفت پیدا ہوئی۔ اسوقت یہ ان لوگوں کا مشیر اور معتمد علیہ تھا ہر کام میں اس سے مشورہ لیا جاتا جو شخص دار الخلافت بغداد کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لیتا اوسکو "سلطان العراق" کے لقب سے یاد کرتا بعد ازاں ترکوں میں سے خطا کا گروہ درّہائے کوہستان چین سے نکلا اور اسنے ماوراء النہر وغیرہ کو سلاطین خانیہ[۱] ملوک ترکستان سے ۵۳۶ھ میں چھین لیا جیسا کہ ہم آیندہ ان کے حالات میں ان واقعات کو بالتفصیل بیان کرینگے سلطان سنجر نے ان لوگوں کی مدافعت کی غرض سے لشکر آرائی کی۔ ترکان خطا نے اُسکو ہزیمت دیکے اسکے لشکر کے حصہ کثیر کو کاٹ ڈالا اس سے اسکے قوائے حکمرانی میں اضمحلال پیدا ہو گیا اور خوارزم شاہ کو اپنی قوت بڑھانے کا موقع ملگیا۔ ترکان خطا کا یہ دستور تھا کہ جب یہ بلاد ترکستان پر قابض ہوتے تو غز کو جو وہاں پر یادگار بقیہ سلجوقیہ تھے تنگ کر کے خراسان کیطرف نکال دیتے تھے سلجوقیہ نے اپنی شروع حکومت میں خراسان کو اپنا مقر حکومت بنا لیا تھا اور اسپر قابض و متصرف ہوئے تھے اور ان کے بقیہ اخلاف جو غز کے نام سے موسوم تھے اطراف ترکستان میں باقی رہ گئے تھے وہ ترکان خطا کی عنایتوں سے خراسان آرہے اور وہیں انہوں نے اپنی حکومت کا سکہ جمایا۔ پھلے پھولے اور بڑھے۔ بعد ازاں جب انکا شور و شر بڑھا تو سلطان سنجر نے ۵۴۸ھ میں ان پر فوج کشی کی ان لوگوں نے سلطان سنجر کو ہزیمت دی۔ اُسکے لشکر گاہ کو لوٹ لیا

نوٹ [۱]۔ سلاطین خانیہ افراسیاب ترکی نسل سے تھے اور مسلمان تھے انکا مورث اعلیٰ شین قراخاقان دائرہ اسلام میں داخل ہوا تھا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۱۳۰۔

اور اوسکو قید بھی کرلیا۔ کل بلاد خراسان پر قابض و متصرف ہوگئے امراء و اراکین دولت منتشر و متفرق ہوگئے۔ جو جس شہر پر پہونچا اوسکو وہ داب بیٹھا۔ ترکان خطا کو بھی پیر زیر کرنے لگے۔ سلطان سنجر کو نظر بند کیے ہوئے تمام ملک کو لوٹتے پھرتے تھے یہی ذریعہ اونکے لوٹ لینے اور تاخت و تاراج کرنیکا تھا رفتہ رفتہ اکثر شہروں پر قابض ہوگئے تا آنکہ سلطان سنجر انکی حراست سے سنہ ۵۵۱ھ میں نکل بھاگا اور ۵۵۲ھ میں ترکان خطا کی مدافعت کی تمنا لئے ہوئے مرگیا۔ اسوقت خراسان انکے امیروں پر تقسیم ہوگیا جیسا کہ آیندہ ہم ان کے حالات کے ذیل میں تحریر کرینگے۔ بعد ازاں بنی خوارزم شاہ نے ان کل بلاد پر اور نیز اصفہان، رے اور صوبجات غزنہ پر بنی سبکتگین سے قبضہ حاصل کرلیا اور بجائے سلاطین سلجوقیہ کے حکمرانی کرنے لگے۔ یہاں تک کہ چنگیز خان بادشاہ تاتار نے اوائل ساتویں صدی میں انکے دولت و حکومت کا خاتمہ کردیا جیسا کہ ہم آیندہ جہاں پر ان لوگوں کے حالات علیحدہ و جداگانہ تحریر کرنے والے ہیں ضبط تحریر میں لائینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔

جنگ سلیمان شاہ و سلطان محمد

سلیمان شاہ بن محمود برسوں سے اپنے چچا ملک سنجر کے پاس خراسان میں مقیم تھا ملک سنجر نے اسکو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا اور منابر خراسان پر اسکے نام کا خطبہ بھی پڑھوایا تھا۔ پس جب ترکان غز نے ملک سنجر کو مغلوب کرکے گرفتار کرلیا تو سلیمان شاہ اسکے لشکر پر حکومت کرنے لگا۔ بعد ازاں ترکان غز سے یہ بھی مغلوب ہوا۔ بھاگ کر خوارزم شاہ کے پاس پہونچا۔ خوارزم شاہ نے اسکی بڑی عزت کی۔ اپنی بھتیجی سے اسکا نکاح کردیا لیکن بعد چندے کسیوجہ سے ناراض ہوگیا سلیمان شاہ نے اصفہان کا راستہ لیا۔ شحنہ اصفہان نے داخل نہ ہونے دیا۔ تب سلیمان شاہ نے قاشان کیجانب کوچ کیا۔ سلطان محمد نے یہ خبر پاکے ایک فوج بھیجدی جسنے غریب سلیمان شاہ کو قاشان میں بھی داخل نہ ہونے دیا۔ بدرجہ مجبوری

خوزستان کا رخ کیا۔ وہاں ملک شاہ نے روکا۔ غرض جب کسی طرف سے خیر مقدم کی آواز نہ سنائی دی اور تلوار و نیزوں ہی سے استقبال ہوتا نظر آیا تو نجف چلا گیا سید محسن کے پاس قیام پذیر ہوا۔ خلافت مآب سے بغداد میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی اور اس غرض سے کہ آیندہ خلافت مآب کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا رہونگا اپنی بیوی اور بچوں کو دربار خلافت میں رہن کر دیا۔ حصول اجازت کے بعد تھوڑی سی فوج کے ساتھ جسکی تعداد تین سو سے زیادہ نہ تھی دار الخلافت بغداد میں داخل ہوا وزیر السلطنت کے بیٹے قاضی القضاۃ اور اراکین دولت نے استقبال کیا چنانچہ سلیمان شاہ ماہ محرم ۵۵۱ھ دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ قاضی القضاۃ، اراکین دولت اور خاندان عباسیہ کے نامی نامی ممبر موجود تھے۔ سلیمان شاہ نے دستور کے مطابق اطاعت و فرمانبرداری کی قسم کھائی اور اس امر کا اقرار کیا کہ آئندہ عراق سے متعرض نہونگا۔ خلافت مآب نے خوش ہو کے خلعت دی۔ جامع بغداد میں اسکے نام کا خطبہ پڑھے جانے کا حکم دیا اور اسکو وہی خطابات اور القاب عنایت فرمائے جو اس کے باپ کے تھے اور لشکر بغداد سے تین سو سوار مرحمت فرمائے۔ امیر قویدان والی حلہ کو طلب فرماکے اسکا امیر حاجب مقرر کیا۔

ماہ ربیع الاول سنہ مذکور میں سلیمان شاہ نے بلاد جبل کیجانب کوچ کیا اور خلافت مآب کا موکب ہمایوں حلوان کیطرف روانہ ہوا۔ ملک شاہ بن سلطان محمود برادر سلیمان شاہ والی خوزستان کو خلافت مآب نے طلب کرکے سلیمان شاہ کی رفاقت اور اپنی اطاعت کی قسم لی اور اس امر کا عہد کیا کہ بعد سلیمان کے ملک شاہ وارث تخت و تاج ہوگا۔ بعد اسکے خلافت مآب نے دونوں کو مال و اسباب، زر نقد اور آلات حرب سے مدد دی۔ سب کے سب مجتمع ہو کے ہمدان اور اصفہان کیطرف چلے ایلدگز والی بلاد اران بھی انہیں لوگوں میں آملا جس سے انکی جمعیت بہت بڑھ گئی

سلطان محمد کو ان لوگوں کے اجتماع اور روانگی کی خبر لگی۔ گھبرا کے قطب الدین مودود زنگی والی موصل اور اسکے نائب زین الدین کو خط لکھا۔ امداد طلب کی۔ ان لوگوں نے نہایت خوشی سے یہ درخواست منظور کی چنانچہ سلطان محمد نے معہ ان لوگوں کے سلیمان شاہ سے مقابلہ کرنے کو خروج کیا ماہ جمادی الاولی سنہ مذکور میں فریقین نے صف آرائی کی۔ کئی روز مسلسل لڑائی ہوتی رہی آخر کار سلیمان شاہ کو ہزیمت ہوئی سارا لشکر متفرق و منتشر ہو گیا۔ ایلدکز اپنے شہر بھاگ گیا۔ سلیمان شاہ نے بغداد کا راستہ اختیار کیا شہر زور ہو کر گزرا زین الدین کوجک (یہ قطب الدین کا نائب تھا) نے چھیڑ چھاڑ کی امیر بزان نے جو زین الدین کیطرف سے شہر زور پر حکمرانی کر رہا تھا آگے بڑھ کے رستہ روک لیا اور پیچھے سے زین الدین نے حملہ کر دیا سلیمان شاہ سے کچھ بن نہ آئی گرفتار ہو گیا زین الدین نے موصل میں لا کے قلعہ میں نظر بند کر دیا اور ایک اطلاعی عرضداشت کے ذریعہ سے سلطان محمد کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔

محاصرہ بغداد سلطان محمد نے دربار خلافت میں یہ درخواست دی تھی کہ میرے نام کا بغداد کی مساجد میں خطبہ پڑھا جائے۔ خلافت مآب نے اس سے انکار کیا تھا۔ طرہ یہ ہوا کہ سلیمان شاہ سے اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا حلف لیکے اسکے نام کا خطبہ پڑھوایا جیسا کہ ابھی تم اوپر پڑھ آئے ہو۔ سلطان محمد کو یہ امر ناگوار گزرا لشکر آراستہ کر کے ہمدان سے عراق کیجانب کوچ کیا۔ ماہ ذی الحجہ ۵۵۱ھ میں عراق پہونچا قطب الدین اور اسکے نائب زین الدین کیطرف سے لشکر موصل بھی سلطان محمد کی کمک پر آیا ہوا تھا بغداد میں اس سے بیحد اضطراب پیدا ہو گیا۔ خواص اور عوام کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ خلافت مآب نے بھی فراہمی فوج کی جانب توجہ فرمائی۔ خطلوبرس والی واسط ایک لشکر لیکے آ پہونچا۔ مہلہل نے حلہ پر قبضہ کر لیا۔ وزیر السلطنت ابن ہبیرہ قلعہ بندی میں مصروف ہوا۔ موقع موقع سے دمدمے بند ہوائے نہریں کھدوائیں۔ مورچے قائم کئے

پلوں کو تڑوادیا۔ اور کل کشتیاں تاج کے نیچے جمع کرلیں۔ اہل بغداد غربی جانب سے وسط بغداد میں آرہے۔ مال واسباب محلسرائے خلافت میں رکھوادیا گیا بعدازاں خلیفہ مقتفی لشکر اور عوام الناس کو مسلح اور سامان جنگ سے آراستہ کرکے محاصرین کی مدافعت کو نکلا ایک مدت تک سلسلہ جنگ جاری رہا۔ سلطان محمد نے دجلہ کے ساحل شرقی پر ایک پل بندھوا کے عبور کیا اور اس جانب بھی ہنگامہ کارزار گرم کردیا۔ اسوقت بغداد میں دو طرف سے لڑائی چھڑی ہوئی تھی۔ محصوروں پر دائرہ حیات تنگ ہو رہا تھا۔ رسد وغلہ کی کمی محسوس ہو چلی تھی۔ گھمسان لڑائی ہو رہی تھی محاصروں نے ناکہ بندی کرلی تھی باہر کی آمد و رفت بالکل بند ہو گئی تھی لشکر موصل آنیکو تو میدان جنگ میں آگیا تھا لیکن اسوجہ سے کہ سلطان نورالدین محمود زنگی نے جو قطب الدین کا بڑا بھائی تھا زین الدین کو خلافت مآب سے جنگ کرنے پر ملامتانہ خط لکھ بھیجا تھا جنگ کرنے سے جی چرا رہا تھا۔ اثناء جنگ میں یہ خبر لگی کہ ملک شاہ اور ایلدکز والی بلاد اران اور ارسلان بن ملک طغرل بن سلطان محمد نے ہمدان پر پہونچکے قبضہ کرلیا ہے سلطان محمد یہ سنتے ہی محاصرہ سے دست کش ہو کے آخری ماہ ربیع الاولی ۵۵۲ھ میں ہمدان کیطرف کوچ کر گیا اور زین الدین نے موصل کیجانب معاودت کی۔

سلطان محمد نے جسوقت ہمدان کا قصد کیا تھا ملک شاہ اور ایلدکز معہ اپنے رفقاء اور ہمراہیوں کے رے چلے آئے تھے۔ اینانج شحنہ رے نے مزاحمت کی لڑائی ہوئی۔ ان لوگوں نے اینانج کو ہزیمت دیدی سلطان محمد نے یہ خبر پاکے امیر سقمان بن قایماز کو بسرافسری ایک فوج کے اینانج کی کمک پر روانہ کیا۔ امیر سقمان ہنوز رے نہ پہونچنے پایا تھا کہ ملک شاہ اور ایلدکز رے سے لوٹ کھڑے ہوئے تھے اور بقصد محاصرہ بغداد جارہے تھے اثناء راہ میں امیر سقمان سے مڈبھیڑ ہوئی ایک خونریز جنگ کے بعد امیر سقمان کو ہزیمت ہوئی سلطان محمد نے اس واقعہ سے مطلع ہو کے ملک شاہ اور ایلدکز کو کے

تعاقب میں خوزستان کیجانب کوچ کیا حلوان میں پہونچکے یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ ایلدکز تو اسوقت دینور میں ٹھیرا ہوا ہے۔ اور اینانج نے بعد روانگی و واپسی ملک شاہ وایلدکز نے ہمدان میں پھر داخل ہوکے قبضہ کرلیا ہے اور بدستور سابق سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ اس خبر کی استماع سے سلطان محمد کے تن مردہ میں جان سی پڑگئی اسیوقت ہمدان کیجانب معاودت کا حکم دیدیا۔ باقی رہ گئے ملک شاہ اور ایلدکز۔ ان کے رفقاء متفرق اور منتشر ہوگئے شملہ والی خوزستان نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ ملک شاہ اور ایلدکز کے چھکے چھوٹ گئے چار ناچار اپنے اپنے شہروں کیطرف بھاگ کھڑے ہوئے۔

جنگ مقتفی واہل نواحی

سنقر ہمدانی والی لحف نے ان جھگڑوں اور نزاعات میں سواد بغداد کو تاخت و تاراج کیا تھا اور ایک خاصہ لشکر بھی مرتب اور تیار کرلیا تھا خلیفہ مقتفی کو جب ایک گونہ اس سے فراغت حاصل ہوئی تو اُسنے سنقر ہمدانی کی سرکوبی کیجانب توجہ کی ماہ جمادی الاولی ۵۵۳ھ میں لشکر آراستہ کرکے سنقر کیطرف بڑھا۔ لحف کے قریب پہونچکے امیر خطلوبرس نے گذارش کی "خلافت مآب یہیں قیام فرمائیں یہ خادم اس مہم کو سر لیگا" خلیفہ مقتفی نے اس رائے کو پسند فرماکے امیر خطلوبرس کو روانگی کا حکم دیا چنانچہ امیر خطلوبرس نے سنقر کے پاس جاکے سمجھایا بوجھایا اور اُسکو عَلَم خلافت کا مطیع بناکے خلافت مآب کی خدمت میں واپس آیا کل حالات عرض کئے۔ خلافت مآب نے خوش ہوکے امیر خطلوبرس اور امیر ارغش کو بلاد لحف میں جاگیریں عنایت فرماکے دارالخلافت کیجانب مراجعت کی۔

بعد واپسی خلافت مآب امیر ارغش نے بلاد لحف کا قصد کیا۔ سنقر امیر ارغش کو بلاد لحف سے نکال باہر کرکے تنہا حکومت کرنے لگا اور سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھوایا امیر خطلوبرس یہ خبر پاکے دارالخلافت بغداد سے ایک لشکر لیکے روانہ ہوا سنقر مقابلہ پر آیا گھماگھمی کی لڑائی ہوئی۔ میدان امیر خطلوبرس کے ہاتھ رہا سنقر کو ہزیمت

ہوئی چار سو سواروں کی جمعیت سے قلعہ ماہکی کیطرف بھاگ گیا جو امیر قایماز حمیدی کے قبضہ و تصرف میں تھا۔ بعد اس کے ۵۴۹ھ میں اپنی فوج کو آراستہ اور درست کر کے پھر بلاد لحف کا قصد کیا۔ امیر ارغش نے مقابلہ کیا۔ لڑائیاں ہوئیں آخر کار امیر ارغش کو ہزیمت ہوئی کمال ابتری سے بغداد کیجانب مراجعت کی۔ خلافت مآب نے یہ خبر پا کے لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور نہایت تیزی سے اپنی فوج کو آراستہ کر کے نعمانیہ کیجانب کوچ فرمایا۔ اور بطور مقدمۃ الجیش ایک فوج بسرافسری ترشک، سنقر کی سرکوبی کو روانہ کی سنقر نے یہ سنکے پہاڑوں کا راستہ لیا۔ ترشک نے اسکے پس ماندہ مال و اسباب کو لوٹ کے قلعہ ماہکی پر محاصرہ ڈالدیا چندے محاصرہ کر کے بندنیجین کیطرف مراجعت کی اور ایک عرضداشت اطلاعی دار الخلافت بغداد میں بھیجدی۔

سنقر بحال پریشاں ملک شاہ کے پاس پہونچا ملک شاہ نے پانچسو سواروں سے اسکی مدد کی پھر کیا تھا سنقر نے پھر اپنے قلعہ اور اپنے شہر کا قصد کیا۔ ترشک نے بھی یہ سنکے خلافت مآب سے امداد طلب کی۔ خلافت مآب نے ایک فوج امدادی بھیجدی سنقر نے ایک سفیر صلح کی گفتگو کرنے کو ترشک کے پاس بھیجا ترشک نے اس سفیر کو قید کرلیا اور لشکر تیار کر کے حملہ کردیا سنقر اس اچانک حملہ سے گھبرا کے بھاگ کھڑا ہوا سارا لشکر پایمال ہو گیا مال و اسباب لوٹ لیا گیا سنقر نے زخمی ہو کے بلاد عجم میں جا کے دم لیا۔ ایک مدت تک ٹھیرا رہا بعد ازاں اسی ۵۴۹ھ کے اخیر میں پوشیدہ طور سے بغداد آیا اور تاج کے روبرو اپنے کو ڈالدیا خلیفہ مقتفی نے خوش ہو کے دربار خلافت میں حاضر ہونے کی اجازت دی۔

ان ۵۴۳ھ میں شملہ اور قایماز سلطانی نے اطراف بادرایا میں لشکر آرائی کی تھی لڑائی سخت اور خونریز تھی۔ قایماز کو اس واقعہ میں ہزیمت ہوئی۔ اثناء دار و گیر میں مارا گیا خلیفہ مقتفی نے اس واقعہ سے مطلع ہو کے ایک فوج شملہ کے سرکرنے کو روانہ کی

شملہ یہ خبر پاکے ملک شاہ کے پاس بھاگ گیا۔

سلیمان شاہ کی تخت نشینی

سلطان محمد بن محمود بن محمد بن ملک شاہ محاصرہ بغداد کی واپسی کے بعد بعارضہ سل مبتلا ہوا، مرض نے اسقدر طول پکڑا کہ اسی عارضہ میں بمقام ہمدان ماہ ذی الحجہ ۵۵۴ھ میں اپنی حکومت کے سات برس چھ مہینے بعد وفات پائی بوقت وفات اقسنقر احمدیلی کو طلب کر کے اپنے بیٹے کو سپرد کیا اور یہ کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ میرے بعد میرے اراکین دولت اس لڑکے کی اطاعت نہ کرینگے تم اسکو اپنے ملک لیکر چلے جاؤ۔ چنانچہ بعد وفات سلطان محمد اقسنقر اسکے بیٹے کو لیکے مراغہ چلا گیا۔

بعد انتقال سلطان محمد اراکین دولت میں اختلاف پڑا ایک گروہ سلیمان شاہ (سلطان محمد کے چچا) کو تخت نشین کیا چاہتا تھا اور ایک گروہ سلطان محمد کے بھائی ملک شاہ کو تخت و تاج کا مالک بنانے کا قصد رکھتا تھا اور کچھ لوگ ارسلان بن سلطان طغرل کیطرف مائل تھے جو ایلدگز کے ساتھ بلاد اران میں مقیم تھا۔ اراکین دولت اسی حیص بیص میں پڑے ہوئے تھے۔ کہ ملک شاہ معہ شملہ ترکمانی اور دکلا والی فارس کے خوزستان سے اصفہان آپہونچا ابن خجندی نے گردن اطاعت جھکا دی۔ رسد و غلہ فراہم کر دیا اور لشکر ہمدان کو اطاعت کا پیام بھیجا۔ لشکر ہمدان نے انکاری جوابدیا۔ بعد ازاں ہمدان کے بڑے بڑے امراء نے قطب الدین مودود ابن زنگی والی موصل کے پاس اوائل ۵۵۵ھ میں یہ پیام بھیجا کہ سلیمان شاہ کو قید سے رہا کر کے ہمدان روانہ کرو ہملوگ بدل و جان اسکی حکومت و سلطنت کے خواہاں ہیں چنانچہ قطب الدین نے اس شرط سے سلیمان شاہ کو رہا کر کے اپنے نائب زین الدین علی کوچک کے ہمراہ موصل سے ایک دستہ فوج کے ساتھ ہمدان روانہ کیا کہ تخت و تاج کا مالک سلیمان شاہ ہو اسکی اتالیقی قطب الدین مودود زنگی کو دیجا سکے

اور جمال الدین کو جو قطب الدین کا وزیر ہے عہدۂ وزارت عطا ہو۔ جوں ہی سلیمان شاہ بلاد جبل میں داخل ہوا ہر چہار طرف سے فوجیں جوق جوق آنے لگیں۔ زین الدین کو اس سے خطرہ پیدا ہوا بلا اطلاع سلیمان شاہ موصل کیجانب مراجعت کر دی۔ زین الدین کی واپسی سے سلیمان شاہ کا شیرازہ انتظام درہم برہم ہو گیا۔ جس قصد سے شروع کیا تھا وہ پورا نہ ہو سکا۔ لیکن اسنے ہمت نہ ہاری۔ ہمدان میں داخل ہوا اہل ہمدان نے اسکی سلطنت و حکومت کی بیعت کی۔ اس کے نام کا دار الخلافت بغداد میں خطبہ پڑھا گیا اس اثناء میں ملک شاہ کی جمعیت بھی اصفہان میں بڑھ گئی۔ دار الخلافت بغداد میں کہلا بھیجا "سلیمان شاہ کا خطبہ موقوف کر کے میرے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور جو قوانین عراق پہلے تھے وہی پھر جاری کئے جائیں ورنہ میں فوج کشی کر دونگا"۔ وزیر عون الدین بن ہبیرہ نے ایک لونڈی بحکمت عملی ملک شاہ کے پاس بھیجدی جسنے اسکو زہر دیکے اسکی زندگی کا خاتمہ کر دیا یہ واقعہ ۵۵۵ھ کا ہے۔

ملک شاہ کے مرنے کے بعد اہل اصفہان نے ملک شاہ کے کل امیروں اور مصاحبوں کو نکال دیا اور سلیمان شاہ کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ شملہ نے خوزستان کی جانب معاودت کی اور اُن کل بلاد پر قبضہ کر لیا جنپر ملک شاہ متصرف اور قابض تھا غرض اس طرح سے سلیمان شاہ کی حکومت کا سکہ ان شہروں میں چلنے لگا تھوڑے دنوں بعد لہو و لعب میں منہمک ہو گیا۔ کار و بار سلطنت چھوڑ کے ناچ و رنگ میں اپنی اوقات صرف کرنے لگا۔ دن رات شراب نوشی کا شغل رہنے لگا۔ امراء اور ارکین دولت کی طرف ملتفت نہ ہوتا تھا مسخروں، گویّوں اور نقالوں سے دربار بھرا رہتا تھا امور سلطنت شرف الدین کردباز جو مشائخ سلجوقیہ سے تھا انجام دے رہا تھا۔ یہ شخص نہایت دیندار، صاحب عقل اور با تدبیر تھا۔ امراء اور ارکین دولت سلیمان شاہ کی اس سے اکثر شکایت کیا کرتے تھے ایک روز یہ سلیمان شاہ کی خدمت میں حاضر

ہوا اور نصیحتانہ کچھ عرض و معروض کرنے لگا۔ سلیمان شاہ اسوقت نشہ میں تھا۔ مسخروں کو اشارہ کر دیا۔ انہوں نے شرف الدین کو بنانا شروع کر دیا۔ شرف الدین ناراض ہو کے اُٹھ کے چلا آیا۔ سلیمان شاہ کو جب ہوش آیا تو شرف الدین سے عذر خواہی کی۔ شرف الدین نے سلیمان شاہ کا عذر تو قبول کر لیا مگر آنا جانا ایک قلم بند کر دیا۔ سلیمان شاہ کو اس سے کچھ خطرہ پیدا ہوا۔ اینانج والی رے کو اپنی کمک پر بلا بھیجا۔ اینانج ان دنوں علیل تھا۔ معذرت کی کہ بعد صحت میں معہ اپنی فوج کے حاضر ہونگا۔ اتفاق یہ کہ اسکی خبر شرف الدین تک پہونچ گئی۔ اس سے سخت ناراضی اور بیحد کشیدگی بڑھ گئی۔ ایک روز دعوت کے بہانہ سے سلطان سلیمان شاہ کو معہ اسکے حاشیہ نشینوں کے اپنے مکان پر مدعو کیا۔ اراکین دولت تو اس سے بتنگ آہی رہے تھے۔ شرف الدین کا اشارہ پاکے سلیمان شاہ کو معہ اسکے مصاحبوں اور وزیر ابو القاسم محمود بن عبد العزیز حامدی کے ماہ شوال ۵۵۵ھ میں گرفتار کر لیا۔ وزیر اور مصاحبوں کو تو اسیوقت قتل کر ڈالا اور سلیمان شاہ کو چند روز قید میں رکھا۔ بعد ازاں ایک شخص کو اشارہ کر دیا۔ اُس نے اسکا گلا گھونٹ دیا۔ مر گیا۔

اینانج والی رے کو اسکی خبر لگی۔ فوجیں مرتب کر کے غارتگری کرتا ہوا ہمدان پر پہونچکے محاصرہ ڈالا۔ شرف الدین نے اتابک اعظم ایلدگز کو اس واقعہ سے مطلع کر کے ارسلان شاہ بن طغرل کی بیعت کرنیکی غرض سے بلا بھیجا۔ چنانچہ ایلدگز بیس ہزار سواروں کی جمعیت سے ہمدان آپہونچا۔ اینانج محاصرہ سے دست کش ہو کے چلا گیا۔ ایلدگز نے ہمدان میں داخل ہو کے ارسلان شاہ بن طغرل کے نام کا خطبہ پڑھا۔ اسکی حکومت و سلطنت کی اہل ہمدان سے بیعت لی۔ ایلدگز اسکا اتابک مقرر کیا گیا اور پہلوان بن ایلدگز اسکا حاجب بنایا گیا۔ دربار خلافت میں اس واقعہ کی اطلاعی عرضداشت بھیجی گئی اور یہ درخواست کی گئی کہ ارسلان شاہ کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھا جائے

اور جیسا کہ سلطان مسعود کی عہد حکومت میں عراق کا انتظام تھا ویسا ہی اب پھر جاری کیا جائے۔ خلافت مآب نے سفیر کو جواب تک نہ دیا دربار خلافت سے نہایت بےعزتی سے نکلوا دیا۔ باقی رہا اینانج والی رے اُسنے ایلدگز سے سازش کرلی اور اپنی بیٹی کا عقد بہلوان بن ایلدگز سے کرکے ہمدان چلا آیا۔

ایلدگز سلطان مسعود کے خادموں سے تھا اسکواران اور بعض مقامات آذربیجان کی حکومت دی گئی تھی۔ سلاطین سلجوقیہ کی کسی خانہ جنگی میں شریک نہیں ہوا۔ مادر ارسلان شاہ یعنی زوجہ طغرل سے بعد انتقال ملک طغرل نکاح کرلیا تھا جس سے بہلوان محمد اور قزل ارسلان عثمان پیدا ہوا۔

ایلدگز اور اینانج میں مصالحت ہوجانے کے بعد ایلدگز نے آقسنقر احمدیلی والی مراغہ کو ارسلان شاہ کی اطاعت کو لکھ بھیجا۔ آقسنقر نے اطاعت کرنے سے انکار ہی نہیں کیا بلکہ اُس لڑکے کے نام کا خطبہ پڑھنے اور اسکی بیعت کرنے کی دھمکی دی جو اسکے پاس موجود تھا یعنی محمود بن ملک شاہ۔ اصل یہ ہے کہ وزیر السلطنت ابن ہبیرہ نے اس نوعمر لڑکے کے نام کا خطبہ پڑھے جانے اور اسکی بیعت کرنے کی تحریک کی تھی۔ اسی بنا پر ایلدگز نے ایک فوج بسرافسری اپنے بیٹے بہلوان کے روانہ کی۔ یہ فوج کوچ وقیام کرتی ہوئی مراغہ کیجانب بڑھی آقسنقر نے یہ خبر پاکے شاہرمز والی خلاط سے امداد طلب کی۔ چنانچہ شاہرمز نے ایک فوج ابن آقسنقر کی کمک پر بھیجدی ابن آقسنقر اور بہلوان کا نہر اسبیرود پر مقابلہ ہوا۔ بہلوان نے شکست کھا کے ہمدان کیطرف مراجعت کی اور آقسنقر مظفر ومنصور مراغہ لوٹ آیا۔

جسوقت ملک شاہ بن محمود نے اصفہان میں مسموم وفات پائی جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں تو اسکے مصاحبوں کا ایک گروہ مع اسکے بیٹے محمود کے بلاد فارس کیطرف چلا گیا زنگی بن وکلا سلفری والی فارس نے محمود بن ملک شاہ کو ان لوگوں سے چھین کے قلعہ

اصفہان میں لیجا کے نظر بند کر دیا پس جب ایلد گز نے بغداد میں اپنے ربیب ارسلان کے نام کا خطبہ پڑھے جانیکا پیام بھیجا تو وزیر السلطنت عون الدین ابو المظفر یحییٰ بن ہبیرہ نے گرد و نواح کے امراء اور والیان ملک سے سازش شروع کردی - زنگی بن وکلاء کو یہ کہلا بھیجا "ایلد گز پر میں فوج کشی کرنیوالا ہوں اگر اسکے مقابلہ میں مجھے فتحیابی حاصل ہوگئی تو بہتر ہوگا کہ تم محمود بن ملک شاہ کی حکومت و سلطنت کی بیعت کرکے اسکے نام کا خطبہ اپنے ممالک محروسہ میں پڑھنا" چنانچہ زنگی نے محمود بن ملک شاہ کو رہا کرکے حکومت و سلطنت کی اسکے ہاتھ پر بیعت کی پنج وقتہ اسکے دروازہ پر نوبت بجنے لگی - اینانج والی رے کو یہ واقعہ لکھ بھیجا اور راتفاق رائے کی درخواست کی اینانج نے اقراری جواب دیا اور ساتھ ہی اس کے دس ہزار فوج کی جمعیت سے زنگی کیطرف کوچ کیا - آقسنقر احمدیلی نے بھی خبر پاکے پانچہزار سوار زنگی کے پاس بھیجدیئے رفتہ رفتہ ایلد گز کو ان واقعات کی خبر لگی ایک لشکر عظیم مرتب اور مجتمع کرکے بقصد بلاد فارس اصفہان کیجانب روانہ ہوا اور زنگی بن وکلاء والی فارس کے پاس ارسلان کی اطاعت و فرمانبرداری اور حاضری کا پیام بھیجا - زنگی نے ٹکا سا جواب دیدیا اور یہ کہلا بھیجا "مجھے ملنے کی فرصت نہیں ہے میں اس وقت اپنی جاگیر پر جا رہا ہوں جو حال میں دربار خلافت سے مجھے عطا ہوئی ہے" بخفیہ طور سے خلافت مآب اور وزارت پناہ سے امداد بھی طلب کی خلافت مآب اور وزارت پناہ نے امداد و کمک کا وعدہ کیا اور ان امراء کو عتاب آمیز خطوط بھی تحریر کئے جو ایلد گز کے ہمراہ اور اسکے مطیع تھے - ایلد گز نے پہلے اینانج سے چھیڑ چھاڑ شروع کی - اتنے میں یہ خبر مسموع ہوئی کہ زنگی نے سیرم اور اسکے مضافات کو لوٹ لیا ہے فوراً دس ہزار سوار زنگی سے مزاحمت اور مقابلہ کرنے کو روانہ کیا زنگی نے ان کو پہلے ہی حملہ میں ہزیمت دیدی تب ایلد گز نے آذربیجان کی فوج کو طلب کیا۔ تھوڑے دنوں بعد اسکا بیٹا کزل ارسلان آذربیجانی لشکر لئے ہوئے آپہونچا - زنگی نے بھی یہ سنکے اینانج کی کمک پر فوجیں

روانہ کر دیں مگر بذات خود اس خوف سے کہ مبادا ابلاد شملہ والی خوزستان معرض زوال میں نہ آجائے اس مہم میں شریک نہ ہو سکا۔ ماہ شعبان ۵۵۰ھ میں ایلدگز اور اینانج نے صف آرائی کی متعدد معرکے ہوئے آخر کار اینانج شکست کھا کے بھاگا۔ اس کا لشکر گاہ لوٹ لیا گیا ایلدگز نے تعاقب کر کے اینانج کا محاصرہ کر لیا بعد ازاں دونوں میں مصالحت ہو گئی بعد مصالحت ایلدگز نے ہمدان کیجانب مراجعت کی۔

مستنجد کی خلافت

خلیفہ مستنجد خلفاء بنی عباس کا پہلا خلیفہ ہے جس نے استقلال اور استحکام کے ساتھ زمام حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لی جسوقت کہ شیرازہ حکومت وخلافت مابین موصل، واسط، بصرہ، اور حلوان منتشر ہو گیا تھا اور حکمرانی کی مشین کے پرزے ڈھیلے پڑ گئے تھے۔

خلیفہ مقتفی لامر اللہ ابو عبداللہ محمد بن مستظہر نے ماہ ربیع الاول ۵۵۵ھ میں اپنی خلافت کے چوبیس برس چار مہینے بعد وفات پائی۔ خلفاء بنی عباسیہ کا یہ پہلا شخص ہے جس نے بلا شرکت کسی سلطان کے عراق پر جب سے کہ دیلمیوں کا دور دورہ ہوا تن تنہا حکمرانی کی۔ لشکریوں اور مصاحبوں کو اپنے قابو میں رکھا جسقدر بلاد گورنران صوبجات کے دستبرد اور تغلب سے باقی رہ گئے تھے انپر بیدار مغزی اور ہوشیاری سے حکومت کی۔ جسوقت اسکے مرض میں اشتداد کی کیفیت پیدا ہوئی اور زندگی سے ایک گونہ مایوسی محسوس ہوئی اسیوقت سے اسکے حرموں کو اپنے اپنے لڑکوں کی تخت نشینی کی فکر پیدا ہو گئی۔ مادر مستنجد اپنے بیٹے کی خلافت کی فکر میں لگی ہوئی تھی۔ اسکے بھائی علی کی ماں اپنے لڑکے کو سریر خلافت پر متمکن کرانے کی تدبیروں میں تھی بلکہ اس غرض کے حاصل کرنیکے لئے مستنجد کے قتل کا قصد کر لیا تھا۔ چنانچہ بیمار خلیفہ مقتفی کے دیکھنے کے بہانہ سے مستنجد کو بلا بھیجا اور در پردہ یہ تدبیر کر رکھی کہ محلسرائے خلافت کے لونڈیوں کو چھریاں دیدیں یہ خود اور اسکا بیٹا شمشیر بکف ہو بیٹھا تھا کہ جوں ہی مستنجد محلسرائے خلافت میں قدم رکھے۔ ہر چہار طرف سے

یورش کر کے قتل کر ڈالا جائے۔ اتفاق یہ کہ اسکی خبر مستنجد تک پہونچگئی۔ اپنے باپ کے خواجہ سرا کو طلب کر کے اس واقعہ سے اُسکو آگاہ کیا اور اپنے ہمراہیوں اور فراشوں کو مسلح کر کے محلسرائے خلافت میں داخل ہوا۔ داخل ہوتے ہی ایک لونڈی نے بڑھ کے حملہ کیا۔ مستنجد کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص نے لپک کے گرفتار کر لیا۔ اور لونڈیاں یہ ماجرا دیکھ کے بھاگ کھڑی ہوئیں۔ مستنجد نے اپنے بھائی علی اور اسکی ماں کو گرفتار کر لیا باقی رہیں لونڈیاں۔ انھیں سے بعض کو قتل کر ڈالا اور بعض کو دریائے دجلہ میں ڈبو دیا۔ اتنے میں خلیفہ مقتفی نے وفات پائی۔ مستنجد نے بیعت خلافت لینے کو دربار عام منعقد کیا اور خاندان خلافت کے ممبروں نے بیعت کی سب کے پہلے اسکے چچا ابوطالب نے بیعت کرنے کو ہاتھ بڑھایا بعد ازاں وزیر السلطنت عون الدین بن ہبیرہ اور قاضی القضاۃ نے بیعت کی۔ بعدہٗ ارکین دولت اور علماء بیعت کرنے کی غرض سے پیش کئے گئے۔ جامع مسجد میں اسکے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ عون الدین کو بدستور سابق عہدۂ وزارت عطا ہوا گورنران صوبجات اپنے اپنے صوبہ پر بحال رکھے گئے۔ تخت نشینی کی خوشی میں ٹکس اور محصول معاف کیا گیا۔ رئیس الرؤساء اور استاد دار کو خلعتیں عنایت ہوئیں قاضی القضاۃ ابوالحسن علی بن احمد دامغانی معزول ہو کر ابوجعفر عبدالواحد ثقفی عہدۂ قضا پر مامور کیا گیا۔

سنہ ۵۵۶ھ میں ترکمانوں نے اطراف بندنجین میں سر اوٹھایا جنکی سرکوبی کو مستنجد نے امیر ترشک کو بلادلحت سے طلب فرمایا۔ امیر ترشک نے حاضری بغداد سے معافی چاہی اور یہ گزارش کی کہ یہ خادم ترکمانوں سے لڑنے کو بندنجین جانے کو تیار ہے شاہی لشکر سے میری مدد کیجائے۔ خلافت مآب کو ترشک کا یہ عذر ناگوار گزرا۔ چند فوجیں بسر افسری چند امراء ترشک کے پاس روانہ کیں پس ان امراء نے ترشک کے پاس پہونچکے اسکو مار ڈالا اور سر اوتار کے دار الخلافت بغداد میں بھیجدیا۔

۵۵۵ھ میں خلافت مآب نے قلعہ ماہکی کو سنقر ہمدانی کے مملوک کے قبضہ سے نکال لیا سنقر ہمدانی اس قلعہ کا والی تھا اس قلعہ کو اپنے ایک مملوک کے حوالہ کر کے ہمدان چلا گیا تھا سنقر کے جانیکے بعد قرب و جوار کے ترکمانوں اور اکراد نے بغاوت کر دی فتنہ و فساد کے دروازے کھول دیئے سنقر کا مملوک انکی مدافعت نہ کر سکا۔ خلافت مآب کو اسکی اطلاع ہوئی پندرہ ہزار دینار دیکر قلعہ ماہکی کو سنقر کے مملوک سے لے لیا سنقر کا مملوک بغداد میں آکر قیام پذیر ہوا۔ یہ قلعہ زمانہ خلافت مقتدر میں ترکمانوں اور اکراد کے قبضہ میں تھا۔

عربوں کی سرکشی

۵۵۶ھ میں خفاجہ (عربوں کا ایک قبیلہ ہے) حلہ اور کوفہ میں مجتمع ہوا اور دستور کے مطابق کھانا وغیرہ طلب کیا۔ ارغش جاگیر دار کوفہ اور قیصر شحنہ حلہ (یہ دونوں خلیفہ مستنجد کے غلام تھے) متعرض ہوئے۔ خفاجہ نے اس بناء پر غارتگری شروع کر دی ارغش اور قیصر نے فوجیں آراستہ کر کے خفاجہ کا تعاقب کیا۔ رحبہ تک پیچھا کرتے چلے گئے خفاجہ نے مصالحت کی درخواست کی ارغش اور قیصر نے انکاری جواب دیا تب خفاجہ بھی مقابلہ پر تُل گئے۔ گھمسان لڑائی ہوئی۔ انجام کار شاہی لشکر ہزیمت اوٹھا کے بھاگا قیصر اثناء دارو گیر میں مارا گیا۔ ارغش نے رحبہ میں جاکے پناہ لی شحنہ رحبہ نے اسکو امن دی اور بحفاظت دارالخلافت بغداد روانہ کر دیا۔ اس واقعہ میں اکثر حصہ لشکر شاہی کا شدت تشنگی سے میدانوں میں تباہ ہو گیا۔ باقی ماندہ کسی طرح جان بچا کے بغداد پہونچے۔ وزیر السلطنت عون الدین بن ہبیرہ کو خفاجہ کی اس حرکت ناشائستہ پر طیش آگیا لشکر آراستہ کر کے خفاجہ کی سرکوبی کو روانہ ہوا۔ خفاجہ یہ سنکے جنگل اور پہاڑوں میں چلے گئے وزیر السلطنت نے بغداد کیجانب مراجعت کی۔ خفاجہ رفتہ رفتہ بصرہ پہونچے اور معذرت نامہ لکھ کے دربار خلافت میں روانہ کیا۔ مصالحت کی درخواست کی خلافت مآب نے منظور فرمالی۔

بنی اسد کا عراق سے نکالا جانا

چونکہ بنی اسد ساکنان حلہ نے اس سے پیشتر بیحد شورش مچار کھی تھی۔ علاوہ بریں زمانہ محاصرہ بغداد میں ان لوگوں نے سلطان محمد کا ساتھ بھی دیا تھا یہی باعث تھا کہ خلیفہ مستنجد کے دل میں ان لوگوں کیطرف سے ناراضی اور کشیدگی تھی۔ چنانچہ ۵۵۸ھ میں خلیفہ مستنجد نے امیر یزدان بن قماج کو ان لوگوں کی جلا وطنی اور سرکوبی پر مامور فرمایا یہ لوگ حلہ کے تمام اطراف میں پھیلے ہوئے تھے۔ امیر یزدان فوجیں آراستہ کر کے دار الخلافت بغداد سے حلہ کیطرف روانہ ہوا اور ابن معروف کو بصرہ سے اپنی کمک پر بلا بھیجا۔ چنانچہ ابن معروف براہ دریا جنگی کشتیاں لئے ہوئے معہ ایک عظیم لشکر کے آ پہونچا۔ ایک زمانہ تک امیر یزدان بنی اسد کا محاصرہ کئے رہا۔ خلیفہ مستنجد کو جنگ کا طول کھینچنا ناگوار گزرا بذریعہ عتاب آمود شقہ کے امیر یزدان کو شیعیت سے متہم کیا اور یہ دھمکی دی کہ اگر اب جنگ میں طوالت کچھ ہوئی تو تیری خیر نہیں ہے امیر یزدان اس عتاب آمود شقہ کو پڑھ کے چونک پڑا۔ ابن معروف کو بلا کے خلافت مآب کا خط دکھلایا۔ دونوں نے باتفاق رائے لشکر آراستہ کر کے ہر چہار طرف سے بنی اسد پر حملہ کر دیا پانی، رسد اور غلہ کی آمد و رفت بند کر دی۔ مجبوراً بنی اسد بھی تلوار کھینچ کے نکل پڑے چار ہزار بنی اسد کھیت رہے۔ باقی ماندگان کی نسبت یہ کارروائی کی گئی کہ بذریعہ منادی یہ اعلان کیا گیا کہ آج کے بعد جو شخص بنی اسد کا حلہ میں نظر آئیگا وہ بلا تفتیش کسی امر کے قتل کر ڈالا جائے گا۔ چوبیس گھنٹہ کے اندر جسکو جہاں جانا ہو چلا جائے۔ چنانچہ بقیۃ السیف بنی اسد عراق چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے۔ ایک متنفس بھی بنی اسد کا عراق میں باقی نہ رہ گیا۔ حلہ اور کل بلاد بنی اسد ابن معروف کو دیدیئے گئے۔

واسط میں بغاوت

بصرہ امیر منکبرس کی جاگیر میں تھا جو خلیفہ مستنجد کا آزاد غلام تھا سنہ ۵۵۹ھ میں خلافت مآب نے اسکو قتل کر کے بجائے اسکے کمشتکین کو مامور فرمایا

ابن سنکا برادر زادہ شملہ والی خوزستان نے اس کو مغتنمات سے شمار کرکے بصرہ پر چڑھائی کردی۔ اسکے اطراف وجوانب کے دیہاتوں اور قصبوں کو تاخت وتاراج کرنے لگا دربار خلافت سے کمشتکین کے نام ابن سنکا سے جنگ کرنیکا فرمان صادر ہوا کمشتکین نہ تو فوجیں فراہم کر سکا اور نہ ابن سنکا کے طوفان بے امتیازی کو روک سکا اس سے ابن سنکا کے حوصلے بلند ہوگئے ۔ واسط کیطرف بڑھا اور اسکے اطراف ومضافات کو لوٹنے لگا۔ امیر خطلوبرس اس صوبہ کا جاگیر دار تھا۔ اس نے فوجیں فراہم کرکے ابن سنکا سے مزاحمت کی ہنگامہ کارزار گرم ہوگیا۔ اثناء جنگ میں ابن سنکا نے اُن اُمراء کو ملالیا جو امیر خطلوبرس کے ہمراہ تھے ۔پس یہ لوگ عین لڑائی کیوقت امیر خطلوبرس کو حریف مقابل کے حوالہ کرکے دائیں بائیں ہوگئے ۔امیر خطلوبرس کو ابن سنکا کے ہمراہیوں نے گرفتار کرلیا اسکا سارا لشکر تتر بتر ہوگیا۔ خاتمہ جنگ کے بعد ابن سنکا نے امیر مذکور کو ۵۶۱ھ میں مار ڈالا۔ بعدازاں ۵۶۲ھ میں ابن سنکا نے پھر بصرہ کا قصد کیا اور اسکے شرقی حصہ کو لوٹ لیا کمشتکین نے ابن سنکا سے روک ٹوک کرنے کو خروج کیا۔ دونوں حریف میں لڑائی ہوئی بالآخر ابن سنکا نے جنگ سے اعراض سے کرکے واسط کیجانب کوچ کیا۔ اہل واسط بخوف آبرو وجان کانپ اوٹھے مگر اُنکی خوش قسمتی سے ابن سنکا واسط نہ پہونچ سکا۔

شملہ کی شورش ۵۶۲ھ میں شملہ والی خوزستان نے بقصد عراق کوچ کیا۔ سفر وقیام کرتا ہوا قلعہ ماہکی تک پہونچا خلافت مآب سے صوبجات اسلامیہ کی گورنری کی درخواست کی اور درخواست میں ادب کا پہلو بھی ترک کردیا۔ خلافت مآب نے اسکے طوفان بے تمیزی کے روک تھام کو ایک فوج بھیجدی اور بغاوت وسرکشی کے عواقب امور سے ڈرایا۔ شملہ نے معذرت کی کہ ہم ایلدکز اور سلطان ارسلان شاہ نے ان بلاد کی حکومت مجھے عطا کی ہے جو اسوقت میرے پاس ہیں اور ارسلان شاہ ملک شاہ کا بیٹا ہے جو بصرہ، واسط، اور حلہ کا مالک وحکمران تھا۔ مجھے اور کسی شہر سے کوئی غرض نہیں ہے ۔میں انہیں تین

شہروں کی حکومت پر اکتفا کرتا ہوں ملاحظہ کی غرض سے سلطانی فرمان بھی پیش کرتا ہوں
خلافت مآب کو شملہ کی یہ عبارت ناگوار گزری حکم صادر فرمایا" شملہ کا شمار اسوقت سے
خوارج میں ہے علانیہ ممبروں پر اس پر لعن کیجائے اور اسیوقت ارغش مسترشدی کے پاس
نعمانیہ میں اور شرف الدین ابو جعفر بلدی ناظر واسط کے پاس حکم بھیجا جائے کہ بہت جلد
فوجیں فراہم و مرتب کرکے اس سرکش و باغی شملہ کو گوشمالی دین" اسی زمانہ میں شملہ نے
اپنے برادر زادہ ملیح کو چند دستہ فوج کے ساتھ کُردوں سے جنگ کرنے کو روانہ کیا تھا
اتفاق سے ارغش کو اسکی خبر لگ گئی۔ حملہ کرکے ملیح کو اور نیز اسکے ہمراہیوں کو گرفتار کرکے
بغداد بھیجدیا۔ شملہ نے یہ سن کے مصالحت کی درخواست کی جسکا انکاری جواب ملا۔

بعد اس واقعہ کے ارغش گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ اسکا لشکر وہیں مقیم رہا اور شملہ نے
اپنے سفر کے چوتھے ماہ اپنے شہر کی جانب مراجعت کی۔

تبدیلی وزارت جمادی الاول ۵۶۰ھ میں وزیر السلطنت عون الدین یحییٰ بن محمد
بن مظفر بن ہبیرہ نے وفات پائی خلیفہ مستنجد نے اسکے پس ماندگان خاندان کو گرفتار کرلیا چند
روز وزارت کا کام نائب وزیر انجام دیتا رہا بعد ازاں خلافت مآب نے ۵۶۳ھ میں شرف الدین
ابو جعفر احمد بن محمد سعید معروف بہ ابن بلدی ناظر واسط کو قلمدان وزارت سپرد فرمایا۔ چونکہ
عضد الدین ابو الفرج بن دبیس رئیس الرؤسا امور سلطنت میں حد سے زیادہ دخیل اور
پیش پیش ہو گیا تھا۔ اسوجہ سے خلافت مآب نے وزیر السلطنت کو حکم دیا کہ عضد الدین
اور اسکے ہمراہیوں کو تھوڑی سی فروگذاشتوں پر معقول چشم نمائی کیجائے اور اس کے
کل اختیارات سلب کرلئے جائیں چنانچہ وزیر السلطنت نے اُسکے بھائی تاج الدین سے
نہر الملک کا عہد خلافت مقتفی سے اسوقت تک کا حساب طلب کیا۔ اسی قسم کی
کارروائی اور عمال کے ساتھ کی جو عضد الدین کے آدروے اور ہوا خواہ تھے اس سے
اراکین دولت کے کان کھڑے ہو گئے ہوشیاری اور دیانت داری سے کام ہونے لگا

بدنظمی اور خودسری جاتی رہی۔

مستضی بامراللہ کی خلافت

خلیفہ مستنجد کے عہد خلافت میں عضدالدین ابوالفرج ابن وہیں رئیس الرؤساء جو دارالخلافت بغداد کے امیروں میں اعلیٰ درجہ کا شخص تھا امور سلطنت میں دخیل اور ہر کام میں کچھ ایسا پیش پیش ہوگیا تھا کہ حقیقۃً زمام حکومت اسکے قبضہ اقتدار میں تھی۔ قطب الدین قایماز مظفری اس معاملہ میں اسکا ہمصفیر اور ہم آہنگ تھا جسوقت خلافت مآب نے عہدۂ وزارت سے شرف الدین جعفر کو سرفراز فرمایا اور عضدالدین کے کاموں پر اعتراض اور اسکے اختیارات سلب کرنیکا وزیرالسلطنت کو اشارہ کیا اُسیوقت سے مابین وزیرالسلطنت اور عضدالدین عداوت و مخالفت کی بناء پڑی بات بات پر وزیرالسلطنت عضدالدین اور اسکے عمال سے الجھتا تھا۔ خلافت مآب بھی عضدالدین اور اسکے ہمصفیر دوست قطب الدین کو بُری نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ عضدالدین اور قطب الدین اس معاملہ میں وزیرالسلطنت کو متہم کیا کرتے اور خلافت مآب کی ناراضی کا باعث وزیرالسلطنت کو بتلایا کرتے تھے اتفاق یہ کہ ۵۶۶ھ میں خلافت مآب بیمار پڑے۔ رفتہ رفتہ مرض میں اشتداد پیدا ہوا۔ عضدالدین اور قطب الدین خلافت مآب کی بیدار مغزی سے تو تنگ آہی رہے تھے شاہی طبیب سے سازکرلی اُسنے ان لوگوں کی سازش سے خلافت مآب کی موت کی یہ تدبیر نکالی کہ خلافت مآب کو حمام میں داخل کرکے دروازہ بند کرلیا خلافت مآب کا دم گھٹ گیا تھوڑی دیر میں جان بحق تسلیم کردی بعض مورخین عضدالدین اور قطب الدین کی مخالفت اور عداوت کا سبب یہ تحریر کرتے ہیں کہ خلافت مآب نے وزیرالسلطنت شرف الدین کو عضدالدین اور قطب الدین کے قید وقتل کی بابت ایک خفیہ تحریر بھیجی تھی۔ اتفاق سے یہ تحریر عضدالدین کے ہاتھ پڑگئی عضدالدین نے قطب الدین، یزدان اور اسکے بھائی تیماش کو بلاکے وہ تحریر دکھائی ان لوگوں نے متفق ہوکے یہ رائے قائم کی کہ خلافت مآب کو کسی حیلہ سے مار ڈالنا چاہیئے۔ چنانچہ یہ لوگ محلسرائے خلافت میں آئے اور جبراً

خلافت مآب کو حمام میں لیگئے دروازہ بند کرلیا۔ خلافت مآب چلا رہے تھے مگر کوئی سنتا نہ تھا تاآنکہ مر گئے۔ یہ واقعہ نویں ربیع الآخر ۵۶۶ھ کا ہے۔ دس سال خلافت کی ماہ ربیع الثانی ۵۱۰ھ میں پیدا ہوا چھپن برس کی عمر پائی۔

جسوقت خلیفہ مستنجد کی موت کی ہولناک خبر مشہور ہوئی اور ہنوز دم توڑا نہ تھا اسیوقت وزیر السلطنت، امراء لشکر اور کل فوجیں مسلح ہو کے محلسرائے خلافت کے دروازہ پر آگئیں عوام الناس کا بھی جم غفیر انکے ساتھ تھا۔ تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ عضد الدین نے اس خوف سے کہ مبادا وزیر السلطنت خلافت مآب کی موت کا یقین کر کے میراوارا رنیارا نہ کردے بلند آواز سے بول اوٹھا "امیر المومنین کو غش آگیا تھا اب بفضلہ اس سے نجات ملگئی ہے" وزیر السلطنت نے اس خیال سے کہ عوام الناس اور لشکری محلسرائے خلافت میں نہ گھس پڑیں دار الوزارت کیجانب معاودت کی۔ امراء لشکر اور نیز عوام الناس منتشر و متفرق ہو گئے عضد الدین اور قطب الدین نے جھٹ پٹ محلسرائے خلافت کے دروازے بند کر لئے اور خلیفہ مستنجد کے بیٹے ابو محمد حسن کو طلب کر کے خلافت کی فوراً بیعت کر لی، "المستضی بامر اللہ" کا لقب دیا۔ سریر خلافت پر متمکن کرنے کے وقت یہ اقرار لے لیا کہ قلمدان وزارت عضد الدین کو سپرد کیا جائے۔ اسکا بیٹا کمال الدین استاد دار مقرر ہو، اور عساکر اسلامیہ کی سرداری قطب الدین قایماز کو دیجائے۔ جدید خلیفہ نے ان لوگوں کی خواہش کے مطابق ان کل درخواستوں کو منظور فرما لیا بعد ازاں خاندان خلافت سے بیعت خاصہ لیگئی اسکے بعد خلیفہ مستنجد نے وفات پائی۔ اسگلے دن دربار عام میں بیعت عامہ ہوئی۔

خلیفہ مستضی سریر خلافت پر متمکن ہو کر عدل و انصاف سے کام لینے لگا۔ لوگوں کو انعامات دیئے جاگیریں دیں اور مستحقین کو صلے دیئے۔ وزیر السلطنت کو جدید خلیفہ کی تخت نشینی کی خبر لگی۔ تو اسکے ہاتھ کا طوطی اڑ گیا۔ ہوش و حواس جاتے رہے اپنی

غفلت اور روانیسی پر نادم ہوا مگر لا حاصل تھا بیعت کرنے کو بلایا گیا جسوقت حاضر ہوا۔ غلامون نے عضدالدین کے اشارہ سے سر اوتار لیا اسی زمانہ مین خلیفہ مستضی نے قاضی ابن مرحم کو گرفتار کر کے جیل خانہ مین ڈالدیا یہ شخص بڑا ظالم، خود سر اور غاصب تھا۔ خلیفہ مستضی نے اسکے مال واسباب کو ضبط کر کے جن لوگوں نے اسپر مال وغیرہ چھین لینے کے دعوے کئے انکو انکے حقوق دیدئیے۔ ابوبکر بن نصر بن عطار کو وزیر خزانہ مقرر کیا اور ظہیر الدین کا لقب مرحمت فرمایا۔

دولت علویہ کا خاتمہ دولت عباسیہ کا خطبہ

خلیفہ مستضی کے شروع زمانہ خلافت میں دولت علویہ کا ٹمٹماتا ہوا چراغ مصر میں گل ہوا خلفاء بنی عباس سے خلیفہ مستضی کا خطبہ ماہ محرم ۵۶۷ھ میں قبل یوم عاشورہ جامع مسجد مصر میں پڑھا گیا۔ ان دنوں مصر میں خلفاء عبیدین کا سب سے پچھلا اور آٹھواں تاجدار عاضد لدین اللہ حکومت کر رہا تھا جو حافظ لدین اللہ عبد المجید علوی کے اعقاب ونسل سے تھا۔ اسپر اسکا وزیر اسدرجہ متغلب ومتصرف ہو گیا تھا کہ یہ نام کا خلیفہ تھا۔ زمام حکومت اسکے وزیر کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ اسوقت کرسی وزارت پر شاور جلوہ افروز تھا۔ جو چاہتا تھا کر گزرتا تھا ارکین دولت، امراء مملکت اور سرداران لشکر اسکے مطیع تھے۔ خلیفہ عاضد اسکے ہاتھ کی کٹ پتلی بنا ہوا تھا۔ اتفاق وقت سے ابن سوار نامی ایک شخص اہل دولت اسکندریہ سے مصر پر چڑھ آیا۔ شاور نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کے شام میں الملک العادل نورالدین محمود زنگی کے پاس جا کے پناہ لی۔

الملک العادل نورالدین محمود سلاطین سلجوقیہ کے ممالک اور ان امراء میں تھا جو اسوقت خلافت عباسیہ کے رکن اور عماد تھے۔ صلاح الدین یوسف بن نجم الدین ایوب بن شادی معہ اپنے باپ نجم الدین اور چچا اسدالدین شیرکوہ کے الملک العادل نورالدین کی خدمت میں اعزازی عہدون پر مامور تھا۔ پس جسوقت شاور نے دربار نوریہ میں حاضر ہو کے

امداد کی درخواست کی الملک العادل نورالدین نے ایک فوج بسرافسری امراء ایوبیہ مصر روانہ فرمائی جسکا افسر اعلیٰ اسدالدین شیرکوہ تھا۔ چنانچہ اسدالدین نے مصر میں پہونچکے ضرغام (ابن سوار) کو جسنے شاور کے قبضہ سے اختیارات وزارت چھین لئے تھے قتل کرکے شاور کو دوبارہ وزارت کی کرسی پر متمکن کیا۔ لیکن اس بدعہد احسان فراموش نے اُس وعدہ کا ایفاء نہ کیا جو شام سے وقت روانگی مصر دربار نوریہ میں کیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ عیسائیوں (فرانسیسیوں) نے سواحل مصر و شام پر قبضہ کرلیا تھا۔ اور اسکے قرب وجوار کے صوبجات کو بھی دبالیا تھا۔ مصر اور قاہرہ کو آہستہ آہستہ دباتے چلے آتے تھے بلبیس اور ایلہ متصل عقبہ انہیں کا سکہ جما ہوا تھا بعض بعض محاصل اور ٹکس بھی دولت علویہ سے وصول کرلیتے تھے غرض دولت علویہ کا چراغ عیسائیوں کی ہوس رانی کی تیز ہوا سے گُل ہوا چاہتا تھا ان امور میں عیسائیوں کو جرأت دلانے والا اور انکا محرک وہی احسان فراموش شاور تھا اس خیال سے کہ مبادا اسدالدین شیرکوہ جس سے بدعہدی کی ہے عہدہ وزارت پر مستولی اور متغلب ہوجائے۔ خلیفہ عاضد کو شاور کی ان حرکات کا احساس ہوگیا بظاہر عیسائیوں کی زیادتی کی شکایت کرتے اور انکے مقابلہ میں امداد طلب کرنے کو عزالدین کو شیرکوہ کی خدمت میں روانہ کیا لیکن حقیقت میں شاور کی سازشوں کو دور کرنے اور سرکوبی کی غرض سے شیرکوہ کو بلا بھیجا۔ چنانچہ شیرکوہ دربار نوریہ سے رخصت ہوکے مصر آیا خلیفہ عاضد نے اسکو خلعت وزارت سے سرفراز فرمایا اور سوائے در دولت کے کل کاموں کے سیاہ و سفید کرنیکا اختیار دیا۔ اس رد و بدل میں شاور نے کچھ سر اوٹھایا جو بہت جلد کچل دیا گیا شیرکوہ نے اسکی زندگی کا خاتمہ کرکے اسکی کل بیماریوں کا علاج معقول کردیا۔ لیکن افسوس ہے کہ شیرکوہ نے اپنی وزارت کے ایک ہی برس بعد وفات پائی بعض کہتے ہیں کہ پچاس ہی دن بعد یہ واقعہ پیش آیا تھا بہرکیف شیرکوہ کی وفات کے بعد خلیفہ عاضد نے شیرکوہ کے بھتیجہ صلاح الدین یوسف بن نجم الدین ایوب کو مامور فرمایا۔ صلاح الدین نے عہدۂ وزارت پر متمکن ہوکے اصلاح

حال رعایا اور انتظام امور سلطنت کیطرف توجہ کی۔ یہ اور اسکا چچا اسد الدین شیر کوہ اپنے کو الملک العادل نور الدین محمود کا نائب تصور کرتا تھا جس نے اسکو اور نیز اس کے چچا کو مصر بھیجا تھا اور مصر میں قیام کرنے کی ہدایت کی تھی۔ پس جب صلاح الدین کا قدم استقلال کے ساتھ مصر میں جم گیا۔ مخالفین کی قوت ٹوٹ گئی۔ خلیفہ عاضد کے بھی قوائے حکمرانی مضمحل ہوگئے۔ کل امور کے سیاہ وسفید کرنیکا اسکو اختیار کلی حاصل ہوگیا۔ اسکا خادم قراقوش خلیفہ عاضد کے محلسرائے خلافت پر بھی قابض ومتصرف ہوگیا اسوقت الملک العادل نور الدین محمود زنگی نے شام سے یہ پیام بھیجا کہ خلیفہ عاضد کا خطبہ موقوف کرکے دولت عباسیہ کے نامور تاجدار خلیفہ مستضی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔

صلاح الدین نے اس حکم کی تعمیل اہل مصر کی مخالفت سے ڈرتے ڈرتے کی۔ خلیفہ مستضی کے نام کا خطبہ پڑھا جانا تھا کہ دولت علویہ کے آثار نیست ونابود کردیئے گئے اور خلافت عباسیہ کا پھریرہ کامیابی کی ہوامیں اُڑنے لگا۔ اسی زمانہ سے مصر میں دولت ایوبیہ کی حکومت کی بنا پڑتی ہے۔ بعدازاں تاجداران بنی ایوب نے شام میں الملک العادل نور الدین کے ممالک مقبوضہ پر بھی قبضہ کرلیا۔ شام اور طرابلس غرب وغیرہ تک انکی حکومت پھیل گئی جیساکہ آئندہ انکے حالات کے ضمن میں بیان کیا جائیگا۔

جسوقت مصر میں خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھا گیا نور الدین محمود زنگی نے دمشق سے دار الخلافت بغداد میں نامہ بشارت روانہ کیا۔ خلافت مآب نے شادیانے کی نوبت بجوائی سارا بغداد چراغاں کیا گیا۔ نور الدین اور صلاح الدین کو عماد الدین صندل کی معرفت خلعتیں روانہ کیں جو خلیفہ مقتفی کا خادم خاص اور خلیفہ مستضی کے محلسرائے خلافت کا داروغہ تھا۔ دمشق میں صندل کے پہونچنے پر نور الدین نے بھی بہت بڑی مسرت ظاہر کی صلاح الدین اور مصر کے خطیبوں کو خلعتیں روانہ کیں۔ سیاہ پھریرے بھیجے۔ اسی وقت سے مصر میں خلافت عباسیہ کا جھنڈا گڑ جاتا ہے جو ایک مدت تک

قائم رہتا ہے واللہ وارث الارض ومن علیہا وھو خیر الوارثین۔

بعد ان واقعات کے نورالدین محمود نے دربار خلافت میں قاضی کمال الدین ابوالفضل محمد بن عبداللہ شہرروزی کو روانہ کیا (جو اسکے ممالک مقبوضہ کا قاضی القضاۃ تھا) اور صوبجات مصر، شام، جزیرہ، موصل جو اسکے قبضہ اقتدار میں تھے اور دیار بکر، خلاط، بلاد روم قلیج ارسلان جو اسکے مطیع تھے انکی سند حکومت کی درخواست کی۔ اور درب ہارون، بلاد سواد عراق کو بطور جاگیر طلب کیا جیسا کہ اسکے باپ کو ملا ہوا تھا۔ خلافت مآب نے نورالدین محمود کے سفیر کی بڑی آؤ بھگت کی عزت و احترام سے ملا اور بہ طیب خاطر نورالدین محمود کی کل درخواستیں منظور فرمالیں۔

یزدن کے حالات خلیفہ مستضی نے امیر یزدن کو حلہ کی حکومت عنایت فرمائی تھی اور خفاجہ اسکی محافظت و حمایت کا ذمہ دار کیا تھا بنو حزن اور بنو کعب (خفاجہ کے دو نامی گروہ) حلہ میں رہتے تھے۔ امیر یزدن نے حلہ پر متصرف ہونیکے بعد بنو کعب کو حلہ کی حکومت سپرد کی اسپر بنو حزن بگڑ کھڑے ہوئے اور سواد عراق میں غارتگری شروع کردی امیر یزدن نے اپنی فوج آراستہ کرکے بنو حزن پر چڑھائی کی۔ غضبان سردار بنو کعب معہ بنو کعب کے امیر یزدن کا ہمرکاب تھا ایک روز شب کے وقت سفر کررہے تھے کسی نے غضبان کو ایک تیر مارا جسکے صدمہ سے غضبان مرگیا غضبان کے مرتے ہی لشکر بغداد کیجانب لوٹ کھڑا ہوا اور محافظت سواد بدستور سابق بنی حزن کرنے لگے۔ بعد اس واقعہ کے یزدن نے ۵۶۸ھ میں انتقال کیا۔ واسط اسکی جاگیر میں تھا خلافت مآب نے اسکے بیٹے انباشش کو مرحمت فرمایا۔ اور "علاء الدین" کا لقب عنایت کیا۔

قتل سنکا ہم اوپر عہد خلافت مستنجد میں سنکا بن احمد اور اسکے چچا شملہ والی خوزستان کی فتنہ پردازی اور آئے دن سرکشی کے حالات تحریر کر آئے ہیں۔ اسی زمانہ میں سنکا قلعہ ماہکی کیطرف آیا اور اسکے مقابلہ میں ایک قلعہ اس غرض سے تعمیر کرایا کہ اسمیں قیام کرکے

قرب وجوار کے شہروں پر متصرف وقابض ہو جائے اتنے میں خلیفہ مستضی کی خلافت کا دور آگیا خلافت مآب نے یہ خبر پاکے دار الخلافت بغداد سے ایک فوج سنکا کی سرکوبی کو روانہ فرمائی سنکا نے جی توڑ کے مقابلہ کیا۔ مدتوں لڑائی ہوتی رہی بالآخر سنکا کو ہزیمت ہوئی اثنائے دار وگیر میں سنکا مارا گیا۔ سر اوتار کے بغداد بھیجدیا گیا جو ایک مدت تک عبرت کی غرض سے دجلہ کے کنارہ لٹکا رہا اور قلعہ جو اسنے بنوایا تھا مسمار کر دیا گیا۔

قایماز کی وفات

قطب الدین قایماز کا حال تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ اسنے خلیفہ مستضی کی بیعت کی تھی خلیفہ مستضی نے اسکو اپنا کمانڈر انچیف بنایا تھا اور عضد الدین ابو الفرج ابن رئیس الرؤساء کو عہدہ وزارت عطا کیا تھا بعد چندے جب قایماز کی حکومت کا سکہ جم گیا اور کل امور کے سیاہ وسفید کرنیکا اختیار کلّی حاصل ہو گیا تو اسنے خلیفہ مستضی کو عضد الدین ابو الفرج وزیر السلطنت کی معزولی پر ابھارنا شروع کیا۔ خلافت مآب سے کچھ بن نہ پڑا ۵۶۷ھ میں وزیر السلطنت کو معزول کر دیا۔ ۵۶۹ھ میں پھر خلافت مآب نے اسکی بحالی کا قصد کیا۔ قایماز نے اسکی مخالفت کی اور مخالفانہ کارروائی کرنے کی غرض سے سوار ہوا لشکر کو طیاری کا حکم دیا۔ خلافت مآب نے محلسرائے خلافت کے دروازے جو شہر بغداد سے متصل تھے بند کروا لئے اور قایماز کے پاس بہ نرمی وملاطفت کہلا بھیجا" تم واپس جاؤ فتنہ وفساد سے باز آؤ میں تمہارے کہنے کے مطابق عضد الدین کو وزارت نہ دونگا" قایماز نے جواب دیا "میں اسوقت تک اپنے ارادہ سے باز نہ آؤنگا جب تک عضد الدین بغداد سے باہر نہ کر دیا جائیگا" خلافت مآب نے بمجبوری عضد الدین کو بغداد سے نکل جانیکا حکم دیا۔ عضد الدین نے شیخ الشیوخ صدر الدین عبد الرحیم بن اسماعیل سے امن کی درخواست کی۔ شیخ موصوف نے اسکو پناہ دیکے اپنے رباط میں داخل کر لیا۔ چنانچہ یہ وہیں مقیم ہو گیا۔

بعد اسکے قایماز اپنی چیرہ دستی سے دولت عباسیہ پر مستولی ومتغلب ہو گیا علاء الدین

ایتامش کی بہن سے عقد کرلیا - ایتامش اور قایماز نے متفق ہو کے رہی سہی قوت بھی دولت وحکومت کی سلب کرلی - تھوڑے دنوں بعد قایماز نے ظہیرالدین بن عطار وزیر خزانہ سے ناراض ہو کے اسکے مال واسباب کو لوٹ لیا - مکانات کو جلا کے خاک سیاہ کر دیا - (ظہیرالدین خلافت مآب کا خاص آوردہ تھا) قایماز نے اسکی گرفتاری کا حکم دیا - ظہیرالدین یہ خبر پا کے بھاگ گیا - تب قایماز نے اپنے امیروں اور سرداروں کو مجتمع کرکے خلیفہ مستضی سے جنگ کرنیکی قسمیں کھلائیں اور اس امر کا ان لوگوں سے اقرار لیا کہ محلسرائے خلافت پر حملہ کرکے ظہیرالدین کو نکال لائیں گے - خلیفہ مستضی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی محلسرائے خلافت کی چھت پر تشریف فرما ہوا - خدام دولت واویلا واحسبتاہ کا شور کر رہے تھے - خلافت مآب نے باآواز بلند عوام الناس کو مخاطب کرکے ارشاد کیا "قطب الدین کا مال واسباب تمہارا ہے اور اسکا خون ہمارا ہے دیکھو جانے نہ پائے اسکا گھر بار لوٹ لو اسکو میرے پاس گرفتار کر لاؤ" عوام الناس یہ سنتے ہی قطب الدین کے گھر کیطرف دوڑ پڑے قطب الدین پشت مکان سے نکل بھاگا - عوام الناس نے اسکا گھر بار اور مال واسباب لوٹ لیا - اس غارتگری عام میں کچھ کشت وخون بھی ہوا - قایماز بھاگ کر حلہ پہونچا - اسکے امرا بھی اسکے پیچھے پیچھے حلہ چلے گئے - خلیفہ مستضی نے بخیال اس امر کے کہ مبادا قایماز پھر بغداد کا قصد نکرے اور اہل بغداد اسکے لحاظ و پاس سے اسکا ساتھ نہ دیدیں شیخ الشیوخ عبدالرحیم کو حلہ اس غرض سے روانہ کیا کہ قایماز بحکمت عملی حلہ سے موصل روانہ کر دیا جائے چنانچہ شیخ الشیوخ کی عاقلانہ تدبیر سے قایماز موصل چلا گیا - اثناء راہ میں اسکو اور اسکے ہمراہیوں کو تشنگی کی بیحد تکلیف اوٹھانا پڑی - قایماز اور اکثر ہمراہیان قایماز شدت عطش سے مرگئے یہ واقعہ ماہ ذی الحجہ ۵۷۰ھ کا ہے باقی رہا علاء الدین بتامش - وہ مدتوں موصل میں قیام پذیر رہا تاآنکہ خلافت مآب نے اسکو دارالخلافت بغداد میں بلا بھیجا اور وہیں کمال شہرت سے

تنگدستی کی حالت میں مرگیا۔ اسی نے قایماز کو اُن حرکات پر آمادہ و برانگیختہ کیا تھا جو اس سے سرزد اور ظہور پذیر ہوئے ورنہ وہ ایسا نہ تھا۔ خلافت مآب نے اپنے محلسرائے خلافت کا داروغہ سنجر مقتفوی کو مقرر کیا پھر ۵۷۱ھ میں اسکو معزول کرکے بجائے اس کے ابوالفضل ہبۃ اللہ بن علی بن صاحب کو متعین فرمایا۔

والی خوزستان کی سرکشی

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ ملک شاہ بن محمود بن سلطان محمد نے خوزستان میں قیام کیا تھا اور شملہ والی خوزستان کی بغاوتوں کا ذکر بھی ہم اوپر کر آئے ہیں جو آئے دن خلفاء کے عہد میں بہ اوقات مختلفہ کرتا آتا تھا۔ بعد اس کے شملہ ۵۷۰ھ میں مرگیا بجائے اسکے اسکا بیٹا متمکن ہوا۔ اسنتے میں ملک شاہ بن محمود کا بھی انتقال ہوگیا۔ ملک شاہ کا بیٹا بدستور خوزستان میں ٹھہرا رہا ۵۷۲ھ میں عراق کی جانب آیا۔ بندنیجین پر شبخون مارا گیا۔ غارتگری کے دروازے کھل گئے وزیر عضد الدین ابوالفرج شاہی لشکر لیکے مقابلہ پر آیا۔ حلہ اور واسط کی فوجیں بھی طاش تگین امیر حجاج اور عز علی کے ہمراہ آپہونچیں۔ اگرچہ ابن ملک شاہ کے ہمراہ ترکمانوں کا بہت بڑا گروہ تھا۔ مگر لشکر بغداد کی آمد کی خبر پاکے انہوں نے اپنا لشکر گاہ چھوڑ دیا۔ لشکر بغداد نے اسکو لوٹ لیا۔ ابن ملک شاہ کو اس سے بیحد صدمہ ہوا اپنے ہمراہیوں کو سمجھا بوجھا کے پھر اسی مقام پر واپس لایا اور شاہی لشکر سے بھڑ گیا ایک مدت تک لڑائی ہوتی رہی۔ انجام کار بغیر آخری فیصلہ کے ابن ملک شاہ اپنے مقر حکومت کو لوٹ گیا اور شاہی فوجیں بغداد کی جانب واپس ہوئیں۔

قتل وزیر

ہم اس سے پیشتر وزیر السلطنت عضد الدین ابوالفرج محمد بن عبداللہ بن ہبۃ اللہ بن مظفر بن رئیس الرؤساء ابوالقاسم بن مسلمہ کے حالات تحریر کر آئے ہیں اسکا باپ عبداللہ خلیفہ مقتفی کے محلسرائے خلافت کا داروغہ تھا

جب وہ مر گیا تو بجائے اسکے اسکا بیٹا محمد مقرر کیا گیا۔ اور جب خلیفہ مقتفی نے وفات پائی اور خلیفہ مستنجد سریر خلافت پر جلوہ افروز ہوا تو اس نے محمد کو اسکے عہدہ پر بحال رکھا اور توقع سے زیادہ قدر افزائی کی۔ پس جب مستضی کا دور خلافت آیا تو اس نے محمد کو وزارت کا عہدہ عطا کیا۔ اتفاق یہ کہ اس سے اور قایماز سے اَن بن ہو گئی جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور اسی وجہ سے وہ معزول کیا گیا مگر بعد چندے خلافت مآب نے اسکو عہدہ وزارت پر بحال فرمایا ۵۷۳ھ میں خلافت مآب سے اجازت حاصل کر کے حج کو روانہ ہوا۔ دریائے دجلہ کو عبور کر کے ایک بہت بڑے قافلہ کیساتھ جسمیں ارباب مناصب بکثرت تھے سرزمین حجاز کیجانب کوچ کیا اثنار راہ میں ایک شخص فریادی صورت بنائے ہوئے "فریاد" "فریاد" چلاتا ہوا وزیر السلطنت کے قریب آیا جونہی وزیر السلطنت نے اسکی طرف توجہ کی اس شخص نے چھری بھونک دی وزیر السلطنت گھوڑے سے زمین پر آرہا۔ ابن معوذ دربان شور و غل کی آواز سُنکے حالات دریافت کرنے کو وزیر السلطنت کے پاس پہونچا قاتل نے اسکو بھی ایک چھُری رسید کی۔ یہ بھی زخمی ہو کر گر پڑا دونوں اپنے اپنے مکان پر اوٹھا لائے گئے اور اسی صدمہ سے مر گئے۔

وزیر السلطنت کے مارے جانے کے بعد ظہیر الدین ابو منصور ابن نصر معروف با بن عطار قلمدان وزارت کا مالک ہوا۔ پس اس نے اراکین دولت کو اپنی حکمت عملیوں سے دبالیا اور من مانی حکمرانی کرنے لگا۔

الناصر لدین اللہ کی خلافت

ماہ ذی القعدہ ۵۷۵ھ میں خلیفہ مستضی بامر اللہ ابو محمد حسن بن یوسف مستنجد نے جبکہ اسکی خلافت کو نو برس چھ مہینے گزر چکے تھے اس دار فانی سے انتقال فرمایا۔ ظہیر الدین بن عطار نے اسکے بیٹے ابو العباس احمد کو سریر خلافت پر متمکن کیا۔ اور "الناصر لدین اللہ" کا لقب دیا۔ جدید خلیفہ نے

تکمیل بیعت کے بعد زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ ظہیر الدین بن عطار کو گرفتار کرکے جیل میں ڈالدیا۔ دس دن بعد اٹھارہویں ذی القعدہ کو جیل خانہ کا دروازہ کھول کے نکالا گیا تو مردہ تھا۔ لاش کو ایک مزدور کے سر پر رکھ کے جیل سے باہر لائے عوام الناس ٹوٹ پڑے ہاتھوں ہاتھ لاش کو لے لیا اور کمال بے توقیری سے دجلہ میں لیجا کے بہادیا۔ بعد اسکے مجد الدین ابو الفضل بن صاحب استاد دار حکمرانی کرنے لگا خلیفہ ناصر کی بیعت لینے میں ابن عطار کے ساتھ یہ بھی شریک تھا ممالک محروسہ اسلامیہ میں جدید خلیفہ کی بیعت لینے کو قاصد روانہ کئے گئے۔ چنانچہ صدر الدین شیخ الشیوخ کو بہلوان والی ہمدان، اصفہان اور رے کے پاس روانہ کیا۔ بہلوان نے بیعت کرنے سے انکار کیا صدر الدین کے ساتھ سخت کلامی سے پیش آیا صدر الدین نے اسکے ہمراہیوں کو اُبھار دیا۔ ان لوگوں نے علانیہ کہہ دیا "اگر تم خلافت مآب کی خلافت کی بیعت نہ کروگے تو ہم تمہارا ساتھ نہ دینگے تم سے منحرف اور باغی ہوجائیں گے" بہلوان یہ سنکے حواس باختہ ہوگیا۔ بمجبوری بیعت کی اور خلافت مآب کے نام کا خطبہ پڑھا۔

۵۸۳ھ میں خلافت مآب نے اُستاد دار مجد الدین ابو الفضل بن صاحب کو اسوجہ سے گرفتار کرکے قتل کرڈالا کہ اس نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔ اسکی موجودگی میں خلافت مآب کی کچھ نہ چلتی تھی۔ علاوہ بریں اسکی ثروت اور مالداری اسدرجہ بڑھ گئی تھی کہ خلافت مآب کے خزانہ کی اسکے مقابلہ میں ذرا بھی وقعت نہ تھی۔ یہ آگ لگائی ہوئی عبید اللہ بن یونس کی تھی جو مجد الدین کے مصاحبوں سے تھا۔ خلافت مآب نے بعد قتل مجد الدین عبید اللہ بن یونس کو عہدۂ وزارت عطا فرمایا اور "جلال الدین" کا لقب دیا۔ اسکی کنیت ابو المظفر تھی اسکا جاہ و جلال اس حد تک بڑھا کہ کل ارالین دولت یہانتک کہ قاضی القضاۃ بھی اسکی درباداری کرتا تھا۔

ملوک سلجوقیہ کا خاتمہ | جیساکہ تم اوپر پڑھ آئے ہو ہمنے ملک ارسلان شاہ بن طغرل

رجیب ایلد گز کے مستولی ہونے اور اینانج والی رے کی لڑائیوں کے حالات اور نیز ایلد گز کے واقعات کسیقدر تفصیل سے تحریر کیا ہے بعدازاں ۵۶۴ھ میں ایلد گز نے والی رے کو قتل کر کے رے پر قبضہ کر لیا۔ تھوڑے دنوں بعد ایلد گز اتابک بھی ۵۶۸ھ مقام ہمدان میں مر گیا۔ بجائے اسکے اسکا بیٹا محمد بہلوان جانشین ہوا۔ اسکا بھائی سلطان ارسلان بن طغرل بدستور اسکی کفالت میں رہا۔ ۵۷۳ھ میں جب یہ مر گیا تو بہلوان نے بجائے اسکے بیٹے طغرل کو جانشین کیا بعدازاں ۵۸۲ھ میں بہلوان نے بھی وفات پائی ہمدان، رے، اصفہان، آذربیجان اور ارانیہ وغیرہ اسی کے زیر حکومت تھے اور سلطان طغرل بن ارسلان اسکی کفالت اور نگرانی میں تھا۔ بہلوان کے مرنے پر اسکا بھائی کزل ارسلان موسوم بہ عثمان حکمرانی کرنے لگا چونکہ اسمیں مادہ حکمرانی وسیاست قدرتی طور سے کم تھا طغرل اس سے علیحدہ ہو کے نکل آیا۔ امراء وارکین دولت اور لشکریوں کو ملا کے ایک خاصہ گروہ بنالیا اور آہستہ آہستہ بعض شہروں پر قبضہ بھی کر لیا۔ اسی بناء پر اس سے اور کزل سے متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ انجام یہ ہوا کہ طغرل کی قوت اور جمعیت یوماً فیوماً بڑھتی گئی کزل نے دربار خلافت میں عرضداشت بھیجی جسمیں طغرل کی بڑھتی ہوئی قوت کا ذکر کرتے ہوئے آئندہ خطرات سے خلافت مآب کو ڈرایا تھا اسکے مقابلہ پر دربار خلافت سے امداد طلب کی تھی اور اطاعت اور فرمانبرداری کا حسب مرضی خلافت مآب وعدہ کیا تھا۔ طغرل نے بھی یہ خبر پا کے ایک سفیر دربار خلافت میں روانہ کیا اور دارالسلطنت کی تعمیر اور مرمت کی اجازت طلب کی۔ اس سے پیشتر سلاطین سلجوقیہ کی حکومت کا سکہ بغداد اور عراق میں چل رہا تھا مگر عہد خلافت مقتفی سے یہ تعلق جاتا رہا تھا دارالسلطنت بے مرمت ہو گیا تھا۔ خلافت مآب نے کزل کے قاصد کی عزت وتوقیر کی، امداد دینے کا وعدہ کیا اور طغرل کے سفیر کو بلا جواب واپس کر دیا۔

ان قاصدوں کے واپسی کے بعد خلافت مآب نے سلاطین سلجوقیہ کے دارالسلطنت کے

انہدام کا حکم صادر فرمایا جسپر نہایت تیزی سے عملدرآمد کیا گیا۔ بعد اسکے دربار خلافت سے وزیر السلطنت جلال الدین ابو المظفر عبید اللہ بن یونس بسر افسری ایک لشکر عظیم کے کزل کی کمک پر ماہ صفر ۵۸۴ھ میں روانہ کیا گیا۔ مقام ہمدان میں کزل کے اجتماع سے بیشتر طغرل سے مقابلہ ہوا۔ اٹھارہوین ربیع الاول ۵۸۴ھ کو طغرل اور عبید اللہ سے سخت و خونریز لڑائی ہوئی۔ میدان جنگ طغرل کے ہاتھ رہا لشکر بغداد بھاگ کھڑا ہوا۔ وزیر السلطنت گرفتار کر لیا گیا۔ بعد ازان کزل کو طغرل پر فتح نصیب ہوئی کزل نے طغرل کو گرفتار کرکے ایک قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ اور استحکام و استقلال کے ساتھ کل صوبجات پر حکمرانی کرنے لگا۔ اپنے نام کا ممبروں پر خطبہ پڑھوایا۔ دروازہ پر پنجوقتہ نوبت بجوائی۔ تھوڑے دنوں بعد ۵۸۸ھ میں طغرل اپنے خوابگاہ میں قتل کر ڈالا گیا۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ کس نے اسکو قتل کیا۔ اسکے قتل سے دولت سلجوقیہ کا چراغ گل ہو گیا۔

خلیفہ ناصر کا تکریت وغیرہ پر قبضہ

۵۸۵ھ میں امیر عیسی والی تکریت کو اسکے بھائیوں نے قتل کرکے قبضہ کر لیا تھا۔ خلافت مآب کو اسکی اطلاع ہوئی تو ایک فوج تکریت پر قبضہ کرنے کو روانہ فرمائی چنانچہ اس فوج نے تکریت پر پہونچکے محاصرہ ڈالا متعدد لڑائیوں کے بعد امان کے ساتھ تکریت مفتوح ہوا امیر عیسی کے بھائی گرفتار کرکے بغداد لائے گئے۔ ان لوگوں نے وہیں سکونت اختیار کی خلافت مآب نے ان لوگوں کو جاگیریں عنایت کیں۔

بعد اسکے ۵۸۶ھ میں دربار خلافت سے ایک لشکر عانہ پر قبضہ کرنے کو روانہ کیا گیا ایک مدت تک سلسلہ حصار اور جنگ جاری و قایم رہا بالآخر محصوروں نے امان حاصل کرکے شہر کو محاصروں کے حوالہ کر دیا۔ خلافت مآب نے بھی حسب شرائط ان لوگون کو جاگیرین دیں۔

عرب نے بصرہ کو لوٹ لیا

بصرہ کی زمام حکومت طغرل مملوک خلیفہ ناصر کے قبضہ

اقتدار میں تھی وہ اسکے جاگیر میں تھا اسکی طرف سے محمد بن اسماعیل نیابتہً حکومت کر رہا تھا۔ ۵۸۳ھ میں بنی عامر بن صعصعہ نے بسرگروہی عمیرہ مجتمع ہو کے بقصد غارتگری بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ محمد بن اسماعیل نے انکی مدافعت کی غرض سے ماہ صفر سنہ مذکور میں خروج کیا۔ تمام دن لڑائی ہوتی رہی۔ اگلے دن رات کے وقت عربوں نے شہر پناہ کی دیوار میں روزن کر دیا اور گھس کے شہر میں غارتگری شروع کر دی محلہ کے محلہ ویران ہو گئے اسی اثناء میں یہ خبر لگی کہ خفاجہ اور منتفق بہت بڑی جمعیت کے ساتھ قریب بصرہ پہونچ گئے ہیں بنی عامر یہ سنتے ہی بصرہ کو چھوڑ کے خفاجہ اور منتفق سے لڑنے کو نکل کھڑے ہوئے۔ فریقین میں گھمسان لڑائی ہوئی طرفین کی ہزاروں جانوں کا وارانیارا ہو گیا آخر خفاجہ اور منتفق کو ہزیمت ہوئی بنی عامر نے انکے مال و اسباب کو لوٹ لیا اور مظفر و منصور بصرہ کیجانب لوٹے اس عرصہ میں امیر بصرہ نے اہل سواد کو مجتمع کر لیا تھا۔ مگر عرب کے مقابلہ پر نہ ٹھہر سکے۔ ہزیمت اُٹھا کے بھاگ کھڑے ہوئے۔ عرب نے بصرہ میں داخل ہو کے لوٹ لیا اور کوچ کر آئے۔

خوزستان و اصفہان وغیرہ پر علم خلافت کا قبضہ

خلیفہ ناصر نے بعد گرفتاری ابن یونس قلمدان وزارت موید الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی معروف بہ ابن قصاب کو عنایت فرمایا تھا اور صوبہ خوزستان وغیرہ بعض بعض شہروں کی سند حکومت بھی عطا کی تھی۔ جسوقت شملہ والی خوزستان نے وفات پائی اور اسکے لڑکوں میں نزاع پیدا ہوئی وزیر السلطنت نے خوزستان پر قبضہ کرنے کی غرض سے لشکر کشی کی اجازت طلب کی خلافت مآب نے اجازت دی چنانچہ وزیر السلطنت نے فوجیں آراستہ کر کے ۵۹۱ھ میں خوزستان کیطرف کوچ کیا اہل خوزستان مقابلہ پر آئے لڑائیاں ہوئیں آخر کار وزیر السلطنت نے پہلے شہر تستر پر کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کیا بعد ازاں کل قلعات اور شہروں پر قابض و متصرف ہو گیا اور ملوک بنی شملہ کو گرفتار کر کے دار الخلافت بغداد روانہ کر دیا خلافت مآب

نے انتظاماً طاش تگین مجیرالدین امیرالحاج کو خوزستان پر مامور فرمایا۔ وزیرالسلطنت نے خوزستان کو طاش تگین کے حوالہ کر کے سنہ مذکور میں رے کا قصد کیا اس وقت رے پر خوارزم شاہ کا قبضہ تھا اس سے قبل اس واقعہ کے زنجان کے قریب قطلغ بن بہلوان کو ہزیمت دے کے رے پر قبضہ کر لیا تھا۔ قطلغ نے وزیرالسلطنت کی خدمت میں حاضر ہو کے کل حالات عرض کئے اور اس کے ساتھ ہمدان کے طرف گیا جہاں پر خوارزم شاہ کا بیٹا ایک عظیم لشکر لئے ہوئے مقیم تھا۔ وزیرالسلطنت کی آمد کی خبر پاکے رے کے طرف کوچ کر گیا۔ وزیرالسلطنت نے بلا مزاحمت و مخاصمت ہمدان پر قبضہ حاصل کر کے ابن خوارزم شاہ کا تعاقب کیا جن جن شہروں کی طرف ہو کر گزرا قبضہ کرتا گیا تا آنکہ رے کے قریب پہونچا۔ ابن خوارزم شاہ نے رے کو بھی چھوڑ کے دامغان کا اور دامغان کو خیرآباد کہہ کے بسطام کا راستہ لیا اور جب بسطام میں بھی عافیت کی صورت نظر نہ آئی تو جرجان میں جاکے دم لیا۔ وزیرالسلطنت نے ابن خوارزم شاہ کے ملنے سے مایوس ہو کے رے کی جانب مراجعت کی۔ اور رے میں پہونچکے چندے قیام پذیر رہا۔ اسی اثناء میں قطلغ کو حکومت و سلطنت کی طمع نے وزیرالسلطنت سے باغی ہونے پر مجبور کیا رے کی ناکہ بندی کر کے مخالفت کا اعلان کر دیا۔ وزیرالسلطنت نے اپنی فوج کو محاصرہ کا حکم دیا۔ قطلغ نے بمجبوری رے سے نکلکے شہر آوہ کا راستہ لیا۔ شحنہ آوہ نے جو وزیرالسلطنت کی طرف مامور تھا قطلغ کو آوہ میں داخل نہ ہونے دیا اور وزیرالسلطنت کو اس کی خبر کر دی وزیرالسلطنت نے قطلغ کے تعاقب میں رے سے آوہ کی جانب کوچ کیا اتنے میں یہ خبر پہونچی کہ قطلغ نے شہر کرج کا قصد کیا ہے۔ فوراً کرج پر پہونچکے قطلغ سے بھڑ گیا۔ ایک سخت خونریز جنگ کے بعد اسکو ہزیمت دیکے ہمدان واپس آیا۔ واپسی کے تیسرے مہینہ خوارزم شاہ کا قاصد محمد تکش وزیرالسلطنت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان بلاد پر قبضہ کرنے کی شکایت کی اور واپسی کی درخواست دی۔ وزیرالسلطنت

نے انکاری جواب دیا۔ اس بناء پر خوارزم شاہ نے ہمدان پر فوج کشی کی۔ انہیں واقعات کے اثناء میں وزیر السلطنت کا ماہ شعبان ۵۹۲ھ میں انتقال ہو چکا تھا۔ مگر اس کے رکاب کی فوج جو اس وقت ہمدان میں موجود تھی سینہ سپر ہو کے مقابلہ پر آئی اور خوب جی کھول کر لڑی مگر میدان جنگ خوارزم شاہ کے ہاتھ رہا بغدادی فوج شکست کھا کے بھاگی خوارزم شاہ نے ہمدان پر قبضہ کر لیا۔

ہمدان پر خوارزم شاہ نے قبضہ حاصل کرنے کے بعد اصفہان میں ایک عظیم فوج کے ساتھ اپنے بیٹے کو ٹھیرایا۔ چونکہ اہل اصفہان خوارزمیوں سے خوش نہ تھے اسوجہ سے صدر الدین خجندی رئیس شافعیہ نے دربار خلافت میں اس مضمون کی درخواست بھیجی کہ خلافت مآب تھوڑی سی فوج اصفہان روانہ فرمائیں ہم لوگ بہ طیب خاطر شہر حوالہ کر دینگے چنانچہ خلافت مآب نے ایک لشکر بسر افسری سیف الدین طغرل جاگیر دار بلاد لحف، اصفہان کیجانب روانہ فرمایا۔ سیف الدین نے اصفہان پر قبضہ کر کے اسکی حفاظت کا خاطر خواہ انتظام کر دیا۔

قبل اس واقعہ کے خراسان کیجانب خوارزم شاہ کی مراجعت کرنے کے بعد بہاوان کے خادموں نے مجتمع ہو کے رے پر قبضہ کر لیا تھا اور اپنے سرداروں میں سے کوکجہ نامی ایک شخص کو اپنا سردار بنا لیا تھا۔ کوکجہ یہ خبر پا کے کہ اصفہان میں خوارزم شاہ کا قبضہ و دخل ہے معہ اپنے لشکر کے اصفہان کیطرف بڑھا آرہا تھا قریب اصفہان پہونچکے یہ معلوم ہوا کہ خوارزمی لشکر اصفہان چھوڑ کے چلا گیا ہے اور خلافت مآب کی فوج اسپر قابض و متصرف ہے۔ یہ سنکے ٹھہر گیا دار الخلافت بغداد میں عرضداشت شعر اطاعت و فرمانبرداری روانہ کی۔ اور یہ درخواست کی کہ رے، ساوہ، قم، اور قاشان کی حکومت اس تابعدار کو عطا ہو اور اصفہان، ہمدان، زنجان، اور قزوین پر خلافت مآب کا قبضہ و دخل رہے۔ خلافت مآب نے یہ درخواست منظور فرمائی جس سے کوکجہ کے

قوائے حکمرانی مضبوط ہو گئے اور اسکی حکومت و شوکت کو استحکام و استقلال حاصل ہو گیا۔

۵۹۲ھ میں الملک العزیز اور الملک العادل نے شہر دمشق کو الملک الافضل بن سلطان صلاح الدین سے چھین لیا اور امیر ابو الہیجاء سمین کو جو امراء بنی ایوب کا ایک نامور شخص اور بیت المقدس کا والی تھا معزول کر دیا۔ امیر ابو الہیجاء ملک شام کو خیر آباد کہہ کے دار الخلافت بغداد میں حاضر ہوا۔ خلیفہ ناصر نے اسکی عزت افزائی کی اور ایک لشکر مرحمت فرما کے ہمدان کی روانگی کا حکم دیا۔ امیر ابو الہیجاء نے ہمدان میں پہونچکے ازبک بن بہلوان، امیر علم اور ابن سطلمش سے ملاقات کی۔ ان لوگوں نے دربار خلافت کی مجلس شورے سے خط و کتابت کر کے علم خلافت کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ لیکن امیر ابو الہیجاء نے امیر علم کے لگانے بجھانے سے ازبک اور ابن سطلمش کو گرفتار کر لیا۔ دربار خلافت سے اس بابت امیر ابو الہیجاء پر ڈانٹ آئی اور ازبک و ابن سطلمش کی رہائی کا حکم صادر ہوا۔ ساتھ ہی اسکے رہائی یافتوں کی تالیف قلوب کے لئے خلعتیں بھی آئیں۔ لیکن اس سے انلوگوں کی تالیف قلوب نہوئی اور ان لوگوں نے امیر ابو الہیجاء کی رفاقت ترک کر دی۔ ابو الہیجاء کو ان واقعات سے خلافت مآب کیجانب سے خطرہ پیدا ہوا ہمدان چھوڑ کے اپنے مولد قدیم اربل کا راستہ لیا اور قبل اسکے کہ اربل تک پہونچتا اثناء راہ میں جان بحق تسلیم کر دی۔ کوکجہ نے دربار خلافت سے سند حکومت حاصل کرنے کے بعد بلاد جبل میں قیام اختیار کیا اسکا رفیق ایدغمش امور سیاست و حکومت کی نگرانی کرتا تھا چند دنوں بعد آخری چھٹی صدی میں ایدغمش نے اپنے خاص خادموں کی ایک معقول جمعیت تیار کر لی اور کوکجہ کی مخالفت کا علم بلند کر کے باغی ہو گیا کوکجہ نے اسکی گوشمالی کیجانب توجہ کی مگر کامیاب نہوا اثناء جنگ میں مارا گیا ایدغمش نے اسکے کل مقبوضہ بلاد پر قبضہ کر لیا اور ازبک بن بہلوان کو برائے نام بادشاہ بنا کے درحقیقت خود حکمرانی کرنے لگا۔

۶۰۲ھ میں تاش تکین امیر خوزستان نے وفات پائی خلیفہ ناصر نے بجائے اسکے

اس کے داماد سنجر کو متعین فرمایا ۶۰۳ھ میں سنجر نے جبال ترکستان کا قصد کیا یہ جبال عظیم الشان فارس، عمان، اصفہان اور خوزستان کے درمیان واقع ہیں۔ اسکا والی ابوطاہر نامی ایک شخص تھا اس نے قشتمر نامی خلافت مآب کے ایک خادم کو پناہ دیدی تھی اور اپنی بیٹی سے اوسکا عقد بھی کر دیا تھا جو وزیر السلطنت کی چشم نمائی سے برداشتہ خاطر ہو کر جبال ترکستان چلا گیا تھا تھوڑے دنوں بعد ابوطاہر مر گیا اسوقت اہل ترکستان نے قشتمر کو حکومت کی کرسی پر بٹھایا اور یہ اونپر حکمرانی کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ اسکی خبر دربار خلافت تک پہونچی خلافت مآب نے سنجر والی خوزستان کو اسپر فوج کشی کرنے کا حکم دیا چنانچہ سنجر نے لشکر آراستہ کر کے جبال ترکستان پر حملہ کیا۔ قشتمر نے یہ خبر پا کے کہلا بھیجا "میں علم خلافت کا مطیع ہوں آپ مجھپر حملہ آور نہوں" سنجر نے کچھ توجہ نہ کی۔ قشتمر نے بمجبوری اطراف و جوانب سے فوجیں فراہم کر کے مقابلہ کیا لڑائی ہوئی اتفاق یہ کہ ہیت قشتمر کے ہاتھ رہا اور سنجر شکست کھا کے بھاگا۔ اس سے قشتمر کی جرأت اور قوت بڑھ گئی۔ ابن وکلا والی فارس اور ایدغمش والی اصفہان و رے وغیرہ سے خط و کتابت کر کے انکو اپنا ہم آہنگ بنا لیا چنانچہ ابن وکلا اور ایدغمش خلیفہ ناصر کے مقابلہ میں قشتمر کے حامی و مددگار بنگئے اس سے قشتمر کی حالت کچھ سے کچھ ہو گئی۔

وزیر کی معزولی نصیر الدین ناصر مہدی علوی، رے کے بہت بڑے خاندان کا ایک نامور ممبر تھا۔ جسوقت وزیر السلطنت موید الدین ابن قصاب نے رے پر قبضہ حاصل کیا تھا اسی زمانہ میں نصیر الدین رے سے دار الخلافت بغداد چلا آیا تھا خلافت مآب نے براہ قدر افزائی اسکو وزیر السلطنت کی نیابت عطا فرمائی۔ بعد چندے اسکو وزارت عطا کی اور اس کے بیٹے کو وزیر خزانہ مقرر کیا۔

نصیر الدین نے عہدۂ وزارت پا کے بحکمت عملی کل ارکین دولت کو دبا لیا اور خلیفہ ناصر کے خدام کے ساتھ کج ادائی کرنے لگا۔ مظفر الدین سنقر معروف بہ وجہ السبع امیر

حاج ۶۰۳ھ میں حج کرنے کو جا رہا تھا مقام مزخوم میں پہونچکے حاجیوں کا قافلہ چھوڑ کے شام چلا گیا اور دربار خلافت میں کہلا بھیجا "چونکہ وزیر السلطنت بہ حکمت عملی خدام خلافت کو دربار خلافت سے علیحدہ کیا چاہتا ہے اور اس ذریعہ سے در پردہ خلافت و حکومت پر قبضہ حاصل کرنے کی فکر کر رہا ہے اسوجہ سے یہ خادم تعمیل ارشاد سے معذور ہے" اس بنا پر خلیفہ ناصر نے وزیر السلطنت کو معزول کر کے خانہ نشین رہنے کا حکم دیا۔ اور کل مال و اسباب اُسکا اس کے پاس بھیجدیا۔ وزیر السلطنت نے مشہد میں جا کر قیام پذیر ہونے کی اجازت طلب کی۔ خلافت مآب نے اجازت دیدی اور یہ تحریر فرمایا " میں تمکو نہایت خوشی سے امان دیتا ہوں ۔میں نے تمکو کسی خطا و تقصیر کی وجہ سے معزول نہیں کیا بلکہ تمہارے مخالفوں اور دشمنوں کے کہنے سُننے سے یہ امر وقوع میں آیا تم اپنی جان بچانے کو جہاں چاہو جا کر قیام کرو" چنانچہ وزیر السلطنت نے خلافت مآب کے سایۂ عاطفت میں مخالفوں اور دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہنے کے خیال سے قیام کرنا پسند اور اختیار کیا۔

وزیر السلطنت کی معزولی کے بعد ہی مظفر الدین امیر حجاج اور قشتمر وغیرہ واپس آئے فخر الدین ابو البدر محمد بن احمد ابن اسیمنا واسطی بطور نائب وزیر وزارت کا کام انجام دینے لگا لیکن اسکو کسی قسم کا تحکم و غلبہ حاصل نہیں ہوا۔ اسی زمانہ میں ابو فراس نصر بن ناصر بن مکی مدائنی وزیر خزانہ نے بغداد میں وفات پائی بجائے اسکے ابو الفتوح مبارک بن عضد الدین ابو الفرج بن رئیس الرؤسا ماہ محرم ۶۰۵ھ میں متعین کیا گیا اور تھوڑے دنوں کے لئے بڑی قدر و منزلت ہوئی لیکن آخری سنہ مذکور میں بوجہ نالایقی معزول کیا گیا۔ اور ماہ ربیع الاول ۶۰۶ھ میں فخر الدین ابو البدر نیابت وزارت سے معزول ہو کر خانہ نشین کیا گیا بجائے اسکے مکین الدین محمد بن محمد بن بدر القمر کاتب الانشاء نائب وزیر مقرر ہوا موید الدین کا لقب دیا گیا۔

سنجر کی بغاوت

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ سنجر خادم خلیفہ ناصر کو بعد طاش تکین امیر الحاج کے خوزستان کی حکومت دیگئی تھی ۵۹۰ھ میں اسکی طرف سے خلافت مآب کو کبیدگی پیدا ہوئی۔ طلبی کا فرمان بھیجا۔ سنجر نے حاضری سے انکار کیا۔ خلافت مآب نے برہم ہو کر ایک لشکر بسر افسری موید الدین نائب وزیر اور عز الدین بن نجاح شرابی خواص خلیفہ، سنجر کی سرکوبی کو روانہ فرمایا جسوقت شاہی لشکر خوزستان کے قریب پہونچا سنجر خوزستان چھوڑ کر اتابک سعد بن وکلا والی فارس کے پاس چلا گیا۔ اتابک سعد نے اسکی بڑی آؤبھگت کی اور اسکی حمایت اور امداد پر آمادہ و مستعد ہو گیا اتنے میں شاہی لشکر ماہ ربیع الآخر سنہ مذکور میں خوزستان پہونچگیا اور سنجر کو واپسی اور علم خلافت کی اطاعت قبول کرنے کا پیام دیا۔ سنجر نے انکاری جواب دیا۔ تب شاہی لشکر بقصد اتابک سعد والی شیراز ارجان کے طرف بڑھا خط وکتابت کا سلسلہ جاری تھا والی شیراز سنجر کے دینے اور سنجر کے واپس آنے سے انکار کر رہا تھا۔ ماہ شوال سنہ مذکور میں موکب ہمایوں نے شیراز کی جانب کوچ کیا۔ اتابک سعد نے موید الدین اور عز الدین کے پاس سنجر کی سفارش کا خط روانہ کیا اور امان دینے کی درخواست کی موید الدین اور عز الدین نے اتابک سعد کی درخواست اور سفارش منظور کر لی چنانچہ اتابک سعد نے سنجر کو مع اسکے مال واسباب اور اہل وعیال کے موید الدین اور عز الدین کے حوالہ کر دیا۔ موید الدین اور عز الدین سنجر کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے ماہ محرم ۵۹۱ھ میں دار الخلافت بغداد کی جانب لوٹ کھڑے ہوئے چند دنوں کے بعد سنجر کو پابزنجیر دربار خلافت میں لاکے حاضر کیا۔ خلافت مآب نے اپنے دوسرے خادم یاقوت نامی کو خوزستان پر مامور فرمایا۔ بعد اس کے ماہ صفر سنہ مذکور میں سنجر کو قید سے رہا کر کے خلعت عنایت کیا۔

منکلی اور ایدغمش

امراء پہلوانیہ میں سے ایدغمش کی دست درازی اور بلاد جبل ہمدان، اصفہان اور رے وغیرہ پر قابض و متصرف ہو جانیکا واقعہ تم اوپر پڑھ آئے ہو

ان بلاد پر متصرف اور قابض ہو جانے سے ایدغمش کی قوت و حکومت بڑھ گئی آذربیجان اور ارانیہ کیطرف قدم بڑھایا۔ اسکے ہمراہی ازبک بن بہلوان نے آگے بڑھ کے ان شہروں پر محاصرہ ڈالا۔ اسی اثناء میں امراء بہلوانیہ سے ایک دوسرا امیر منکلی نامی ۶۰۸ھ میں اُٹھ کھڑا ہوا اور حکومت و سلطنت کے حاصل کرنے کی غرض سے ایدغمش سے لڑ پڑا افواج بہلوانیہ نے اسکی بڑھتی ہوئی قوت کو برائے العین دیکھ کے اطاعت و انقیاد کی گردنیں جُھکا دیں جس سے منکلی نے ان کل صوبجات پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا شمس الدین ایدغمش منکلی کا مقابلہ نہ کر سکا دار الخلافت بغداد بھاگ گیا۔ خلیفہ ناصر نے اراکین دولت کو ایدغمش کے استقبال کا حکم دیا۔ پس یہ دن بڑے چہل پہل کا تھا۔

منکلی کو ایدغمش کے بغداد چلے جانے سے خطرہ پیدا ہوا اپنے بیٹے محمد کو چند امراء لشکر کے ساتھ بطور وفد دار الخلافت بغداد روانہ کیا۔ ہر طبقہ کے آدمی ملنے کو آئے۔

اس وفد کے پہونچنے سے پیشتر خلیفہ ناصر نے ایدغمش کی امداد کا وعدہ کر لیا تھا چنانچہ ماہ جمادی الثانی ۶۱۰ھ میں ایک فوج عنایت کی ایدغمش دربار خلافت سے رخصت ہو کے ہمدان کیجانب روانہ ہوا رفتہ رفتہ سلیمان ابن برجم ترکمانی ایوبی کے ملک میں پہنچا۔ خلافت مآب نے اسکو کسیوجہ سے اسکی قوم کی سرداری سے معزول کر کے اسکے چھوٹے بھائی کو مامور کیا تھا۔ سلیمان نے منکلی کو ایدغمش کے آنیکی خبر کر دی۔ منکلی نے ایک فوج ایدغمش کی گرفتاری کو متعین کی۔ اس فوج نے ایدغمش کو گرفتار کر کے سر اوتار لیا۔ سارا لشکر منتشر و متفرق ہو گیا خلافت مآب کو اسکی خبر لگی۔ ازبک بن بہلوان والی آذربیجان و ارانیہ کو منکلی کی سرکوبی کو لکھا حالانکہ اس سے خلافت مآب کو بیحد ناراضی تھی۔ جلال الدین والی قلعجات اسماعیلیہ (بلاد عجم) کو ازبک کی امداد کی تاکید کی اور یہ تحریر فرمایا کہ بعد کامیابی کے بلاد جبل کو باہم تقسیم کر لینا۔ اس انتظام پر بھی جب اسکو تشفی نہوئی تو موصل، جزیرہ اور بغداد سے شاہی لشکر کو فراہم کر کے اپنے خادم مظفر الدین وجہ السبع کو کمان افسر بنا کے منکلی کی سرکوبی کو

روانہ فرمایا اور مظفر الدین کوکبری بن زین الدین کوچک والی صوبہ اربل اور شہرزور کو معہ ان کے لشکر کے منکلی کے مقابلہ پر جانے کو لکھ بھیجا اور یہ تحریر کیا کہ جب یہ سب فوجیں فراہم ہو جائیں تو اسکا کمان تم اپنے ہاتھ میں لینا پس جب یہ لشکر ہمدان کے قریب پہونچا منکلی پہاڑ پر بھاگ گیا جو کرج سے ملا ہوا تھا۔ شاہی لشکر نے اس پہاڑ کو جا کر گھیر لیا۔ مدتوں حصار کا سلسلہ قائم رہا۔ ایک روز منکلی نے پہاڑ سے اوتر کر ازبک کے لشکر پر حملہ کیا۔ اتفاق یہ کہ اس لڑائی میں ازبک کو ہزیمت ہوئی۔ میدان جنگ سے اپنے کیمپ میں بھاگ آیا۔ دوسرے دن منکلی کو فتحیابی کی پھر طمع دامنگیر ہوئی فوج کو طیاری کا حکم دیکے پھر دھاوا کر دیا گھمسان لڑائی ہوئی۔ شاہی فوجوں نے ہر چہار طرف سے جنگ چھیڑ دی۔ آخر کار منکلی شکست کھا کے بھاگا سارا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ شاہی لشکر نے اسکے کل شہروں پر قبضہ کر لیا۔ جلال الدین والی قلعات اسماعیلیہ نے حسب قرارداد سابق منکلی کے مقبوضات کا حصہ بحرہ کر لیا۔ جو باقی رہا اسپر ازبک بن بہلوان قابض و متصرف ہوا۔ فوجیں اپنے اپنے شہروں کی طرف کو پلٹیں اور منکلی بھاگتا ہوا ساوہ پہونچا۔ شحنہ ساوہ نے گرفتار کر کے سر اوتار لیا۔ ازبک نے اس سر کو نامہ بشارت فتح کے ساتھ دار الخلافت بغداد بھیجدیا۔ یہ واقعہ ماہ جمادی الثانی ۶۱۲ھ کا ہے

ولیعہد کا انتقال خلیفہ ناصر کا ایک چھوٹا لڑکا تھا جسکا نام علی اور کنیت ابوالحسن تھی۔ خلیفہ ناصر کو اس سے بہ نسبت اور لڑکوں کے محبت زیادہ تھی۔ اسی باعث سے اپنے بڑے لڑکے کو ولیعہدی سے معزول کر کے اسکو اپنا ولیعہد بنایا تھا اتفاق یہ کہ بیسویں ماہ ذی القعدہ ۶۱۲ھ میں اسکا انتقال ہو گیا خلافت مآب کو اسکی وفات سے اسقدر صدمہ و رنج ہوا کہ جسکا پایاں نہیں عام اور خاص اسکی ناگہانی اور غیر متوقع موت سے مغموم اور ملول ہوئے۔

مرحوم نے وقت وفات دو لڑکے یادگار چھوڑے تھے۔ ایک کا لقب موید تھا اور دوسرے کا موفق۔ خلیفہ ناصر نے ان دونوں کو ماہ محرم ۶۱۳ھ میں ایک عظیم لشکر کے ساتھ تستر (متعلقات خوزستان) کیطرف سند امارت عطا فرما کے روانہ کیا اور موید الدین نائب وزیر اور عز الدین

شرابی کو اتالیقی اور نگرانی کی غرض سے ساتھ کر دیا۔ ایک مدت تک یہ لوگ وہاں مقیم رہنے بعد ازاں موفق معہ نائب وزیر اور شرابی کے ربیع الآخر سنہ مذکور میں بغداد واپس آیا اور مؤید تستر ہی میں مقیم رہا۔

خوارزم شاہ کا بلاد جبل پر قبضہ

قبل اسکے اغلمش نے بزور تیغ و حکمت عملی بلاد جبل پر قبضہ حاصل کر لیا تھا جیساکہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور اسکی مدبرانہ چالوں سے اسکے قدم، استقلال اور استحکام کے ساتھ حکومت و سلطنت کے زینہ پر جم گئے تھے۔ بعد اسکے سنہ ۶۱۴ھ میں فرقہ باطنیہ میں سے کسی شخص نے اسکو قتل کر ڈالا خوارزم شاہ علاء الدین محمد بن تکش جانشین سلاطین سلجوقیہ کو جو صوبہ خراسان و ماوراء النہر پر مستولی ہو رہا تھا ان بلاد پر قبضہ کرنے کا شوق چرایا۔ لشکر آراستہ کر کے ادھر اسنے فوج کشی کر دی۔ ادھر اتابک سعد بن زنگی والی فارس کو بھی اغلمش کے قتل کئے جانے پر یہی طمع دامنگیر ہوئی۔ فوجیں فراہم کر کے اصفہان پر چڑھ آیا۔ اہل اصفہان نے اطاعت قبول کر لی۔ اتابک سعد اصفہان پر قبضہ کر کے آگے بڑھا اسوقت تک اسکو خوارزم شاہ کی ہزیمت اور آمد کی خبر نہ تھی۔ مقام رے میں ایک دوسرے سے گتھ گیا۔ ایک سخت خونریز جنگ کے بعد اتابک کو ہزیمت ہوئی خوارزم شاہ نے اسکو گرفتار کر لیا۔ بعدہ ساوہ کی جانب بڑھا اور اسپر بھی کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کر کے قزوین، زنجان اور ابہر پر قبضہ کرتا ہوا ہمدان پہونچا۔ اہل ہمدان نے گردن اطاعت جھکا دی۔ تب اصفہان کا رُخ کیا اور اسپر بھی بلا جدال و قتال قابض و مستولی ہو کے قم اور قاشان کو بھی لے لیا۔ والی آذربیجان اور اراانیہ نے بغیر تحریک کے دیگر اطاعت قبول کر لی اور اسکے نام کا خطبہ پڑھنے لگے۔ اب اسکے حوصلے بڑھ گئے تھے دار الخلافت میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانیکا نامہ و پیام کر رہا تھا مگر دربار خلافت سے برابر انکاری جواب آ رہا تھا۔ خوارزم شاہ کو طیش آگیا دار الخلافت پر حملہ کرنیکا قصد کر لیا۔ چنانچہ ایک امیر کو حلوان کی سند امارت عطا کر کے پندرہ ہزار سواروں کی جمعیت سے بغداد کیطرف بڑھنے کا حکم دیا۔ بعد اسکے دوسرے امیر کو اسکے بعد ہی روانہ کیا۔ جوں ہی

یہ لوگ ہمدان سے روانہ ہوئے اسقدر برف پڑا کہ تقریباً ساری فوج ہلاک ہوگئی۔ جو باقی رہگئے انکو بنو برجم (ترکی) اور بنو سکار (اکراد) نے لوٹ مار کر پائمال کر دیا۔ معدودے چند جان بچا کے خوارزم شاہ کے پاس واپس آئے۔ خوارزم شاہ نے اس سے بدفالی لی اور خراسان کی جانب واپسی کا حکم دیا۔ ہمدان پر طالبیوں کو مامور کر کے ان کل شہروں کی امارت اپنے بیٹے رکن الدین کو دی عماد الملک ساوی کو اسکی دولت و حکومت کا ناظم اور متولی بنایا اور اپنے ممالک مقبوضہ سے خلیفہ ناصر کا خطبہ موقوف کر کے ۶۱۵ھ میں خراسان کی طرف لوٹ کھڑا ہوا۔

بنی معروف کی جلاوطنی

بنی معروف قبیلہ ربیعہ سے تھے انکا سردار معلی نامی ایک شخص تھا۔ جنگل جھاڑیوں کے قریب غربی فرات میں یہ لوگ رہتے تھے۔ جب انکا ظلم و فساد اور دن دہاڑے لوٹ لینا حد سے متجاوز ہوگیا اور قافلہ کے قافلہ لٹ جانے لگے تو متعدد شہروں کے باشندوں نے دربار خلافت میں شکایت کی، دربار خلافت سے شریف سعد والی واسط کے نام ان لوگوں کی سرکوبی اور جلاوطن کرنے کا حکم آیا چنانچہ شریف سعد نے تکریت، ہیت، حدیثہ، انبار، حلہ، کوفہ، واسط اور بصرہ سے فوجیں فراہم کر کے بنی معروف پر چڑھائی کر دی اور انکو نہایت تیزی سے ہزیمت دیکے پائمال کر دیا۔ کچھ قتل کر ڈالے گئے کچھ قید کر لئے گئے اور کچھ دریا میں ڈبو دیئے گئے جو اس عالمگیر پائمالی سے باقی رہ گئے وہ جلاوطن کر دیئے گئے۔ اور مقتولوں کے سر ماہ ذی القعدہ ۶۱۶ھ میں بغداد بھیجدیئے گئے۔

تاتاریوں کا خروج

تاتاری ترکوں میں سے ہیں ۶۱۶ھ میں اس گروہ نے بلاد اسلامیہ کیجانب خروج کیا۔ سرزمین چین میں طمغاج کے پہاڑوں پر یہ گروہ رہتا تھا۔ جو بلاد ترکستان سے چھ مہینے کی مسافت پر واقع ہے اسکے بادشاہ کا نام چنگیز خاں تھا جو ترکوں کے قبیلہ تمرجی سے تھا اسنے بلاد ترکستان اور ماوراء النہر پر فوج کشی کی اور اسکو خطا کے قبضہ سے نکال کے خود قابض اور متصرف ہوگیا بعد ازاں خوارزم شاہ سے جا بھڑا تا آنکہ اسکو زیر کر کے اسکے مقبوضہ شہروں صوبہ خراسان اور بلاد جبل پر بھی قبضہ حاصل کر لیا۔ بعدہ ارانیہ کیجانب بڑھا

اور اسپر بھی قبضہ کرکے شروان، لان اور لکز کے شہروں کی جانب رخ کیا اور مختلف گروہوں پر مستولی ہوکے بلاد قفچاق کو بھی لے لیا۔ انہیں تاتاریوں کا ایک گروہ غزنی اور اُن شہروں کیطرف نکل گیا جو ہندوستان، سجستان اور کرمان سے ملحق و متصل تھے چنانچہ ایک ہی سال کے اندر یا کچھ زاید زمانہ میں تاتاری دُنیا کے اِس سرے سے اُس سرے تک کے مالک بن بیٹھے۔ خونریزی لوٹ، اور غارتگری کی کوئی حد نہ تھی۔ وہ ظلم و ستم ان کے ہاتھوں سے وقوع میں آئے کہ جن سے عالم کے کان سلف سے اسوقت تک آشنا نہیں ہوئے۔

خوارزم شاہ نے ان تاتاریوں سے شکست کھا کے طبرستان کے ایک جزیرہ میں جاکے دم لیا اور وہیں ۶۱۷ھ میں اپنی حکومت کے اکیسویں برس جان بحق تسلیم کردی۔

خوارزم شاہ کی ہزیمت کے بعد اسکے بیٹے جلال الدین کو تاتاریوں نے غزنی میں شکست دی چنگیز خاں دریائے سندھ تک تعاقب کرتا چلا گیا۔ جلال الدین دریائے سندھ کو عبور کرکے ہندوستان میں داخل ہوگیا اور بہزار خرابی انکے پنجۂ غضب سے بچ گیا ایک مدت تک ہندوستان میں ٹھہرا رہا بعد ازاں ۶۲۲ھ میں خوزستان اور عراق کی جانب معاودت کی آذربیجان اور ارمینیہ پر قابض ہوگیا تا آنکہ اسکو مظفر نے قتل کر ڈالا جیسا کہ ہم ان واقعات کو بنی مظفر اور بنی خوارزم شاہ کے حالات میں جداگانہ یا دونوں حکومتوں میں مکرر بیان کرینگے۔ پس وہ مقام ان واقعات کے تفصیل کا ہوگا واللہ الموفق بمنہ وکرمہ۔

الظاہر بامر اللہ کی خلافت

آخری ماہ رمضان ۶۲۲ھ میں اپنی خلافت کے سینتالیسویں برس خلیفہ ابو العباس احمد الناصر لدین اللہ بن خلیفہ مستضی نے وفات پائی۔ موت سے تین برس پہلے نقل و حرکت سے مجبور ہوگیا تھا۔ ایک آنکھ جاتی رہی تھی۔ دوسری آنکھ کی بصارت کمزور ہوگئی تھی۔ کاروبار اور لہو لعب میں اسکی حالتیں مختلف تھیں ذی علم اور صاحب فنون مختلفہ تھا۔ متعدد فنون میں اسکی تالیفات ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی نے تاتاریوں کو قبضہ عراق پر آمادہ کیا تھا وجہ یہ تھی کہ اس سے اور خوارزم شاہ

سے اَن بَن ہوگئی تھی اور آئے دن منازعت ہو رہی تھی۔

خلیفہ ناصر اکثر لہو لعب میں مصروف رہتا۔ کسی وقت غلّہ لگایا کرتا اور کبھی کبوتر بازی میں مشغول رہتا۔ کپڑے اس قسم کے پہنتا تھا جس قسم کے بغداد کے لُتّے پہنا کرتے تھے اور اُس قسم کے کپڑوں کے پہننے کی عام طور سے ممانعت تھی مگر یہ کہ اسکی اجازت اُس سے حاصل کیجاتی۔ یہ سب اس امر کی دلیل ہے کہ سلطنت و حکومت، عالی دماغ، عالی حوصلہ، صاحب تدبیر اور ذی ہوش آدمیوں سے خالی تھی اور یہی امر دولت و سلطنت کے ضعیف اور کمزور ہونیکا باعث ہوتا ہے۔

خلیفہ ناصر کے مرنے پر اسکے بیٹے ابو نصر کی خلافت کی بیعت لیگئی اور ظاہر بامر اللہ کا لقب دیا گیا۔ پہلے اسکو ۵۸۵ھ میں خلیفہ ناصر نے اپنا ولیعہد بنایا تھا بعد ازاں ولیعہدی سے اسکو معزول کر کے بوجہ میلان طبیعت اسکے چھوٹے بھائی ابو الحسن علی کی ولیعہدی کا اعلان کیا اتفاق یہ کہ ۶۱۲ھ میں اُسکا انتقال ہو گیا تب خلیفہ ناصر نے مجبوراً ابو نصر کو پھر اپنا ولیعہد بنایا۔

خلیفہ ظاہر نے تکمیل بیعت کے بعد عدل و انصاف سے اُس حد تک کام لیا کہ جس حد تک اُسکے شایان شان تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جس سال خلیفہ ظاہر سریر خلافت پر متمکن ہوا تھا اس سال کی شب عید میں ایک لاکھ دینار علماء کو دیئے تھے۔

مستنصر کی خلافت

اس جیل پہل کے نو مہینہ پندرہ یوم بعد خلیفہ ظاہر ابو نصر محمد نے پندرہویں رجب ۶۲۳ھ کو وفات پائی۔ اسکا رویہ نہایت سیدھا اور سادا تھا اسکے عدل و انصاف اور اسکی داد و دہش کے تذکرے اسوقت تک عوام اور خواص کے زبان پر جاری ہیں۔ روایت کیجاتی ہے کہ اس نے قبل وفات بخط خاص ایک فرمان وزیر کو لکھا تھا جو ارکین دولت کے روبرو پڑھا گیا۔ وزیر السلطنت نے اس فرمان کے پڑھنے اور ارکین دولت کو سنانے کی غرض سے ایک جلسہ کیا۔ خلافت مآب کے قاصد نے کھڑے ہو کے کہا،، امیر المومنین فرماتے ہیں کہ ہماری غرض یہ نہیں ہے کہ صرف اس قدر کہنے پر اکتفا کیجائے کہ دربار خلافت سے یہ فرمان آیا ہے یا یہ حکم صادر ہوا ہے بعد اس کے

اسکا کوئی اثر کہیں محسوس نہو بلکہ اس زبانی گپ شپ کو تم چھوڑ دو اور اسپر عملدر آمد کرو۔ قاصد اس قدر کہہ کے خاموش ہوگیا۔ فرمان کھولا گیا تو اسمیں بعد بسم اللہ کے لکھا ہوا تھا۔

آگاہ ہو جاؤ کہ ہماری یہ تاخیر مہمل اور بیکار نہیں ہے۔ اور نہ ہماری یہ چشم پوشی غفلت پر مبنی ہے بلکہ ہم تملوگوں کو جانچتے ہیں کہ تم لوگوں میں سے کون شخص اچھا کارگزار ہے اس سے پیشتر ویرانی ملک، بربادی رعایا، تخریب شریعت کی کارروائیاں جو تم سے ظہور پذیر ہو چکی ہیں اور نیز براہ مکر و فریب جو جھوٹی باتوں کو سچائی کے لباس میں ظاہر کیا کرتے تھے اور بیخ کنی و ہلاکت رعایا کو حق رسی و داد رسی سے تعبیر کرتے تھے ہم نے ان سب تمہارے افعال ذمیمہ و حرکات قبیحہ سے درگزر کیا۔ افسوس ہے کہ تم نے اس فرصت کے وقت کو مغتنمات سے شمار کرکے خوفناک اور مہیب شیر کے پنجوں اور دانتوں کی طرح سے خلق اللہ کو چیر پھاڑ ڈالا تملوگ ایک ہی بات کو بالفاظ مختلفہ کہا کرتے ہو حالانکہ تم علم خلافت کے امین اور معتمد علیہ ہو۔ تملوگ اپنی خواہشات کیطرف خلافت مآب کی رائے کو مائل کر لیتے ہو اور حق و باطل کو ملا جلا دیتے ہو اس سے مجبوری تمہاری رائے سے موافقت کیجاتی ہے۔ بظاہر مطیع اور فرماں بردار ہو لیکن حقیقت میں تم حد درجہ کے نافرمان اور متمرد ہو۔ صورۃً موافقت کا پیرایہ اختیار کرتے ہو اور حقیقۃً پورے پورے مخالف اور سرکش ہو۔ الحمد للہ کہ اب اللہ سبحانہ نے تمہارے خوف کو امن سے، محتاجی کو غناء سے اور باطل کو حق سے تبدیل کر دیا اور ایک ایسا فرمانبردار تمکو عنایت کیا ہے جو تمہارے عذرات کو قبول کریگا اور اسی شخص سے مواخذہ اور انتقام لیگا جو اپنی خطاؤں پر مصر ہوگا اور اپنی حرکات نامعقول سے باز نہ آتا ہوگا۔ امیر المومنین تمکو عدل و انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں انکا یہی مقصود ہے کہ تم لوگ ہمیشہ عدل و انصاف کرتے رہو اور ظلم و بیجا کارروائی سے احتراز کرتے رہو امیر المومنین کو ظلم و ستم بیحد ناگوار اور ناپسند ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے اور اسکی ناراضی سے امیر المومنین خائف و ترساں ہیں۔ امید کیجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنی اطاعت کی ترغیب و توفیق دیگا

پس اگر تم نے وہ راستہ اختیار کیا جو ملک خدا میں اس کے نائبوں اور امینوں کا ہے تو نور علیٰ نور ورنہ یاد رکھو کہ ہلاک و تباہ ہو جاؤ گے والسلام"

بعد وفات خلیفہ ظاہر اس کے بیٹے ابو جعفر مستنصر کی خلافت کی بیعت لی گئی۔ اس نے بھی اپنے مرحوم باپ کا رویہ اختیار کیا مگر یہ کہ اسکے عہد خلافت میں شیرازہ حکومت درہم برہم ہو گیا تھا خراج کم کیا تقریباً معدوم ہو گیا تھا۔ صوبجات بٹ چٹ گئے تھے ان وجوہات سے لشکریوں کی تنخواہیں ادا نہیں ہو سکتی تھیں اور نہ انکے وظائف دیے جاتے تھے مجبوراً لشکر کا حصہ کثیر موقوف اور تخفیف کر دیا گیا جس سے بیحد تغیرات وقوع میں آئے اسکے زمانہ میں محمد بن یوسف بن ہود نے دعوت عباسیہ کا اندلس میں آخری زمانہ حکومت موحدین میں اعادہ کیا تھا۔ یہ واقعہ ۶۲۹ھ کا ہے جیسا کہ ان کے حالات کے ضمن میں بیان کیا جائیگا اسی کے آخری دور حکومت میں تاتاریوں نے بلاد روم کو غیاث الدین کیخسرو آخری بادشاہ بنی قلج ارسلان کے قبضہ سے نکال لیا تھا اور بعد اسکے بلاد ارمینیہ کے تاخت و تاراج کر نیکو بڑھے اور اسپر قبضہ کر لیا۔ بعد اس واقعہ کے غیاث الدین نے تاتاریوں سے امن طلب کی انہوں نے اپنی طرف سے بلاد روم پر اسکو مقرر کیا چنانچہ یہ انکی ماتحتی و اطاعت میں بلاد روم پر حکومت کرنے لگا جیسا کہ ان کے حالات کے ضمن میں یہ واقعات تحریر کیے جائینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔

مستعصم کی خلافت

خلیفہ مستنصر دار الخلافت بغداد میں انہیں بلاد پر حکمرانی کر رہا تھا جو گورنران صوبجات اور اطراف وجوانب کے والیان ملک کے دستبرد اور قبضہ و تصرف سے بچ رہے تھے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں بعد چندے اس نظام میں بھی خلل واقع ہوا تاتاریوں نے کل بلاد اسلامیہ پر قبضہ حاصل کر لیا اور گورنران صوبجات اسلامیہ اور اطراف وجوانب کے والیان ملک کو زیر کر کے انکی دولتوں اور حکومتوں کا نام صفحۂ ہستی سے محو کر کے دار الخلافت بغداد کو تاخت و تاراج کرنے کی غرض سے بڑھے اتنے میں خلیفہ مستنصر ۶۴۰ھ میں اپنی خلافت کا سولھواں سال پورا کر کے انتقال کر گیا

اسکا بیٹا عبداللہ سریر خلافت پر متمکن ہوا۔ وہ "المستعصم باللہ" کا لقب اختیار کیا۔ فقیہہ اور محدث تھا مویدالدین ابن علقمی رافضی اسکا وزیر تھا۔ اسکی ناقابلیت سے دار الخلافت بغداد میں شیعہ، اہل سنت وجماعت، حنابلہ اور کل اہل مذاہب میں آئے دن جھگڑے ہوتے رہتے تھے اوباشوں، جرائم پیشوں اور مفسدہ پردازوں میں جب دیکھو تب ایک نہ ایک فساد برپا رہتا تھا کوئی فتنہ وفساد مابین ملوک اور اراکین دولت ایسا نہیں ہوتا تھا جسمیں وہ لوگ حصہ نہ لیتے رہے ہوں۔ حکومت وسلطنت کا رعب دلوں سے اوٹھ گیا تھا۔ آمدنی بالکل مسدود ہو گئی تھی۔ خلیفہ مستعصم کی خود نہایت تنگی سے بسر ہورہی تھی افسران فوج کو تخفیف کر دیا تھا۔ باقی ماندہ کی تنخواہیں یوں ادا کیجاتی تھیں کہ کبھی کوئی چیز فروخت کر دی اور کبھی انکو کسی بازار کا محصول وصول کر لینے کو کہہ دیا۔ غرض امرا لشکر اور نیز خلافت مآب کی بدقت اوقات گزاری ہوتی تھی۔ اتفاق سے انہیں دنوں دار الخلافت بغداد میں آتش فساد مشتعل ہو گئی۔ شیعہ اور سنی باہم گتھ گئے۔ شیعوں کا مسکن غربی بغداد مقام کرخ میں تھا اور وزیر ابن علقمی اسی گروہ کا ایک ممبر تھا ان لوگوں نے اہل سنت وجماعت پر ظلم و تعدی کی، خلیفہ مستعصم نے اپنے بیٹے ابوبکر اور رکن الدین دوادار کو شیعوں کی سرکوبی کو روانہ کیا اور باغیان کرخ کے مکانات لوٹ لینے کا حکم دیا اس معاملہ میں خلافت مآب نے وزیر ابن علقمی کا کچھ لحاظ اور پاس نہ کیا ابن علقمی کو یہ امر ناگوار گزرا۔ موقع اور وقت کا انتظار کرنے لگا۔ آہستہ آہستہ بحکمت عملی لشکر کے بہت بڑے حصہ کو موقوف کر دیا اور خلافت مآب پر یہ ظاہر کیا کہ یہ فوجیں تاتاریوں کے مقابلہ پر بھیجی گئی ہیں۔ اور علاوہ اسکے دار الخلافت بغداد میں رہنے سے ادائیگی تنخواہ میں بھی دقت ہوتی ہے۔ ۶۵۲ھ میں ہلاکو بادشاہ تاتار نے عراق پر فوج کشی کی رے، اصفہان، اور ہمدان کو فتح کرتا ہوا قلعجات اسماعیلیہ پر دھاوا کیا ۶۵۵ھ میں قلعہ موت پر چڑھائی کی اثناء راہ میں ابن صلایا والی اربل کا خط ملا جسمیں ابن علقمی وزیر خلیفہ مستعصم کا خط بھی ملفوف تھا۔ ابن علقمی نے بذریعہ اس خط کے چنگیز خاں ہلاکو کو دار الخلافت

بغداد پر حملہ کرنے کی ترغیب دی تھی چنانچہ ہلاکو نے بلاد اسماعیلیہ سے مراجعت کر کے بغداد کا قصد کیا اور امرائے تاتاریہ کو ہر چہار طرف سے بغداد پر حملہ کرنے کی غرض سے بلا بھیجا۔ وہ لوگ بھی بطور مقدمۃ الجیش کے بلاد روم کی طرف سے آنے لگے۔ جس وقت بغداد کے قریب تاتاری لشکر پہونچا۔ ایک دوادار مقابلہ پر آیا پہلے حملہ میں تاتاری لشکر کو ہزیمت ہوئی۔ تاتاریوں نے دوبارہ حملہ کیا اس حملہ میں میدان جنگ تاتاریوں کے ہاتھ رہا عساکر اسلامیہ نے بغداد کیجانب معاودت کی مگر انکے آنے سے پیشتر تاتاریوں نے بغداد کا راستہ روک لیا تھا یا یہ کہ دجلہ کے باندھ ٹوٹ جانے سے بغداد کے اردگرد پانی پھیل گیا تھا جس سے لشکر اسلام بغداد میں داخل نہ ہوسکا تاتاریوں نے تعاقب کر کے جی کھول کے پامال کیا۔ دوادار مارا گیا۔ اور امراء جو اسکے ہمرکاب تھے وہ قید کر لئے گئے۔ ہلاکو نے بغداد میں پڑاؤ کر دیا وزیر ابن علقمی شہر سے نکل کے ہلاکو کے پاس آیا اپنی ذات خاص کی امن حاصل کی اور واپس جا کے خلافت مآب سے یہ ظاہر کیا کہ میں نے آپ کے لئے بھی امن حاصل کر لی ہے آپ ہلاکو کے پاس چلئے وہ آپ کو بدستور خلافت وحکومت پر قایم رکھے گا جیسا کہ بلاد روم میں بادشاہ روم کو قایم رکھا تھا۔ چنانچہ خلیفہ مستعصم مع فقہاء، قضاۃ اور اراکین دولت کے ہلاکو کے پاس گیا۔ ہلاکو نے ان لوگوں کو گرفتار کر کے اُسیوقت قتل کر ڈالا بعد ازاں خلیفہ مستعصم کو بوریا میں لپیٹ کر ہاتھی کے پاؤں میں باندھ دیا گھسٹ کر مر گیا ابن علقمی نے اسکی نعش کو پاؤں سے کچلا اس زعم سے کہ میں اہل بیت رسالت کے خون کا بدلہ لے رہا ہوں۔ یہ واقعہ ۶۵۶ھ کا ہے۔

بعد اسکے ہلاکو سوار ہو کے بغداد میں داخل ہوا عام خونریزی کا حکم دیدیا ایک مدت تک غارتگری اور قتل عام کا بازار گرم رہا۔ عورتیں اور لڑکے سروں پر قرآن لئے ہوئے گھروں سے واویلا وامصیبتاہ کا شور مچاتے ہوئے نکلے۔ جنکو لشکریوں نے بات کی بات میں صفحہ ہستی سے نیست ونابود کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس دن ہلاکو بغداد میں داخل ہوا تھا ایک کرور چھ لاکھ مسلمان مارے گئے تھے۔ تاتاریوں نے قصور (محلسراہائے) خلافت اور خزانوں پر

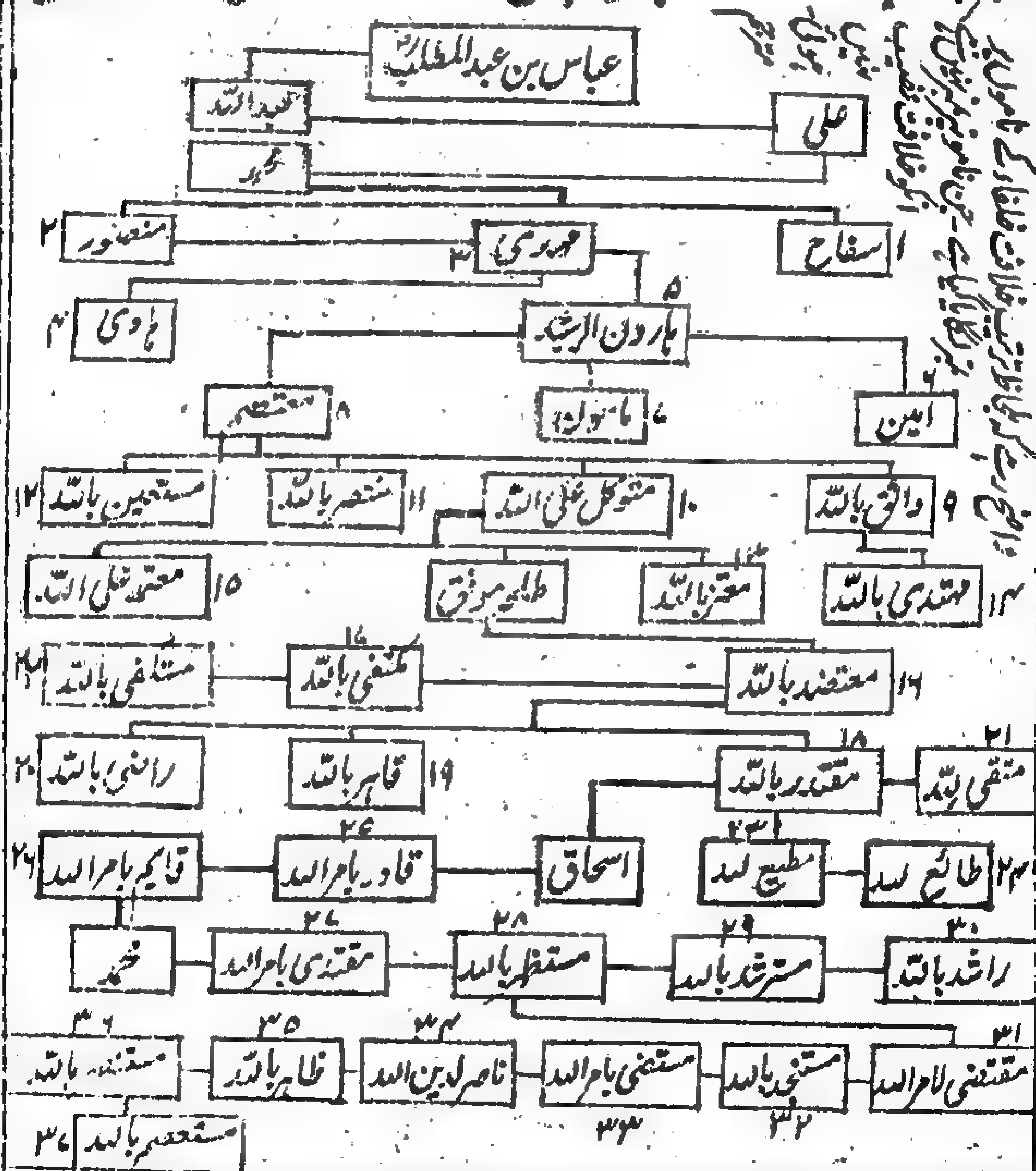
قبضہ کر لیا اسقدر مال واسباب لوٹا گیا کہ احاطہ تحریر اور شمار سے باہر ہے۔ علمی ذخایر جو شاہی کتب خانہ میں تھے دجلہ میں پھینک دیئے گئے یہ ایسی زیادتی ہوئی جو احاطہ تحریر میں نہیں آسکتا اگرچہ اور قوموں کا یہ زعم ہے کہ یہ اُسکی بعینہ نظیر ہے جو مسلمانوں نے شروع زمانہ فتوحات میں اہل فارس کے علوم اور کتابوں کے ساتھ کیا تھا۔ غرض اس عام خونریزی سے ہلاکو نے فارغ ہو کے شاہی محلسرایوں میں آگ لگا دینے کا قصد کیا لیکن اسکے ارکین دولت نے اس سے مخالفت کی۔

فتح اور پامالی بغداد کے بعد ہلاکو نے میا فارقین کے محاصرہ کو فوجیں روانہ کیں۔ دو برس کے محاصرہ کے بعد بزور تیغ مفتوح ہوا۔ اُس کے کل حامی اور مددگار مار ڈالے گئے ان دنوں بنی ایوب میں سے ملک ناصر الدین محمد بن شہاب الدین غازی بن الملک العادل ابوبکر بن ایوب اس شہر کا حاکم تھا۔ والی موصل اس خوفناک منظر کو دیکھ کے ڈر گیا۔ ہدایا اور تحایف ہلاکو کے دربار میں بھیجے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا چنانچہ ہلاکو نے اسکو بحال رکھا۔ مہم میا فارقین کے سر ہونے پر اربل کیطرف ہلاکو نے لشکر روانہ کیا اہل اربل نے قلعہ بندی کرلی چند ۔ سے محاصرہ کرکے تاتاری لشکر بے نیل مرام واپس آیا بعد اسکے والی اربل ابن صلایہ ہلاکو سے ملنے آیا ہلاکو اسکو قتل کرکے جزیرہ دیار بکر اور دیار ربیعہ پر مستولی اور قابض ہوگیا اسیطرح رفتہ رفتہ تھوڑے دنوں میں شام کی حکومتیں کمزور ہوگئیں اور ہلاکو نے موقع پا کے ہر چہار طرف سے اسپر فوج کشی کر دی۔ جیسا کہ آیندہ تم پڑھو گے۔

ہلاکو کی فتحیابی سے خلافت اسلامیہ کی حکومت جو دار الخلافت بغداد میں بنی عباس کے قبضہ اقتدار میں تھی منقرض اور معدوم ہوگئی پھر اس رسم قدیم کو ملوک ترک نے اون خلفاء کے ذریعہ سے دوسرے مقام پر قائم و زندہ کیا جنکو انہوں نے پہلے خلفاء کے اعقاب سے منصوب اور متمکن کیا تھا۔ جنکی ایک زمانہ تک حکومت مسلسل طور سے جاری رہی جیسا کہ ابھی ہم بیان کرنے والے ہیں۔

تعجب ہے کہ یعقوب بن اسحاق کندی فیلسوف عرب زمانہ ظہور ملت اسلامیہ عربیہ کے ضمن میں بیان کرتا ہے کہ عرب کی حکومت اچھ سو ساٹھ سال میں منقرض اور ناپدید ہوئی ہے حالانکہ دولت بنی عباس جس روز سے کہ سفاح کی خلافت کی بیعت ۱۳۲ھ میں ہوئی تھی زمانہ قتل مستعصم تک جو کہ ۶۵۶ھ میں وقوع پذیر ہوا ہے پانچسو چوبیس سال قائم رہی اور ان کے سینتیس خلیفوں نے بغداد میں خلافت کی واللہ وارث الارض ومن علیہا وھو خیر الوارثین۔

شجرہ نسب و اسماء خلفاء عباسیہ جنہوں نے بغداد میں خلافت کی



اخبار خلفاء عباسیہ جنہوں نے بعد انقراض خلافت بغداد مصر میں خلافت کی

جسوقت خلیفہ مستعصم تاتاریوں کے ظلم وستم کا شکار ہوگیا اور انہوں نے ممالک اسلامیہ پر قبضہ وتصرف حاصل کرلیا اُسوقت مسلمانوں کی جماعت متفرق ہوگئی شیرازہ خلافت درہم برہم ہوگیا۔ ممبران خاندان خلافت محلسرائے خلافت سے نکلکے اِدھر اُدھر نکل بھاگے انلوگوں میں سے جو سب سے بڑا تھا اُس نے مصر میں جاکے دم لیا وہ کون تھا؟ احمد بن خلیفہ ظاہر، شہید خلیفہ مستعصم کا چچا، مرحوم خلیفہ مستنصر کا بھائی، اسوقت مصر کی زمام حکومت الملک الظاہر کے قبضہ اقتدار میں تھی جو بعد بنی ایوب کے مصر وقاہرہ میں ترکوں کا تیسرا بادشاہ تھا۔ الملک الظاہر یہ خبر پاکے کہ خاندان خلافت کا ایک نامور ممبر احمد نامی حُسن اتفاق سے مصر آیا ہوا ہے سروقد تعظیم کرنے کو اُٹھ کھڑا ہوا۔ ارادتمندانہ ملا۔ تشریف آوری کی خوشی میں شہر کو چراغان کرایا۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۶۵۹ھ کا ہے۔

احمد کے مصر میں رونق افروز ہونے کے بعد الملک الظاہر نے قلعہ بیرس میں دربار عام کیا ارکین دولت رُوسا ملک وملت حسب مراتب حاضر ہوئے۔ قاضی القضاۃ تاج الدین بن بنت الاعز بھی موجود تھا۔ اسنے اُن عربوں کی شہادت سے احمد کا خاندان خلافت سے ہونا ثابت کیا جو اسکے ہمراہ آئے ہوئے تھے اگرچہ احمد کوئی غیر مشہور شخص نہ تھا تاہم ضابطہ کا تکملہ کیا گیا۔ پہلے الملک الظاہر نے احمد کی خلافت کی بیعت کی بعد ازاں حاضرین دربار یکے بعد دیگرے بیعت کرتے گئے کمال خوشی ومسرت سے احمد کو خلافت اسلامیہ کے فرائض منصبی ادا کرنے کو منصوب کیا اور المستنصر باللہ" کا مبارک لقب دیا۔ ممبروں پر اسکے نام کا خطبہ پڑھا گیا سکہ مسکوک ہوا اور گشتی شاہی فرمان الملک الظاہر کے ممالک مقبوضہ میں خلیفہ مستنصر کی بیعت لینے کا بھیجا گیا۔ بعد اسکے خلیفہ مستنصر نے زمام حکومت الملک الظاہر کے ہاتھ میں دی اور اپنی جانب سے ایک توقیع مشعر مضمون ہذا لکھہ کر عنایت فرمایا۔ اگلے دن سلطان الملک الظاہر نے شہر کے باہر نکلکے ایک کھلے میدان میں خیمہ

نصب کیا ارکین دولت، مشیران سلطنت اور روسا ملک و ملت حاضر ہوئے الملک الظاہر نے خلافت مآب کے توقیع کو پڑھا۔ لوگوں نے خوشی کے نعرے بلند کئے۔ سلطان الملک الظاہر نے بطیب خاطر اس جدید خلیفہ کے حکم سے زمام حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لی حسب مراتب لوگوں کے وظائف مقرر کئے جدید خلیفہ کے لئے ارباب مناصب اتابک، استاد دار شر بدار، حاجب، اور کاتب وغیرہ متعین فرمائے۔ ہر طبقہ کے آدمیوں کی تنخواہیں مقرر کیں خیمے، فروش، اور ہر طرح کے اسباب وسامان آسائش فراہم کئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ الملک الظاہر نے اس موقع پر ایک کرور دینار سُرخ صرف کئے تھے۔

چند دنوں بعد سلطان الملک الظاہر نے ممالک اسلامیہ کو کفار کے قبضہ سے نکالنے کی غرض سے بلاد عراق پر فوج کشی کرنے کا قصد کیا۔ خلیفہ مستنصر نے بنفس نفیس اس مہم پر جانے کی طیاری کی۔ اتنے میں صالح بن لولو والی موصل آپہونچا اسکو بھی تاتاریوں نے اسکے باپ کے مرنے کے بعد موصل سے نکال دیا تھا۔ الملک الظاہر نے اس سے بھی اس کا ملک واپس کرا دینے کا وعدہ کر لیا تھا۔ چنانچہ جدید خلیفہ معہ صالح کے ایک عظیم لشکر مرتب کر کے روانہ ہوا الملک الظاہر بھی مشایعت کی غرض سے شہر سے باہر آیا اور رفتہ رفتہ ان دونوں کے ہمراہ دمشق پہونچا۔ دمشق پہونچکے سلطان الملک الظاہر نے ان لوگوں کی بڑی آؤ بھگت کی اور اپنے امیروں میں سے دو امیر کو بغرض امداد انکے ساتھ روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ انکے ساتھ ساتھ فرات تک چلے جانا جسوقت یہ مہم فرات پر پہونچی خلیفہ مستنصر نے عبور کا قصد فرمایا اور صالح نے موصل کا رخ کیا تاتاریوں کو اسکی خبر لگ گئی۔ فوجیں مرتب کر کے جنگ کرنے کی غرض سے دریا کی موجوں کی طرح بڑھے دونوں گروہوں کا ایک مقام پر مڈبھیڑ ہوا۔ تاتاریوں نے اپنے پرزور حملوں سے خلیفہ مستنصر کے لشکر کو کمزور کر دیا۔ جواب دینے کا کیا ذکر ہے بھاگنے تک کی طاقت نہ رہی سب کے سب میدان جنگ ہی میں موت کی نیند سو گئے جدید خلیفہ بھی انہیں لوگوں کے ساتھ شہید ہو گیا۔

تاتاری لشکر اس مہم سے فارغ ہو کے موصل کی جانب بڑھا۔ سات مہینے تک صالح کا موصل میں محاصرہ کئے رہا بالآخر بزور تیغ مفتوح کر لیا اور قتل و غارتگری کرتا ہوا موصل میں گھس پڑا صالح غریب بھی انکے ہاتھوں شہید ہو گیا۔

خلیفہ مستنصر کی شہادت کے بعد الملک الظاہر کو مصر میں خاندان خلافت کے ایک دوسرے ممبر کی تلاش ہوئی جو منصب خلافت کے فرائض منصبی کے ادا کرنے کو منصوب کیا جاتا۔ آیندہ روند سے استفسار کر رہا تھا کہ دفعۃً بغداد سے ایک شخص مصر میں وارد ہوا جو اپنے کو راشد بن مسترشد کی طرف نسباً منسوب کرتا تھا۔

صاحب حماۃ اپنی تاریخ میں لنسابہ مصر سے روایت کرتا ہے کہ یہ شخص احمد بن حسن بن ابی بکر بن امیر ابو علی بن امیر حسن بن راشد تھا اور عباسیہ سلیمانیہ اسکا نسب یوں بیان کرتے ہیں کہ یہ احمد بیٹا ہے ابو بکر کا۔ ابو بکر بیٹا ہے علی کا، علی بیٹا ہے احمد کا اور احمد بیٹا ہے امام مسترشد کا۔ انتہی کلام صاحب حماۃ۔

اسکے آبا میں مابین اسکے اور خلیفہ راشد یا مسترشد کے کوئی شخص خلیفہ نہیں ہوا۔ الغرض الملک الظاہر نے اسکے ہاتھ پر خلافت اسلامیہ کی بیعت کی اور "الحاکم بامر اللہ" کا لقب دیا اسنے اپنی طرف سے امور خاصہ اور عامہ کی سفید و سیاہ کرنے کا الملک الظاہر کو اختیار عنایت کیا۔ ممبروں پر اسکے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ سکہ پر اسکا نام مسکوک کیا گیا۔ خلیفہ حاکم اسی حالت سے بیرس میں الملک الظاہر اور اسکے بیٹوں کے زمانہ حکومت میں رہا بعد اسکے صالح قلادن اور اسکے بیٹے اشرف کا دور حکومت آیا اور خلیفہ حاکم بدستور اسی حال سے بیرس میں ٹھہرا رہا پھر الملک الناصر محمد بن قلادن کا دور دورہ ہوا۔ اسکے زمانہ حکمرانی میں خلیفہ حاکم نے سنہ ۷۰۱ھ میں وفات پائی۔ بجائے اسکے اسکا بیٹا ابو الربیع سلیمان جانشین ہوا۔ "المستکفی باللہ" کا لقب اختیار کیا بدستور قدیم اسکے نام کا خطبہ ممبروں پر پڑھا گیا۔ سکہ مسکوک ہوا سنہ ۷۰۲ھ میں الملک الناصر محمد کے ساتھ دو بار تاتاریوں سے لڑنے کو

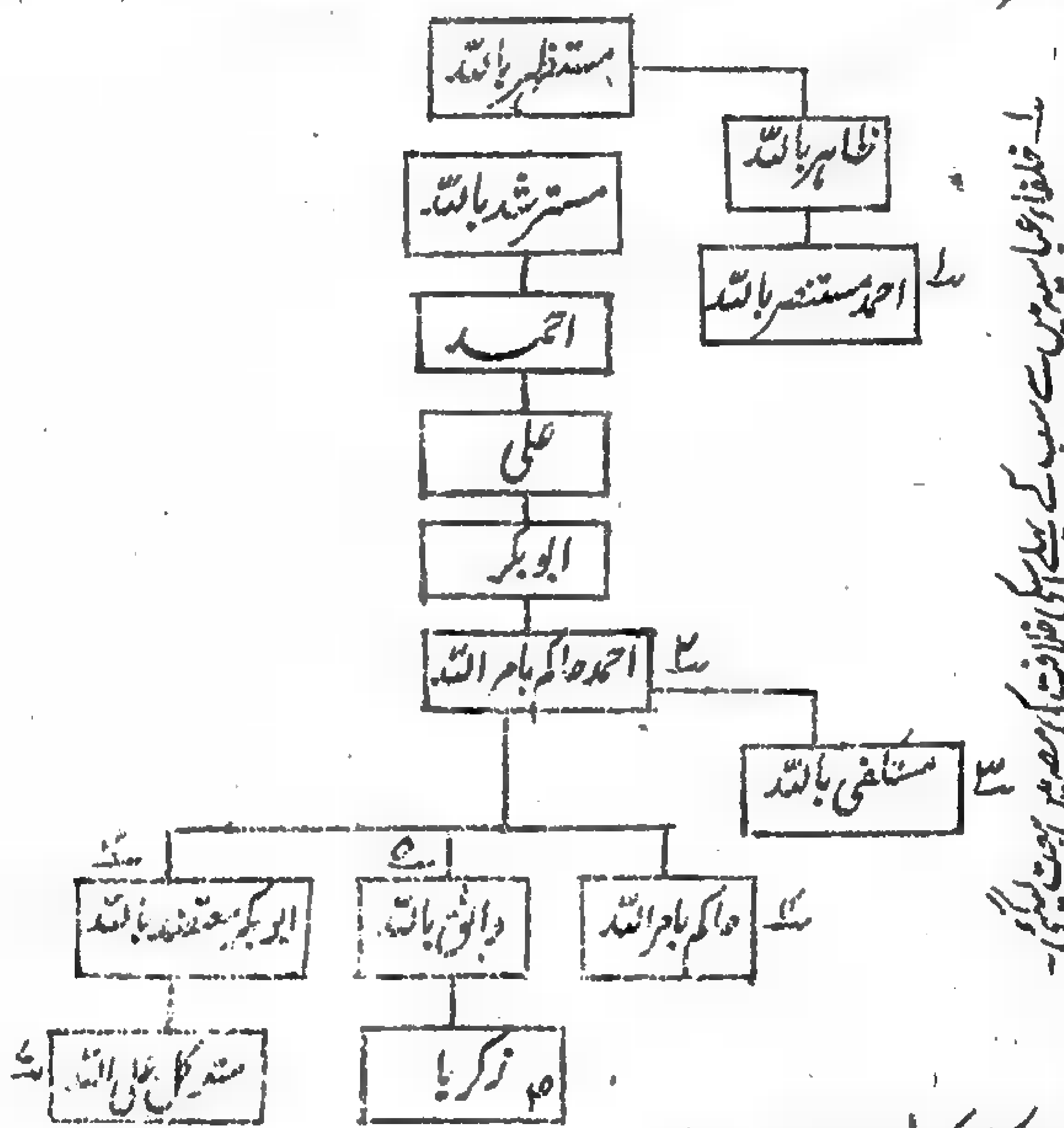
نکلا۔ سنہ ۷۳۶ھ میں سلطان الملک الناصر محمد کو خلیفہ مستکفی سے سوءظنی پیدا ہوئی گرفتار کرکے
قلعہ میں نظر بند کر دیا ایک برس تک کسی سے ملنے جلنے نہ دیا بعدہٗ مکان پر آنے اور لوگوں
سے ملنے جلنے کی اجازت دی بعد چندے پھر کشیدگی نے ترقی کی۔ اس مرتبہ الملک الناصر
نے خلیفہ مستکفی کو قوص کی طرف ۷۳۸ھ میں جلاوطن کر دیا۔ چنانچہ قوص ہی میں دو برس
بعد ۷۴۰ھ میں قبل وفات الملک الناصر مستکفی مر گیا۔ مستکفی نے خلافت سے پہلے اپنے
بیٹے احمد کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا پس بعد وفات مستکفی، احمد کی خلافت کی بیعت کی گئی۔
احمد نے بیعت خلافت لینے کے بعد "الحاکم بامر اللہ" کا لقب اختیار کیا۔ مگر سلطان الملک الناصر
نے اس ولیعہدی اور بیعت خلافت کو تسلیم نہ کیا معزول کرکے اسکے بھائی ابراہیم کو خلیفہ
بنایا اور "الواثق باللہ" کا لقب دیا۔ اس واقعہ کے تھوڑے ہی دنوں بعد الملک الناصر
کا انتقال ہو گیا لوگوں نے سلطان الملک الناصر کی اس تبدیلی کو غیر مستحسن تصور کرکے
واثق کو خلافت سے معزول کیا اور احمد کی خلافت کی پھر بیعت کی اور "الحاکم بامر اللہ" کے لقب
سے یاد کرنے لگے یہ واقعہ ۷۴۱ھ کا ہے پھر ۷۵۳ھ میں اسنے بھی وفات پائی تب اس کا
بھائی ابوبکر خلیفہ بنایا گیا اور "المعتضد باللہ" کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ دس برس
خلافت کرکے ۷۶۳ھ میں مر گیا۔ اسکا بیٹا محمد منصب خلافت پر منصوب کیا گیا اور "المتوکل
علی اللہ" کا لقب دیا گیا ۷۷۸ھ میں سلطان اشرف شعبان بن حسین بن الملک الناصر کے
ساتھ حج کرنے کو روانہ ہوا ترکوں نے بدعہدی کی بدامنی اور غارتگری کا دروازہ کھول دیا۔
بمجبوری سلطان اشرف مصر واپس آیا اُمراء ترک نے خلیفہ متوکل کو سلطنت اور نیز خلافت
کے بیعت کرنے کو طلب کیا خلیفہ متوکل نے انکاری جواب دیا۔ اس بناء پر ایبک نامی ایک
شخص نے امراء ترک سے جو اندنوں قاہرہ میں حکومت و سلطنت پر مستولی ہو رہا تھا سنہ ۷۷۹ھ
بوجہ اُس رنجش کے جو اسکے اور خلیفہ متوکل کے درمیان پیدا ہو گئی تھی خلیفہ متوکل کو معزول
کر دیا اور اسکے برادر عم زاد زکریا بن ابراہیم کو منصب خلافت پر متمکن کیا۔ زیادہ زمانہ گزرنے

نہ پایا تھا کہ اراکین دولت نے زکریا کو معزول کر کے خلیفہ متوکل کو دوبارہ منصب خلافت پر منصوب کیا تا آنکہ قرط ترکمانی کا واقعہ بغاوت پیش آیا۔ قرط ترکمانی مصری لشکر کا ایک سردار تھا مفسدین کی سازش سے قرط نے ۷۸۵ھ میں الملک الظاہر ابو سعید برقوق کے مقابلہ پر سر اوٹھایا لگائے بجھانے والوں نے سلطان الملک الظاہر سے یہ جڑ دیا کہ خلیفہ متوکل کی سازش سے قرط نے بغاوت اور سرکشی کی ہے الملک الظاہر نے مشتبہ ہو کے غریب خلیفہ متوکل کو قلعہ میں قید کر دیا اور بجائے اسکے عمر بن ابراہیم واثق کو منصب خلافت پر مامور کیا "الواثق باللہ" کا لقب دیا تقریباً تین برس زندہ رہ کر آخری ۷۸۸ھ میں واثق مر گیا۔ اسوقت سلطان الملک الظاہر نے اسکے بھائی زکریا کو سریر خلافت پر متمکن کیا جسکو ایک ترکی نے منصب خلافت پر نصب کیا تھا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ بعد اس کے ۷۹۱ھ میں بلبغا ناصری والی حلب نے خلیفہ متوکل کو قید کرنے کی وجہ سے سلطان الملک الظاہر کی مخالفت کی اور نہایت تیزی سے فوج کشی کی سلطان الملک الظاہر نے خلیفہ متوکل کو قید سے رہا کر کے بدستور سابق منصب خلافت پر متمکن کیا اور حد سے زیادہ عزت و احترام کیا۔ ان واقعات کے اثناء میں بہت سے واقعات پیش آئے ہیں جنکو ہم کامل طور سے اُن ترکوں کی حکومت کے ضمن میں بیان کرینگے جو مصر میں ان خلفاء کی رسم خلافت کے قایم کرنے والے تھے۔ بیشک اس مقام پر فقط انہیں حالات کے لکھنے پر ہم نے اکتفا کیا ہے جو خلافت کے متعلق تھے اُن اخبار کو جو دولت و سلطنت سے تعلق نہیں رکھتے تھے نظر انداز کر دیا ہے۔

یہ خلیفہ متوکل منصب خلافت پر رسم خلافت کے پورا کرنے، فرائض مذہبی کو بہ طبق شریعت انجام دینے، ممبروں پر تبرکاً انکے نام لئے جانے کو منصوب کیا گیا تھا جیسا کہ سلاطین ماضیہ اسکے عادی ہوگئے تھے اور بوجہ کمال ایمان اور فرط محبت بغرض ایفاء شروط امامت یہ رسم قدیم اد اکیجاتی تھی۔ ملوک ہند کیا جسقدر بلاد مختلفہ میں اسلامی سلاطین تھے وہ برابر انہیں خلفاء سے اور نیز اُن سے جو پیشتر گذر چکے تھے خطابات اور سندات حکومت حاصل کیا کرتے تھے بمعاملات

ملوک بنی قلاون وغیرہ کے ذریعہ و توسط سے جو مصر میں تھے پیش ہوا کرتے تھے اور وہ ان درخواستوں کو خلافت مآب کی خدمت میں پیش کر کے منظور کراتے تھے خلعت، سندِ حکومت اور خطاب وغیرہ انکو بھیجا کرتے تھے اور وہ لوگ ان لوگوں کی جو منصب خلافت کے قائم رکھنے والے تھے امداد و تائید کیا کرتے بمن اللہ و فضلہ۔

شجرہ انساب خلفاء عباسیہ جنہوں نے بعد خلافت بغداد، مصر میں خلافت کی



۵ اسکو ایبک اتابک نے منصب خلافت پر منسوب کیا تھا جو بعد چندے معزول کیا گیا اس وجہ سے اسپر نمبر نہیں لگایا گیا۔

حالات دولت علویہ جو دولت عباسیہ کی مزاحم اور معاصر تھی

دولت علویہ میں سے پہلے ہم ادارسہ کی حکومت کے حالات احاطہ تحریر میں لائینگے جو المغرب الاقصیٰ میں تھی۔ ہم اوپر شیعان اہل بیت علی بن ابیطالب اور نیز انکے دونوں صاحبزادوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات بیان کر آئے ہیں اور نیز ان واقعات کو ہم تحریر کر چکے جو ان نے شیعوں پر کوفہ میں گزرے حسن بن علی کی تسلیم امارت کے اسباب، کوفہ میں زیاد کے نظام حکومت کی درہمی کے علل اور اسکے بانیونکے مارے جانے کے تذکرے بھی (از انجملہ حجر بن عدی اور اسکے ساتھی تھے) ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ پھر انہیں شیعان اہل بیت نے بعد وفات معاویہ حسین بن علی کو کوفہ میں بلایا چنانچہ وہ تشریف لائے اور جو واقعہ انکی شہادت کا مقام کربلا میں پیش آیا وہ مشہور ہے بعدازاں شیعوں کو انکی امداد نکرنے اور خاموشی اختیار کرنے سے ندامت ہوئی۔ بعد وفات یزید اور بیعت مروان شیعوں نے رفع ندامت کی غرض سے خروج کیا عبید اللہ بن زیاد بھی کوفہ کی فوجوں کو آراستہ کرکے اس ہنگامہ کے فرد کرنے کو نکلا۔ شیعوں نے سلیمان بن صرد کو اپنا امیر بنا رکھا تھا اطراف شام میں عبید اللہ بن زیاد کے لشکر سے مقابلہ ہوا۔ ایک سخت اور خونریز جنگ کے بعد سب کے سب پائمال کر دئے گئے بعد اسکے مختار بن ابو عبید نے کوفہ میں باظہار مطالبہ خون حسین و اتباع محمد بن حنفیہ خروج کیا اس بنا پر کل شیعوں نے اسکا ساتھ دیا اور اپنے کو شرطۃ اللہ (یعنی اللہ کی پولیس) سے موسوم کیا عبید اللہ بن زیاد نے مختار پر دھاوا کیا مختار نے اسکو ہزیمت دیدی اور اثناء دار و گیر میں اسکو مار ڈالا۔ ان واقعات سے مختار کا دماغ پھر گیا۔ محمد بن حنفیہ کو اسکی خبر لگی۔ بیزاری کا خط لکھ بھیجا مختار انکی ہواخواہی چھوڑ کے عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ ہو گیا تب شیعوں نے زید بن علی بن حسین کو عہد حکومت ہشام بن عبد الملک میں بیعت خلافت کرنے کو کوفہ بلا بھیجا۔ یوسف بن عمر والی کوفہ نے انکو قتل کرکے صلیب پر چڑھا دیا۔ یحییٰ بن زید نے جرجان (مضافات خراسان) میں ملک حکومت کے خلاف خروج کیا انکے ساتھ بھی یہی معاملہ قتل و صلیب پر چڑھائے جانے کا

پیش آیا جو انکے باپ زید کے ساتھ پیش آیا تھا۔ غرض اہل بیت کی خونریزی کا سلسلہ ہر چہار طرف پھیلا ہوا تھا جسکو تم دولت امویہ اور عباسیہ کے عہد حکومت کے ضمن میں پڑھ آئے ہو پھر شیعوں میں اختلاف اور افتراق مذاہب دربارہ امامت وتعیین امام واقع ہوا اور ان لوگوں نے خوب خوب بادیہ پیمائی کی۔ بعض امامیہ اس امر کے قائل ہیں کہ بوجہ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ابن ابیطالب امام ہیں اور اسی بنا پر انکو وصی کے لقب دیتے ہیں اور شیخین (یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ) سے بیزاری اور تبرا کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے انکے زعم کے مطابق علی کو استحصال حق سے روکا تھا۔ انہیں امامیہ نے زید شہید سے جبکہ انکو فوج طلب کیا تھا اس بابت جھگڑا کیا تھا چونکہ جناب موصوف نے شیخین سے بیزاری ظاہر نہ کی اور نہ انسے تبرا کیا اسوجہ سے ان امامیہ نے انکی رفاقت ترک کر دی۔ پس بنابراین وہ رافضی کے نام سے موسوم ہوئے۔ انہیں میں سے ایک فرقہ زیدیہ کہلاتا ہے جو قائل امامت بنی فاطمہ ہے یہ فرقہ علی اور انکے بیٹوں کو کل صحابہ پر بحیثیت بشرط تفضیل دیتا ہے شیخین کی امامت اسکے نزدیک صحیح ہے باوجودیکہ علی کو سب سے افضل جانتا ہے۔ یہ مذہب زید شہید اور انکے متبعین کا ہے یہ فرقہ انحراف اور غلو سے بہت دور اور جادۂ اعتدال سے بہ نسبت اور شیعوں کے بعید قریب ہے انہیں میں سے ایک فرقہ کیسانیہ ہے منسوب بہ کیسان۔ اس فرقہ کا یہ اعتقاد ہے کہ بعد حسن وحسین کے محمد حنفیہ اور انکے لڑکے امام برحق ہوئے اسی فرقہ سے ایک دوسری شاخ شیعان بنی عباس کی نکلتی ہے۔ جو اس امر کے قائل ہیں کہ بوصیت ابو ہاشم بن محمد بن حنفیہ امامت محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کیطرف منتقل ہو آئی۔ غرض مذہب شیعہ میں باہم بہت سے اختلافات پیدا ہوئے اور طرح طرح کے مذاہب نکلے اور بلحاظ اختلاف اعتقادیات و مذاہب جداگانہ ناموں سے موسوم ہوئے۔ کیسانیہ جو بنی حنفیہ کے گروہ سے تھے وہ اکثر عراق اور خراسان میں رہے۔ جسوقت بنی امیہ کی حکومت میں اختلال اور اضمحلال پیدا ہوا اسوقت اہل بیت نے مدینہ میں مجتمع ہو کے محمد بن عبداللہ بن حسن مثنی

بن حسن بن علی کی خلافت کی پوشیدہ طور سے بیعت کی اور سبھوں نے انکو اپنا خلیفہ اور سردار تسلیم کیا۔ اس جلسہ میں ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب یعنی المنصور بھی شریک تھا اور اہل بیت کے ساتھ اسنے بھی محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ کی بیعت کی تھی بعد ازاں ان لوگوں نے اسوجہ سے کہ اسمیں دانائی اور تدبیر کا مادہ زیادہ تھا اسکو اپنا پیشوا بنایا۔ اسیوجہ سے امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ نے جسوقت ابوجعفر عبداللہ نے حجاز سے خروج کیا تھا مخالفت کی تھی محمد بن عبداللہ کی امامت کو ابوجعفر عبداللہ کی امامت سے زیادہ صحیح اور قابل استناد بتلایا تھا کیونکہ اسکے پیشتر محمد بن عبداللہ کی بیعت منعقد ہو گئی تھی اگرچہ شیعہ کے نزدیک بوصیت زید بن علی بچپر حکومت اسکی طرف منتقل ہوآئی تھی مگر امام مالک و امام ابوحنیفہ انہیں ہی کی فضیلت کے قائل رہے اور انہیں کے استحقاق کو مرجح سمجھتے رہے۔ گواسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسیوجہ عہد حکومت ابوجعفر منصور میں انکو طرح طرح کے مصائب اوٹھانے پڑے۔ امام مالک کو طلاق مکرہ و مجبور کے فتویٰ پر پٹوایا اور امام ابوحنیفہ کو عہدہ قضا نہ قبول کرنے پر جیل میں ڈالدیا۔

جسوقت دولت وحکومت نے بنی امیہ سے منھ پھیر لیا اور بنی عباسیہ کا دور حکومت آگیا اور سریر خلافت پر ابوجعفر منصور جلوہ افروز ہوا اُسوقت لوگوں نے اس سے بنی حسن بن علی بن ابیطالب کی بابت یہ جڑ دیا کہ محمد بن عبداللہ علم مخالفت بلند کرنے والا ہے۔ اور اسکے دعاۃ (ایلچی) خراسان میں پھیل گئے ہیں۔ اسی بنا پر منصور نے بنی حسن اور اسکے بھائیوں کو گرفتار کر لیا۔ چنانچہ حسن، ابراہیم، جعفر، قایم، موسیٰ بن عبداللہ، سلیمان و عبداللہ پسران داؤد اور محمد و اسمٰعیل و اسحاق پسران ابراہیم بن حسن کو معہ پینتالیس معززین اہل بیت کے گرفتار کرکے کوفہ کے باہر قصر ابن ہبیرہ میں قید کر دیا۔ اسی قید کی حالت میں رفتہ رفتہ یہ سب قید حیات سے سبکدوش ہو گئے ان لوگوں کی گرفتاری کے بعد محمد بن عبداللہ کی جستجو ہونے لگی۔ محمد بن عبداللہ نے یہ خبر پاکے ۱۴۵ھ میں مدینہ سے خروج کیا اور اپنے بھائی

ابراہیم کو بصرہ کی طرف بھیجا چنانچہ ابراہیم نے بصرہ، اہواز اور فارس پر قبضہ کرلیا۔ حسن بن معاویہ کو مکہ روانہ کیا حسن نے بھی مکہ پر قبضہ کرلیا اور ایک عامل کو یمن روانہ کیا۔ غرض اپنی خلافت کی علانیہ دعوت دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ممبر پر چڑھ کے خطبہ پڑھا اور اپنے کو "مہدی" کے لقب سے ملقب کیا لوگ اسکو "النفس الزکیہ" کے خطاب سے مخاطب کرتے تھے۔ اسنے رباح بن عثمان مری عامل مدینہ کو گرفتار کرکے جیل میں ڈالدیا تھا۔ ابوجعفر منصور کو اسکی خبر ہوئی مہدی کی بڑھتی ہوئی قوت سے خطرہ پیدا ہوا۔ روک تھام کی غرض سے ایک خط لکھ بھیجا جو کتب تواریخ میں مرقوم اور مورخین کے نزدیک مشہور ہے منصور نے اس خط میں بعد بسم اللہ کے تحریر کیا تھا۔

من عبد اللہ امیر المومنین الی محمد بن عبد اللہ اما بعد فانما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیہم وارجلہم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لہم خزی فی الدنیا ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم۔ الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیہم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم وان لک ذمۃ اللہ وعہدہ ومیثاقہ ان تبت من قبل ان نقدر علیک ان نؤمنک علی نفسک وولدک واخوتک ومن تابعک وجمیع شیعتک

از طرف امیر المومنین عبداللہ بخدمت محمد بن عبداللہ امابعد بیشک ان لوگوں کی یہی سزا ہے جو اللہ اور اسکے رسول سے لڑتے ہیں اور دنیا میں فساد برپا کرتے رہتے ہیں کہ وہ مار ڈالے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ہاتھ اور پاؤں انکے الٹے جانب سے کاٹے جائیں یا ملک سے نکالدیے جائیں یہ تو انکی رسوائی دنیا کی ہے اور آخرت میں انکے لئے بڑی مار ہے۔ مگر جنہوں نے توبہ کی ہو اس سے پہلے کہ وہ تمہارے ہاتھ پڑجائیں پس جان لو کہ اللہ غفور و رحیم ہے میرے اور تمہارے درمیان اللہ کا عہد و میثاق اور واسطہ ہے کہ اگر تم نے توبہ کرلی اس سے پیشتر کہ تم ہم تک لوٹائے جاؤ تو ہم تمکو اور تمہارے

وان اعطيك الف الف درهم وانزلك من البلاد حيث شئت واقضي لك ما شئت من الحاجات وان اطلق من سجن من اهل بيتك وشيعتك وانصارك ثم لا اتبع احداً منكم بمكروه وان شئت ان تتوثق لنفسك فوجه الي من ياخذ لك من الميثاق والعهد والامان ما احببت والسلام من عبد الله۔

لڑکونکو اور تمہارے بھائیوں کو اور تمہارے تابعدارونکو اور تمہارے کل گروہ والونکو امان دیتے ہیں اور تمکو ایک لاکھ درہم دیتے ہیں اور جہاں تمکو پسند ہو وہیں تمکو ٹھہرائینگے اور جس قسم کی تمہاری ضرورتیں ہوں سب کو ہم پوری کرینگے اور قید کی مصیبت سے تمہارے خاندان والوں اور گروہ والوں اور مددگاروں کو رہا کرینگے اور بعد اسکے پھر کسی قسم کی برائی نکرینگے اور اگر تم اسکا اپنا ذاتی اطمینان کرنا چاہتے ہو تو ہمارے پاس ایسے شخص کو بھیجدو جو تمہارے لئے عہد و اقرار اور امان جیسا تم چاہتے ہو ہم سے لیلے والسلام

محمد بن عبداللہ نے جواباً تحریر کیا جسمیں بعد بسم اللہ کے یہ عبارت تحریر کی تھی۔

من عبد الله محمد المهدي امير المؤمنين ابن عبد الله محمد اما بعد طسم تلك ايات الكتاب المبين نتلو عليك من نبأ موسى وفرعون بالحق لقوم يؤمنون ان فرعون علا في الارض وجعل اهلها شيعاً يستضعف طائفة منهم يذبح ابناءهم ويستحي نساءهم انه كان من المفسدين ونريد ان نمن على الذين استضعفوا

از طرف بندہ اللہ محمد مہدی امیر المومنین ابن عبد اللہ محمد ۔ اما بعد طسم ۔ یہ آیتہ کتاب روشن کی ہیں ۔ ہم تجھکو موسیٰ اور فرعون کا کچھ احوال سچائی کے ساتھ سناتے ہیں کہ ایمان والونکو یقین کا باعث ہو بیشک فرعون دنیا میں بہت بڑھ چڑھ رہا تھا اور وہاں کے لوگونکو کئی جتھے کر رکھا تھا انمیں سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا انکے لڑکونکو مار ڈالتا تھا اور عورتونکو زندہ رکھتا تھا بیشک وہ (فرعون) مفسدین سے تھا

في الارض ونجعلهم الوارثين و
نمكن لهم في الارض ونرى
فرعون وهامان وجنودهما
منهم ما كانوا يحذرون
وانا اعرض عليك من الامان
مثل الذي اعطيتني فقد تعلم
ان الحق حقنا وانما ادعيتم هذا
الامر بنا ونهضتم فيه بسعينا و
حزتموه بفضلنا وان عليا عليه
السلام كان الوصي والامام فكيف
ورثتموه دوننا ونحن احياء وقد
علمتم انه ليس احد من بني
هاشم يشد بمثل فضلنا و
لا يفخر بمثل قديمنا وحديثنا
ونسبنا ونسيبنا وانا بنو بنته
فاطمه في الاسلام من بينكم
فانا اوسط بني هاشم نسبا
وخيرهم اما وابا لم تلدني
العجم ولم تعرق في امهات
الاولاد وان الله عز وجل
لم يزل يختار لنا فولدني

اور ہم چاہتے کہ ملک میں جو کمزور تھے ان پر احسان
کریں اور انہیں کو سردار بنائیں اور انہیں کو
قایم مقام کریں اور انکی حکومت ہم ملک میں قایم
کردیں اور فرعون وہامان اور اس کے لشکر
کو ہم دکھاویں جس چیز کا وہ اندیشہ کرتے
تھے اور میں تمہارے روبرو ویسا ہی امان
پیش کرتا ہوں جیسا کہ تم نے ہکو دیا ہے بیشک تم
یہ جانتے ہو کہ یہ حق ہمارا حق ہے اور ہمارے
ہی وسیلے سے تم نے اسکا دعوی کیا اور ہماری
ہی کوشش سے تم اوٹھے اور ہماری بدولت
تم کامیاب ہوئے اور بیشک علی علیہ السلام
وصی اور امام تھے پس ہمارے ہوتے ہوئے تم
انکے کیسے وارث ہوئے بلاشبہہ تم جانتے ہو کہ
کوئی شخص بنی ہاشم میں سے ہمارے فضل کا
دعوی نہیں کرسکتا اور نہ ہمارے قدیم اور جدید
اور نسب اور نسیب کیطرح فخر کرسکتا ہے اور ہم
اسلام میں نبی صلعم بیٹی فاطمہ کی اولاد ہیں پس
ہم بلحاظ نسب اوسط بنی ہاشم ہیں اور باعتبار
باپ اور ماں کے اچھے ہیں نہ تو عجم کا میل میرے
نسب میں ہے اور نہ لونڈیوں کا اور بیشک اللہ
عزوجل ہمکو ممتاز بناتا چلا آتا ہے۔ پس میں پیدا

من النبيين افضلهم محمد صلى الله عليه
وسلم ومن اصحابه اقدمهم اسلاماً
واوسعهم علماً واكثرهم جهاداً علي
بن ابي طالب ومن نسائه افضلهن
خديجة بنت خويلد اول من آمن
بالله وصلى الى القبلة ومن بناته
افضلهن وسيدة نساء اهل
الجنة ومن المتولدين في الاسلام
سيدا شباب اهل الجنة - ثم قد
علمت ان هاشماً ولد علياً مرتين
من قبل جدي الحسن والحسين فما زال
الله يختار لي حتى اختار لي في معنى النار
قولك لي ارفع الناس درجة في الجنة
واهون اهل النار عذاباً يوم
القيامة فانا ابن خير الاخيار
وابن خير الاشرار وابن خير
اهل الجنة وابن خير اهل النار
ولك عهد الله ان دخلت في
بيعتي ان اومنك على نفسك و
ولدك وكل ما اصبته الا حداً
من حدود الله وحقاً لمسلم

ہوا ہوں اس سے جو نبیوں میں سب سے
افضل تھے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور
انکے اصحاب میں بلحاظ اسلام قدیم اور باعتبار
علم وسیع اور کثیر الجہاد تھے یعنی علی بن ابیطالب
اور عورتوں میں جو فضلترین تھیں خدیجہ بنت
خویلد جو سب سے پہلے ایمان لائیں اور قبلہ کی
طرف نماز پڑھی اور آپکی لڑکیوں میں سے جو
سب سے افضل اور جنتی عورتوں کے سیدہ
تھیں ان سے میں پیدا ہوا ہوں اور فرزندان
اسلام میں سے جو سردار جوانان جنت ہیں ان
سے میں پیدا ہوا ہوں - بیشک تم جانتے ہو کہ
بلحاظ میرے اجداد حسن وحسین کے علی کا ہاشم
سے دوہرا تعلق ہے پس برابر اللہ تعالیٰ مجھے
ممتاز کراتا آتا ہے تاآنکہ دوزخیوں میں بھی ممتاز
رہا پس میں بیٹا ہوں اسکا جسکا جنت میں بڑا
درجہ ہوگا اور بیٹا ہوں اسکا جسپر قیامت میں
بہ نسبت اور دوزخیوں کے عذاب کم ہوگا چنانچہ
میں خیر الاخیار اور خیر الاشرار اور بہترین اہل
جنت اور بہترین اہل نار کا بیٹا ہوں اور اللہ
درمیان میں ہے اگر تم میری بیعت قبول کرلو
تو میں تمکو اور تمہارے لڑکوں کو امان دیتا ہوں

او معاهد فقد علمت
ما يلزمك في ذلك فانا
اوفى بالعهد منك و
احرى بقبول الامان
فاما امانك الذي
عرضت علي فهو اي الامان
هي الامان ابن هبيرة ام
امان عمك عبد الله بن
علي ام امان ابي مسلم
والسلام -

منصور نے جواب میں یہ عبارت تحریر کی -

بسم الله الرحمن الرحيم - من عبد الله
امير المومنين الى محمد بن عبد الله
فقد اتاني كتابك وبلغني كلامك
فاذا جل فخرك بالنساء لتضل
به الجفاة والغوغاء ولم يجعل
الله النساء كالعمومة ولا الآباء
كالعصبة والاولياء وقد جعل
الله العم ابا وبدا به على الولد
فقال جل ثناءه عن نبيه عليه السلام
واتبعت ابائي ابراهيم واسمعيل

اور جو کچھ کر چکے ہو اس سے درگزر کرتا ہوں
مگر کسی حد کا حدود اللہ سے یا کسی مسلمان
کے حق یا معاہدہ کا ذمہ دار نہونگا تم خود
جانتے ہو کہ اس سے تمپر کیا لازم آتا ہے میں
تم سے زیادہ اقرار کا پورا کرنیوالا ہوں اور
میرا امان تمہارے امان سے قبول کرنے کے
لایق زیادہ ہے - اور تم جو امان مجھے دیتے
ہو تو یہ کونسی امان ہے - آیا امان ابن ہبیرہ
والا یا امان تمہارے چچا عبد اللہ بن علی والا
ہے یا امان ابو مسلم والا ہے - والسلام -

بسم اللہ الرحمن الرحیم - ازجانب عبد اللہ
امیر المومنین بطرف محمد بن عبد اللہ - تمہارا خط
مجھے ملا تمہارا پیام مجھے پہونچا - تمہارا بہت بڑا فخر
عورتوں پر ہے اس سے عوام اور بازاری ہوکر
میں پڑتے ہیں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چچاؤں
اور باپوں اور عصبا اور ولیوں کی طرح نہیں
بنایا اور بلاشک اللہ نے چچا کو باپ کا قائم مقام
بنایا ہے اور لڑکے کو اسی سے شروع کیا ہے
اللہ جل ثناؤہ اپنے نبی علیہ السلام کی زبان
سے ارشاد فرماتا ہے اور اتباع کی میں نے

واسحاق ويعقوب ولقد علمت
ان الله تبارك وتعالى بعث محمدا
صلى الله عليه وسلم وعمومته
اربعة فاجابه اثنان احدهما ابى
وكفر به اثنان احدهما ابوك واما ما
ذكرت من النساء وقرابتهن فلو
اعطى على قرب الانساب وحق الاحساب
لكان الخير كله لامنة بنت وهب
ولكن الله يختار لدينه من يشاء
من خلقه واما ما ذكرت من فاطمة
ام ابى طالب فان الله لم يهد
احدا من ولدها الى الاسلام ولو
فعل لكان عبد الله بن عبد المطلب
اولاهم بكل خير فى الاخرة
والاولى واسعدهم
بدخول الجنة غدا ولكن
الله ابى ذلك فقال انك
لا تهدى من احببت و
لكن الله يهدى من يشاء۔ واما
ما ذكرت من فاطمة
بنت اسد ام على بن

اپنے آباء ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور
یعقوب کی۔ تمکو خوب معلوم ہے کہ اللہ تبارک
و تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا
اسوقت انکے چار چچا زندہ تھے دو نے اسلام
قبول کیا ایک انمیں سے میرا باپ تھا اور دو
نے انکار کیا ایک انمیں سے تمہارا باپ تھا اور
جو تم نے عورتوں اور انکی قرابتوں کا ذکر کیا ہے تو
اسکا یہ حال ہے کہ اگر نسب وحسب کے قرب
وحق کا خیال کیا جاتا تو کل خیر امنہ بنت وہب
کو دیا جاتا لیکن اللہ اپنے دین کیلئے اپنے
مخلوقات سے جسکو چاہتا ہے اختیار کر لیتا ہے۔
اور جو تمنے فاطمہ مادر ابیطالب کا ذکر کیا ہے تو
اسکا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکے لڑکوں
میں سے کسیکو اسلام نصیب نہیں کیا۔ اور اگر
کسیکو اسلام کی ہدایت کرتا تو عبد اللہ بن عبد المطلب
آخرت و دنیا کی کل بھلائیوں کیلئے زیادہ ہوزوں
اور بروز قیامت جنت میں داخل ہونیکے بہت
مستحق تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو منظور نہ کیا
پس ارشاد کیا بیشک تو جسکو دوست رکھتا ہے
اسکو ہدایت نہیں کر سکتا لیکن اللہ جسکو چاہتا
ہے ہدایت کرتا ہے۔ اور جو تمنے فاطمہ بنت اسد

ابی طالب وفاطمة ام الحسین وان هاشما
ولد علیا مرتین وان عبد المطلب ولد الحسن
مرتین فخر الاولین رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لم یلدہ ھاشم الا مرة واحدة و
اما ما ذکرت من انک ابن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فان اللہ عزوجل
قد ابی ذلک فقال ما کان محمد
ابا احد من رجالکم ولکن
رسول اللہ وخاتم النبیین وانکم
قرابة ابنته وانها القرابة
غیر انها امرأة لا تحوز المیراث
ولا تجوز ان تؤم فکیف تورث
الامامة من قبلها ولقد طلب بها
ابوک من کل وجه واخرجها
تخاصم ومرضها سرا ودفنها
لیلا وابی الناس الا تقدیم
الشیخین ولقد حضر ابوک وفاة
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فامر بالصلوة
غیرہ ثم اخذ الناس
رجلا رجلا فلم

مادر علی زہرا بنت اسد بن ہاشم اور فاطمہ مادر حسین کا ذکر
کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ علی مادری اور
پدری دونوں جانب سے ہاشمی ہیں اور حسن کا
عبدالمطلب سے مادری اور پدری تعلق ہے
اسکا یہ جواب ہے کہ فخر الاولین رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاشم سے ایک ہی واسطہ
قرابت ہے اور عبدالمطلب سے بھی قرابت کا
ایک ہی واسطہ ہے۔ اور جو تم نے یہ تحریر کیا
ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
بیٹا ہوں اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
اس سے انکار کیا ہے ارشاد فرمایا ہے محمد تم
میں سے کسی کے باپ نہ تھے اور لیکن وہ رسول اللہ
اور خاتم النبیین تھے۔ ہاں تم آپکی لڑکی کے ذریعہ
سے آپکے قرابت دار ہو اور یہ قرابت قریبہ ہے مگر
چونکہ عورت کے ذریعہ سے ہے اسلئے نہ تو وہ
میراث کی مستحق ہے اور نہ امامت کر سکتی ہے
پس تم کیسے اسکے ذریعہ سے امامت کے وارث
ہو سکتے ہو تمہارے باپ نے ہر طرح سے اسکی
کوشش کی اسکے لئے لڑے جھگڑے اور در
پردہ اس مرض کو پال رکھا مگر لوگوں نے
شیخین (ابوبکر و عمر) ہی کو امام بنایا۔ تمہارے

يأخذ وا اباك فيهم ثم
كان في اصحاب الشورى
فكل دفعه عنها بايع
عبد الرحمن عثمان
وقبلها عثمان وحارب
اباك طلحة والزبير ودعا
سعد الى بيعته فاغلق
بابه دونه ثم بايع معاويه
بعده وافضى امر جدك
الى ابيك الحسن فسلمه
الى معاوية بخرق ودراهم
واسلم في يديه شيعته
وخرج الى المدينة فدفع
الامر الى غير اهله واخذ
ماله من غير حله فان
كان لكم فيها شيئ فقد
بعتموه فاما قولك ان
الله اختار لك في الكفر
فجعل اباك اهون اهل
النار عذابا فليس في الشر
خيار ولا من عذاب الله هين

باپ بوقت وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ
موجود تھے مگر آنحضرت صلعم نے دوسرے شخص
کو نماز پڑھانیکا حکم دیا بعدازاں لوگ یکے بعد دیگرے
دوسرے شخص کو منتخب کرتے گئے لیکن تمہارے
باپ کو نہ منتخب کیا پھر تمہارے باپ اصحاب شوریٰ
میں بھی شامل ہوئے ہر مرتبہ انتخاب سے نکالے
گئے۔ عبدالرحمن نے عثمان کی خلافت کی بیعت
کی اور عثمان نے اسکو قبول کرلیا۔ تمہارا باپ
طلحہ و زبیر سے لڑا اور سعد کو اپنی بیعت کرنے کو
بلایا۔ سعد نے دروازہ بند کرلیا بعدہ معاویہ
کی بیعت کرلی رفتہ رفتہ تمہارے دادا کی یہ کوشش
تمہارے باپ حسن تک پہونچی انہوں نے ٹھکری
اور روپیہ کے بدلے حکومت معاویہ کو دیدی
اپنے ہواخواہوں کو معاویہ کے حوالہ کرکے آپ مدینہ
چلے آئے حکومت کو ایک نااہل کو دیدیا لااور
غیر حلال مال لیلیا۔ پس اگر کوئی حق تمہارا اس میں
تھا تو اسکو تم نے فروخت کرڈالا تمہارا یہ کہنا کہ
اللہ تعالیٰ نے کفر میں بھی ممتاز بنایا ہے اور
ہمارے باپ کو بہ نسبت اور اہل نار کے کم عذاب
میں رکھا ہے تو اصل یہ ہے کہ برائی میں بھلائی
نہیں ہوتی اور نہ اللہ کے عذاب میں کوئی کمی

ولا ينبغي لمسلم يؤمن بالله
واليوم الآخر ان يفتخر
بالنار سترد فتعلم و
سيعلم الذين ظلموا
اي منقلب ينقلبون
واما قولك لم تلدك العجم
ولم تعرف فيك امهات
الاولاد انك اوسط بني هاشم
نسباً وخيرهم اماً واباً
فقد رأيتك فخرت
على بني هاشم طراً و
قدمت نفسك على من هو
خير منك اولاً وآخراً
واصلاً وفضلاً فخرت
على ابراهيم رسول الله
صلى الله عليه وسلم فانظر
ويحك اين تكون من الله
غداً وما ولد فيكم مولود
بعد وفاة رسول الله صلى الله
عليه وسلم افضل من علي بن الحسين
وهو لام ولد ولقد كان خيراً من

ہوتی۔ کسی مسلمان کو جو اللہ پر اور روز قیامت
پر ایمان رکھتا ہو دوزخی ہونے پر فخر نہ کرنا
چاہیے اور تم تو عنقریب اوس میں جاؤ گے اور
جان لوگے اور جنہوں نے ظلم کیا ہے وہ عنقریب
جان جائینگے کہ کس کروٹ اولٹے پلٹے جائینگے
اور تمہارا یہ کہنا کہ تم میں نہ تو کسی عجمی کا میل
جول ہے اور نہ تم کنیزک زادہ ہو اور یہ کہ تم بنی
ہاشم میں باعتبار نسب اور بلحاظ مادر و پدر
کے سب سے بہتر ہو میں دیکھتا ہوں کہ تم نے
کل بنی ہاشم سے اپنے کو بڑھا دیا اور تم نے
اپنے آپ کو اس سے بھی بڑھا دیا جو تم سے
اولاً، آخراً، اصلاً اور فضلاً بہتر ہے تم نے
ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
بھی اپنے کو افضل بنا دیا۔ ذرا سوچو تو سہی
لعنت ہو تم پر کل تمہاری کیا حالت ہو گی۔ بعد
وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں
کوئی شخص علی بن حسین سے افضل و بہتر
نہیں پیدا ہوا اور وہ کنیزک کے بیٹے تھے اور
بیشک وہ تمہارے دادا حسن بن حسن سے
بہتر تھے بعدہ انکے بیٹے محمد تمہارے باپ سے
افضل ہیں اور انکی دادی کنیزک تھیں۔

جدك حسن بن حسن ثم ابنه محمد
خير من أبيك وجدته ام ولد
ثم ابنه جعفر وهو خير ولقد
علمت ان جدك عليا حكم الحكمين
واعطاهما عهده وميثاقه على الرضا
بما حكما به فاجمعا على خلعه ثم
خرج عمك الحسين بن علي على ابن
مرجانة فكان الناس الذين معه
عليه حتى قتلوه ثم اتوا بكم على
الاقتاب كالسبي المجلوب الى الشام
ثم خرج منكم غير واحد فقتلكم
بنو امية وحرقوكم بالنار وصلبوكم
على جذوع النخل حتى خرجنا عليهم
فادركنا بسيركم اذ لم تدركوه و
رفعنا اقداركم واورثناكم
ارضهم وديارهم بعد ان كانوا
يلعنون اباك في ادبار كل صلوة
مكتوبة كما يلعن الكفرة فسفهنا
هم وكفرناهم وبينا فضله واشدنا
بذكره فاتخذت ذلك علينا حجة
وظننت انا بما ذكرنا من فضل

بعدازاں انکے لڑکے جعفر ہوئے اور وہ
بھی افضل ہیں تمکو معلوم ہوگا کہ تمہارے
دادا علی نے دو حکم مقرر کیے تھے اور اپنی
رضامندی سے یہ اقرار کیا تھا کہ جو کچھ وہ
فیصلہ کرینگے ہم اسکو تسلیم کرینگے پس ان
دونوں حکموں نے انکی معزولی پر اتفاق کرلیا
بعد اسکے تمہارے چچا حسین بن علی نے ابن
مرجانہ پر خروج کیا۔ اتفاق یہ کہ جو لوگ انکے
ہمراہ تھے وہی مخالف بن گئے یہانتک کہ
انکو قتل کرڈالا۔ اور تم لوگونکو تجارتی لونڈی
غلاموں کیطرح اونٹوں پر سوار کرکے شام لیگئے
بعدازاں اکثر لوگوں نے تم میں سے خروج کیا
اور بنو امیہ نے انکو مارڈالا آگ میں جلادیا
اور سولی دیدی تاآنکہ ہم لوگوں نے اون پر
خروج کیا پس ہمنے انکو دبالیا جبکہ تم انکو نہ دبا سکے
اور ہمنے تمہاری قدر بڑھائی اور ہمنے تمکو انکے
ملک اور زمین کا وارث بنایا اس سے
بیشتر وہ لوگ تمہارے باپ پر ہر نماز فریضہ
کے بعد لعن کیا کرتے تھے جیسا کہ کفار پر لعن
کیا جاتا ہے پس ہمنے انکو ذلیل اور رسوا کیا
اور انکی (یعنی علی) فضیلت بیان کی

علی فذ مناہ علی حمزۃ والعباس
وجعفر کل اولئك مضوا سالمین
مسلما شهم وابتلی ابوك بالدماء
ولقد علمت ان ماثرنا فی الجاهلیة
سقایة الحجیج الاعظم وولایة
زمزم وکانت للعباس من دون
اخوته فنازعنا فیها ابوك الی عمر
فقضی لنا عمر بها وتوفی رسول الله
علیه وسلم ولیس من عمومته احد
حیا الا العباس وکان وارثه دون
بنی عبد المطلب وطلب الخلافة
غیر واحد من بنی هاشم
فلم ینلها الا ولده فاجتمع
للعباس انه ابو رسول الله
صلی الله علیه وسلم
خاتم الانبیاء وبنوه القادة
الخلفاء فقد ذهب بفضل
القدیم والحدیث ولولا ان
العباس اخرج الی بدر
کرها لمات عماك طالب
وعقیل جوعا او یلحسان جفان

اور انکے ذکر کو بڑھایا پس تمنے اسکو ہمارے مقابلہ میں دلیل بنا لیا۔ اور تمنے یہ سمجھ لیا کہ ہم علی کی فضیلت کیوجہ سے حمزہ اور عباس اور جعفر پر علی کو مقدم کرتے ہیں یہ سب کے سب اچھے گئے۔ اور ہر ابتلا سے محفوظ بھی رہے اور تمہارا باپ خونریزی میں مبتلا کیا گیا۔ تمکو معلوم ہے کہ جاہلیت میں ہماری عزت حاجیونکو زمزم پلانا تھی اور زمزم کا متولی ہونا تھا اور یہ عباس کے قبضہ میں تھا نہ کہ انکے اور بھائیوں کے۔ اس معاملہ میں تمہارے باپ نے عمر کے روبرو ہم سے جھگڑا کیا عمر نے اسکا فیصلہ ہمارے حق میں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور انکے چچاؤں میں سے عباس کے سوا کوئی زندہ نہ تھا۔ پس یہی وارث ہوئے نہ اور بنی عبد المطلب۔ بنی ہاشم میں سے اور لوگوں نے بھی خلافت کی خواہش کی مگر کسیکو سوائے اولاد عباس کے نصیب نہوئی اس لحاظ سے عباس میں یہ امور مجتمع ہوگئے کہ انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونیکا شرف حاصل ہوا اور انکے لڑکے خلیفہ ہوئے غرض جدید اور قدیم فضیلت عباس کو

عتبة وشيبة ما ذهب عنهما
العار والشنا ولقد جاء
الاسلام والعباس
يمون به طالب اصابتهم
ثم فدى عقيلا يوم بدر
فعزنا كم في الكفر و
فدينا كم من الاسر وورثنا
دونكم خاتم الانبياء وادركنا
ثاركم اذ عجزتم عنه ووضعنا
كم بحيث لم تضعوا انفسكم
والسلام۔

حاصل ہو گئی۔ اور اگر بدر میں عباس بکار آگئے
نہ ہوتے تو تمہارے چچا طالب وعقیل بھوکوں
مر جاتے یا عتبہ وشیبہ کے لنگوٹ چاٹا کرتے اصل
یہ ہے کہ عباس نے انکی عزت وآبرو رکھ لی
اسلام آیا تو بھی عباس طالب کے خبر گیران
رہے۔ جنگ بدر میں عقیل کا فدیہ دیا ہم نے
کفر میں بھی تمہاری عزت بڑھائی فدیہ دیکے
قید سے چھوڑایا اور تمہارے سوا ہم خاتم الانبیاء
کے وارث ہوئے۔ تمہارا بدلہ ہم نے لیا جبکہ تم اس
سے عاجز ہو گئے تھے اور ہم نے تمکو اس جگہہ پر
رکھا جہاں تم اپنے کو نہ رکھ سکتے تھے والسلام

اس تحریر کے روانہ کرنے کے بعد ابو جعفر منصور نے محمد بن عبداللہ سے جنگ کرنیکو اپنے بھائی عم زاد عیسیٰ بن موسیٰ بن علی کو روانہ کیا چنانچہ عیسیٰ نے ایک عظیم لشکر کے ساتھ محمد بن عبداللہ پر چڑھائی کی۔ مدینہ منورہ میں دونوں حریفوں میں صف آرائی ہوئی۔ پندرہویں ماہ رمضان المبارک ۱۴۵ھ کو ہنگامہ کارزار گرم ہوا۔ میدان جنگ عیسیٰ کے ہاتھ رہا محمد بن عبداللہ مہدی کو ہزیمت ہوئی اسکا بیٹا علی نامی سندھ کیطرف بھاگ گیا اور وہیں تا بقاء حیات مقیم رہا۔ دوسرا بیٹا عبداللہ اشتر روپوش ہو گیا اور اسی حالت روپوشی میں مر گیا۔ ان لوگوں کی حالت کو ہمنے کامل طور سے ابو جعفر منصور کے حالات کے ضمن میں لکھ دیا ہے۔

اس کامیابی کے بعد عیسیٰ نے خلیفہ منصور کیجانب مراجعت کی منصور نے ایک دوسرا لشکر مرتب کرکے محمد مہدی کے بھائی ابراہیم سے لڑنے کو عیسیٰ روانہ کیا۔ اسی ۱۴۵ھ کے آخری ماہ ذی قعدہ میں ابراہیم اور عیسیٰ میں معرکہ آرائی ہوئی۔ اس معرکہ میں بھی ابراہیم کو ہزیمت ہوئی

اثناء دار و گیر میں مارا گیا جیسا کہ ہم خلیفہ منصور کے حالات میں تحریر کر آئے ہیں منجملہ اُن لوگوں کے جو ابراہیم کے ساتھ اس لڑائی میں کام آئے عیسیٰ بن زید بن علی بھی تھا۔

ابن قتیبہ کا یہ خیال ہے کہ عیسیٰ بن زید بن علی نے بعد قتل ابو مسلم منصور کی مخالفت کا علم بلند کیا تھا اور ایک لاکھ بیس ہزار فوج سے منصور کے مقابلہ پر آیا تھا۔ دونوں حریف میں لڑائیاں ہوتی رہیں تا آنکہ منصور کو اضطراب پیدا ہو گیا میدان جنگ سے بھاگ جانیکا قصد کیا لیکن اسکے بعد ہی عنوان جنگ ایسا کچھ تبدیل ہو گیا کہ عیسیٰ کو ہزیمت ہو گئی۔ ابراہیم بن عبداللہ کے پاس بصرہ بھاگ گیا اور وہیں ٹھیرا رہا۔ یہانتک کہ عیسیٰ بن موسیٰ بن علی نے انپر چڑھائی کی اور ان دونوں کی زندگانی کا خاتمہ کر دیا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔

بعد اسکے ۱۶۹ھ زمانہ خلافت مہدی میں بنی حسن سے حسین بن علی بن حسن بن حسن بن علی ابن ابیطالب نے مدینہ منورہ میں علم خلافت کے خلاف سر اوٹھایا آل محمد کی حمایت کی لوگوں نے بیعت کی۔ سامان سفر درست کر کے مکہ کا راستہ لیا۔ خلیفہ ہادی کو اسکی خبر لگی محمد بن سلیمان بن علی کو جو اتفاق وقت سے بقصد حج بصرہ سے دار الخلافت میں آیا ہوا تھا یوم ترویہ کو حسین بن علی کے جنگ پر مامور کیا۔ مکہ سے تین میل کی مسافت پر مقام فخ میں مقابلہ ہوا کھیت محمد بن سلیمان کے ہاتھ رہا حسین بن علی معہ اپنے اعزہ کے مارے گئے باقیماندہ بہزار خرابی اپنی اپنی جان بچا کے بھاگ گئے جنمیں انکے چچا ادریس بن عبداللہ بھی تھا۔ ادریس میدان جنگ سے بھاگ کے مصر میں جا کے دم لیا۔ مصر کے محکمہ خبر رسانی پر ان دنوں واضح خادم صالح بن منصور معروف بہ مسکین مامور تھا چونکہ اسکو شیعیت کی جانب میلان تھا ادریس کے آنے کی خبر پا کے ادریس کے پاس گیا جہاں کہ وہ روپوش تھا اور اسکو ڈاک کے گھوڑوں کے ذریعہ سے مغرب کیطرف روانہ کر دیا اسکے ہمراہ اسکا خادم راشد بھی تھا ۱۷۲ھ میں بولیلی میں جا کے مقیم ہوا بولیلی میں ان دنوں اسحاق بن محمد بن عبدالحمید امیر اوریہ موجود تھا جو قبیلہ بربر کا ایک نامور شخص تھا اسنے ادریس کے بڑی آؤ بھگت کی عزت و احترام سے ٹھیرایا اور بربر کو

مجتمع کر کے اسکی خلافت کی ترغیب دی بالآخر اسحاق خلافت عباسیہ سے منحرف ہو کر ادریس کا مطیع ہو گیا۔ بربریوں نے بھی اپنے سردار کے مائل ہو جانے سے ادریس کی بیعت کر لی اور اس کے علم حکومت کے مطیع ہو گئے۔ اس زمانہ میں مغرب میں مجوسی بھی رہتے تھے بربریوں نے ان سے معرکہ آرائی کی متعدد لڑائیاں ہوئیں تاآنکہ وہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور ادریس المغرب الاقصیٰ پر کامیابی کے ساتھ حکمراں کرنے لگا۔ بعد ازاں ۱۷۳ھ میں تلمسان پر بھی قبضہ کر لیا ادھر رفتہ رفتہ ملوک زناتہ نے اسکے علم حکومت کے آگے گردن اطاعت جھکائی اور اس کی حکومت و دولت کو کامل طور سے استقلال و استحکام حاصل ہو گیا ابراہیم بن اغلب والی قیروان نے خلیفہ رشید کو اسکی اطلاع دی خلیفہ رشید نے خلیفہ مہدی کے خادموں میں سے سلیمان بن حریر معروف بہ شماخ نامی ایک خادم کو اپنا خط دیکے ابراہیم کے پاس قیروان روانہ کیا ابن اغلب نے پروانہ راہداری دیکے المغرب الاقصیٰ جانے کی اجازت دیدی چنانچہ شماخ نے المغرب الاقصیٰ میں جا کے ادریس کے پاس قیام کیا اور یہ ظاہر کیا کہ میں علم خلافت عباسیہ سے بیزار ہو کے طالبیوں کی حکومت کے سایہ میں قیام کرنے کو آیا ہوں۔ امام ادریس نے شماخ کو اپنے خاص مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ شماخ اپنی عمدہ کارگزاریوں سے ادریس کی آنکھوں میں ایسا عزیز ہو گیا کہ وہ اسکی آنکھوں سے دیکھنے لگا۔ بعد چندے ادریس کو دانتوں کی درد کی شکایت پیدا ہوئی۔ شماخ نے دوا میں زہر ملا کے دانتوں پر ملنے کو دیا۔ جوں ہی ادریس نے اس دوا کو دانتوں پر ملا اُسیوقت اُسکا دم گھٹ گیا اور اس طرح سے جیسا کہ مورخین کا خیال ہے ادریس کی موت وقوع میں آئی۔ ۱۷۵ھ کا یہ واقعہ ہے۔ مرنے کے بعد ادریس بولیلی ہی میں دفن کیا گیا۔ اور شماخ دوا دیکے بخوف بھاگ نکلا۔ راشد نے پیچھا کیا وادی ملویہ میں شماخ سے جا بھڑا دونوں میں دو دو ہاتھ چلے۔ راشد نے شماخ کا ایک ہاتھ بیکار کر دیا مگر شماخ نے جیوں تیوں وادی کو طے کر کے اپنی جان بچائی۔

بربریوں نے بعد موت ادریس اسکے بیٹے ادریس کی بیعت کی اور اسکی اطاعت و فرمانبرداری

میں سرگرمی سے کام لینے لگے۔ رفتہ رفتہ افریقہ اور اندلس سے اکثر عرب المغرب الاقصیٰ میں ادریس بن ادریس کے پاس چلے آئے جس سے ادریس کی قوت بڑھ گئی اور بنواغلب امراء افریقہ اسکی مدافعت نہ کرسکے نتیجہ یہ ہوا کہ ادریس اور اسکے آیندہ نسلوں کے قدم استحکام کے ساتھ المغرب الاقصیٰ کی حکومت پر جم گئے اور ایک دولت و حکومت قائم کرلی تا آنکہ ابو العالیہ اور اسکی قوم مکناسہ امراء خلفاء عبیدین کے ہاتھوں ۳۱۳ھ میں اس حکومت و دولت کا خاتمہ ہوا جیسا کہ ہم اسکو اخبار بربر میں بیان کرینگے اور وہاں پر انکے ہر ایک بادشاہ کی علیحدہ علیحدہ بادشاہی اور انتزاع حکومت کے احوال احاطہ تحریر میں لائینگے کیونکہ یہ حالات بربر کے متعلقات سے ہیں جو انکی حکومت و دولت کے بانی مبانی تھے۔

بعد ان واقعات کے یحییٰ برادر محمد بن عبداللہ بن حسن نے دیلم کے ساتھ ۱۷۶ھ عہد خلافت ہارون میں خروج کیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اسکا جاہ و جلال حد سے زیادہ بڑھ گیا خلیفہ ہارون نے فضل بن یحییٰ برمکی کو اس مہم کے سر کرنے کو روانہ کیا چنانچہ فضل نے طالقان میں پہونچکے یحییٰ سے خط و کتابت شروع کی اور بلاد دیلم سے اسکو بلانے کی عاملانہ تدبیریں کرنے لگا آخر الامر فضل نے یحییٰ کو سمجھا بوجھا لیا اور اپنی حکمت عملیوں سے اسکو دار الخلافت بغداد میں لایا خلیفہ ہارون نے جو کچھ فضل نے یحییٰ سے اقرار و عہد کیا تھا سب کو پورا کیا۔ سال بھر کی تنخواہ ایکمشت دیدی بعد ازاں آل زبیر کے لگانے بجھانے سے یحییٰ کو قید کر دیا بیان کیا جاتا ہے کہ بعد چندے رہا کر دیا تھا اور تالیف قلوب کے خیال سے مال و زر بھی عطا کیا تھا اور بعضے کہتے ہیں کہ رہائی کے ایک ماہ بعد خلیفہ ہارون نے زہر دلوا دیا تھا جس سے یحییٰ کی موت وقوع میں آئی۔ اور بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ جعفر بن یحییٰ نے بلا اجازت خلیفہ ہارون کے یحییٰ کو جیل سے رہا کر دیا تھا اسی وجہ سے برامکہ کی بربادی اور تباہی ہوئی۔

غرض بنی حسن کی اس تبدیلی احوال سے حالت دگرگوں ہوگئی اور زیدیہ کا دور دورہ ایک مدت کے لئے خاموشی اور گمنامی کے گوشہ میں جا چھپا تا آنکہ ان میں سے بعد چندے

یمن اور دیلم میں چند لوگ ظاہر ہوئے جیسا کہ ہم آیندہ تحریر کرینگے واللہ غالب علی امرہ۔

خروج فاطمیین بعد فتنہ بغداد

ابوجعفر منصور کے وقت سے دولت عباسیہ کو استحکام ہوگیا تھا۔ خوارج اور شیعہ کے ایلچیوں کی عاملانہ تدبیریں زاویہ سکون میں مستتر ہوگئیں تھیں تا آنکہ خلیفہ ہارون الرشید کا انتقال ہوگیا اور اسکے لڑکوں میں نزاع کا دروازہ کھل گیا امین الرشید طاہر بن حسین کے ہاتھ مارا گیا۔ محاصرہ بغداد میں لڑائی قتل اور غارتگری جو واقع ہونیوالی تھی واقع ہوئی۔ اور مامون الرشید فتنہ وفساد فرو کرنے اور اہل خراسان کی تسکین کی غرض سے خراسان ہی میں مقیم رہا۔ انتظاماً عراق کی حکومت پر حسن بن سہل کو مامور کیا اس تقرری کا عمل میں آنا تھا کہ عراق میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ مامون الرشید کے اراکین دولت میں اسوجہ سے کہ فضل بن سہل خلیفہ مذکور کے ناک کا بال ہو رہا تھا گروہ بندی شروع ہوگئی اسوقت شیعہ کو موقع ملگیا نظر التعمق سے مآل کار کو دیکھنے لگے۔ علویہ کو حکومت و دولت حاصل کرنے کی طمع دامنگیر ہوئی عراق میں ابراہیم بن محمد بن حسن مثنیٰ کی نسل سے کچھ لوگ موجود تھے (ابراہیم وہ شخص ہے جو عہد خلافت منصور میں بصرہ میں مارا گیا تھا) منجملہ اُن لوگوں کے جو ابراہیم کی نسل سے عراق میں تھے محمد بن اسماعیل بن ابراہیم نامی ایک شخص تھا جسکو اسکے باپ نے لکنت کیوجہ سے "طباطبا" کا لقب دیا تھا۔ اسکے گروہ والے اکثر زیدیہ تھے جو اس کے امامت کے قایل اور اس امر کے مقر تھے کہ اسکو بذریعہ وراثت اپنے آباء واجداد ابراہیم امام سے امامت حاصل ہوئی ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر اسکے حالات میں بیان کر آئے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۹ھ میں طباطبا نے خروج کیا اور اپنی امامت و خلافت کا دعوی دار ہوا۔ ابوالسرایا سری بن منصور (جو بنی شیبان کا معزز سردار تھا) نے طباطبا کے بیان کی تائید کی اور اس کی امامت و خلافت کی بیعت کر کے حمایت کی غرض سے لشکر مرتب کرنے لگا تھوڑے دنوں میں ایک عظیم لشکر فراہم کر کے کوفہ پر قبضہ کر لیا۔ قرب وجوار کے عربوں نے اطاعت قبول کر لی جس سے اسکی جمعیت بہت بڑھ گئی۔ حسن بن سہل نے زہیر بن مسیب کو طباطبا سے جنگ کرنے کو

روانہ کیا۔ طبا طبا نے پہلے ہی جنگ میں زہیر کو شکست دیکے اسکے لشکرگاہ کو لوٹ لیا۔ بعد اسکے اگلے دن صبح کو طبا طبا دفعتہً مر گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابو السرایا نے اسکو زہر دلوا دیا تھا وجہ یہ تھی کہ طبا طبا نے اسکو مال غنیمت سے روکا تھا بہر کیف ابو السرایا نے اسی دن محمد بن جعفر بن محمد بن زید بن علی (زین العابدین) بن حسین علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ چونکہ محمد میں کام کرنے کی قابلیت نہ تھی ابو السرایا ہر کام میں پیش پیش اور سفید و سیاہ کرنے کا مالک ہو گیا خلیفہ مامون کی فوجوں نے اسپر دھاوا کیا۔ ابو السرایا نے انکو شکست فاش دی اور بصرہ، واسط، اور مدائن پر قبضہ حاصل کر لیا۔ حسن بن سہل نے جھلا کے ہرثمہ بن اعین کو بسرافسری عظیم فوج اس مہم پر روانہ کیا۔ ہرثمہ کو ان دنوں حسن سے کسی وجہ سے کشید گی تھی مگر حسن نے اسکو راضی کر لیا۔ چنانچہ ہرثمہ نے ابو السرایا اور اسکے ہمراہیوں پر فوجکشی کی اور نہایت مردانگی سے ابو السرایا کو مداین کی لڑائی میں ہزیمت فاش دی اور ان میں سے ایک گروہ کثیر کو مار ڈالا ابو السرایا نے مدائن میں شاہی فوج سے شکست کھا کے حسین الطس بن حسن بن علی زین العابدین کو مکہ روانہ کیا، محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن مثنیٰ بن حسن کو مدینہ بھیجا اور زید بن موسیٰ بن جعفر الصادق کو بصرہ پر مامور کیا۔ زید بن موسیٰ کو زید النار کے لقب سے بھی اس زمانہ میں لوگ یاد کرتے تھے اس مناسبت سے کہ انہوں نے بصرہ میں بہت سے آدمیوں کو جلا دیا تھا۔ پس ان لوگوں نے مکہ، مدینہ اور بصرہ پر قبضہ حاصل کر لیا ان دنوں مکہ میں مسرور خادم اکبر اور سلیمان بن داؤد بن عیسیٰ موجود تھا یہ دونوں حسین کے آنے کی خبر پا کے مکہ چھوڑ کے بھاگ گئے۔ بقیہ حجاج موقف میں ٹھہرے رہے اگلے دن حسین نے مکہ میں داخل ہو کے حجاج کو جی کھولکر لوٹا۔ زمانہ جاہلیت سے خانہ کعبہ میں جو خزانہ تھا جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد آپ کے خلفاء نے بھی بدستور قائم رکھا تھا نکال لیا اس خزانہ میں جیسا کہ روایت کیجاتی ہے دو سو قنطار سونا تھا حسین نے اسکو اپنے ہمراہیوں پر تقسیم کر دیا۔ بعد ازاں ہرثمہ نے ابو السرایا سے لڑائی چھیڑ دی۔ اس معرکہ میں ابو السرایا کو ہزیمت ہوئی بھاگ کر کوفہ پہونچا ہرثمہ نے تعاقب کیا

ابوالسرایا نے کوفہ کو چھوڑ کے قادسیہ کا راستہ لیا۔ ہرثمہ نے کوفہ میں داخل ہوکے قبضہ کرلیا ابوالسرایا نے قادسیہ میں بھی امن کی صورت نہ دیکھ کے واسط کا رخ کیا عامل واسط نے تلوار اور نیزوں سے اسکا استقبال کیا۔ ابوالسرایا شکست کھاکے جلولا چلا گیا والی جلولا نے اسکو گرفتار کرکے پابزنجیر حسن بن سہل کے پاس نہروان میں لایا حسن بن سہل نے قتل کا حکم دیدیا یہ واقعہ سنہ ۲۰۰ھ کا ہے رفتہ رفتہ اس واقعہ کی خبر علویہ تک مکہ میں پہونچی۔ سبھوں نے مجتمع ہوکے محمد بن جعفر الصادق کے ہاتھ پر بیعت کی اور امیر المومنین کے لقب سے مخاطب کرنے لگے۔ مگر انکے دونوں لڑکے علی وحسین انپر ایسا غالب و مستولی ہوگئے کہ انکی موجودگی میں انکو کسی قسم کا اختیار نہ حاصل ہوا۔

ابراہیم بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق معہ اپنے اہل بیت کے یمن چلے گئے اور وہاں پر اپنی امارت وخلافت کی بنیاد ڈالی، نہایت قلیل مدت میں اکثر بلاد یمن پر قابض و متصرف ہوگیا۔ چونکہ اس نے کثرت سے لوگوں کو قتل کیا تھا اسوجہ "یہ جزار" کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے اسحاق بن موسیٰ بن عیسیٰ والی یمن کسی طرح سے اپنی جان بچا کے خلیفہ مامون کی خدمت میں بھاگ گیا خلافت مآب نے سامان جنگ اور فوج کثیر عطاء فرماکے انہیں علویوں کے سرکرنے کو پھر رخصت کیا چنانچہ اسحاق نے مکہ میں پہونچکے علویوں کو نیچا دکھایا۔ محمد بن جعفر الصادق ہزیمت اُٹھاکے ساحل عرب کی طرف بھاگے اسحاق نے تعاقب کیا اور محمد بن جعفر الصادق کی تلاش وجستجو پر لوگوں کو اِدھر اُدھر پھیلا دیا۔ محمد بن جعفر الصادق نے گھبرا کے امان طلب کی اسحاق نے امان دی مکہ میں آئے خلیفہ مامون کی خلافت کی بیعت کی اور منبر پر اسکے نام کا خطبہ پڑھا۔ اس واقعہ سے بیشتر شاہی فوجیں یمن میں پہونچگئی تھیں اور اس نے یمن کو علویوں سے خالی کرالیا تھا اور دولت عباسیہ کا سیاہ پھریرہ کامیابی کی ہوائیں لہرا رہا تھا۔ بعد اس کے حسین افطس نے بدعوی داعی خلافت، مکہ میں پھر خروج کیا۔ خلیفہ مامون نے اسکو اور اسکے دونوں بیٹوں علی ومحمد کو قتل کرکے علویوں سے اپنے ممالک مقبوضہ کو پاک وصاف کرلیا مگر بعد چندے شیعوں کی کثرت اور تمام

ممالک اسلامیہ میں ان کے ایلچیوں کے پھیل جانے کے وجہ سے اور نیز اس سبب سے کہ مامون کے خیالات اور عقاید علی بن ابیطالب اور سبطین (حسن و حسین) علیہم السلام کی بابت قریب قریب انہیں لوگوں کے خیالات اور عقاید کے تھے سنہ ۲۰۱ھ میں علی رضا بن موسی کاظم بن جعفر صادق بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب کو اپنا ولیعہد بنایا اور ایک گشتی فرمان مشعر بایں مضمون کہ میرے بعد تاج و تخت خلافت کے مالک علی رضا ہونگے روانہ کیا درباری لباس بجائے سیاہ کپڑوں کے سبز کپڑوں کو قرار دیا عباسیوں کو اس سے ناراضی پیدا ہوئی عراق میں مامون کے چچا ابراہیم بن مہدی کی خلافت کی بیعت سنہ ۲۰۲ھ میں لیگئی بغداد میں اس جدید خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ فتنہ و فساد کے دروازے کھل گئے۔ مامون الرشید اس ہنگامہ کے فرو کرنے کو خراساں سے عراق کی جانب روانہ ہوا اتفاق یہ کہ اثناء راہ میں دفعۃً علی رضا بن موسی کاظم ولیعہد کا سنہ ۲۰۳ھ میں انتقال ہو گیا مقام طوس میں مدفون ہوئے مامون الرشید قطع مسافت کرکے سنہ ۲۰۴ھ میں دار الخلافت بغداد پہونچا اپنے چچا ابراہیم کو گرفتار کر لیا۔ مگر پھر اسکی عفو تقصیر کر دی اور چونکہ ولیعہد کا انتقال ہو چکا تھا اس وجہ سے فتنہ و فساد فرو ہو گیا۔

بعد اسکے سنہ ۲۰۹ھ میں عبد الرحمن بن احمد بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابیطالب نے یمن میں علم مخالفت بلند کیا اہل یمن نے آل محمد کی حمایت کی اسکے ہاتھ پر بیعت کی۔ خلیفہ مامون نے اپنے غلام دینار نامی کو بسر افسری ایک فوج عظیم اس مہم کے سر کرنے کو بھیجا۔ عبد الرحمن نے دینار کے پہونچتے ہی امن کی درخواست کی اور علم خلافت کی اطاعت قبول کر لی۔ پھر زیدیوں نے سر زمین حجاز، عراق، جبال اور دیلم میں بکثرت خروج کیا ان میں سے ایک گروہ کثیر مصر بھاگ گیا اور ایک بہت بڑی جماعت کو حامیان علم خلافت نے گرفتار کر لیا۔ مگر بایں ہمہ ہر چہار طرف لکے ایلچی پھیل گئے۔ پس پہلے ان زیدیوں میں سے جس نے واقعہ متذکرہ بالا کے بعد خروج کیا وہ محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن زین العابدین تھا۔ سنہ ۲۱۹ھ میں خلیفہ معتصم کے خوف سے خراسان بھاگ گیا پھر خراسان سے طالقان چلا گیا اور اپنی خلافت و حکومت کا دعوی دار رہا۔ زیدیہ کے

کل گروہوں نے اسکی متابعت کی۔ تھوڑے ہی دنوں میں بہت بڑی جماعت ہو گئی عبداللہ بن طاہر والی خراسان نے علم خلافت کی طرف سے محمد بن قاسم پر فوجکشی کی متعدد لڑائیاں ہوئیں بالآخر عبداللہ بن طاہر کامیاب ہوا اور محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے دربار خلافت میں بھیج دیا خلیفہ معتصم نے جیل میں ڈال دیا تا آنکہ بحالت قید محمد بن قاسم نے قید حیات سے رہائی پائی بعض کا بیان ہے کہ زہر دیا گیا۔

محمد بن قاسم کے بعد کوفہ میں حسین بن محمد بن حمزہ بن عبداللہ بن حسین اعرج بن علی بن زین العابدین ۲۵۱ھ میں دعوی دار خلافت وحکومت ہوئے بنی اسد کا قبیلہ ان کا مطیع ہو گیا علاوہ اس کے انکے اور ہواخواہ اور گروہ والے ہر جگہہ سے انکے پاس چلے آئے۔ امراء دولت عباسیہ سے ابن شیکال نے اس طوفان کے روکنے پر کمر ہمت باندھی حسین اور ابن شیکال میں معرکہ آرائی ہوئی کعیت ابن شیکال کے ہاتھ رہا حسین بھاگ کر صاحب زنج کے پاس پہونچا اور اسی کے پاس قیام کیا۔ کوفیوں نے واپسی کے خطوط لکھے مگر وہ واپس نہ آیا تھوڑے دنوں بعد صاحب زنج نے خلافت عباسیہ کے خلاف علم مخالفت بلند کیا اور اسنے بھی نیچا دیکھا۔ ہزیمت کھا کے بھاگا اثناء دار و گیر میں مارا گیا۔

صاحب زنج نے حسین کے چند دنوں بعد بصرہ میں خروج کیا کل عبیدیان بصرہ نے اسکی اطاعت قبول کر لی علم خلافت کے لئے یہ ایک خطرناک واقعہ پیش آ گیا۔ صاحب زنج اپنی زبان میں کہا کرتا تھا کہ میں عیسیٰ بن زید شہید کی اولاد سے ہوں میرا نام علی بن محمد بن زید بن عیسیٰ ہے پھر اپنے کو یحییٰ بن زید شہید کی طرف منسوب کیا اور حق یہ ہے کہ اہل بیت کا یہ ایک ایلچی تھا جیسا کہ ہم اسکے حالات میں بیان کرینگے موفق برادر خلیفہ معتمد نے اسکی سرکوبی کی مہم اپنے ہاتھ میں لی۔ دونوں حریف خوب خوب لڑے متعدد لڑائیاں ہوئیں آخر کار صاحب زنج مارا گیا اور اس دعوت کا نشان صفحۂ ہستی سے محو کر دیا گیا جیسا کہ ہم اوپر موفق کے حالات کے ضمن میں لکھ آئے ہیں اور دوبارہ عنقریب انکے حالات میں لکھنے والے ہیں۔

پھر دیلم میں حسن بن زید بن حسن سبط کی اولاد سے حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن معروف بہ علوی ۲۵۰ھ میں خلافت وحکومت کا مدعی ہوا طبرستان، جرجان اور اسکے کل صوبہ پر مستولی ومتصرف ہوگیا یہاں پر اسکی اور اسکے گروہ زیدیہ کی ایک مدت تک حکومت قایم رہی ہے جو آخری تیسری صدی ہجری میں منقرض ہوئی اور اسکے جانشین حسن سبط کی اولاد ہوئی بعدہ عمر بن علی زین العابدین کی نسل سے ناصر اطروش یعنی حسن بن علی بن حسین بن علی بن عمر برادر عم زاد والی طالقان اس ریاست وحکومت کا وارث ہوا - دیلم اسی اطروش کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے اور انہیں کی امداد واعانت سے اطروش نے طبرستان وغیرہ پر قبضہ حاصل کیا تھا - یہاں پر اسکی اور اسکی آیندہ نسلوں کی دولت وحکومت کا سلسلہ جاری وقائم ہوا بلاد اسلامیہ پر دیلم کے قابض ہونے اور خلفاء عباسیہ پر مستولی ہونے کے بھی باعث ہوئے جیساکہ ہم ان کی حکومت کے حالات میں بیان کرینگے -

پھر یمن میں زیدیہ سے یحیٰی بن حسین بن قاسم رسی بن ابراہیم طباطبا برادر محمد دست ابوالسرایا نے ۲۸۵ھ میں خروج کیا اور کامیابی کے ساتھ صعدہ پر مستولی ہوگیا بعد اسکے اسکی آیندہ نسلوں نے اپنی حکومت کا سلسلہ اسوقت تک جاری وقائم رکھا ہے اور اسکو زیدیہ کے مرکز حکومت ہونے کا شرف حاصل ہے جیساکہ تم انکے حالات میں پڑھوگے -

انہیں واقعات کے اثناء میں محمد وعلی پسران حسن بن جعفر بن موسیٰ کاظم مدینہ منورہ میں خلافت وحکومت کے دعوی دار ہوئے - مدینہ منورہ اور اسکے گرد ونواح کو لوٹ لیا - غارتگری لوٹ مار شروع کردی - مسجد نبوی صلعم میں تقریباً ایک ماہ تک نماز نہ پڑھی گئی - یہ واقعہ ۲۷۱ھ کا ہے -

پھر مغرب میں رافضیوں کے ایلچیوں میں سے ابوعبداللہ شیعی ۲۸۰ھ میں عبید اللہ مہدی بن محمد بن جعفر بن محمد بن اسماعیل امام بن جعفر صادق کی طرف سے کتامہ قبائل بربر میں ظاہر ہوا چنانچہ قیروان میں اغالبہ پر مستولی ومتغلب ہوا اور ۲۹۶ھ میں عبید اللہ مہدی کی خلافت

کی بیعت المغرب الاقصیٰ میں لیگئی۔ اسیوقت سے المغرب الاقصیٰ میں اسکی دولت وحکومت کی بنا استحکام کے ساتھ پڑتی ہے جسکی وارث اسکی آئندہ نسلیں ہوتی ہیں بعد اسکے ۳۵۸ھ میں انہیں لوگوں میں سے المعزلدین اللہ محمد بن اسماعیل بن ابوالقاسم بن عبیداللہ المہدی نے مصر و قاہرہ پر قبضہ حاصل کیا۔ بعد چندے شام پر بھی متصرف ہوگیا۔ ایک مدت تک اسکی اور اسکی اولاد کی حکومت و دولت کا سکہ کامیابی کے ساتھ چلتا رہا تا آنکہ زمانہ حکومت عاضدلدین اللہ میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں ۵۶۵ھ میں انکی دولت وسلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔

۲۵۸ھ میں دُعاۃ رافضہ (رافضیوں کے ایلچیوں) سے فرج بن یحییٰ نامی ایک شخص سواد کوفہ میں ظاہر ہوا۔ اس نے ایک کتاب بھی باظہار اسن امر کے روبرو رافضیوں کے پیش کی تھی کہ یہ کتاب احمد بن محمد بن حنفیہ کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کتاب میں کلمات کفر وتحلیل و تحریم درج تھے۔ اسکا یہ دعوی تھا کہ احمد بن محمد ہی مہدی موعود اور امام زماں ہیں اس نے سواد کوفہ کو تاخت و تاراج کرکے بلاد شام کیجانب رُخ کیا۔ اور اسکو بھی جی کھول کے لوٹا۔ اسی میں سے ایک گروہ نے بحرین اور اسکے گرد و نواح میں جاکے اپنی حکومت وسلطنت کا سکہ جمایا۔ اس گروہ کا سردار ابوسعید جناحی تھا۔ یہاں پر اسکی حکومت و دولت کا سلسلہ جاری و قایم ہوا۔ جسکے وارث اسکے لڑکے ہوئے تا آنکہ صفحہ ہستی سے انکی حکومت و دولت کا نام بھی محو کردیا گیا جیسا کہ انکی دولت وحکومت کے حالات آیندہ بیان کیے جائینگے اہل بحرین خلفاء عبیدین کے علم حکومت کے مطیع اور تابعدار تھے جنکی حکومت وسلطنت المغرب الاقصیٰ میں تھی۔

پھر عراق میں اسماعیلیہ کی ایلچیوں اور ان رافضیوں کا ایک گروہ دوسرا ظاہر ہوا جس نے گرد و نواح کے اکثر شہروں پر قبضہ حاصل کرلیا۔ اسکے اکثر قلعات انکی طرف منسوب کیے جاتے ہیں از انجملہ قلعہ موت ہے۔ کبھی یہ قرامطہ کی جانب منسوب کیے جاتے ہیں اور گاہے عبیدیوں کی طرف۔ اسی گروہ سے حسن بن صباح قلعہ موت میں تھا تا آنکہ انکی حکومت و دولت کا سلسلہ آخری دور حکومت سلاطین سلجوقیہ میں منقطع ہوگیا۔

یمامہ، مکہ اور مدینہ میں بھی زیدیہ اور رافضیہ کی حکومتیں رہی ہیں۔ یمامہ میں بنی اخضر یعنی محمد بن یوسف بن ابراہیم بن موسیٰ جون بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ کی حکومت کے زمانہ میں اسکے بھائی اسماعیل بن یوسف نے سرزمین حجاز میں خروج کیا تھا اور مکہ پر قابض و متصرف ہوگیا تھا بعدہ بقضائے الٰہی مرگیا تب اسکے بھائی محمد نے یمامہ پر فوج کشی کی اور اسپر قابض ہوگیا بعد اسکے اسکی آئندہ نسلیں سریر حکومت پر متمکن ہوتی رہیں تا آنکہ انپر قرامطہ مستولی و متغلب ہوئے۔ مکہ میں بنی سلیمان بن داؤد بن حسن مثنیٰ نے حکمرانی کی عہد خلافت مامون میں محمد بن سلیمان موسوم بہ ماہحض نے خروج کیا اور مکہ میں کامیابی کے ساتھ اپنی حکومت کا جھنڈا گاڑا۔ یہاں پر اسکی اور اسکی اولاد کی حکومت کا سلسلہ ایک مدت تک جاری و قایم رہا تا آنکہ ہواشم نے انکو زیر و زبر کیا۔ اسکا سردار محمد بن جعفر بن ابی ہاشم محمد بن حسن بن محمد بن موسیٰ بن عبداللہ ابو الکرام بن موسیٰ تھا پس اس نے سنہ ۳۵۴ھ میں ابراہیم سے قبضہ لے لیا اسی اثناء میں بنی حسن نے مدینہ منورہ پر بھی قبضہ کرلیا غرض مکہ معظمہ میں خلفاء عباسیہ اور عبیدیوں میں چوٹیں چل رہی تھیں کبھی عباسیہ کا اور گاہے عبیدیوں کا خطبہ پڑھا جاتا تھا مگر زمام حکومت و سلطنت بنی حسن ہی کی اولاد کے قبضہ اقتدار میں تھی تا آنکہ آخری چھٹی صدی ہجری میں انکی دولت و حکومت کا انقراض و انقطاع ہوا اور اسکے امراء میں سے بنو ابی نمی مکہ پر متصرف ہوئے جو اسوقت تک حکمراں ہیں۔ سب کے پہلے جسنے انمیں سے مکہ معظمہ پر حکومت کا اقتدار حاصل کیا وہ ابو عزیز قتادہ بن ادریس بن عبدالکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ بن محمد بن سلیمان بن عبداللہ بن موسیٰ جون تھا یہی دولت ہواشم کا وارث و جانشین ہوا اسکے بعد اسکے لڑکے وراثتہً مالک و متصرف ہوئے جیسا کہ آئندہ تم انکے حالات کے تذکرہ میں پڑھوگے۔ یہ سب فرقہ زیدیہ سے تھے۔ مدینہ منورہ میں رافضیوں کی حکومت کا دور دورہ تھا مہنا کی اولاد کے قبضہ اقتدار میں اس سرزمین مبارک کی زمام حکومت تھی۔ بیہقی کہتا ہے کہ اسکا نام حسن بن طاہر بن مسلم تھا عتبی مورخ دولت بنی سبکتگین نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ مسلم کا اصلی نام محمد بن طاہر تھا اور حسن بن علی زین العابدین کی نسل سے تھا کافور کا یہ دوست اور اسکی حکومت کا منصرم

اور ناظم تھا اسی ذریعہ سے طاہر بن مسلم نے مدینہ منورہ پر ۳۶۶ھ میں استیلاء و قبضہ حاصل کیا اور بعد اسکے اسکی آئندہ نسلیں اس سرزمین کی حکومت کی اسوقت تک وارث ہوتی آئیں (جیساکہ ہم انکے اخبار میں ان حالات کو بیان کرینگے واللہ وارث الارض ومن علیہا۔

ادارسہ ملوک المغرب الاقصیٰ

جسوقت حسین بن علی بن حسن مثلث بن حسن مثنی بن حسن سبط نے مکہ معظمہ میں ماہ ذی قعدہ ۱۶۹ھ عہد خلافت خلیفہ مہدی میں دعوائے خلافت کیا اور اس کے اعزہ واقارب جنمیں اسکے دونوں چچا ادریس اور یحییٰ تھے اسکے ہم آہنگ ہوگئے اور محمد بن سلیمان بن علی نے مقام فخ میں جو مکہ سے تین میل کی مسافت پر ہے معرکہ آرائی کی۔ اس معرکہ میں حسین بن علی معہ اپنے اہل بیت کے ایک گروہ کے کام آگئے۔ بقیۃ السیف شکست کھاکے بھاگے۔ کچھ لوگ اس میں سے گرفتار کرلئے گئے یحییٰ ابن ادریس اور سلیمان کسی نہ کسی طرح سے اپنی جان بچاکے بھاگ گئے۔ بعد چندے یحییٰ نے دیلم کو مجتمع کرکے خروج کیا۔ جیساکہ اس سے پیشتر ان واقعات اور حالات کو اور نیز یہ کہ خلیفہ راشد نے کس طرح اس سے مصالحت کی اور کیوں قید کیا تم اوپر پڑھ آئے ہو باقی رہا ادریس۔ وہ بھاگ کر مصر پہونچا۔ ان دنوں محکمہ ڈاک پر واضح معروف بہ مسکین صالح بن منصور کا خادم مامور تھا چونکہ یہ مذہباً شیعہ تھا ادریس کی آمد کی خبر پاکے ادریس کی پاس گیا جہاں کہ وہ چھپا ہوا تھا۔ حکومت و دولت کے پنجہ سے ادریس کی گلوخلاصی کی سوائے اسکے کہ بذریعہ ڈاک مغرب روانہ کردیا جائے اور کوئی صورت واضح کو نظر نہ آئی۔ جھٹ پٹ سامان سفر درست کرکے ادریس کو چلتا پھرتا کیا۔ چنانچہ بعد طے مسافت ادریس معہ اپنے خادم راشد کے المغرب الاقصیٰ پہونچا ۱۷۲ھ میں مقام ولیلہ میں جاکے مقیم ہوا ان دنوں اسحاق بن محمد بن عبدالحمید امیر اوربہ یہاں پر موجود تھا۔ اسنے ادریس کو امن دی اور بربر کو اسکی خلافت وحکومت قائم کرنے کی ترغیب دی اور خلافت وحکومت کے اسرار اور رازوں کو کھولنے لگا۔ تھوڑے دنوں میں بروانغہ لواتہ، سدراتہ، غیاثہ، نفزہ، مکناسہ، غمارہ اور مغرب کے تقریباً کل بربریوں نے مجتمع ہوکے ادریس کی خلافت وحکومت کی بیعت کی اور اسکی تشریف آوری کو رحمت الٰہی کا ایک کرشمہ سمجھا۔ جس روز لوگوں نے ادریس

کی حکومت کی بیعت کی اوسی روز ادریس نے لوگوں کو مجتمع کرکے خطبہ دیا جسمیں بعد حمد باری و صلوٰۃ رسول صلعم یہ بیان کیا تھا " اے لوگو تم اپنی گردنیں اوٹھا کے ہمارے سوا غیروں کو نہ دیکھو کیونکہ جو ہدایت اور راہ راست کی اتباع ہمارے پاس پاؤگے اسکو تم دوسروں کے پاس ہرگز نہ پاؤگے " اسقدر کہہ کے منبر سے اوتر آیا بعد چندے لوں کے اسکے بھائیوں میں سے سلیمان بھی اسکے پاس آرہا اور سرزمین زناتہ (متعلقات تلمسان) اور اسکے اطراف میں مقیم ہوا جیسا کہ ہم آیندہ اسکے حالات بیان کرینگے۔

الغرض جسوقت ادریس کی حکومت کو استحکام و استقلال حاصل ہوگیا اسوقت اس نے فوجیں مرتب کرکے مغرب میں اون بربریوں پر فوج کشی کی جو ہنوز دایرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے اور وہ مذہباً مجوسی، یہودی اور نصرانی تھے مثلاً قندلادہ، بہلوانہ اور مدیونہ مازار وغیرہم ۔ چنانچہ ادریس نے تامسنا، شالہ اور ملولہ وغیرہ شہروں کو جنکے اکثر باشندے یہودی اور نصرانی تھے بزور تیغ مفتوح کیا ان لوگوں نے طوعاً اور کرہاً اسکے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اسنے اُنکے قلعوں اور مضبوط مضبوط فصیلوں کو توڑ پھوڑ ڈالا بعد ازاں ۱۷۳ھ میں تلمسان پر چڑھائی کی۔ تلمسان میں ان دنوں بنی یعرب اور معزادہ کا دور دورہ تھا۔ محمد بن جرز ابن حزلان امیر تلمسان نے ادریس سے ملاقات کی اطاعت و فرمانبرداری کی گردن جھکا دی ادریس نے اسکو اور نیز کل زناتہ کو امان دی تلمسان کی مسجد بنوائی، منبر بنوانے کا حکم دیا اور اپنے نام کو منبر پر کندہ کرایا جو اسوقت تک موجود ہے بعد اسکے شہر ولیلی واپس آیا خلیفہ رشید کو اسکی بڑھتی ہوئی قوت سے خطرہ پیدا ہوا خلیفہ مہدی کے غلاموں میں سے ایک غلام سلیمان بن جریر نامی مشہور بہ شماخ کو ایک خط لکھ کے ابن اغلب کے پاس روانہ کیا ابن اغلب نے اسکو پروانہ راہداری دے کے ادریس کے پاس مغرب بھیجدیا شماخ نے ادریس کے پاس پہونچکے یہ ظاہر کیا کہ میں خلافت عباسیہ سے بیزار ہوکے آپکی حکومت و سایہ عاطفت میں رہنے کو اسقدر مسافت بعیدہ طے کرکے آتا ہوں امام ادریس نے اسکو اپنے خاص مصاحبوں میں شامل کرلیا ایک روز اتفاق سے ادریس کے دانتوں میں درد پیدا ہوا

شماخ نے ایک منجن جسمیں زہر ملا ہوا تھا پیش کیا جوں ہی ادریس نے استعمال کیا دم گھٹ گیا جان بحق تسلیم کر دی جیسا کہ مورخین کا خیال ہے یہ واقعہ ۱۷۵ھ کا ہے مقام ابولیلی میں دفن کر دیا گیا شماخ ۱/امام ادریس کو دوا دے کے لو دو گیارہ ہو گیا تھا حسب زعم مورخین وادی ملویہ میں راشد خادم ادریس نے پہونچکے شماخ کو گرفتار کیا۔ دونوں میں دو دو ہاتھ چلے۔ راشد نے شماخ کا ایک ہاتھ بیکار کر دیا مگر شماخ وادی کو طے کر کے نکل گیا۔

ادریس کے مرنے پر بربریوں نے مجتمع ہو کے اسکے بیٹے ادریس اصغر کی حکومت کی بناء ڈالی جو اسکی لونڈی کنزہ کے بطن سے تھا۔ پہلے حالت حمل میں اسکی بیعت کی گئی پھر حالت رضاعت (شیرخوارگی) میں پھر دودھ چھوٹنے کے بعد تاآنکہ جوانی پر پہونچا اسوقت پھر بربریوں نے جامع ابولیلی میں جبکہ یہ گیارہ سال کا تھا ۱۸۸ھ میں اسکی حکومت وخلافت کی بیعت کی۔

قبل اس کے ابن اغلب نے بربریوں کو نقد وجنس دے کے ملا لیا تھا اور اسکے اشارہ سے ۱۸۶ھ میں راشد خادم امام ادریس کو ان لوگوں نے مار ڈالا تھا۔ راشد کے بعد ابو خالد بن یزید بن الیاس عبدی ادریس اصغر کی خبرداری کرنے لگا تاآنکہ ۱۸۸ھ میں اسکی خلافت وامارت کی بیعت لی گئی۔ پس کل بربریوں نے اسکی حکومت وامارت بطیب خاطر قبول کی، شاہی قوانین سیاست وتمدن کی غرض سے مرتب کئے اور رفتہ رفتہ کل بلاد مغرب کو مفتوح کر لیا۔ اسنے اپنا قلمدان وزارت مصعب بن عیسی ازدی موسوم بہ مجوم کے حوالہ کیا۔ اسکی مدبرانہ چالوں اور حکمت عملیوں سے اکثر قبائل عرب اور اندلس نے اسکے علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی چنانچہ پانچسو سے کچھ زاید آدمی اسکے پاس آ آ کے مجتمع ہو گئے پس اسنے انہیں لوگوں کو اپنا معتمد علیہ بنایا۔ حکومت وسلطنت کے اہم اور ذمہ داری کے کام سپرد کئے اور انہیں لوگوں کی وجہ سے اسکی حکومت ودولت کو استحکام واستقلال حاصل ہوا۔ بعد چندے ۱۹۲ھ میں اس امر اور یہ اسحاق بن محمد اس الزام میں کہ اسکو ابراہیم بن اغلب والی افریقیہ سے ساز ہو گیا ہے مار ڈالا گیا۔ چونکہ ابولیلی ایک چھوٹا مقام تھا ارکین دولت واعوان حکومت آئے دن

بڑھتے ہی جاتے تھے اس وجہ سے ایک دوسرا مقام دارالحکومت بنانے کے لئے تجویز کیا گیا۔
فاس میں بنی یوغش اور بنی خیر وزاغہ رہتے تھے بنی یوغش میں کچھ لوگ مجوسی تھے اور کچھ یہودی
اور نصاریٰ۔ فاس ہی کے ایک موضع شیبوبہ میں مجوسیوں کا آتشکدہ تھا یہ لوگ ادریس
کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے تھے مگر ان لوگوں میں پہلے ہی سے باہمی نزاع پڑی ہوئی تھی۔ ادریس
ان لوگوں کی اصلاح کی غرض سے اپنے سکریٹری ابوالحسن عبدالملک بن مالک خزاجی کو روانہ
کیا بعد ازاں خود بھی فاس چلا آیا اور گرداوہ کی بنا ڈال کے تعمیر کا حکم دیا۔ ۱۹۲ھ میں اندلس
کی سرحد بندی کرائی بعد اسکے ۱۹۳ھ میں قروبین کی سرحدی دیواریں اور منارے بنوائے
اور قرویین ہی میں مکانات بنوا کے بولیلی سے ؛ وٹھہ آیا۔ جامع شرفا بنوائی۔ قرویین
کے حدود باب سلسلہ سے نہر جوزا و حجرف تک تھے اتنے ہی زمانہ میں اسکی خلافت وحکومت
کی بنا مستحکم ہو جاتی ہے حکومت وسلطنت کے ترغیب دینے والے ایلچیوں کا کام بھی باقاعدہ
چل نکلتا ہے اور شاہی تزک واحتشام وغیرہ بھی مناسب رویہ سے مہیا موجود ہو جاتا ہے
اس اثنا میں ۱۹۷ھ کا دور آجاتا ہے بقصد جہاد مصامدہ فوجیں آراستہ کرکے نکل کھڑا ہوتا ہے
چنانچہ اسکے اکثر شہروں کو مفتوح کرلیتا ہے اور اہل مصامدہ اسکی حکومت کے سایہ میں آکے پناہ
گزین ہو جاتے ہیں بعد اسکے تلمسان پر چڑھائی کرتا ہے مسجد کو دوبارہ بنواتا ہے اور منبر کو
بھی درست کراتا ہے۔ یہاں اسکا تین برس تک مسلسل قیام رہتا ہے۔ بربریوں اور زناتہ
کا انتظام درست ہو جاتا ہے۔ خوارج کے ایلچی منہ کی کھا کے نکل جاتے ہیں اور الشموس الاقصیٰ
سنہ شلف تک خلافت عباسیہ کی حکومت منقطع ہو جاتی ہے لیکن چند ہی دنوں بعد ابراہیم
بن اغلب نے اپنی مدبرانہ چالوں اور حکمت عملیوں سے ادریس کے اولیاء دولت وارکین
سلطنت کو ملا لیا۔ چنانچہ بہلول بن عبدالواحد مظفری نے مع اپنی قوم کے ادریس کی اطاعت
سے منحرف ہو کے خلیفہ ہارون الرشید کے علم حکومت کے آگے گردن اطاعت جھکا دی اور ایک
وفد طیار کرکے اسکے پاس قیروان میں آیا۔ ادریس کو ان واقعات نے بربریوں کی طرف سے

مشتبہ کر دیا مصلحتہً ابراہیم بن اغلب سے مصالحت کر لی ۔ فتنہ و فساد فرو ہو گیا اس مصالحت کا نتیجہ آئندہ یہ ہوا کہ ہوا خواہان ابراہیم بن اغلب، ادریسیوں کی مدافعت نہ کر سکے اور ان ادریسیوں نے آہستہ آہستہ حکومت عباسیہ کو المغرب الاقصیٰ سے معدوم کر دیا ۔ خلفاء عباس سے اور تو کچھ نہ بن پڑا ادریس پر طرح طرح کے طعن و تشنیع کرنے لگے اور ادریس اول کے نسب میں جرح و قدح شروع کر دی جو مکڑی کے جالے سے بھی کمزور رہے ۔

بعد اسکے ادریس نے ۲۱۳ھ میں وفات پائی اسکا بیٹا محمد بجائے اسکے سریر حکومت پر بروئے ولیعہدی اپنے باپ کے متمکن ہوا لیکن اسکی دادی کنزہ مادر ادریس کی یہ رائے ہوئی کہ محمد کے اور دوسرے بھائی بھی حکومت و سلطنت میں شریک و سہیم کئے جائیں ۔ چنانچہ اس رائے کی مطابق محمد کے باپ کے ممالک مقبوضہ اس طور پر تقسیم کر دیئے گئے قاسم کو طنجہ، بلاد [۵] بصرہ، سبتہ، تیطاوین .... قلعہ حجر النسر اور اسکے مضافات .... اور قبائل دیئے گئے عمر کو .... تیکیسان، ترغہ اور وہ قبائل جو مابین انکے صنہاجہ اور غمارہ تھے ملے .... داؤد بلاد ہوارہ، التسول .... تازی اور قبائل مکناسہ اور غیاسہ پر قابض ہوا ۔ عبداللہ باغمات، نفیس، جبال مصامدہ، بلاد لمطہ اور السوس الاقصیٰ پر حکمرانی کے لئے مخصوص و مختص کیا گیا باصیلا، عرایش اور بلاد روغہ وغیرہا یحییٰ کے قبضہ و تصرف میں دیئے گئے ۔ عیسیٰ کو ستالہ، اسلا، ازمور اور تامسنا وغیرہ ملے ۔ حمزہ بولیلی اور اسکے صوبہ پر متصرف ہوا ادریس کے اور بقیہ لڑکے بوجہ کم سنی کے انہیں لوگوں اور نیز اپنی دادی کنزہ کی کفالت و نگرانی میں رہے ۔ باقی رہا تلمسان اس پر سلیمان بن عبداللہ قابض ہو گیا اس حصہ بخرہ کرنے کے چند دنوں بعد عیسیٰ نے ازمور سے اپنے بھائی محمد پر حکومت و سلطنت حاصل کرنے کی غرض سے فوج کشی کی ۔ محمد نے پہلے اپنے بھائی قاسم کو اس مہم پر جانیکا حکم دیا قاسم نے انکار کیا تب عمر کو روانہ کیا ۔ عمر کو اس مہم میں کامیابی حاصل ہوئی عیسیٰ کو شکست دے کے اسکے کل مقبوضہ ممالک کو باجازت اپنے بھائی محمد اپنے محروسہ ممالک میں شامل کر لیا ۔

[۵] اس مقام پر اور نیز اسکے بعد جسقدر جگہ چھوٹی ہے اصل مسودہ کتاب میں بھی یونہی جگہ چھوٹی ہے ۔ مترجم

چونکہ محمد کو قاسم سے اس وجہ سے کہ اسنے عیسیٰ کے جنگ پر جانے سے انکار کیا تھا دلی ناراضی پیدا ہو چکی تھی لہذا عیسیٰ پر فتحیاب ہونے کے بعد ہی محمد نے عمر کو قاسم پر حملہ کرنے کی ہدایت کی عمر نے نہایت تیزی سے سامان جنگ درست کر کے قاسم پر فوج کشی کردی دونوں بھائیوں میں متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ قاسم نے شکست کھائی میدان جنگ عمر کے ہاتھ رہا اور اسکے بھی کل صوبہ جات عمر کے صوبہ میں شامل و ملحق کر دیئے گئے۔ پس کل دریائی زمین مکسان اور بلاد غمارہ سے سبتہ و طنجہ ساحل بحر روم تک اور اصیلا سلا از مور اور بلاد تامسنا یعنی ساحل بحر کبیر تک عمر کے قبضہ اقتدار میں آگئے قاسم نے شکست کھانے کے بعد ترک دنیا کر کے زہد اختیار کر لیا ساحل اصیلا پر ایک مکان بنا کے عبادت الٰہی میں مصروف ہو گیا تاآنکہ اسی حالت سے اس مقام پر جان بحق تسلیم کر دی۔ عمر کا دائرہ حکومت عیسیٰ اور قاسم کے مقبوضات کے ملحق ہو جانے سے بہت زیادہ وسیع ہو گیا مگر اپنے بھائی محمد کی اطاعت سے ذرا بھی منحرف نہوا۔ بالآخر اپنے بھائی محمد ہی کے زمانہ امارت میں شہر صنہاجہ بمقام فج الفرس سنہ ۲۲۰ھ میں راہی ملک عدم ہو گیا اور فاس میں مدفون ہوا یہی عمر۔ اُن محمودیوں کا مورث اور جد اعلیٰ ہے جو اندلس میں بنو امیہ کے مد مقابل بنے تھے جیسا کہ ہم آئندہ بیان کرینگے۔

امیر محمد نے عمر کی وفات کے بعد اُسکے بیٹے علی بن عمر کو سند حکومت عطا کی اور عمر کے انتقال کے ساتویں مہینے سنہ ۲۲۱ھ میں خود بھی اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گیا۔ اسنے بحالت مرض الموت اپنے بیٹے علی کو جسکی عمر اسوقت نو سال کی تھی اپنا جانشین اور ولیعہد بنا لیا تھا چنانچہ اسی بنا پر بعد انتقال امیر محمد علی بن محمد سریر حکومت پر رونق افروز ہوا۔ ارکین دولت اور امرا، ملک و ملت عرب، اور بربر اور کل رعایا نے نہایت خوشی دست سے اس نو عمر لڑکے کی حکومت و سلطنت کی بیعت کی اور کمال مستعدی سے کاروبار سلطنت کو انجام دینے لگے۔ اسکا عہد حکومت رعایا کے لئے بہت مفید تھا اسنے اپنی حکومت کے تیرھویں برس سنہ ۲۳۴ھ میں وفات پائی بوقت وفات اپنے بھائی یحییٰ بن محمد کو اپنا جانشین بنایا۔ پس اس کے بعد

وفات علی بن محمد زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی - اس کا دور حکومت نہایت مبارک ہوا۔
عظیم الشان دولتوں میں اسکا شمار ہوا - اسکے زمانہ کی ترقیاں اسوقت تک خوبی اور نیکی
کے ساتھ یادکیجاتی ہیں فاس کی آبادی میں بجد ترقی ہوئی - متعدد حمامات اور منڈیاں کاروبار
تجارت کے لئے بنائی گئیں دور و دراز ممالک سے تجارت پیشہ اور ذی علم اصحاب فاس
میں آآکے مجتمع ہوئے اتفاق وقت سے اہل قیروان کی ایک عورت موسوم بہ ام البنین بنت
محمد فہری یہاں آگئی تھی ابن ابی ذرع کہتا ہے کہ اس کا نام فاطمہ تھا اور یہ ہوارہ کی رہنے والی
تھی اسکو کسی ذریعہ سے وراثتہً بہت سا مال ملگیا تھا اس نے یہ نیت کرلی تھی کہ میں اس مال
کو کسی کار خیر میں صرف کرونگی چنانچہ اس عورت نے سرحد قرویین خورد مقام بیضا میں ایک جامع
مسجد کی ۲۴۵ھ میں بناء ڈالی - اس مقام کو امام ادریس نے اسی عورت کو جاگیر میں دیا تھا
جامع مسجد کے طیار ہونیکے بعد بوجہ تنگی جامع ادریس سے جمعہ موقوف ہوکر اس جامع مسجد میں خطبہ
اور جمعہ ہونے لگا - بعد اسکے احمد بن سعید بن ابوبکر یفرنی نے ۳۴۵ھ میں جامع مسجد کے پورے
ایک صدی بعد اپنا خانقاہ بنوایا جیسا کہ اوس تحریر سے جو اسکے رکن شرقی پر منقوش ہے ظاہر
ہو رہا ہے بعد ازاں منصور بن ابی عامر نے اسکی تعمیر میں اور زیادتی کی - پہاڑ پر سے بذریعہ نہر
پانی لایا - حوض درست کرایا - باب خفاۃ میں دروازے لگوائے پھر ملوک لمتونہ موحدین
اور بنی مرین نے اسکی عمارت میں بہت زیادہ اضافہ کیا اور اپنی ہمتوں کو برابر اسکی مضبوطی اور
تعمیر میں صرف کرتے آئے تا آنکہ رفتہ رفتہ بہت بڑی عمارت بنگئی - جیسا کہ کتب تواریخ مغرب میں مذکور ہے -

یحییٰ بن محمد نے سنہ[۱] میں وفات پائی بجائے اسکے اسکا بیٹا یحییٰ بن یحییٰ کرسی امارت
پر متمکن ہوا - اسنے نہایت کج خلقی سے کام لیا بدچلنی، بداطواری اور غارتگری اسکے خمیر میں تھی
اسکے ایک فعل شنیع اور زشت کی وجہ سے عوام الناس نے بغاوت کردی - اس بغاوت کا بانی
مبانی عبدالرحمن بن ابی سہل جزامی تھا باغیوں نے یحییٰ بن یحییٰ کو سرحد قرویین سے سرحد اندلس

---

[۱] اصل کتاب میں خالی جگہ ہے - مترجم -

کی طرف نکال باہر کیا دو شب تک روپوش رہا آخر کار غم و غیرت سے مر گیا۔ اسکے مرتے ہی محمد بن ادریس کے خاندان سے حکومت و سلطنت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ شدہ شدہ یحییٰ کی موت کی خبر علی بن عمر تک پہونچی۔ ملک گیری کے شوق نے پُر ارمان دل میں چٹکیاں لینی شروع کر دی مگر ہنوز اُسنے کوئی قصد نہیں کیا تھا کہ یحییٰ کے ارکین دولت عرب ، بربر اور نیز اسکے خادموں نے علی کو طلبی کے خطوط بھیجے۔ چنانچہ علی مع اپنے جاہ و حشم کے فاس میں آیا۔ خواص اور عوام نے بطیب خاطر بیعت کی اور اسنے کل صوبجات مغرب پر بلا مزاحمت و مخاصمت غیرے قبضہ حاصل کر لیا تا آنکہ عبد الرزاق خارجی نے جبال مدیونہ سے اسپر خروج کیا عبد الرزاق عقائد صفریہ کا پابند و معتقد تھا علی شکست کھا کے اوربہ بھاگ گیا عبد الرزاق نے فاس اور سرحد اندلس پر اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ باقی رہا سرحد قرویین۔ وہاں والوں نے یحییٰ بن قاسم بن ادریس معروف بہ "صرام" کو اپنا امیر بنالیا یحییٰ نے ان لوگوں کو مرتب و مسلح کر کے عبد الرزاق خارجی پر دھاوا کیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے عبد الرزاق کو سرحد اندلس سے نکال کے ثعلبہ بن محارب بن عبد اللہ الفقی قرطبی کو جو مہلب بن ابی صفرہ کی اولاد سے تھا متعین کیا بعد اسکے عبد اللہ معروف بہ عبود کو جو اسکا بیٹا تھا بعدہ محارب بن ثعلبہ کو یکے بعد دیگرے حسب ترتیب سند امارت عطا کرتا گیا تا آنکہ ربیع بن سلیمان نے ۲۹۲ھ میں اسکو زک دی۔ تب بجائے اسکے یحییٰ بن ادریس بن عمر (یہ علی بن عمر کا برادر زادہ تھا) حکمرانی کرنے لگا اور کل ممالک مقبوضہ ادراسہ پر قابض و متصرف ہو گیا تمام صوبجات مغرب کے ممبروں پر اسکے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ یہ ملوک بنی ادریس کا ایک نامور حکمراں تھا۔ باعتبار سیاست کے بھی کامیابی کے ساتھ حکمرانی کی ــ فقیہ اور محدث تھا اور سیلیوں میں کوئی بادشاہ اسکی بادشاہی اور دولت کی برابری نہیں کر سکتا۔

اسی اثنا میں شیعہ بھی افریقہ کی حکومت و سلطنت میں شریک و سہیم ہو گئے۔ اسکندریہ کو دبا لیا۔ مہدیہ کی حد بندی کی جیسا کہ اخبار دولت کتامہ میں بیان کیا جائے گا۔ بعد ازاں

شیعی حکمران ملک مغرب کے تاخت و تاراج کرنے کو بڑھے چنانچہ مصالہ بن حبوس سردار مکناسہ و والی تاہرت کو ملوک مغرب کے جنگ پر ۳۰۵ھ میں ایک عظیم الشان فوج کا سردار بنا کے روانہ کیا مکناسہ اور کتامہ کی فوجیں دریا کی طرح بڑھیں یحییٰ بن ادریس بادشاہ مغرب اپنا معمولی لشکر مرتب کر کے مدافعت کی غرض سے مقابلہ پر آیا۔ اور یہ، بربر کی فوجیں اور اسکے کل خدام اسکے رکاب میں تھے۔ دونوں حریف کا ایک کھلے میدان میں مقابلہ ہوا۔ اتفاق یہ کہ یحییٰ کو ہزیمت ہوئی شکست کھا کے فاس واپس آیا مصالحت کے نامہ و پیام شروع ہوئے۔ آخرالامر یہ طے پایا کہ یحییٰ کچھ زر نقد سالانہ بطور خراج ادا کیا کرے اور نیز عبداللہ شیعی کی اطاعت قبول کر لے فریقین نے ان شرائط مصالحت کو منظور و قبول کیا باہم مصالحت ہو گئی۔ اسکے بعد ہی عبداللہ شیعی نے اپنے آپ کو معزول کر لیا زمام حکومت عبداللہ مہدی کے قبضہ اقتدار میں گئی۔

عبیداللہ اور یحییٰ میں بدستور سابق مصالحت قائم رہی اُسنے اسکو اسکے مقبوضات پر بحال رکھا اور اپنے برادر عم زاد موسیٰ بن ابوالعافیہ امیر مکناسہ و سنور و تازیر کو کل صوبجات بربر کی سند حکومت عطا کی جیسا کہ ہم اخبار مکناسہ و حکومت موسیٰ میں اسکو بیان کرینگے۔

موسیٰ بن ابوالعافیہ اور یحییٰ بن ادریس میں باہم عداوت اور دشمنی چلی آ رہی تھی جسکے وجہ سے ایک دوسرے کو مبغوض سمجھتا تھا۔ جبوقت مصالہ جنگ ثانی سے ۳۰۹ھ میں مغرب کو واپس آیا موسیٰ بن ابوالعافیہ نے اشارہ کر دیا مصالہ نے طلحہ بن یحییٰ بن ادریس والی فاس کو گرفتار کر کے اسکے مال، اسباب، اور خزانہ کو بھی ضبط کر لیا اور بجائے اسکے ریحان کتامی کو فاس کی حکومت پر مامور کیا۔ بعد چندے طلحہ کو قید سے رہا کر کے اصیلا کی طرف جلا وطن کر دیا۔ بعد اسکے یحییٰ نے بقصد افریقہ فوجیں آراستہ کر کے خروج کیا۔ موسیٰ بن ابوالعافیہ نے اسکو اثنار راہ سے گرفتار کر کے جیل میں ڈالدیا پھر بعد دو برس کے رہا کر دیا۔ بیچارہ یحییٰ قید سے رہائی پا کے ۳۳۱ھ میں مہدیہ چلا گیا اور سنہ ......[۵] میں بوقت محاصرہ ابویزید مر گیا۔

[۵] نوٹ۔ اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔ مترجم

یحییٰ کے مرنے پر موسیٰ بن ابو العافیہ کی حکومت کو استحکام و استقلال کامل طور سے حاصل ہو گیا
قبل اس واقعہ کے سنہ ۳۱۳ھ میں حسن بن محمد بن قاسم بن ادریس ملقب بہ حجام نے فاس میں
ریحان کتامی کے خلاف علم مخالفت بلند کیا تھا اور لڑ بھڑ کر ریحان کو فاس سے نکال باہر کر دیا
تھا۔ دو برس تک فاس پر قابض رہا بعد ازاں موسیٰ بن ابو العافیہ نے حسن پر فوج کشی کی۔
دونوں حریف میں متعدد اور سخت لڑائیاں ہوئیں۔ انہیں لڑائیوں میں نہال بن موسیٰ مارا
گیا اور آخر کار ایک ہزار سے زاید جانوں کے تلف ہونے پر لڑائی کا سلسلہ منقطع ہوا۔ حسن شکست
کھا کے فاس کی طرف بھاگا حامد بن حمدان اوربی نے اس سے بد عہدی کی لیکن حامد کو حسن پر
کسی قسم کی دسترس نہ حاصل ہوئی موسیٰ کے پاس فاس پر قبضہ کرنیکا پیام بھیجا۔ چنانچہ موسیٰ نے
فاس پر پہونچکے قبضہ حاصل کر لیا اور بعد قبضہ و تصرف حاصل کرنے کے حامد پر حسن کے حاضر لانے
کا دباؤ ڈالنا شروع کیا حامد حیلہ و حوالہ کرنے لگا رفتہ رفتہ موسیٰ کو حسن کا سراغ ملگیا گرفتار کرا کے
شہر پناہ کی دیوار پر سے لٹکا دیا گر پڑا اور اسی صدمہ سے اسی شب کو مر گیا۔ حامد بن حمدان بخوف
جان مہدیہ بھاگ گیا عبد اللہ بن ثعلبہ بن محارب اور اسکے دونوں لڑکے محمد اور یوسف موسیٰ کے
ہاتھ پڑ گئے موسیٰ نے ان لوگوں کی زندگانی کا خاتمہ کر دیا اسی واقعہ سے ادارسہ کی حکومت ملک
مغرب سے جاتی رہتی ہے اور موسیٰ بن ابو العافیہ کل بلاد مغرب پر قابض و متصرف ہو جاتا ہے
محمد بن قاسم بن ادریس کے لڑکے اور اسکے بھائی حسن بلاد ساحلیہ کی طرف جلاء وطن ہو کر بھاگ
جاتے ہیں بصرہ میں پہونچکے اپنے بزرگ خاندان ابراہیم بن محمد بن قاسم (حسن کے بھائی) کے پاس
مجتمع ہوتے ہیں اور سب کے سب متفق ہو کے اسکو اپنا سردار بنا لیتے ہیں۔ ابراہیم نے ان لوگوں
کے لئے حجر النسر نامی مشہور و معروف قلعہ سنہ ۳۱۷ھ میں بنوایا اور ان لوگوں کو اس میں ٹھہرایا۔
بنو عمر بن ادریس ان دنوں غمارہ میں تیجاس سے سبتہ اور طنجہ تک پھیلے ہوئے تھے اور ابراہیم
حجر النسر میں تھا۔ سنہ ۳۱۹ھ میں علی بن ادریس بن ابو العیش بن ادریس بن عمر سے سبتہ چھین لیا
اور ایک دستہ فوج کو محافظت کی غرض سے اس میں ٹھہرایا۔ اس اثنا میں ابراہیم بن محمد بنی محمد کا

سردار راہی ملک عدم ہو گیا بجائے اسکے اسکا بھائی قاسم ملقب بہ کانون حسن حجام کا بھائی حکمرانی کرنے لگا۔ یہ قاسم، محمد بن قاسم کا لڑکا تھا اس نے موسیٰ بن ابو العافیہ اور اسکے مذہب سے منحرف ہو کر شیعہ کے علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی اسی کے زمانہ سے حکومت و سلطنت کا سلسلہ اس کے خاندان میں جاری ہوتا ہے اور غمارہ اسکی دولت کے ارکین اور اسکی سلطنت کے بازو بنے رہتے ہیں جیساکہ غمارہ کے حالات میں ہم اسکو بیان کرینگے۔

ان واقعات کے بعد خلفاء مروانیہ حکمرانان قرطبہ کے ایلچی بلاد مغرب میں پھیل جاتے ہیں اور زناتہ کو بزور تیغ دبا لیتے ہیں بعد ازاں بنی ایوب اور بعد انکے سعراوہ، فاس پر متولی و متصرف ہوتے ہیں اور اسمعہ غمارہ کے ریف میں جاکے ٹھہر جاتے ہیں شہر بصرہ، حجر النسر، سبتہ اور اصیلا میں انکی حکومت و سلطنت بنی محمد اور بنی عمر کے ذریعہ سے قایم ہوتی ہے بعد چند دلوں کے مروانیوں کو ان پر قابو مل جاتا ہے اور یہ اون کو اندلس تک پائمال کرتے جاتے ہیں اور بالآخر ان لوگوں کو اسکندریہ کی طرف جلا وطن کر دیتے ہیں۔ عزیز عبیدی بن کانون اپنی بادشاہی کی جستجو میں اپنے ایلچی ملک مغرب روانہ کرتا ہے منصور بن ابی عامر ان پر غالب و مستولی ہو کر انکو قتل کر ڈالتا ہے۔ اسی کے زمانہ میں انکی حکومت و سلطنت اور نیز ملک مغرب کے سلطان اور ریہ کی دولت کا انقطاع اور انقراض ہو جاتا ہے۔ یہ اُن ادریسیوں کی نسل سے تھا جنہوں نے غمارہ میں آکے پناہ لی تھی اور ملوک امویہ اندلس کے مزاحم و معاصر تھے پس جس وقت ان ادریسیوں کی حکومت و سلطنت جاتی رہی اور وہ لوگ بحال پریشان بلاد غمارہ میں آکے پناہ گزیں ہوئے اور وہاں پہنچکے ان لوگوں نے ایک جدید حکومت کی بنا ڈالی جو ایک مدت تک بنی محمد اور بنی عمر اولاد ادریس بن ادریس میں قایم رہی یہی وجہ تھی کہ بربریوں کو ان سے میل جول تھا اور وہ انکی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف مائل و راغب تھے بنو حمود بھی ... [۱] غمارہ ہی سے تھے جنگ مستعین میں بربریوں کے ساتھ ملک مغرب میں چلے آئے تھے اور بحکمت علی زمام حکومت اپنے

لوٹ [۱] اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے۔ مترجم۔

ہاتھ میں لے لی تھی اور ملک اندلس کے حکمراں ہو گئے تھے جیسا کہ تم ان کے حالات میں ان واقعات کو پڑھو گے۔

سلیمان، ادریس اکبر کا بھائی عباسیوں کے زمانہ میں ملک مغرب بھاگ گیا تھا ادریس کے مرنے کے بعد اطراف تاہرت میں مقیم ہوا اور وہیں حکومت وسلطنت کا دعویٰ دار بنا اور بربریوں نے اسکو منظور کیا ادھر اغالبہ کے اراکین دولت پیچھے جھاڑ کے اسکے پیچھے پڑے۔ اسی ہنگامہ میں اسکے نسب کی تصحیح ہو گئی مرتا کھپتا تلمسان پہونچا اور اپنی مدبرانہ چالوں اور حکمت عملیوں سے اسپر قابض ہو گیا زناتہ اور کل قبائل بربر نے اسکو خاندان حکومت کا ایک ممبر تصور کر کے اسکی اطاعت قبول کر لی۔ بعد اسکے اسکا بیٹا محمد بن سلیمان حکمراں ہوا۔ تھوڑے دنوں بعد اسکے لڑکوں میں نفاق پیدا ہوا خود سر حکومت کرنے کی غرض سے المغرب الاوسط میں پھیل گئے آپس میں حکومت وسلطنت کے حصہ بخرے کر لئے۔ تلمسان پر محمد بن احمد بن قاسم بن محمد بن احمد قابض ومتصرف ہوا۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ قاسم وہی ہے جسکے نسب کا بنو عبد الود دعویٰ کرتے ہیں کیونکہ یہ قاسم بن ادریس سے اس دعویٰ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔

ارشکول کی زمام حکومت عیسیٰ بن محمد بن سلیمان کے قبضہ میں رہی یہ شخص شیعیت کی طرف مائل تھا جراوہ کی حکمرانی ادریس بن محمد بن سلیمان کے قبضہ میں گئی۔ بعد اسکے ابو العیش عیسیٰ اس کا بیٹا حکمراں ہوا۔ اسی زمانہ سے اس صوبہ کی امارت کی کرسی پر اسکی آئندہ نسلیں متمکن ہوتی چلی آئیں چنانچہ اسکے بعد اسکا بیٹا ابراہیم بن عیسیٰ پھر اسکا بیٹا یحییٰ بن ابراہیم بعدہ اسکا بھائی ادریس بن ابراہیم سریر حکومت پر یکے بعد دیگرے جلوہ افروز ہوا۔ ادریس بن ابراہیم والی ارشکول اور خلیفہ عبد الرحمن ناصر سے دوستانہ مراسم تھے۔ علیٰ ہذا یحییٰ کو بھی اسی قسم کا اس سے تعلق تھا۔ میسور سپہ سالار دولت شیعہ کو اسکی طرف سے شبہ پیدا ہوا موقع پا کے ۳۲۳ھ میں گرفتار کر لیا۔ پھر جب موسیٰ بن ابو العافیہ نے اراکین دولت شیعہ کی ہمسفیری چھوڑ کے دعوت خلافت علویہ کی بناء ڈالی اور حسن بن ابو العیش عیسیٰ پر جراوہ میں محاصرہ ڈالا اور بزور جنگ جراوہ کو حسن سے چھین لیا تو

حسن بھاگ کر ادریس بن ابراہیم والی ارشکول کے پاس چلا گیا۔ بوری بن موسیٰ بن ابو العافیہ نے تعاقب کیا اور ارشکول پر پہونچکے دونوں پر محاصرہ ڈالدیا۔ آخر کار بوری نے بزور تیغ ان دونوں کو مغلوب کر کے گرفتار کر لیا اور پا بزنجیر خلیفہ ناصر کے پاس بھیجدیا خلیفہ ناصر نے ان دونوں کو قرطبہ میں ٹھیرایا۔

تنس کا صوبہ ابراہیم بن محمد بن سلیمان کے قبضہ میں تھا اسکے بعد اسکا بیٹا محمد بعدہ اسکا بیٹا یحییٰ بن محمد پھر اسکا بیٹا علی بن یحییٰ جانشین ہوا۔ اسی کے زمانہ میں زیری بن مناد ۲۴۲ھ میں تنس پر مستولی ہو گیا تھا اور یحییٰ اپنی جان بچا کے جبر بن محمد بن خزر کے پاس بھاگ گیا۔ اس کے دونوں بیٹے حمزہ اور یحییٰ ناصر کے پاس چلے گئے ناصر نے عزت و احترام سے ملاقات کی۔ بعد چندے یحییٰ اپنی سقیم حالت درست کر کے تنس پر قبضہ کرنے کو پھر آیا مگر کامیاب نہوا۔

اسی ابراہیم والی تنس کی اولاد سے احمد بن عیسیٰ بن ابراہیم والی سوق (بازار) ابراہیم اور سلیمان بن محمد بن ابراہیم رؤساء المغرب الاوسط تھے۔ اور انہی محمد بن سلیمان کی نسل سے یہ اور بطوش بن حناتش بن حسن بن محمد بن سلیمان تھا۔ ابن حزم کہتا ہے کہ یہ لوگ ملک مغرب میں کثرت سے تھے اور بلاد مغرب کی زمام حکومت انہیں کے قبضہ اقتدار میں تھی جنکی ریاستیں اور حکومتیں زائل اور منقطع ہو گئیں اور انمیں کا اب کوئی رئیس اطراف بجایہ میں باقی نرہ گیا۔ بنی حمزہ میں سے جو ہر کہ قیروان چلا آیا تھا اور انہیں سے کچھ لوگ پہاڑوں اور اسکے قرب و جوار کے دیہاتوں میں باقی رہ گئے جنسے اس مقام کے بربری واقف اور آگاہ ہیں واللہ وارث الارض ومن علیہا

انتشار صاحب زنج

ابتداہی سے اس حکومت و دولت میں ایک کیفیت اضطراب و تذبذب کی پیدا ہو گئی تھی جسکی وجہ سے اسکے بانی کی حکومت مستقل و مستحکم نہیں ہوئی۔ عہد خلافت معتصم میں علویہ زیدیہ کے ایلچیوں نے جسکی حکومت و سلطنت کی ترغیب دینا شروع کی تھی اور جنکے ہوا خواہ کثرت سے تمام ممالک میں پیدا ہو گئے تھے وہ علی بن محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید شہید تھے۔ جسوقت انکی شہرت ہوئی اور علم خلافت کو انکی بڑھتی ہوئی قوت سے خطرہ کا احساس ہوا اور خلافت عباسیہ کا تاجدار اسکے روک تھام کی طرف متوجہ ہوا علی بن محمد

بھاگ گیا اور انکے چچا کا بیٹا علی بن محمد بن حسن بن علی بن عیسیٰ اسی ہنگامہ میں قتل کر ڈالا گیا علی بن محمد اس ہنگامہ کے بعد روپوش ہو گئے پس صاحب زنج نے ۲۵۵ھ میں یہ دعویٰ کر دیا کہ میں ہی علی بن محمد ہوں۔ بعد چندے انہوں نے ظاہر ہو کر جب بصرہ پر قبضہ حاصل کیا تو صاحب زنج کی قلعی کھل گئی فوراً اس دعویٰ سے دست کش ہو کر یحییٰ ابن زید شہید جون کیجانب اپنے کو نسباً منسوب کر دیا مسعودی اسکو طاہر بن حسین بن علی کی طرف نسباً منسوب کرتا ہے اور بعضے علی بن محمد بن جعفر بن حسین بن طاہر کی طرف۔ بہرکیف اس نسب کے صحیح ماننے میں یہ دقت پڑتی ہے کہ حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم کا سلسلہ نسل صرف زین العابدین ہی سے چلا ہے۔ ابن حزم کہتا ہے کہ اس طاہر سے اگر طاہر بن یحییٰ المحدث بن حسن بن عبید اللہ بن حسن اصغر بن زین العابدین مراد لیا جائے تو سلسلہ نسب طویل ہو جاتا ہے اور حسین بن فاطمہ تک بارہ پشتیں ہو جاتی ہیں اور یہ امر دور از قیاس وعقل معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں صاحب زنج ظاہر ہوا ہے اسوقت تک اسکی بارہ پشتیں ہو چکی ہوں۔ علما محققین طبری اور ابن حزم وغیرہما اس امر کے مقر ہیں کہ یہ شخص قبیلہ عبد القیس سے تھا موضع ورزنین مضافات رے میں رہتا تھا علی بن عبد الرحیم اسکا نام تھا چونکہ مزاج میں چل پھر زیادہ تھی دل میں سرداری اور گروہ بندی کا خیال پیدا ہوا۔ اتفاق سے انہیں دنوں زیدیہ فاطمیہ بکثرت دعویٰ دار حکومت وخلافت ہو رہے تھے جھٹ پٹ اس نے ایک نسب نامہ درست کر کے علوی ہونے کا دعویٰ کر دیا حالانکہ اس خاندان سے اسکو ذرا بھی تعلق نہ تھا۔ ہمارے اس بیان کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ یہ خارجی المذہب پابند عقائد ازارقہ تھا۔ دونوں گروہوں یعنی اصحاب جمل اور صفین پر لعن کرتا تھا پھر کیونکر یہ شخص علوی صحیح النسب ہو سکتا ہے۔ اور اسیوجہ سے کہ اسنے اپنے کو غلط طور سے نسباً علوی بیان کیا اور اپنے دعویٰ کو سچائی کے ساتھ ثابت نہ کر سکا اسکا سارا کارخانہ درہم وبرہم ہو گیا اور مار ڈالا گیا اور اسکی حکومت کا کوئی سلسلہ قائم نہوا اگرچہ اسنے بیحد زیادتیاں کیں، اطراف بصرہ میں غارتگری کی، بلاد اسلامیہ کو ویران اور پائمال کیا، عساکر اسلامی کو شکست بھی دی، امراء واکابرین

اسلام کو شہید بھی کیا اور اپنے لئے قلعہ بھی بنوایا جسمیں وہ خود مارا گیا جبکہ اسکا پیالہ حیات لبریز ہوگیا جیساکہ عادت اللہ اسکے بندوں میں جاری ہے۔

یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا اب پھر ہم صاحب زنج کا حال تحریر کرتے ہیں کہ اسنے پہلے اُن لوگوں سے میل جول پیدا کیا جو دربار خلافت کے حاجب اور خلیفہ مستنصر کے خسراء کے خدام تھے۔ جب اسکے متبعین کی ایک خاصی جماعت ہوگئی تو یہ معہ اُن لوگوں کے ۲۴۹ھ میں بحرین کی طرف گیا اور یہ دعویٰ کیا کہ میں علوی ہوں اور حسین بن عبیداللہ بن عباس بن علی کی نسل سے ہوں۔ لوگوں کو اپنی اطاعت کی ترغیب دی اہل ہجر کا ایک گروہ کثیر اسکا مطیع و فرمانبردار ہوگیا بعدازاں یہ احساء گیا اور بنی تمیم کے قبیلہ میں فروکش ہوا یحییٰ بن محمد ازراق اور سلیمان بن جامع اسکے ہمراہ تھا۔ اہل بحرین سے اور اس سے لڑائی ہوئی اہل بحرین نے اسکو شکست دی۔ عرب کا گروہ جو اس کے رکاب میں تھا تتر بتر ہوگیا بحال پریشاں بھاگ کر بصرہ پہونچا۔ ان دنوں بصرہ میں مابین بلالیہ اور سعدیہ جھگڑا و فساد ہو رہا تھا اسکے آنے کی خبر محمد بن رجاء والی بصرہ کو ہوئی اسنے اُسکی گرفتاری اور جستجو پر پولیس کو تعینات کیا یہ تو ہاتھ نہ آیا مگر اسکا لڑکا، اسکی بیوی اور اسکے بعض ہمراہی گرفتار کر لیئے گئے۔ یہ بعد چند دنوں کے دربار خلافت بغداد میں داخل ہوا اور اپنے کو عیسیٰ بن زید شہید کی اولاد سے ظاہر کرنے لگا جیسا کہ ہم ابھی اوپر بیان کر آئے ہیں بعد چندے یہ خبر پاکے کہ بلالیہ اور سعدیہ نے محمد بن رجاء والی بصرہ کو بصرہ سے نکال دیا ہے اور اسکے اہل و عیال کو قید کی مصیبت سے رہائی ملگئی ہے۔ دارالخلافت بغداد سے بصرہ کیجانب ماہ رمضان ۲۵۵ھ میں مراجعت کی یحییٰ بن محمد، سلیمان بن جامع اور اہل بغداد کے بہت سے سربرآوردہ افراد جنکو اسنے بحکمت عملی ملالیا تھا مثلاً جعفر بن محمد صمدحانی، علی بن ابان اور عبدان بن ہمینا وغیرہم اسکے ہمراہ تھے۔ بصرہ کے قریب پہونچکے پڑاؤ کیا اور زنگی غلاموں میں اپنے خیالات کو پھیلانے اور انکو اپنی اطاعت کی ترغیب دینے لگا۔ زیادہ زمانہ گزرنے نہ پایا تھا کہ اُن زنگی غلاموں کو انکے آقاؤں کی طرف سے برگشتہ اور بددل کرکے آزادی اور حریت کی طرف مائل کردیا اور جب یہ

خیالات اُنکے دماغ میں متمکن ہو گئے تو اُنکو حکومت اور ملکداری کی طمع دلائی اور ایک جھنڈا بنایا
جس پر آیہ کریمہ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم تا آخر آیہ لکھی تھی۔ ان زنگی غلاموں
کے آقا ان کی جستجو اور تلاش میں آئے۔ صاحب زنج نے اشارہ کر دیا وہ سیاہ بخت غلام اپنے آقاؤں
کو لپٹ گئے باہم خوب لپاڈگی ہوئی۔ بصرہ اور ابلہ کی فوجیں سرکوبی کو آئیں مگر ناکام واپس گئیں۔
اس واقعہ کے بعد صاحب زنج قادسیہ چلا گیا۔ اسی عرصہ میں دربار خلافت بغداد سے ایک تازہ دم
فوج اہل بصرہ کی کمک پر آگئی صاحب زنج سے یہ بھی گھونگھٹ کھا گئی۔ تب ایک دوسری فوج بافسری
جعلان ترکی سپہ سالار بصرہ کی حمایت پر آئی۔ باہم لڑائیاں ہوئیں آخرکار یہ بھی شکست کھا گئی اور
صاحب زنج نے ابلہ وغیرہ پر قبضہ حاصل کر کے اہواز کا قصد کیا۔ اہواز میں ان دنوں ابراہیم بن مدبر
خوارج پر حکومت کر رہا تھا۔ پس اُس نے اسکو بھی بزور تیغ فتح کر کے ابراہیم کو قید کر لیا۔ یہ واقعہ
۲۵۶ھ کا ہے۔ بعد چند دنوں کے ابراہیم زنگیوں کے قید سے نکل بھاگا ۲۵۷ھ میں دارالخلافت
بغداد سے سعید بن صالح جو ان دنوں عامل بصرہ تھا زنگیوں کی لڑائی پر بھیجا گیا۔ چنانچہ واسط سے
فوج آرائی کر کے زنگیوں کی طرف بڑھا علی بن ابان سپہ سالار زنگیاں مقابلہ پر آیا ایک سخت اور
خونریز جنگ کے بعد سعید شکست کھا کے بحرین کی طرف بھاگا اور بصرہ میں پہونچکے قلعہ بندی کر لی علی
بن ابان نے پہونچکے محاصرہ کر لیا تا آنکہ سعید نے امان حاصل کر کے شہر پناہ کے دروازے کھولدیئے
علی بن ابان نے شہر میں داخل ہو کے لوٹ لیا۔ جامع مسجد کو جلا کے خاک وسیاہ کر دیا۔ صاحب زنج
کو اس سے ناراضی پیدا ہوئی۔ اسکو بصرہ سے واپس بلا کے بجائے اسکے بصرہ پر یحییٰ بن محمد بحرانی کو
مامور کیا خلیفہ معتمد نے محمد بن مولد کو بصرہ کی طرف زنگیوں کے طوفان بے تمیزی کے روک تھام کو
روانہ فرمایا چنانچہ محمد کو اس مہم میں کامیابی حاصل ہوئی اور بصرہ سے زنگیوں کو اسنے نکال باہر کیا۔
اسکے تھوڑے دنوں بعد زنگیوں نے محمد پر بحالت غفلت شبخون مارا۔ محمد کو اس معرکہ میں ہزیمت ہوئی
زنگیوں نے محمد کو ہزیمت دے کے اہواز کی جانب قدم بڑھائے۔ منصور خیاط والی اہواز مقابلہ
پر آیا لیکن اپنی ناعاقبت اندیشی سے مغلوب ہو کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔

قبل ان واقعات کے خلیفہ معتمد نے اپنے بھائی ابواحمد موفق کو مکہ معظمہ سے طلب کرکے کوفہ، حرمین، طریق مکہ اور یمن کی سند حکومت عطا فرمائی تھی بعدہ بغداد، سواد، واسط، کور دجلہ، بصرہ اور اہواز کا نظم ونسق بھی اسکے قبضہ اقتدار میں دے دیا تھا اور یہ ہدایت کردی تھی کہ بصرہ، کور دجلہ، یمامہ، اور بحرین پر بجائے سعید بن صالح کے یارجوج کو مامور کرنا پس جب سعید بن صالح کو زنگیوں کے مقابلہ میں ہزیمت ہوئی تو یارجوج نے اپنی طرف سے بجائے سعید بن صالح کے منصور بن جعفر کو متعین کیا۔ چنانچہ زنگیوں نے اسکو شکست دے کے مار ڈالا جیسا کہ ہم تحریر کر آئے ہیں تب خلیفہ معتمد نے اپنے بھائی موفق کو ۲۵۸ھ میں زنگیوں کے مقابلہ پر روانہ فرمایا۔ اسکے مقدمۃ الجیش پر مفلح تھا۔ زنگیوں نے یہ خبر پاکے بصرہ سے نکلکے مفلح کا مقابلہ کیا۔ علی بن ابان زنگیوں کے اس لشکر کا سردار تھا مفلح کو اس معرکہ میں ہزیمت ہوئی اثنار دار وگیر میں مارا گیا۔ اسکے رکاب کی فوج ادھر ادھر منتشر ہوگئی۔ موفق بمجبوری سامرا لوٹ آیا۔

منصور خیاط کے شکست کھانے کے بعد اہواز کی حکومت اصیطخور کو مرحمت ہوئی ہے یحیی بن محمد بحرانی سپہ سالار زنگیان جنگی کشتیوں کا بیڑہ لیے کے اہواز پر قبضہ کرنے کو آیا ہوا تھا مگر یہ خبر پاکے کہ موفق ایک فوج عظیم کے ساتھ آیا ہوا ہے بلا جدال وقتال مراجعت کردی اصیطخور نے تعاقب کیا اور اسکو گرفتار کرکے سامرا لایا اور وہیں مار ڈالا۔ صاحب زنج نے بجائے یحیی، علی بن ابان اور سلیمان شعرانی کو روانہ کیا ان لوگوں نے ۲۵۹ھ میں اہواز کو اصیطخور کے قبضہ سے نکال لیا۔ اصیطخور ہزیمت کے بعد ایک کشتی پر سوار ہوکر بھاگا۔ لیکن چونکہ اسکا وقت آگیا تھا اتفاق سے کشتی ڈوب گئی مر گیا۔ خلیفہ معتمد نے ان لوگوں کی سرکوبی پر موسیٰ بن بغا کو صوبجات مذکورہ بالا کی سند حکومت عطا فرماکے روانہ کیا اسنے اپنی طرف سے بطور نائب کے اہواز پر عبدالرحمن بن مفلح کو بصرہ پر اسحاق بن کنداجق کو بادا ورد پر ابراہیم بن سلیمان کو بھیجا اور ہر چہار طرف سے سیاہ بخت زنگیوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ ڈیڑھ برس تک مسلسل لڑائی جاری رہی مگر کوئی فیصلہ ہوا۔ بعد اسکے موسیٰ بن بغا نے استعفا دے دیا تب خلیفہ معتمد نے بجائے اسکے ان صوبجات پر مسرور بلخی

کو مامور کیا اور زنگیوں کے سر کرنے کو اپنے بھائی ابو احمد موفق کو روانہ فرمایا۔ اس روانگی سے پہلے خلیفہ معتمد نے موفق کی ولیعہدی کا اعلان کر دیا تھا کہ میرے بعد تاج و تخت اور خلافت کا مالک یہی ہوگا اور "الناصر لدین اللہ الموفق" کا مبارک لقب دیا تھا اور کل مشرقی صوبجات کی اصفہان تک کی اور نیز حجاز کی سند حکومت عطا کی تھی۔ چنانچہ موفق اس مہم کے سر کرنے کو ۲۶۲ھ میں روانہ ہوا۔ اتفاق یہ کہ یعقوب صفار کا معاملہ پیش آگیا یہ ایک فوج عظیم لیئے ہوئے بغداد پہ چڑھا آرہا تھا۔ اسوجہ سے موفق، یعقوب کی لڑائی میں مصروف ہوگیا۔ اس معرکہ میں یعقوب صفار کو ہزیمت ہوئی۔ جسقدر ملک اہواز اسکے قبضہ میں تھا نکل گیا مسرور بلخی بھی اس معرکہ میں شریک ہونے کو بغداد چلا آیا تھا۔ صاحب زنج کو موقع ملگیا اسکے زمانہ غیر حاضری کو اپنی کامیابی کا ذریعہ سمجھکے لوٹ مار شروع کر دی قادسیہ تک تاخت و تاراج کرتا چلا گیا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر دار الخلافت بغداد تک پہونچی دربار خلافت سے شاہی فوجیں بسرافسری اغرتمش اور خشنش، صاحب زنج کو ہوش میں لانے کی غرض سے روانہ کی گئیں زنگیوں نے پہلے ہی معرکہ میں شاہی فوجوں کو ہزیمت دے دی۔ اس جنگ میں زنگیوں کا سپہ سالار سلیمان بن جامع تھا خشنش شاہی فوج کا سپہ سالار مارا گیا۔ علی بن ابان سپہ سالار زنگیاں ایک فوج لیکے اہواز گیا ہوا تھا ان دنوں اس صوبہ کی حکومت محمد بن ہزار مرد کردی کے قبضہ اقتدار میں تھی مسرور بلخی نے علی بن ابان کے قصد سے مطلع ہوکے اہواز کے بچانے کی غرض سے احمد بن نیونہ کو روانہ کیا دونوں حریف میں سخت اور خونریز لڑائیاں ہوئیں ابتداً علی بن ابان نے اہواز پر کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کیا لیکن جب محمد بن ہزار مرد نے کردوں کو مجتمع کرکے دوبارہ حملہ کیا تو علی بن ابان کے پاؤں میدان جنگ سے اوکھڑ گئے تستر میں پہونچکے قیام کیا اور محمد بن ہزار مرد، سوس کیطرف لوٹ آیا۔ صاحب زنج کا یہ خیال تھا کہ علی بن ابان میرے نام کا خطبہ پڑہے گا مگر یہ خیال خام نکلا یعقوب صفار سے سازش کرکے اسکے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ اسوجہ سے مابین علی بن ابان اور صاحب زنج ناصافی پیدا ہوگئی نوبت بجنگ رسید کا مضمون ہوا۔ شکست صاحب زنج کے ہاتھ رہا علی بن ابان کو ہزیمت ہوئی تستر چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اس وقت

ملک فارس فتنہ وفساد سے بھرا ہوا تھا جس طرف آنکھ اٹھتی تھی جنگ اور خونریزی کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ان واقعات کے بعد یعقوب صفار اہواز پر قابض ومتصرف ہوگیا اور زنگیوں سے مراسم اتحاد پیدا کرلئے سلیمان بن جامع زنگیوں کا نامور سپہ سالار فوجیں مرتب کرکے ملک گیری کو بڑھا۔ موفق نے شہر واسط پر احمد بن مولد کو مامور کیا۔ زنگیوں کی طرف سے خلیل بن ابان واسط پر حملہ آور ہوا احمد بن مولد سینہ سپر ہو کے مقابلہ پر آیا خلیل نے اسکو ہزیمت دے کے واسط کو قتل وغارت سے معمور کرکے قتل عام کا بازار گرم کردیا۔ یہ واقعہ ۲۶۶ھ کا ہے فتحمند گروہ نے کامیابی کے بعد اطراف سواد میں نعمانیہ اور جرجرایا تک اپنے خیمے نصب کئے اور ان مقامات کے رہنے والوں کا عام طور سے خون مباح کردیا علی بن ابان ان دنوں پھر اہواز کی طرف گیا ہوا تھا اور اہل اہواز پر محاصرہ ڈال رکھا تھا۔ موفق نے مسرور بلخی کو مامور کرکے اہواز کی جانب روانہ کیا مسرور نے اپنی جانب سے تکید بخاری کو تستر روانہ کیا علی بن ابان اور اسکے ہمراہی زنگیوں نے تکید کی فوج کو پسپا کردیا مگر اس واقعہ کے بعد تکید اور علی بن ابان میں مصالحت ہوگئی مسرور بلخی کو اس سے شبہہ پیدا ہوا۔ بہ الزام سازش تکید کو گرفتار کرلیا اور بجائے اسکے اغرتمش کو مامور کیا۔ اغرتمش نے پہلے حملہ میں تو زنگیوں کو شکست دے دی مگر دوسرے معرکہ میں خود شکست کھا کے بھاگا علی ابن ابان نے محمد بن ہزار مرد کردی پر فوج کشی کردی اور رامہرمز کو اسکے قبضہ سے نکال لیا۔ محمد بن ہزار مرد نے دیکر دو لاکھ درہم سالانہ پر مصالحت کرلی اور یہ بھی اقرار کرلیا کہ میرے کل صوبہ میں علی بن ابان کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ علی بن ابان اس مہم سے فراغت حاصل کرکے اہواز کے دوسرے قلعوں کے سر کرنے کو بڑھا۔ مسرور بلخی کو اسکی خبر لگی اسنے بھی فوجیں مرتب کرکے علی بن ابان کے لشکر پر دھاوا کردیا دونوں میں خوب گھماگھمی کی لڑائی ہوئی آخرکار علی بن ابان شکست کھا کے بھاگا اور اسکا سارا لشکر گاہ لوٹ لیا گیا

قبل اس واقعہ کے موفق نے اپنے بیٹے ابوالعباس کو ۲۶۶ھ میں دس ہزار فوج کی جمعیت سے جسوقت کہ زنگیوں نے شہر واسط کو تاخت وتاراج کیا تھا براہ دریا واسط کیطرف

روانہ کیا تھا جنگی کشتیوں کا ایک بہت بڑا بیڑہ اسکے ہمراہ تھا ابو حمزہ نصیر امیر البحر، ان جنگی کشتیوں کا انچارج تھا۔ نصیر نے موفق کو تحریر کیا کہ سلیمان بن جامع زنگیوں کی طرف سے فوج عظیم کے ساتھ مقابلہ پر آیا ہوا ہے بری اور بحری لڑائی کا سامان ہے اور اس کے مقدمۃ الجیش پر جبائی ہے۔ سلیمان بن موسی شعرانی بھی مع اپنے لشکر کے آگیا ہے اور نشیبی واسط میں خیمہ زن ہوا ہے۔ ابوالعباس نے اپنی فوجوں کو مرتب کر کے زنگیوں پر حملہ کیا۔ سیاہ بخت زنگی لشکر مقابلہ نہ کر سکا پیچھے ہٹا ابوالعباس کی فوج نے بڑھ کے ان کے مورچوں پر قبضہ کر لیا اور زنگی فوجیں واسط میں ٹھہری ہوئی شاہی لشکر کا مقابلہ کرتی رہیں متعدد لڑائیاں ہوئیں اور ہر لڑائی میں زنگیوں ہی کو ہزیمت ہوا کی۔ صاحب زنج نے اپنی پیہم شکست سے متاثر اور خائف ہو کے علی بن ابان اور سلیمان بن جامع کو متفق ہو کے ابوالعباس بن موفق سے جنگ کرنے کا حکم دیا جاسوسوں نے موفق تک یہ خبر پہونچا دی۔ چنانچہ موفق ماہ ربیع الاول ۲۶۷ھ میں بغداد سے واسط کی طرف روانہ ہوا اور منیعہ میں پہونچ کے زنگیوں پر حملہ کر دیا۔ زنگی فوجیں اس اچانک حملہ سے گھبرا کے بھاگ کھڑی ہوئیں ابوالعباس بن موفق کے لشکر نے تعاقب کیا۔ منیعہ کا میدان کشت و خون سے لالہ زار بن گیا تھا مقتولوں اور قیدیوں کی کوئی صحیح تعداد بیان نہیں کیجا سکتی جس طرف آنکھ اٹھتی تھی مقتول ہی مقتول نظر آتے تھے فتحمند گروہ کا جو سپاہی دکھائی دیتا تھا وہ دو چار قیدیوں کو ضرور گرفتار کئے لاتا تھا منیعہ کا شہر پناہ منہدم مسمار کر دیا گیا۔ خندق جو شہر پناہ کے ارد گرد تھی پاٹ دی گئی۔ سلیمان بن موسی شعرانی اور سلیمان بن جامع کسی نہ کسی طرح اپنی جان بچا کے بھاگ کھڑے ہوئے ابوالعباس نے منصورہ و طہثا کی طرف قدم بڑھائے اور پہونچتے ہی اس پر قبضہ کر لیا مال اسباب اور خزانہ وغیرہ جو کچھ تھا سب کو لوٹ لیا شہر پناہ کو منہدم کرا دیا خندق پٹوا دی سلیمان ابن جامع بھاگ کر واسط پہونچا ابوالعباس نے بھی منصورہ کو سر کرنے کے بعد واسط کی طرف مراجعت کی۔ بعد اسکے موفق نے اپنی فوج کو دو حصوں پر تقسیم کیا ایک حصہ پر اپنے بیٹے ہارون کو واسط میں چھوڑا اور دوسرے حصہ کو مرتب اور مسلح کر کے زنگیوں کی سرکوبی کو اہواز کی طرف بڑھا۔ اتنے میں یہ خبر مسموع ہوئی

کہ زنگیوں نے طہشا اور منصورہ کیجانب مراجعت کی ہے۔ اسیوقت اپنی رکاب کی فوج سے چند دستہ فوج کو چند کارآزمودہ سرداران کی ماتحتی میں ان زنگیوں کے سر کرنے کو روانہ کیا جو طہشا اور منصورہ کیطرف لوٹ آئے تھے اور خود جس قصد و عزیمت سے نکلا تھا اسی ارادہ کی تکمیل کو مدنظر رکھہ کے کوچ کر دیا۔ رفتہ رفتہ سوس پہونچا۔ اسوقت تک علی بن ابان اہواز ہی میں مقیم تھا۔ موفق کے آنے کی خبر پاکے چند دستہ فوج اہواز کی حفاظت پر چھوڑ کے اپنے سردار صاحب زنج کے پاس چلا گیا۔ زنگیوں میں سے جو لوگ اہواز میں باقی رہ گئے تھے انہوں نے موفق سے امن کی درخواست کی موفق نے انکی درخواستیں منظور کر لیں اور انکو امن دے کے تستر کی طرف چلا گیا۔ محمد بن عبداللہ کردی بھی شاہی امن حاصل کر کے اہواز چلا آیا۔ موفق نے اپنے ایک بیٹے ہارون کو فرات بصرہ کے نہر مبارک پر معہ فوج کے ملنے کو لکھہ بھیجا اور دوسرے بیٹے ابوالعباس کو نہر ابی خصیب پر خبیث سے جنگ کرنے کو روانہ کیا خبیث کے سرداران لشکر کے ایک گروہ نے امن کی درخواست کی ابوالعباس نے منظور کر لی اور امان دے کے انکے عذرات قبول کر لئے بعد اسکے لشکر مرتب کر کے شہر مختارہ پر چڑھائی کی براہ دریا بھی فوجیں بھیجیں پچاس ہزار شاہی فوج تھی اور زنگیوں کی فوج کی تعداد تین لاکھہ تھی۔ ابوالعباس نے جابجا دھس اور دمدمے بندھوائے موقع موقع سے منجنیقیں نصب کرائیں مورچے قائم کئے اور رہنے کے لئے شہر موفقہ کا بنیادی پتھر رکھا۔ قرب و جوار کے شہروں سے رسد و غلہ کی طلبی کا فرمان بھیجا اور مختارہ کی رسد و غلہ کی آمد و رفت بند کر دی۔ یہ تو خشکی کا انتظام تھا دریائے محاصرہ کی غرض سے جنگی کشتیوں کے متعدد بیڑے ہر وقت دریا میں پھر رہے تھے۔ ماہ شعبان ۲۶۷ھ سے ماہ صفر ۲۷۰ھ تک نہایت شدت کے ساتھہ مختارہ کا محاصرہ کئے رہا بعد اسکے مجموعی قوت سے حملہ کر کے بزور تیغ مختارہ پر کامیابی کے ساتھہ قبضہ کر لیا خبیث معہ اپنے بیٹے انکلائے اور سلیمان بن جامع کے ایک قلعہ کیطرف بھاگا جو اسی غرض سے پہلے سے تجویز کیا گیا تھا شاہی لشکر کے ایک دستہ نے تعاقب کیا خبیث ہنوز قلعہ تک نہ پہونچنے پایا تھا کہ شاہی لشکر نے جاکے اسکو گھیر لیا۔ دو دو ہاتھہ دونوں حریف میں چلگئے خبیث شکست کھا کے بھاگا۔ اکثر ہمراہی

مارے گئے۔ سلیمان بن جامع گرفتار کر لیا گیا بعد اس کے صاحب زنج بھی اسی دار و گیر میں مارا گیا سر اوتار کے موفق کے پاس لایا گیا۔ انکلاے معہ پانچہزار زنگیوں کے بھاگ کر دیناری پہونچا۔ شاہی لشکر نے تعاقب کیا اور اُن سبھوں کو گرفتار کر لایا۔ اسکے سپہ سالاروں میں سے درمونہ نامی ایک سپہ سالار شاہی لشکر کے رسد و غلہ بند کرنے کو بطیحہ چلا گیا تھا پس جب اسکو اپنے سردار کے مارے جانے کی خبر پہونچی تو اس نے بھی موفق سے امن کی درخواست کی موفق نے اسکو بھی امن دے دی۔

اس خداداد کامیابی کے بعد موفق چند دنوں اپنے شہر میں مقیم رہا بعد ازاں بصرہ، ابلہ اور کور دجلہ پر ایک شخص کو مقرر کر کے دار الخلافت بغداد کی جانب مراجعت کی۔ چنانچہ ماہ جمادی الاول سنہ ۲۷۰ھ میں بغداد آپہونچا۔

صاحب زنج کا صرف ایک لڑکا محمد نامی ملقب بہ "انکلاے" تھا۔ زنگی زبان میں اسکے معنی "شاہزادہ" کے ہیں۔ یحیی، سلیمان، اور فضل گرفتار ہو کر مطبق میں قید کر دیئے گئے تا آنکہ مر گئے۔ واللہ وارث الارض و من علیہا۔

علویہ کے دعاۃ دیلم و جبل کے حالات

ابوجعفر منصور نے علویہ میں سے بنی حسن سبط کو اور بنی حسن سبط میں سے حسن بن زید بن حسن کو منتخب کر کے مدینہ منورہ کی گورنری مرحمت فرمائی تھی یہ وہی شخص ہے جس نے امام مالک رحمۃ اللہ کی آزمائش کی تھی جیسا کہ مشہور ہے اور اسی نے خلیفہ منصور کو بنی حسن کی جانب سے بدظن و مشتبہ کیا تھا۔ محمد مہدی اور ان کے بیٹے عبداللہ کی سازش اور مخالفت کی اطلاع منصور تک اسی نے کی تھی تا آنکہ منصور نے ان لوگوں کو گرفتار کر کے عراق بھیجدیا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں انکے عقارب رے میں تھے اسی خاندان سے حسن بن زید بن محمد بن اسمعیل بن حسن والی مدینہ منورہ تھا۔

جسوقت محمد بن اوس (جو سلیمان بن عبداللہ بن طاہر نائب محمد بن طاہر کی طرف سے عامل طبرستان تھا) اور محمد و جعفر پسران رستم و نیان اطراف طبرستان میں نزاع پیدا ہوئی

جسکا ذکر اوپر ہو چکا ہے اسوقت طبرستان کے قرب وجوار کے رہنے والوں نے اسکو دیلم سے امداد کی درخواست کرنے کی ترغیب دی یہ لوگ اسوقت مجوسی المذہب تھے اور انکا بادشاہ اہشوذار بن حسان تھا۔ ان لوگوں نے پسران رستم کی درخواست منظور کر لی اور محمد بن اوس سے جنگ کرنے کو اٹھ کھڑے ہوئے اس عداوت سے کہ محمد بن اوس نے دیلم کے شہروں کو خوب خوب پائمال اور تاخت و تاراج کیا تھا۔ پسران رستم نے محمد بن ابراہیم کو طبرستان سے حکومت کرنے کی غرض سے بلا بھیجا۔ محمد بن ابراہیم نے خود تو منظور نہ کیا لیکن حسن بن زید کا پتہ بتا دیا کہ وہ رے میں ہیں اور اس امر کے مستحق ہیں ان لوگوں نے محمد بن ابراہیم کے خط کے ذریعہ سے حسن بن زید کو طلبی کا خط لکھا اور بلانے کی غرض سے اپنے خاص اور معتمد علیہ آدمی روانہ کئے چنانچہ حسن بن زید رے سے دیلم میں تشریف لائے صرف دیلم اور پسران رستم نہیں بلکہ طبرستان کے کل اطراف و جوانب کے امیروں نے متفق ہو کے حسن بن زید کی حکومت کی بیعت کی۔ علاوہ انکے اہل جبال طبرستان نے بھی اسکے علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی۔ حسن بن زید نے ان سبھوں کو فوجی صورت میں مرتب کر کے آمد پر فوجکشی کر دی محمد بن اوس بھی اپنی فوجیں آراستہ کر کے مقابلہ پر آیا اور آمد کے باہر لڑائی چھڑ گئی حسن بن زید نے چند دستہ فوج اپنی فوج سے علیحدہ کر کے آمد پر دوسری جانب سے حملہ کر دیا اسوقت آمد میں سوائے معدودے چند سپاہیوں کے جو انتظام اور حفاظت کی غرض سے شہر میں رہ گئے تھے اور کوئی سردار موجود نہ تھا حسن بن زید نے بہ کمال آسانی آمد پر قبضہ کر کے اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ محمد بن اوس گھبرا کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا اور بہزار دقت و خرابی بسیار اپنی جان بچا کے سلیمان بن عبد اللہ بن طاہر کے پاس ساریہ پہونچا۔ حسن نے تعاقب کیا سلیمان اپنا لشکر آراستہ کر کے مقابلہ پر آیا۔ گھمسان لڑائی ہونے لگی حسن نے اپنے ایک سپہ سالار کو چند دستہ فوج کے ساتھ دوسری طرف سے ساریہ پر حملہ کرنے کو روانہ کیا جسکی خبر اسکی حمایت کرنے والے سلیمان بن عبد اللہ کو نہ تھی اس سپہ سالار نے پہونچتے ہی ساریہ پر قبضہ کر لیا۔ سلیمان اس غیر متوقع ہزیمت سے گھبرا کے جرجان کی طرف بھاگا حسن نے اسکے لشکرگاہ

اور کل اُن چیزون پر جو وہان تھیں معہ اسکے حرم اور اولاد کے قبضہ کرلیا۔ حرم اور اولاد کو کشتیون پر سوار کرکے سلیمان کے پاس بھیجدیا۔ باقی رہا مال و اسباب وغیرہ اسکو دبا بیٹھا۔

بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ سلیمان نے بوجہ اس تشیع کے جو بنی طاہر میں تھی قصداً یہ ہزیمت اوٹھائی تھی۔

بعد اسکے حسن بن زید نے طبرستان کا رخ کیا اور اسپر قابض و متصرف ہو گیا سلیمان دم دبا کر طبرستان سے بھاگ گیا پھر کیا تھا حسن کے حوصلہ بڑھ گئے تمام صوبہ طبرستان میں اپنے ایلچیون کو پھیلا دیا اور اپنے آپ کو "داعی علوی" کے لقب سے مشہور کیا۔ رے کی طرف اپنے برادر عم زاد قاسم بن علی بن اسماعیل کو روانہ کیا ان دنون رے میں قاسم بن علی بن زین العابدین سیمری تھا۔ چنانچہ قاسم نے رے پر قبضہ کرکے اپنی طرف سے بطور اپنے نائب کے محمد بن جعفر بن احمد بن عیسی بن حسین صغیر بن زین العابدین کو مامور کیا۔

قزوین کی جانب حسین معروف بہ کوکبی بن احمد بن محمد بن اسمعیل بن محمد بن جعفر کو بھیجا والی قزوین نے اسکو ہزیمت دے دی تب حسن بن زید نے اپنے مامور سپہ سالار دداجن کو محمد بن میکال والی قزوین کی سرکوبی کو روانہ کیا چنانچہ دداجن نے محمد کو ہزیمت دے کے قتل کر ڈالا اور قزوین پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کرلیا۔ یہ واقعہ سنہ ۲۵۰ھ کا ہے۔

ان واقعات کے بعد سلیمان بن عبداللہ بن طاہر نے فوجیں آراستہ و مرتب کرکے جرجان سے طبرستان پر فوجکشی کی۔ حسن بن زید نے یہ خبر پاکے طبرستان چھوڑ کے دیلم چلے گئے۔ سلیمان نے طبرستان میں داخل ہو کے قبضہ کرلیا بعد ازاں ساریہ کے طرف بڑھا۔ قاران بن شہرزاد کے لڑکے اور اہل آمد نے حاضر ہو کے علم خلافت کی اطاعت قبول کرلی۔ سلیمان نے انکی تقصیر معاف کردی۔ بعد اس کے محمد بن طاہر نے بقصد جنگ حسن بن زید فوج کشی کی۔ محمد اور حسن میں سخت و خونریز لڑائیاں ہوئیں آخرکار حسن کو ہزیمت ہوئی تین سو چالیس نامی نامی سردار مارے گئے۔ پھر ۲۵۳ھ میں موسیٰ بن بغا ان لوگوں سے جنگ کرنے کو فوجیں

مرتب کرکے دارالخلافت بغداد سے چلا مقام قزوین میں حسین کوکبی سے مڈبھیر ہوئی حسین شکست کھاکے دیلم بھاگ گیا اور موسیٰ بن بغا نے قزوین پر قبضہ کرلیا۔ بعد اس کے حسین کوکبی نے ۲۵۶ھ میں بلاد دیلم سے مراجعت کی اور بلا کسی مزاحمت اور جنگ کے رے پر قبضہ کرلیا اور قاسم بن علی اس کے بعد ہی ۲۵۷ھ میں کرخ پر قابض ہوگیا۔ اور حسن بن زید نے جرجان پر چڑھائی کی۔ محمد بن طاہر والی خراسان نے جرجان کے بچانے کو فوجیں روانہ کیں۔ لیکن حسن بن زید نے انکو پسپا کرکے جرجان پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کرہی لیا۔ اسی واقعہ سے بنی طاہر کی حکومت خراسان سے جاتی رہتی ہے اور طوائف الملوکی کا زمانہ شروع ہوجاتا ہے آج اسکو خراسان پر حکومت کا اعزاز حاصل ہے تو کل اوسکو۔ غرض یہی داعی خراسان کی حکمرانی اولٹ پلٹ کرتا ہے تاآنکہ یعقوب صفار خراسان کو اسکے قبضہ و تصرف سے نکال لیتا ہے۔ بعد اس کے حسین ۲۵۹ھ میں قومس پر اس سے قبضہ حاصل کرلیتا ہے۔

طبرستان پر صفار کا قبضہ

عبداللہ سنجری اور یعقوب بن لیث صفار میں درباره ریاست سجستان ایک مدت سے چل رہی تھی پس جس وقت یعقوب کو سجستان کی حکومت ملگئی عبداللہ سنجری نے نیشاپور میں جاکے محمد بن طاہر سے پناہ طلب کی۔ محمد بن طاہر نے پناہ دی۔ بعد چندے جب یعقوب صفار نے نیشاپور پر فوجکشی کی تو عبداللہ سنجری حسن بن زید کے پاس بھاگ گیا اور ساریہ میں جاکے قیام پذیر ہوا۔ یعقوب صفار نے حسن بن زید سے عبداللہ کو طلب کیا حسن بن زید نے دینے سے انکار کیا۔ اس بناء پر یعقوب نے ۲۶۰ھ میں حسن پر فوجکشی کی اور حسن کو لڑکر ہزیمت دیدی حسن شکست کھاکے دیلم کے ملک میں چلا گیا اور عبداللہ سنجری نے رے میں جاکے دم لیا۔ یعقوب نے کامیابی کے ساتھ ساریہ اور آمد پر قبضہ حاصل کرلیا اور سال بھر کی مالگذاری بھی وصول کرلی۔ بعد ازاں حسن کے تعاقب میں روانہ ہوا اتفاق وقت سے راستہ بھول کے طبرستان کے پہاڑوں میں جا پڑا مینہ اور راستہ کے کیچڑ سے بہزار دقت و خرابی بسیار اپنی جان بچاکے واپس آیا دربار خلافت میں حسن کے حالات اور جو کچھ اس کے ساتھ اسنے کئے تھے ان سب کو اطلاعاً لکھ بھیجا۔ اور عبداللہ

سنجری کے تعاقب کو رے کی جانب کوچ کیا والی رے نے یہ خبر پا کے عبداللہ کو گرفتار کر کے یعقوب کے پاس بھیج دیا یعقوب نے اسکو قتل کر ڈالا۔

بعد اس واقعہ کے ۲۶۱ھ میں حسن بن زید نے اپنی جمعیت درست کر کے طبرستان کی جانب پھر مراجعت کی اور یعقوب صفار کے عمال سے چھین لیا بعد اس کے سجستانی نے یعقوب بن لیث صفار سے خراسان میں بغاوت کی اور خراسان کو اسکے قبضہ سے نکال لیا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ ابو طلحہ بن شرکب نے اس واقعہ سے مطلع ہو کے سجستانی پر چڑھائی کر دی۔ سجستانی بھی خم ٹھونک کے میدان جنگ میں آگیا۔ ۲۶۵ھ میں گھمسان لڑائی ہوئی اور آخر کار سجستانی نے جرجان کو ابو طلحہ کے قبضہ سے نکال لیا بعد اسکے یعقوب صفار کے انتقال کے بعد اسکے بھائی عمرو بن لیث سے جنگ کرنے کو خروج کیا جیسا کہ انکے حالات میں بیان کیا جائے گا۔ ۲۶۶ھ میں حسن بن زید اور سجستانی سے چلگئی۔ حسن نے سجستانی پر فوجکشی کر دی اس معرکہ میں سجستانی کو ہزیمت ہوئی۔ حسن نے جرجان پر قبضہ کر لیا سجستانی بھاگ کر آمل پہونچا۔ حسن نے بڑھ کے ساریہ پر قبضہ کر لیا اور حسن بن محمد بن جعفر بن عبداللہ عیسی بن حسین اصغر بن زین العابدین کو مامور کر کے مراجعت کر دی بعد اس کے حسن بن محمد نے حسن بن زید کی مرنے کی خبر مشہور کر دی اور حکومت و سلطنت کا دعوی دار ہو گیا۔ ایک جماعت نے اسکے ہاتھ پر بیعت کر لی اسکے تھوڑے ہی دنوں بعد حسن بن زید ساریہ میں آگیا اور حسن بن محمد کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔

حسن کی وفات محمد کی حکومت

ماہ رجب ۲۷۰ھ میں حسن بن زید والی طبرستان نے وفات پائی بجائے اس کے اسکا بھائی محمد بن زید جانشین ہوا۔

پہلے یہ لوگ ابن طاہر کی وجہ سے خراسان میں رہتے تھے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں بعد ازاں یعقوب صفار نے خراسان پر قبضہ و تصرف حاصل کیا بعد چندے احمد سجستانی نے اس سے بغاوت کی اور لڑ کر خراسان کو یعقوب کے قبضہ سے نکال لیا۔ بعد اس واقعہ کے یعقوب ۲۶۵ھ میں مرگیا بجائے اسکے اسکا بھائی عمرو کرسی حکومت پر متمکن ہوا اور فوجیں مرتب کر کے خراسان

چڑھائی کردی سجستانی اندلوں خراسان مین تھا۔ دونوں میں متعدد لڑائیاں ہوتی رہیں اور حسن داعی طبرستان ان دونوں کا مقابلہ کر رہا تھا تا آنکہ اس نے بھی وفات پائی بجائے اسکے اسکا بھائی محمد بن زید سریر حکومت پر جلوہ افروز ہوا جیسا کہ تم ابھی اوپر پڑھ آئے ہو۔

انہیں واقعات کے اثناء میں موفق نے قزوین پر قبضہ کرلیا اور انتظاماً اپنے خادموں میں سے اذکوتکین کو متعین کیا اذکوتکین نے ۲۷۲ھ میں رے پر فوجکشی کی محمد بن زید، دیلم اور اہل طبرستان وخراسان کی ایک بہت بڑی فوج مرتب کرکے مقابلہ پر آیا۔ مگر باوجود کثرت فوج کے شکست کھاکے بھاگا چھ ہزار فوج کھیت رہی دو ہزار گرفتار کرلی گئی۔ لشکرگاہ لوٹ لیا گیا اور رے پر علم خلافت کا قبضہ ہوگیا اذکوتکین نے اپنے عمال کو صوبہ رے کے شہروں پر مقرر ومتعین کیا۔

پھر سجستان کا جام حیات لبریز ہوا۔ داعی اجل کو لبیک کہہ کے ملک عدم کی طرف کوچ کیا۔ بجائے اس کے خراسان میں رافع بن لیث نامی ایک شخص سپہ سالاران طاہریہ سے متمکن ہوا محمد بن زید اور رافع سے اَن بَن ہوگئی۔ کچھ دنوں تک باہم لڑائیاں ہوتی رہیں آخر کار ۲۸۱ھ میں باہم مصالحت ہوگئی ۲۸۲ھ میں رافع نے اس شرط سے محمد بن زید کے نام کا خطبہ خراسان میں پڑھوایا کہ محمد بن زید بمقابلہ عمرو بن لیث کے رافع کا معین ومددگار رہے چنانچہ محمد بن زید نے عمرو بن لیث کو رافع بن لیث سے لڑنے کی بابت ملامتانہ اور دہمکی کا خط تحریر کیا اسوقت تو کسی مصلحت سے عمرو بن لیث خاموش ہو رہا لیکن بعد چندے عمرو بن لیث نے رافع دبا لیا مگر پھر بھی محمد بن زید کی ہیبت قری رہا، نہ رکھی اسکو اس قدر موقع دے دیا کہ یہ اسکے لئے طبرستان چھوڑ کے دیلم چلا گیا۔

محمد بن زید کی وفات عمرو بن لیث نے خراسان پر قابض ہوئے اور رافع کو قتل کرنے کے بعد خلیفہ معتضد کی خدمت میں ماوراء النہر کی سند حکومت عطا ہونیکی درخواست بھیجی دربار خلافت سے اس درخواست کی منظوری ہوگئی۔ رفتہ رفتہ یہ خبر اسماعیل بن احمد

سامانی تک پہونچی جو اس اطراف کے ممالک کا حکمران تھا۔ فوراً فوجیں آراستہ کرکے دریائے جیحون کو عبور کیا اور عمرو بن لیث سے جا بھڑا عمرو بن لیث کو اس معرکہ میں ہزیمت ہوئی لوٹ کر بخارا ہی گیا اور وہاں سے نیشاپور کو روانہ ہوا نیشاپور میں پہونچکے فوجیں درست کیں سامان جنگ فراہم کیا اور بقصد جنگ اسماعیل سامانی نیشاپور سے بلخ کی طرف روانہ ہوا نہر بلخ پر پہونچکے کشتیوں کی عدم موجودگی سے کنارے پر رک رہا۔ اسماعیل سامانی کو اسکی خبر لگی۔ جھٹ پٹ نہر بلخ کو عبور کرکے ہر چہار طرف سے شب ہی کیوقت ناکہ بندی کر لی۔ صبح ہوئی تو عمرو بن لیث نے اپنے کو اسمٰعیل سامانی کے محاصرہ میں پایا۔ عمرو بن لیث نے محاصرہ توڑ کر نکلجانے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہا۔ بہت بڑی خونریز لڑائی ہوئی آخر الامر اسماعیل سامانی نے ایک طرف سے راستہ دے دیا عمرو بن لیث اسکو غنیمت تصور کرکے اس طرف بڑھا۔ اسماعیل کے آدمیوں نے پہونچکے گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر اسماعیل کے پاس لائے۔ اسماعیل نے ۲۸۸ھ میں خلیفہ معتضد کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ خلافت مآب نے جیل میں ڈالدیا اور اسماعیل کو ان شہروں کی بھی سند حکومت عطا فرمائی جو عمرو بن لیث کے قبضہ و تصرف میں تھے۔

جسوقت عمرو بن لیث کی گرفتاری اور اسماعیل سامانی کی کامیابی کی خبر محمد بن زید تک پہونچی اس خیال سے کہ مبادا اسماعیل مجھ پر حملہ آور ہو فوجیں آراستہ کرکے طبرستان سے بقصد جنگ اسماعیل نکل کھڑا ہوا۔ سفر و قیام کرتا ہوا جرجان پہونچا اسماعیل نے نصیحتاً اس لاحاصل خونریزی سے باز آنے کا خط لکھا۔ لیکن جب محمد نے انکاری جواب دیا تو اسماعیل نے محمد بن ہارون کو بسرافسری ایک عظیم الشان فوج کے محمد بن زید کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ (محمد بن ہارون پہلے رافع بن ہرثمہ کے سپہ سالاروں سے تھا رافع کے قتل ہونے پر عمرو بن لیث کی خدمت میں رہا اور پھر عمرو بن لیث کی گرفتاری کے اسماعیل سامانی کا مطیع اور ملازم ہو گیا) محمد بن زید اور محمد بن ہارون میں جرجان کے میدان میں ہنگامہ کارزار گرم ہوا۔ پہلی لڑائی میں تو محمد بن ہارون کو ہزیمت ہوئی لیکن شکست کھانیکے بعد محمد نے اپنے پرزور حملہ سے محمد بن زید کو پسپا کر دیا اسکا سارا لشکر بے ترتیبی کے

ساتھ بھاگ کھڑا ہوا - ایک گروہ کثیر اسکے لشکر کا کام آگیا - اسکا بیٹا زید گرفتار کر لیا گیا اور یہ خود بھی زخمی ہوا جسکے صدمہ سے تھوڑے ہی دنوں بعد مر گیا - محمد بن ہارون اسکے لشکر گاہ کو لوٹ کے طبرستان کی جانب بڑھا اور اسپر قابض و متصرف ہو گیا - نامہ بشارت فتح زید کی معرفت اسماعیل کی خدمت میں روانہ کیا - اسماعیل نے خوش ہو کے بخارہی میں قیام کرنے کا حکم دیا اور اس کی تنخواہ بڑھادی منصب اور جاگیر عطا کی -

پھر ۲۸۹ھ میں اسماعیل سامانی نے دیلم پر فوجکشی کی اسوقت اسکی زمام حکومت ابن حسان کے قبضہ اقتدار میں تھی - اسماعیل کو اس مہم میں بھی کامیابی نصیب ہوئی اور اسیوقت سے خراسان کے علاوہ طبرستان اور جرجان پر بھی سامانی پھریرہ کامیابی کی ہوا میں اُڑنے لگا تا آنکہ اطروش اس ملک میں ظاہر ہوا جیسا کہ آئندہ تم پڑھو گے -

بیان کیا جاتا ہے کہ بعد اس واقعہ کے زید بن محمد بن زید نے طبرستان پر حکمرانی کی تھی اور اسکے مرنے کے بعد اسکا بیٹا حسن بن زید کرسی حکومت پر جلوہ افروز ہوا تھا -

اطروش کا طبرستان پر قبضہ

اطروش - عمر بن زین العابدین کی اولاد سے تھا جو زمانہ خلیفہ معتصم میں طالقان کا داعی تھا - اسکا تذکرہ تم اوپر پڑھ آئے ہو اطروش کا نام حسن تھا ، علی بن حسین بن علی بن عمر بن زین العابدین کا بیٹا تھا ، بعد شہادت محمد بن زید ، دیلم چلا گیا - تیرہ برس تک وہیں ٹھہرا ہوا اسلام کی دعوت اور تعلیم دیتا رہا اور محض ان لوگوں سے عشر لینے پر اکتفا و قناعت کرتا رہا - اگرچہ دیلم کا بادشاہ (ابن حسان) اسکی مدافعت اور روک تھام کرتا جاتا تھا مگر پھر بھی دیلم کا ایک گروہ کثیر اسکے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا اور اسکی اطاعت قبول کر لی - اطروش نے دیلم کے بلاد میں مسجدیں بنوائیں اور انکو مذہب شیعہ زیدیہ کی تلقین و تعلیم دی پس وہ لوگ اسی مذہب کے پابند ہوئے - بعد اس کے اطروش نے ان لوگوں کو طبرستان پر حملہ کرنے کی ترغیب دی چونکہ احمد بن اسمٰعیل بن سامان کی طرف سے محمد بن نوح طبرستان پر حکمرانی کر رہا تھا اور دیلم پر اسکے بیشمار احسانات تھے اسوجہ سے اہل

دیلم نے اطروش سے طبرستان پر حملہ آور ہونے کی بابت عذر کیا چند دنوں بعد احمد سامانی نے محمد بن نوح کو حکومت طبرستان سے معزول کر کے ایک دوسرے شخص کو مامور کیا اس نے اہل طبرستان کے ساتھ بہت بُرے برتاؤ کئے ظلم و ستم کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ احمد سامانی نے اسکو معزول کر کے محمد بن نوح کو پھر حکومت طبرستان پر واپس بھیجا۔ پھر بعد انتقال محمد بن نوح کے ابو العباس محمد بن ابراہیم صعلوک کو متعین کیا۔ اسنے بھی اہل دیلم اور رؤسا طبرستان کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کئے جس سے ان لوگوں کو ناراضی پیدا ہوئی۔ حسن اطروش کو طبرستان پر قبضہ کر لینے کو بلا بھیجا حسن کی مانگی مراد بر آئی۔ لشکر آراستہ کر کے طبرستان پر چڑھ آیا۔ ابو العباس یہ خبر پا کے مقابلہ پر آیا۔ سالوس سے ایک منزل کے فاصلہ پر دریا کے کنارے صف آرائی کی نوبت آئی ابو العباس کو ہزیمت ہوئی چار ہزار لشکر اس معرکہ میں کام آگیا بقیۃ السیف پر اطروش نے سالوس میں محاصرہ ڈال دیا تا آنکہ محصورین نے امن کی درخواست کی اطروش نے ان لوگوں کو امن دیدی اور آمدمیں پہونچکے پڑاؤ کر دیا بعد اسکے حسن بن قاسم بن علی بن عبد الرحمن بن قاسم بن محمد بطحانی بن قاسم بن حسن بن زید داعی مدینہ (اطروش کا داماد) آ پہونچا اور کل پناہ گزینوں کو قتل کر ڈالا اطروش اسوقت موجود تھا۔

اطروش نے اس مہم سے فارغ ہو کے طبرستان کے پورے صوبہ پر قبضہ کر لیا اور حسن بن قاسم اپنے کو "ناصر" کے لقب سے ملقب کرنے لگا۔ یہ واقعہ ۳۰۱ھ کا ہے۔

ابو العباس شکست کھا کے رے چلا گیا اور پھر رے سے بغداد کی طرف کوچ کیا بعد اس کے ۳۰۲ھ میں ناصر نے آمد سے نکلکے سالوس میں پڑاؤ کیا ابو العباس کو اسکی خبر لگی فوجیں مرتب کر کے پھر مقابلہ پر آ گیا دونوں حریفوں میں گھمسان لڑائی ہوئی حسن داعی یعنی حسن بن زید نے اسکو ہزیمت دیدی بعد ازاں سعید بن نصر بن احمد نے بسر افسری عساکر خراسان اطروش پر ۳۰۴ھ میں حملہ کیا اور شکست دیکے اسکو قتل کر ڈالا۔

اطروش کے مارے جانے کے بعد اسکا داماد اور اسکے بیٹے حکمرانی کرنے لگے۔ ان لوگوں میں باہم متعدد لڑائیاں ہوئیں جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائیگا۔

اطروش کے تین بیٹے تھے ابو القاسم، حسن، اور حسین، اسکے لشکر کے کل سپہ سالار اور سردار دیلمی تھے۔ ازان جملہ لیلی بن نعمان (اسکو اطروش کے داماد حسن نے بعد اطروش کے جرجان پر مامور کیا تھا) اور ماکان بن کالی تھا، یہ استر آباد میں حکمرانی کرتا تھا) اسکے دیلمی سرداروں کے دوسرے گروہ سے اسفار بن شیرویہ (یہ ماکان کے ہمراہیوں سے تھا) سبکری اور مرداویج تھا، یہ دونوں اسفار کے ہمراہیوں سے تھے) اور سولویہ مرداویج کا ہمراہی اور مصاحب تھا۔ ان سبھوں کے حالات آیندہ تحریر کیے جائیں گے۔

حسن بن قاسم، اطروش کا داماد، ہر کام میں اطروش کا پیرو اور مقلد تھا اسی وجہ سے "داعی صغیر" کے لقب سے ملقب کیا جاتا تھا۔ اس نے ۳۰۸ھ میں سپہ سالاران دیلم سے لیلی بن نعمان کو جرجان پر مامور کیا۔ اسکو اسکی قوم میں بہت بڑا اعزاز و افتخار حاصل تھا اطروش اور اولاد اطروش اسکو "المؤید لدین اللہ المنتصر لآل رسول اللہ" کے لقب سے یاد کرتے تھے ان دنوں خراسان کی زمام حکومت نصر بن احمد سامانی کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ اسکی سرحد طبرستان کی طرف سے دامغان تک تھی بنی سامان کا ایک غلام قراتکین نامی اس سرحد پر مامور تھا اس سے اور لیلی بن نعمان سے جھگڑا ہوا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں آخرکار لیلی نے اسکو شکست دیدی اس واقعہ سے اسکی عظمت و شوکت بڑھ گئی قراتکین کا غلام فارس بھی اسکے پاس چلا گیا اسنے فارس کی بڑی آؤ بھگت کی اور اپنی بہن کا عقد اس سے کر کے رشتہ مصاہرت قایم کر لیا بعد اسکے ابو القاسم بن حفص ہمشیر زادہ احمد بن سہل سپہ سالار ملوک سامانیہ نے جبکہ اسکے ماموں (احمد) کا کارخانہ درہم برہم ہوا امن کی درخواست کی۔ لیلی نے امن دیکے اپنے پاس بلا لیا۔ بعد چندے حسن بن قاسم داعی صغیر نے نیشاپور پر فوج کشی کرنے کی طیاری کی چنانچہ ابو القاسم بھی اس کے ہمراہ اس مہم پر گیا۔ قراتکین والی نیشاپور سے اور اس سے لڑائی ہوئی۔ قراتکین شکست کھا کے بھاگا حسن بن قاسم نے ۳۰۸ھ میں کامیابی کے ساتھ نیشاپور پر قبضہ حاصل کر کے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ سکہ جاری کیا۔ اسی سنہ میں سعید بن نصر نے بخارا سے اپنی فوجیں بسرافسری اپنے نامور سپہ سالار حمویہ بن علی لیلی

بن نعمان کو ہوش میں لانے کی غرض سے روانہ کیں۔ محمد بن عبید اللہ بلعمی ابوجعفر صعلوک، خوارزم شاہ، سیجور دوانی اور بقراخان وغیرہم نامی نامی سپہ سالار اس مہم پر حمویہ کے ساتھ گئے تھے مقام طوس میں لیلی کی فوج سے مقابلہ ہوا دونوں حریفوں میں گھمسان لڑائی ہوئی کھیت حمویہ کے ہاتھ رہا لیلی شکست کھا کے آمد پہونچا اور اس بے سروسامانی و پریشانی سے آمد میں داخل ہوا کہ قلعہ بندی نہ کر سکا بقراخان نے پہونچکے گرفتار کر لیا۔ دیلمی فوج نے مجبورانہ امن کی درخواست پیش کی امن دیدی گئی مگر بعد کو حمویہ نے ان لوگوں کے قتل کا اشارہ کر دیا تب انلوگوں نے اسکے سپہ سالاروں کے دامن عاطفت میں جاکے پناہ لی۔ بعد ازاں لیلی پیش کیا گیا حمویہ نے اسکا سر اوتار کے ماہ ربیع الاول ۳۰۹ھ میں دار الخلافت بغداد کو نامہ بشارت فتح کے ساتھ روانہ کر دیا باقی رہا فارس، قراتکین کا غلام، وہ بدستور جرجان میں رہا۔

طبرستان میں علویہ کی امارت

تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ ۳۰۴ھ میں حسن اطروش کے قتل کے بعد طبرستان میں اسکا داماد حسن بن قاسم موسوم بہ "داعی صغیر" ملقب بہ ناصر سریر حکومت پر متمکن ہوا۔

بعضے کہتے ہیں کہ حسن بن قاسم، حسن بن اطروش کا بھائی تھا جیسا کہ ابن حزم وغیرہ نے لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ حسن بن قاسم، اطروش کا داماد اور حسین بن زید والی مدینہ کے خاندان سے تھا اسکا نبیرہ محمد بطحانی بن قاسم بن حسن، حسن بن قاسم کا مورث و جد اعلیٰ تھا۔

حسن بن اطروش بوقت قتل اپنے باپ اطروش کے استرآباد میں تھا اس واقعہ کے بعد ماکان بن کالی نے حکومت و سلطنت کی اسکے ہاتھ پر بیعت کی اور اسکی طرف سے ملک کا نظم و نسق کرنے لگا۔ پس جب لیلی بن نعمان والی جرجان نے قراتکین کو ہزیمت دی اور قراتکین کا غلام فارس نامی لیلی کے پاس چلا آیا اور ابو القاسم بن حفص بھی پناہ حاصل کر کے لیلی کی خدمت میں آگیا اسوقت سعید بن نصر سامانی والی خراسان نے اپنے نامور سپہ سالار سیجور دوانی کو چار ہزار سوار دنکی جمعیت سے جرجان کے محاصرہ پر روانہ کیا چنانچہ سیجور کئی مہینے جرجان کا محاصرہ کیے رہا۔ جرجان میں محمود بن

ساتھ حسن اور سرخاب بن وہشودان برادر عم زاد ماکان بن کالی امیر لشکر بھی تھا۔ جسوقت محاصروں نے محصوروں پر شدت شروع کی اسوقت حسن و سرخاب آٹھ ہزار دیلمی فوج لیکے محاصرہ توڑ کے نکل آئے۔ سیجور کو اولاً ہزیمت ہوئی محصوروں نے جوش کامیابی میں تعاقب کیا ادھر کمینگاہ سے سیجور کے لشکریوں نے نکلکے دیلمی فوج پر حملہ کر دیا اُدھر سیجور نے بھی پلٹ کے یلغار کیا۔ دیلمی فوج پھر محاصرہ میں آگئی تقریباً چار ہزار دیلمی فوج کام آگئی حسن براہ دریا بھاگ کے استرآباد پہونچا بعد ازاں سرخاب بھی بحال پریشاں استرآباد میں آیا دونوں ایک دوسرے کو لپٹ کے اپنی اپنی قسمتوں کو پھوٹ پھوٹ کر روئے اور سیجور فتحمند گروہ کو لئے ہوئے جرجان میں ٹھہرا رہا۔ بعد چندے سرخاب مرگیا حسن نے ماکان بن کالی کو استرآباد میں اپنا نائب مقرر کرکے ساریہ کا راستہ لیا۔

حسن کے چلے آنے کے بعد دیلمیوں نے مجتمع ہو کے ماکان بن کالی کو اپنا امیر بنایا سعید بن نصر سامانی کو اسکی خبر لگ گئی ایک عظیم الشان فوج ان لوگوں کے محاصرہ اور سرکوبی کو بھیجدی چنانچہ یہ فوج ایک مدت تک ماکان بن کالی کا محاصرہ کئے رہی آخر کار ماکان بن کالی استرآباد کو اسکے محاصروں کے حوالہ کرکے ساریہ کی طرف چلتا پھرتا نظر آیا۔ فوج محاصر نے استرآباد میں داخل ہو کے قبضہ حاصل کر لیا۔ اور بقراخان کو استرآباد کی حکومت پر مامور کرکے جرجان اور پھر جرجان سے نیشاپور کی طرف معاودت کی بعد اسکے ۳۱۰ھ میں ماکان بن کالی نے استرآباد کو بقراخان کے قبضہ سے نکال لیا بعدہ جرجان پر بھی قابض و متصرف ہو گیا اور ایک مدت تک اسی شان و شوکت سے ٹھہرا رہا۔

پھر بعد اس کے اسفار بن شیرویہ جرجان پر قابض ہو کے استقلال و استحکام کے ساتھ حکومت کرنے لگا سبب یہ پیدا ہوا کہ اسفار بن شیرویہ ماکان بن کالی کے مصاحبوں اور جان نثار سپہ سالاروں سے تھا مگر کسی وجہ سے ماکان بن کالی کو اسفار سے ناراضی اور کشیدگی پیدا ہوئی اپنے لشکر سے نکال دیا۔ اسفار بن شیرویہ ملوک سامانیہ میں سے ابوبکر بن محمد بن الیسع کے پاس نیشاپور چلا گیا اور اسکی خدمت میں رہنے لگا۔ بعد چندے ابوبکر نے اسفار کو بسرافسری ایک فوج کے جرجان کے فتح کرنے

کو روانہ کیا یہ وہ زمانہ تھا کہ ماکان طبرستان چلا گیا تھا اور جرجان میں اپنے بھائی ابوالحسن علی کو مامور کر گیا تھا ایک روز شب کیوقت ابوالحسن نے ابوعلی حسین بن اطروش کے مار ڈالنے کا قصد کیا اتفاق یہ کہ ابوعلی کو اسکا احساس ہو گیا ابوالحسن کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور مکان سے نکلکے ایک گوشہ عافیت میں روپوش ہو گیا۔ اگلے دن سپہ سالاران لشکر اور اراکین دولت کو طلب کر کے اس واقعہ سے مطلع کیا ان لوگوں نے ابوعلی حسین کو اس حادثہ جانکاہ سے محفوظ رہنے کی مبارکباد دی اور بطیب خاطر اسکی حکومت و سلطنت کی بیعت کی۔ علی بن خورشید کو فوج کی سرداری عنایت ہوئی۔ بعد اسکے ان لوگوں نے متفق ہو کے اسفار بن شیرویہ کو اپنی امداد و اعانت کی غرض سے بلا بھیجا۔ چنانچہ اسفار ابوبکر بن محمد سے اجازت حاصل کر کے ان لوگوں کے پاس آیا۔ شدہ شدہ اسکی خبر ماکان بن کالی تک پہونچی فوجیں مرتب کر کے چڑھائی کر دی دونوں فریق میں متعدد لڑائیاں ہوئیں آخر کار ماکان کو شکست ہوئی اور اسفار و علی بن خورشید وغیرہما نے طبرستان پر قبضہ کر کے ابوعلی حسین کو لا کے وہیں ٹھہرایا۔ چندے ابوعلی حسین طبرستان میں مقیم رہا۔

اس واقعہ کے بعد ہی علی بن خورشید نے وفات پائی۔ ماکان بن کالی کو مناسب موقع ہاتھ آگیا لشکر آراستہ کر کے دوبارہ اسفار پر فوجکشی کر دی بمقام طبرستان میں صف آرائی کی نوبت آئی۔ اسفار نے شکست کھا کے ابوبکر بن محمد کے پاس جرجان میں جا کے دم لیا اور وہیں ٹھیرا رہا تا آنکہ ۳۱۵ھ میں اسنے انتقال کیا۔ پس نصر بن احمد بن سامان نے اسفار کو جرجان کی عنان حکومت عنایت کی۔ اسنے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لیکے مرداویج بن دینار (بازیار) جیلی کو سردار لشکر مقرر کر کے طبرستان کی طرف بڑھنے کا حکم دیا مرداویج نے نہایت مستعدی اور مردانگی سے اس مہم کو انجام دیا اور ایک مدت قلیل میں طبرستان پر کامیابی کے ساتھ قابض و متصرف ہو گیا۔ اسی زمانہ میں حسن بن قاسم داعی اور اسکا سپہ سالار لشکر ماکان بن کالی دیلمی رے، قزوین، زنجان، ابہر اور قم وغیرہ پر قابض اور دخیل ہو چکا تھا حسن اور ماکان یہ خبر پا کے مرداویج کے قبضہ سے طبرستان کے چھڑانے کو دوڑے۔ اسفار بھی فوجیں آراستہ کر کے میدان جنگ میں آگیا۔ ماکان اور حسن بن قاسم داعی شکست کھا

بھاگا چونکہ اسکی سختی مزاج اور ذرا ذرا سی بھول چوک پر مواخذہ کرنیکی وجہ سے ہمراہیوں میں بددلی پیدا ہو گئی تھی اسوجہ سے ہمراہیوں نے اسی بھگدڑ میں ساتھ چھوڑ دیا۔ اور فتحمند گروہ نے پہونچکر مار ڈالا۔ بعدازاں ہزیمت خوردہ لشکر نے ایک مقام پر مجتمع ہو کے رؤسا جبل سے ہذرسیدان کو امیر لشکر اور حسن داعی کی گرفتاری اور بجائے اسکے ابوالحسن بن اطروش کی تقرری کا مشورہ کیا ہذرسیدان مرداویج اور وشکین کا ماموں تھا۔ کسی ذریعہ سے یہ خبر داعی تک پہونچگئی۔ داعی معہ اپنے سپہ سالاروں کے ابوالحسن سے ملا اور اسکو معہ اون لوگوں کے جو شریک جلسہ شوریٰ تھے اپنے محلسرا میں جو جرجان میں تھا دعوت کے بہانہ سے لے گیا۔ جوں ہی یہ لوگ داخل ہوئے ایک سرے سے سب کو قتل کر کے ڈھیر کر دیا۔ اس باعث سے دیلمیوں کو اس سے نفرت و کشیدگی پیدا ہوئی اور موقع پاکے دھوکے سے قتل کر ڈالا۔ اسفار نے بلا مزاحمت و مخاصمت طبرستان، رے، جرجان، قزوین، زنجان، ابہر قم اور کرج پر قبضہ حاصل کر لیا اور ملوک بنی سامان والی خراسان کی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیا خود تو ساریہ میں خیمہ زن رہا اور ہارون بن بہرام کو سند امارت عطا کر کے آمد روانہ کیا ہارون کا میلان طبعی ابوجعفر کی طرف تھا جو ناصر بن اطروش کی اولاد سے تھا اسنے آمد میں پہونچکے ابوجعفر کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ ابوجعفر نے خوش ہو کے اپنے سرداروں میں سے ایک سردار کی لڑکی سے اسکا عقد کر دیا اور جلسہ عقد میں خود بھی معہ اور علویوں کے شریک ہوا۔ اسفار کو ان واقعات کی اطلاع ہو گئی۔ عین عقد کے روز دفعتہً آمد پر حملہ کر دیا اور ابوجعفر کو معہ اور سرداران علویہ کے گرفتار کر کے بخاری لایا اور وہیں پر ان سبھوں کو قید کر دیا تا آنکہ اس کے ایک مدت کے بعد قید کی مصیبت سے ان لوگوں نے رہائی پائی۔

بعض مورخین متاخرین تحریر کرتے ہیں کہ حسن بن قاسم داعی (اطروش کے داماد) کی بیعت اطروش کی موت کے بعد کی گئی اور "الناصر" کا لقب دیا گیا اسنے اپنی حکومت کے بیعت لینے کے بعد جرجان پر قبضہ حاصل کیا اور اس سے پیشتر دیلم نے جعفر بن اطروش کا غاشیہ اطاعت اپنے دوش پر رکھ لیا تھا اور اسکے مطیع ہو گئے تھے پس داعی مذکور نے طبرستان پر چڑھائی کی اور جعفر کے قبضہ

سے اسکو نکال لیا۔ جعفر بھاگ کر دباوند پہونچا علی بن احمد بن نصر نے گرفتار کر کے علی بن وہشودان بن حسان والی دیلم کے پاس بھیجدیا یہ اُسکے ایک صوبہ کا والی تھا۔ چنانچہ علی نے جعفر کو قید میں ڈالدیا پس جب علی بن احمد مارا گیا تو علی بن وہشودان نے جعفر کو رہا کر دیا۔ جعفر نے دیلم میں پہونچکے فوجیں مرتب کیں اور اسکو مسلح و آراستہ کر کے پھر طبرستان کیطرف بقصد فتح و قبضہ معاودت کی۔ حسن یہ خبر پا کے بھاگ گیا اور جعفر نے طبرستان پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا بعدہ جعفر نے وفات پائی تب ابو الحسن کی حکومت کی بیعت لی گئی جو اسکے بھائی حسن کا بیٹا تھا پس جب ماکان بن کالی پر یہ امر منکشف ہوا تب اسنے حسن داعی کی بیعت کر لی۔ اسنے حسن بن احمد (یہ جعفر کے بھائی کا بیٹا تھا) کو گرفتار کر کے جرجان میں قتل کرنے کی غرض سے نظر بند کر دیا جہاں پر کہ اسکا بھائی ابو علی قید تھا۔ حسن نے ایک روز ابو علی کو قتل کر کے جرجان کے سپہ سالاروں سے اپنی امارت کی بیعت لیلی۔ اس بنا پر ماکان سے اور اس سے لڑائیاں ہوئیں آخر کار حسن بھاگ کر آمد پہونچا اور وہیں داعی اجل کو لبیک کہہ کے ملک عدم کا راستہ لیا بعد اسکے اسکے بھائی ابو جعفر بن محمد بن احمد کی بیعت حکومت منعقد ہوئی ماکان نے رے سے اسپر فوج کشی کی ابو جعفر نے آمد کو خیر آباد کہہ کے ساریہ کی طرف کوچ کیا۔ ہر وقت ساریہ میں اسفار بن شیرویہ موجود تھا ابو جعفر اور اسفار میں معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ شکست ابو جعفر کے ہاتھ رہا میدان جنگ سے اسفار بھاگ نکلا جرجان میں جا کے ابو بکر بن محمد بن الیاس کے پاس پناہ لی۔ بعد ازاں ماکان نے ابو القاسم داعی کے ہاتھ پر حکومت و امارت کی بیعت کی۔ حسن داعی نے یہ خبر پا کے مرداویج سے اپنے ماموں سیداب بن بندار کا بدلہ لینے کو رے پر فوجکشی کی (یہ شخص ۳۲۱ھ میں جرجان کا داعی تھا) اور ماکان نے دیلم کیطرف مراجعت کی طبرستان پر قبضہ کیا۔ یہیں پر ابو علی ناصر بن اسمٰعیل بن جعفر اطروش کی حکومت کی اسنے بیعت کی زیادہ زمانہ گذرنے نہ پایا تھا کہ ابو علی نے وفات پائی ابو جعفر بن محمد بن ابو الحسن احمد بن اطروش اس واقعہ کے بعد ہی دیلم کی طرف چلا گیا تا آنکہ مرداویج نے رے پر قبضہ کر لیا۔ پس اسنے ابو جعفر کو دیلم سے خط و کتابت کر کے بلا لیا اور بڑی آؤ بھگت سے ٹھہرایا۔ پھر جب اسنے طبرستان پر اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑا اور ماکان کو طبرستان

سے نکال باہر کیا تو اسنے اسی ابوجعفر کی امارت کی بیعت کی اور "صاحب القلنسوہ" کے لقب سے ملقب کیا پھر جب یہ مرگیا تو اسکے بھائی کے ہاتھ پر امارت وحکومت کی بیعت کی "اور الثائر" کا لقب دیا یہ ایک مدت تک دیلمیوں میں مقیم رہا۔ ۳۳۶ھ میں اسنے جرجان پر چڑھائی کی اسوقت جرجان کی عنان حکومت۔ رکن الدولہ بن بویہ کے قبضہ اقتدار میں تھی اس نے اس طوفان کے روک تھام کرنے کو ابن عمید کو مامور کیا۔ چنانچہ ابن عمید اور الثائر سے معرکہ آرائیاں ہوئیں ایک سخت اور عام خونریزی کے بعد ابن عمید کو فتحیابی نصیب ہوئی۔ الثائر شکست کھا کے پہاڑوں میں جاچھپا اور وہیں پر دیلمیوں کے ساتھ ٹھیرا رہا۔ اور ملوک عجم اسکے نام کا خطبہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ ۳۵۰ھ میں اپنی حکومت کے تیس برس بعد اس نے وفات پائی تب اسکے بھائی حسن بن جعفر کی امارت کی بیعت لیگئی۔ "الناصر" کا لقب دیا گیا۔ بعد چندے لیکوبن وشکس بادشاہ جبل نے اسکو گرفتار کرکے خلفاء بغداد کے سپہ سالاروں کے حوالہ کردیا۔ الناصر کی گرفتاری سے فاطمین کی حکومت وامارت ان ممالک وجبال سے منقرض ومعدوم ہوگی والبقاء للہ وحدہ۔

دولت اسماعیلیہ

پہلے ہم ان میں سے اُن عبیدیوں کے حالات احاطہ تحریر میں لائینگے جنہوں نے قیروان اور قاہرہ میں حکمرانی کی اور انکی اُس دولت وحکومت کے تذکرے تحریر کرینگے جو مشرق ومغرب میں تھی۔

ان عبیدیوں کی اصل شیعہ امامیہ سے ہے۔ ہم اوپر انکے مذہب کی داستان شیخین اور کل صحابہ سے برات کرنے کی وجہ اس سبب سے کہ ان لوگوں نے حسب زعم انکے باوجودیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامت کی وصیت علی کے حق میں کرگئے تھے، علی کو چھوڑ کے شیخین کی امامت کی بیعت کرلی تھی بالتفصیل بیان کرآئے ہیں۔ اسی سے شیعہ امامیہ اور شیعوں سے علیحدہ سمجھے جاتے ہیں ورنہ شیعوں کے کل فرقے تفضیل علی کے قائل ہیں۔ اس اعتقاد سے زیدیہ کو امامت ابوبکر سے کوئی دقت نہیں واقع ہوتی کیونکہ زیدیہ کے نزدیک امامت مفضول بحالت موجودگی شخص افضل کے جائز ہے۔ اور نہ کیسانیہ کے اعتقادیات میں اس اعتقاد سے کچھ فرق پڑتا ہے۔ اس سبب سے

کہ وہ اس وصیت کے قائل نہیں ہیں پس کوئی دقت ابوبکر کی امامت سے واقع نہوئی ۔ اہل نقل وارباب سیر اس وصیت سے انکار کرتے ہیں درحقیقت یہ امامیہ کی موضوعات اور انکی مفتریات سے ہے ۔ اور کبھی امامیہ رافضی کے نام سے بھی موسوم کئے جاتے ہیں ۔ وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جسوقت زید شہید نے کوفہ میں علم حکومت کے خلاف خروج کیا اور شیعوں نے ان کے پاس آمد و رفت شروع کی اسی زمانہ میں ایک روز شیعوں نے شیخین کی بابت جناب موصوف سے بحث ومباحثہ شروع کیا اور یہ کہتے گئے کہ شیخین نے علی پر بڑا ظلم کیا کہ خلافت سے انکو محروم کرکے آپ خلیفہ وامیر بن بیٹھے جناب موصوف نے اس خیال پران لوگوں سے ناراضی اور بیزاری ظاہر کی شیعہ بولے "اچھا تو آپ پر بھی کسی نے ظلم نہیں کیا اور خلافت وامارت میں آپ کا کوئی حق نہیں ہے" شیعہ یہ کہکر چلے آئے اور انکی رفاقت ترک کردی ۔ پس اسیوجہ سے رافضی کے نام سے موسوم ہوئے (رفض کے معنی چھوڑنے کے ہیں) اور جو لوگ زید شہید کے متبع اور رفاقت میں رہے وہ لوگ زیدیہ کہلائے ۔

امامیہ کے نزدیک علی کے بعد حسن امام ہوئے بعدازاں حسین پھر انکے بیٹے علی زین العابدین بعدہ انکے بیٹے محمد الباقر بعدہ جعفر الصادق یکے بعد دیگرے وصیت کے مطابق عہدۂ امامت سے ممتاز ہوتے گئے یہ چھ آئمہ ہیں جنکی امامت میں رافضیوں میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا ۔ پھر بعد جعفر صادق کے دو گروہ ہوگئے ایک گروہ اثنا عشریہ کہلایا اور دوسرا فرقہ اسماعیلیہ ۔ اثنا عشریہ اسوقت تک امامیہ کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں اور انکا مذہب یہ ہے کہ جعفر صادق سے امامت منتقل ہوکر انکے بیٹے موسیٰ کاظم کی طرف آئی ۔ بعد انتقال انکے باپ (جعفر صادق) کے ایلچیوں نے خروج کیا ۔ ہارون الرشید کو اسکی خبر لگی چنانچہ انکو مدینہ منورہ سے گرفتار کرا کے عیسیٰ بن جعفر کے پاس قید کیا ۔ بعد چندے بغداد بھیجدیا اور ابن شاہک کی نگرانی میں محبوس رکھا ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یحییٰ بن خالد نے موسیٰ کاظم کو انگور میں زہر دیدیا تھا جس سے انکی موت وقوع میں آئی یہ واقعہ ۱۸۳ھ کا ہے ۔ شیعوں نے موسیٰ کاظم کے بعد انکے بیٹے علی رضا کو امام برحق تسلیم کیا ۔ علی رضا بنی ہاشم میں ایک ممتاز اور باوقار شخص تھے انکا زمانہ زیادہ تر خلیفہ مامون کی صحبت میں منقضی ہوا ۔ ۲۰۲ھ میں جبکہ

طالبیوں کے دُعاۃ (ایلچی) ظاہر ہوئے اور ہر چہار طرف سے ان لوگوں نے خروج کرنا شروع کیا اُس وقت خلیفہ مامون نے علی رضا کو بوجہ ان پولیٹکل پیچیدگیوں کے اپنا ولیعہد بنایا ان دنوں خلیفہ مامون خراسان ہی میں تھا اپنے بھائی امین کے قتل کے بعد عراق نہیں گیا تھا عباسیہ کو یہ امر ناگوار گزرا۔ خلیفہ مامون کے چچا ابراہیم بن مہدی کے ہاتھ پر حکومت وخلافت کی بغداد میں بیعت کی اور خلیفہ مامون سے منحرف ہو گئے خلیفہ مامون کو اسکی اطلاع ہوئی خراسان سے عراق کیجانب کوچ کیا اور علی رضا ہمراہ تھے اثنا راہ میں اتفاق وقت سے ۲۰۳ھ میں علی رضا انتقال کر گئے۔ طوس میں مدفون ہوئے کہا جاتا ہے کہ خلیفہ مامون نے ان کو زہر دلا دیا تھا۔ روایت کیجاتی ہے کہ خلیفہ مامون ایک روز بحالت علالت علی رضا کی عیادت کرنے کو گیا تھا علی رضا سے خطاب کر کے بولا "آپ مجھے کچھ وصیت کیجئے" جواب دیا" دیکھو تم کوئی چیز مجھے ایسی نہ دینا کہ جسپر تمکو آیندہ ندامت ہو" میرے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ خلیفہ مامون خونریزی ناحق علی الخصوص اہل بیت کی خونریزی سے بالکل مبرّا اور پاک و صاف ہے الغرض شیعوں نے بعد وفات علی رضا یہ گمان کیا کہ ان کے بعد انکے بیٹے محمد تقی امامت پر مامور ہوئے خلیفہ مامون کے دربار میں انکی بھی بڑی آؤ بھگت تھی ۲۰۴ھ میں اپنی لڑکی کا ان سے عقد کر دیا تھا ۲۲۰ھ میں انہوں نے وفات پائی اور مقابر قریش میں دفن کیے گئے۔ اثنا عشریہ شیعہ نے یہ زعم کیا کہ انکے بعد انکے بیٹے علی ملقب "بہ ہادی" امام ہوئے جو جواد کے نام سے بھی پکارے جاتے ہیں ۲۵۴ھ میں انہوں نے بھی انتقال کیا قم میں مدفون ہوئے ابن سعید کا یہ خیال ہے کہ خلیفہ معتمد نے انکو زہر دلوا دیا تھا انکے بعد شیعہ اثنا عشریہ نے یہ اعتقاد جمایا کہ انکے بیٹے حسن ملقب بہ عسکری امامت کے عہدہ سے ممتاز ہوئے۔ کیونکہ یہ سر من رائے میں پیدا ہوئے تھے اور اس وقت یہ عسکر کے نام سے موسوم ہوتا تھا حکام وقت کو ان سے خطرہ پیدا ہوا گرفتار کیے گئے وہیں قید کر دیا تا آنکہ ۲۶۰ھ میں مر گئے اور مشہد میں اپنے باپ کے پہلو میں مدفون ہوئے حسن عسکری بوقت وفات اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑ گئے تھے جس سے بعد وفات حسن عسکری محمد پیدا ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اپنی ماں کے ساتھ سرداب میں اپنے باپ کے مکان میں داخل ہوئے تھے اور پھر غائب ہو گئے۔ شیعوں نے یہ گمان کیا

کہ بعد اپنے باپ کے یہی امام ہوئے یہ لوگ "مہدی" اور "حجت" کے لقب سے ملقب کرتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے اور نہ مرینگے اسوقت تک ان کے آنے کا یہ انتظار کرتے ہیں اور اسی انتظار کیوجہ سے کسی دوسرے کی امامت کے قائل نہیں ہوئے علیؑ کی اولاد میں بسلسلہ خط مستقیم یہ بارہویں ہیں اور اسی مناسبت سے انکے گروہ والے اثنا عشریہ کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ اس مذہب والے مدینہ منورہ کرخ، شام، حلہ، اور عراق میں ہیں اسوقت تک جیسا کہ ہمکو معلوم ہوا ہے نماز مغرب پڑھ کے ایک گھوڑا مع جملہ ساز وسامان کے غار سرمن رائے پر لیجاتے ہیں اور یہ آواز متوسط نہ زیادہ بلند اور نہ زیادہ پست سے پکارتے ہیں "ایھا الامام اخرج الینا فان الناس منتظرون والخلق حائرون والظلم عام والحق مفقود فاخرج الینا فنقلب الرحمۃ من اللہ فی آثارک" انہیں فقروں کو مکرر سہ کرر کیے جاتے ہیں تا آنکہ ستارے کنارہ آسمان پر نکل آتے ہیں اس وقت یہ لوگ اپنے اپنے مکانوں پر واپس آتے ہیں اور شب آیندہ کو پھر جاتے ہیں اور اسی طریقہ اور رویہ کو پورا کرکے چلے آیا کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ فعل جہل ونادانی پر مبنی ہے کیونکہ وہ لوگ ایسے شخص کا انتظار کرتے ہیں جسکی موت کا بوجہ طول زمانہ یقین ہوچکا ہے۔ لیکن تعصب نے انکی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے اور اسی نے ان کو اس امر پر ابھارا ہے۔ کبھی یہ لوگ اس امر کی تردید میں خضر کا قصہ پیش کردیا کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی قصہ مہمل اور بے بنیاد ہے صحیح یہ ہے کہ خضر کا انتقال ہوچکا ہے زندہ نہیں ہیں

[فرقہ اسماعیلیہ کا یہ زعم ہے کہ بعد جعفر صادق کے آپ کے بیٹے اسماعیل کو امامت ملی۔ اسماعیل کا انتقال جعفر صادق کے پہلے ہوچکا تھا۔ ابو جعفر منصور خلیفہ نے ان کو طلب کیا تھا عامل مدینہ منورہ نے لکھا کہ یہ وفات پاچکے ہیں۔ اسماعیلیہ اسماعیل کو منصوص بالامامت اسوجہ سے سمجھتے ہیں کہ امامت کا عہدہ انہیں کی اولاد میں باقی رہجائے اگرچہ انکا انتقال قبل وفات انکے باپ جعفر صادق کے ہوچکا تھا جیسا کہ موسیٰ نے ہارون (صلوات اللہ علیہما) کو منصوص بالامامت فرمایا تھا اور یہ ان سے

نوٹ۔ ہندوستان میں بھی بکثرت پایا جاتا ہے۔ مترجم

پیشتر انتقال کر گئے تھے اسماعیلیہ کے نزدیک نفس کا مرجع سوائے انکے کوئی نہیں ہے کیونکہ کسی کام کا از سر نو آغاز کرنا اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ محمد بن اسماعیل کے بارے میں اسماعیلیہ کہتے ہیں کہ آئمہ طاہرین کی ساتویں عدد کو یہ پورا کرتے ہیں اور آئمہ مستورین میں سب سے پہلے ہیں۔ اسماعیلیہ کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ آئمہ کبھی روپوش ہو جاتے ہیں اور انکے دُعاۃ (ایلچی) ظاہرا تبلیغ احکام کیا کرتے ہیں۔ آئمہ مستورین تین ہیں۔ دنیا کسیوقت امام سے خالی نہیں رہتی۔ امام وقت خواہ ظاہر بذاتہ ہو یا مستور و روپوش۔ اگر روپوش و مستور ہوگا تو اسکی نشانیاں ظاہر ہونگی اور اسکے دُعاۃ بظاہر تبلیغ احکام کرتے ہونگے۔ فرقہ اسماعیلیہ کا یہ خیال بھی ہے کہ بلحاظ عدد ایام ہفتہ اور آسمانوں اور ستاروں کے آئمہ بھی سات ہی ہونگے اور نقیبوں کی تعداد بارہ ہوگی۔

اسماعیلیہ کے نزدیک اول آئمہ مستورین محمد بن اسماعیل معروف بہ محمد المکتوم ہیں بعد ازاں ان کے بیٹے جعفر المصدق بعد انکے بیٹے محمد الحبیب پھر انکے بیٹے عبید اللہ المہدی صاحب حکومت افریقیہ و مغرب ہے جسکی حکومت و سلطنت کا بانی اور قایم کرنے والا ابو عبد اللہ شیعی ہے جو کتامہ میں ظاہر ہوا تھا اسی فرقہ اسماعیلیہ سے قرامطہ بھی ہیں جنکی حکومت و دولت بحرین میں تھی جسکا سردار ابو سعید جنابی تھا بعد ازاں ابو القاسم حسین بن فرح بن حوشب کوفی ہوا جو محمد الحبیب اور اسکے بیٹے عبد اللہ موسوم بہ منصور کی طرف سے یمن کا داعی تھا یہ شخص پہلے فرقہ اثنا عشریہ سے تھا جسوقت ان کے ہاتھوں سے حکومت نکل گئی تب یہ اسماعیلیہ کے عقاید کا پابند ہو گیا۔

محمد الحبیب نے ابو عبد اللہ کو اپنا ایلچی بنا کے یمن روانہ کیا تھا پس جب اسکو یہ معلوم ہوا کہ محمد بن یعفر بادشاہ صنعاء نے ملکداری سے توبہ کر کے زہد و گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے تو یہ یمن میں داخل ہوا۔ اسوقت یمن میں ایک بہت بڑا گروہ بنی موسیٰ نامی قبیلہ عدن لاعہ کا تھا۔ علی بن فضل یمن کا رہنے والا اور شیعوں کا رئیس و سردار تھا۔ طاہر بن حوشب اسکی حکومت کا ناظم و منصرم تھا۔ امام محمد نے اسکو ایک خط لکھا جسمیں اپنے بیٹے عبد اللہ کو اپنا ولیعہد بنانا تحریر کیا تھا اور اسکو جنگ کرنے کی اجازت دی تھی۔ چنانچہ وہ امام محمد کی امامت کی دعوت دینے لگا اور تمام سر زمین یمن

میں اس اعتقاد کو پھیلا دیا۔ فوجیں مرتب کیں۔ مدائن اور صنعاء کو مفتوح کیا بنی یعفر کو وہاں سے مار کر نکال دیا اور اپنے ایلچیوں کو یمن، یمامہ، بحرین، سندھ، ہند، مصر اور مغرب کیطرف روانہ کیا۔ بظاہر آل محمد کی حمایت کی دعوت دیتا تھا اور در پردہ کہا کرتا تھا کہ محمد ابن الحبیب امام زماں روپوش ہیں تا آنکہ رفتہ رفتہ کل ملک یمن پر مستولی و غالب ہو گیا۔ عبید اللہ المہدی کے ایلچیوں میں سے ابو عبد اللہ شیعی صاحب کتامہ تھا اور اسی کی صحبت سے رخصت ہو کے افریقیہ گیا تھا۔ کتامہ میں پہونچکے فرقہ باطنیہ کا ایک گروہ عظیم پایا۔ یہ مذہب، کتامہ میں اسوقت سے تھا جب سے کہ جعفر صادق نے اپنے ایلچیوں کو سرزمین مغرب کی طرف روانہ کیا تھا چنانچہ ان لوگوں نے افریقیہ میں پہونچکے قیام کیا اور اس دعوت و مذہب کو خاطر خواہ پھیلایا بربریوں کا ایک گروہ جو زیادہ تر کتامہ سے تھے اس دعوت و مذہب میں شریک و داخل ہو گیا پس جب ابو عبد اللہ شیعی، عبید اللہ المہدی کا ایلچی سرزمین افریقیہ میں داخل ہوا اور اس مذہب سے کتامہ کو متمذہب پایا تو وہ انکی تعلیم میں مصروف ہوا اور اس مذہب کو زندہ کرنے اور پھیلانے لگا تا آنکہ اسکا مقصود حاصل ہو گیا اور عبید اللہ المہدی کی امامت و امارت کی بیعت لی گئی جیسا کہ ابھی انکے حالات بیان کئے جائینگے۔

دولت عبیدیہ خاندان حکومت عبیدیوں کا پہلا حکمراں عبید اللہ المہدی بن محمد الحبیب بن جعفر مصدق بن محمد المکتوم بن جعفر صادق تھا اہل قیروان وغیرہم میں سے جن لوگوں نے اس نسب سے انکار کیا ہے اسکا کوئی اعتبار نہیں ہے اور نہ وہ محضر قابل وثوق ہے جو دار الخلافت بغداد میں عہد خلافت خلیفہ قادر میں اس نسب کے قدح و طعن کی بابت طیار کیا گیا تھا اور اسپر نامی نامی علماء کے دستخط ثبت کئے گئے تھے۔ اس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں خلیفہ معتضد کا فرمان جو ابن اغلب کے پاس قیروان اور ابن مدرار کے پاس سجلماسہ اسکی گرفتاری کی بابت روانہ کیا گیا تھا جبکہ یہ مغرب کی طرف چلا گیا تھا اس نسب کی صحت کی شہادت دیتا ہے اور شریف رضی کے اشعار اسپر رجسٹری کرتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے محضر پر بطور شہادت اپنا اپنا دستخط کر دیا تھا وہ شہادت سمعی ہے اور سمعی شہادتوں کی وقعت جیسی ہوئی ہے تم سے مخفی نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ عرصہ ایک صدی سے شیعان بنی عباس، جو ان

عبیدیوں کے حریف مقابل تھے بغداد میں ان عبیدیوں کے نسب کی بابت (وہ بمخالفت و رقابت رد و قدح کر رہے تھے۔ پس عوام الناس نے حکومت و سلطنت کا مذہب اختیار کر لیا اور اسی بنا پر بحکم ؎ اگر شہ روز را گوید شب است ایں ٭ بباید گفت اینک ماہ و پروین ٭ بطور شہادت کے محضر نسب پر دستخط بھی ہو گئے باوجودیکہ یہ شہادت لغو کی تھی مگر پھر بھی فطرۃً بوقت ظہور ان عبیدیوں کے لوگوں نے حتی کہ اہل مکہ و مدینہ نے بھی انکی اطاعت قبول کی اور یہ امر انکے صحت نسب کی قوی ترین دلائل سے ہے اور جن لوگوں نے ان کو نسبًا یہودی یا نصرانی بنایا ہے اور میمون قداح وغیرہ کی جانب ان کو منسوب کیا ہے ان کو اس افتراء پردازی اور جھوٹ کا گناہ کافی ہے۔

ان عبیدیوں کے ہوا خواہ اور گروہ والے مشرق، یمن، اور افریقیہ میں تھے شروع شروع انکا ظہور افریقیہ میں حلوانی اور ابو سفیان کے جانے سے ہوا جو ان کے ہوا خواہ اور جتھے کے تھے اور جنکو جعفر صادق نے افریقیہ روانہ کیا تھا اور یہ ارشاد کیا تھا کہ مغرب میں زمین شور ہے تم لوگ جا کر اسکو قابل زراعت بناؤ یہانتک کہ کاشتکار اصلی بیج لیکے آئے۔ چنانچہ حلوانی اور ابو سفیان سر زمین مغرب میں گئے ایک نے شہر مرغہ میں قیام کیا دوسرے نے سوق حمار میں۔ یہ دونوں شہر کتامہ کے مضافات سے تھے۔ انہیں دونوں کے توسط سے ان بلاد میں اس مذہب کا شیوع ہوا۔ اس وقت تک محمد الحبیب مقام سلمیہ زمین حمص میں قیام پذیر تھا اس کے گروہ والے جس وقت حسین بن علی کی قبر کی زیارت کو آیا کرتے تھے تو اسکی بھی زیارت ضرور کیا کرتے تھے ایک مرتبہ یمن سے محمد بن فضل قبیلہ عدن لاعہ سے محمد الحبیب کی زیارت کو آیا واپسی کیوقت محمد الحبیب نے اپنے ہمراہیوں میں سے رستم بن حسن بن حوشب کو یمن میں دعوت خلافت عبیدیہ کے قایم کرنے اور پھیلانے کی غرض سے محمد بن فضل کے ساتھ کر دیا اور یہ ہدایت کر دی کہ عنقریب مہدی موعود ظاہر ہونے والا ہے جس قدر جلد ممکن ہو اس دعوت کو لوگوں میں پھیلاؤ۔ رستم نے اس ہدایت کے مطابق یمن میں پہونچکے آل محمد کے مہدی کی اون اوصاف کے ساتھ جو ان کے یہاں مشہور اور معروف ہیں دعوت دینے لگا رفتہ رفتہ اکثر بلاد یمن پر مستولی ہو گیا اور اپنے کو المنصور کے لقب سے ملقب و موسوم کیا کوہ لاعہ میں ایک قلعہ بنوایا بنی یعفر سے صنعا کو

چھین لیا۔ یمن، یمامہ، بحرین، سندھ، ہند، مصر اور مغرب کی طرف اپنے ایلچیوں کو روانہ کیا
ابوعبداللہ حسن بن محمد بن زکریا معروف بہ "محتسب" (یہ بصرہ میں محتسب تھا اور بعض کہتے ہیں
کہ یہ محتسب نہیں تھا بلکہ اسکا بھائی ابوالعباس مخطوم محتسب تھا اور یہ ابوعبداللہ "معلم" کے
لقب سے یاد کیا جاتا ہے اس مناسبت سے کہ یہ لوگوں کو مذہب امامیہ کی تعلیم دیا کرتا تھا) محمد الحبیب
کی خدمت میں سلمیہ میں حاضر ہوا محمد الحبیب نے ابوعبداللہ کو لایق اور اہلیت کا آدمی دیکھ کے رستم
کے پاس تعلیم کی غرض سے یمن بھیجدیا اور یہ ہدایت کردی کہ بعد تعلیم حاصل کرنے کے سرزمین مغرب
میں جا کے شہر کتامہ میں اس مذہب کو پھیلائے۔ چنانچہ ابوعبداللہ نے رستم کی صحبت میں شب و روز
رہ کے علم و کمال حاصل کیا بعدازاں حاجیان یمن کے ساتھ مکہ معظمہ آیا اور موسم حج میں کتامہ کے رئیسوں
اور سرداروں موسیٰ بن حریث سردار بنی سکان، (جو اہل کتامہ کی ایک شاخ ہے) ابوالقاسم ورنجومی،
(جو ان کے اخلاف سے تھا) مسعود بن عیسیٰ بن بلال مساکنی اور موسیٰ بن مکاد وغیرہم سے ملاقات کی۔
یہ لوگ اس کی مذہبی باتیں سننے لگے اور اسکی عبادت و ریاضت کو دیکھ کے کچھ ایسا گرویدہ خاطر ہوئے
کہ اسکی صحبت کو فلاح دارین و نجات کا وسیلہ تصور کرکے روانگی کے وقت بمنت و خوشامد اپنے
ہمراہ ملک مغرب لیجانے کی درخواست کی۔ ابوعبداللہ ایک چالاک زیرک آدمی تھا اس نے پہلے ان لوگوں
سے انکی قوم کی حالت دریافت کی انکے گروہ بندیوں کے حالات پوچھے، شہروں کی کیفیت استفسار
کی اور یہ دریافت کیا کہ وہاں کا حکمراں کون ہے اسکی کیا کیفیت۔ ان لوگوں نے کل حالات بتلائے
بعدازاں ان لوگوں سے اپنے مذہب کے پھیلانے اور دولت شیعیہ کی دعوت دینے کا اقرار لیا۔ ان
لوگوں نے بخوشی خاطر ان سب شرائط کو قبول کرکے بادشاہ مغرب سے بھی اسکی اجازت دلادینے
کا وعدہ کیا۔ ابوعبداللہ نے یہ خیال کرکے کہ اب میرا کام ان لوگوں میں انہیں لوگوں کے ذریعہ سے
انجام کو پہونچ جائے گا سامان سفر درست کرکے ان لوگوں کے ساتھ ملک مغرب کی طرف کوچ کردیا۔
ان لوگوں نے قیروان کا راستہ چھوڑ کے جنگل و بیابان کی راہ اختیار کی رفتہ رفتہ شہر سوماتہ پہونچے اس
وقت شہر سوماتہ میں محمد بن حمدون بن سماک اندلسی بجایہ اندلس کی جانب سے ٹھہرا ہوا تھا۔

ابو عبداللہ شیعی نے اسی کے پاس قیام کیا چونکہ محمد بن حمدون نے اس سے پیشتر حلوانی سے اس مذہب کی تعلیم حاصل کر لی تھی اسوجہ سے یہ سمجھ کے کہ ہو نہو یہی صاحب امر ہے ابو عبداللہ کی بڑی آؤ بھگت کی۔ دو چار روز قیام کرنے کے بعد ابو عبداللہ نے معہ اپنے ہمراہیوں کے کوچ کیا۔ محمد بن حمدون بھی ہمرکاب ہوا رفتہ رفتہ پندرھویں ربیع الاول ۲۸۸ھ کو شہر کتامہ پہونچا اور موسیٰ بن حریث کے مکان پر شہر انکجان میں جو بنی سکان کی ایک پہاڑی پر واقع تھا قیام پذیر ہوا۔ بعد ازاں ابو عبداللہ کے قیام کے لئے ایک مکان مقام فج الاخیار میں مخصوص اور معین کر دیا گیا اس نے ان لوگوں کو یہ تعلیم دینی شروع کی کہ میرے پاس امام زماں مہدی کی یہاں پر قیام کرنے کی نص موجود ہے اور عنقریب وہ بھی ہجرت کر کے اسی مقام پر چلے آئینگے اور ان کے انصار و معاون اپنے زمانہ کے بہترین لوگوں میں سے ہونگے اور وہ لوگ اس شہر کے رہنے والے ہونگے جنکا نام کتان سے مشتق ہوگا تھوڑے دنوں میں اہل کتامہ کا ایک گروہ کثیر اسکے پاس مجتمع ہو گیا۔ بعض بعض علما بھی اس کے دام تزویر میں آ گئے اب آہستہ آہستہ اسکا مذہب بڑھ چلا اور امامت اہل بیت کے علانیہ تذکرے ہونے لگے ایک دوسرے کو کھلم کھلا حمایت آل محمد کی تلقین اور ہدایت کرنے لگا۔ اس وقت کتامہ میں کم ایسے آدمی باقی رہ گئے تھے جو اس مذہب اور اس خیال سے علیحدہ رہے ہوں وہ لوگ اسکو ابو عبداللہ شیعی مشرقی کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ ان واقعات کی اطلاع امیر افریقیہ ابراہیم بن احمد بن اغلب کو ہوئی دھمکی اور تہدید کا خط تحریر کیا ابو عبداللہ نے ابراہیم کے ایلچی کو نہایت سخت جواب دے کے لوٹا دیا۔ مگر رؤسائے کتامہ کو ابراہیم کی مخالفت سے خطرہ پیدا ہوا موسیٰ بن عیاش والی مسیلہ، علی بن حفص بن عسلوبہ والی سطیف اور ابن تمیم صاحب بلزمہ وغیرہم عمال بلاد کتامہ ابو عبداللہ کے معاملہ میں پس و پیش کرنے لگے۔ اتنے میں یحییٰ مساکنی (جو امیر کے لقب سے پکارا جاتا تھا) مہدی بن ابی کمارہ رئیس لہیعہ، فرج بن خیران رئیس اجانہ اور ثمل بن بجل رئیس لطانہ آ پہونچا ان لوگوں نے صلاح و مشورہ کر کے بیان بن صقلان رئیس بنی سکتان سے اس بابت خط و کتابت کی کہ ابو عبداللہ شیعی کو ہم لوگ اپنے شہر سے نکال دیں یا کہ ابراہیم والی افریقیہ کے حوالہ کر دیں اس وقت تک

ابوعبداللہ شیعی مقام انکجان ہی میں مقیم تھا۔ بیان بن صقلان نے اس امر کو اہل علم کے شوریٰ پر محول کیا چنانچہ وہ لوگ علماء کے خدمت میں حاضر ہوئے بحث ومباحثہ ہوا لیکن کوئی امر طے نہوا۔ ابوعبداللہ اور اسکے ہمراہیوں کو اسکی اطلاع ہوگئی حسن بن ہارون غسانی کے پاس اپنے آدمی بھیجے اور انکجان سے ہجرت کرکے اسکے پاس چلے جانے کی درخواست کی حسن نے اس درخواست کو منظور کرلیا۔

ابوعبداللہ معہ اپنے ہمراہیوں کے انکجان سے نکل کے شہر تازروت چلا گیا جو حسن کے شہروں میں سے ایک شہر تھا۔ تھوڑے دنوں میں غسان کو دم پٹی دے کے اپنا معین ومددگار بنا لیا۔ غسان اور کتامہ کے ان خاندان والوں نے ابوعبداللہ کی امداد واعانت پر کمر ہمت باندھ لی جنہوں نے اس سے پیشتر اس کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اس سے ابوعبداللہ کی شان وشوکت بڑھ گئی اور ایک اطمینانی حالت سے بسر کرنے لگا۔ بعد اس کے حسن بن ہارون اور اسکے بھائی محمد میں باہم درباره حکومت و ریاست نزاع پیدا ہوگئی محمد اور مہدی بن ابی کمارہ سے مراسم اتحاد تھے مہدی نے باعث فساد ابوعبداللہ کو قرار دے کے محمد کو ابوعبداللہ سے مواخذہ کرنیکا اشارہ کیا اس سے غسان اور لہیعہ میں جھگڑا پڑ گیا ابوعبداللہ اس وقت تک ظاہر نہیں ہوا تھا لہیعہ کو آمادہ فساد دیکھ کے حسن کو لہیعہ کے سر کرنے کی تحریک کی مہدی بن ابی کمارہ سردار لہیعہ کا بھائی ابومدینی نامی ابوعبداللہ کے معتقدوں سے تھا اس نے موقع پا کے مہدی کو مار ڈالا اور خود بجائے اسکے لہیعہ پر حکومت کرنے لگا۔ مہدی کے مارے جانے سے لہیعہ بھی ابوعبداللہ کے مطیع ومنقاد ہوگئے۔

ان واقعات کے بعد کتامہ نے مجتمع ہوکے ابوعبداللہ سے جنگ کرنے کا مشورہ کیا اور مرتب ومسلح ہوکے تازروت پر چڑھ آئے۔ ابوعبداللہ نے سہیل بن فوکاش کو شمل بن بجل رئیس لطانہ کے پاس امداد طلب کرنے کو بھیجا۔ شمل اور ابوعبداللہ میں رشتہ مصاہرت (سسرالی) قائم ہوگیا تھا شمل نے کتامہ کو ابوعبداللہ کی جنگ سے روکا مگر وہ نہ رکے۔ چنانچہ ابوعبداللہ اور کتامہ میں متعدد لڑائیاں ہوئیں آخر کار ابوعبداللہ کو فتح نصیب ہوئی کتامہ شکست کھا کے بھاگے عروبہ بن یوسف ملوشی اس معرکہ میں سخت مصائب میں مبتلا ہوگیا تھا اسی لڑائی سے بہتوں کے ہوش وحواس درست

ہو گئے غسان، یلزمہ، لہیعہ اور کل اجانہ نے ابو عبد اللہ کی اطاعت قبول کر لی ان دنوں ان سہول کی عنان حکومت ماکنون بن ضیارہ اور ابو زاکی تمام بن معارک کے قبضہ اقتدار میں تھی اجانہ سے فرج بن حیران اور لیطانہ سے ثمل بن بجل وغیرہم جمیلہ چلے گئے۔ جو باقی رہ گئے وہ ابو عبد اللہ کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ بعد ازاں فتح بن یحییٰ اپنی قوم کو مجتمع کر کے ابو عبد اللہ سے لڑنے کو نکلا ابو عبد اللہ بھی یہ خبر پا کے آمادہ بجنگ ہو گیا ہر دو حریف میں لڑائی چھڑ گئی۔ اس معرکہ میں بھی ابو عبد اللہ کو فتحیابی حاصل ہوئی فتح بن یحییٰ شکست کھا کے بھاگا۔ اسکی فوج کا حصہ کثیر کام آ گیا باقی ماندہ جان بچا کے سطیف پہونچے اور جب وہاں بھی ان کو امن کی صورت نظر نہ آئی تو انہوں نے ابو عبد اللہ سے امن کی درخواست کی ابو عبد اللہ نے منظور کر لی اور وہ لوگ اس کے سایۂ عاطفت میں آ کے امن و چین سے بسر کرنے لگے۔ فتح بن یحییٰ بعد ہزیمت عجیسہ چلا گیا تھا اور اپنی گئی گذری حالت کی درستی میں مصروف تھا۔ چند دنوں بعد جب اسکی حالت درست ہو گئی تو اس نے ابو عبد اللہ سے جنگ کرنے کی غرض سے دوبارہ فوج کشی کی اور ہارون بن یونس کو سردار لشکر مقرر کر کے روانہ کیا۔ ابو عبد اللہ بھی اپنی فوج آراستہ کر کے میدان جنگ میں آ گیا ہارون پہلے ہی حملہ میں شکست کھا کے بھاگا اور ایک قلعہ میں داخل ہو کے قلعہ بند ہو گیا ابو عبد اللہ شیعی نے تعاقب کیا اور اس قلعہ پر پہونچ کے اسکا محاصرہ کر لیا۔ آخر الامر محصوروں نے اطاعت کی گردنیں جھکا دیں اور ابو عبد اللہ نے اس قلعہ کو مفتوح کر لیا۔ اس کامیابی سے ابو عبد اللہ کا رعب و داب بڑھ گیا۔ عجیسہ، زواوہ اور کل قبایل کتامہ مطیع و فرمانبردار ہو گئے ابو عبد اللہ کو مکنت و ثروت آیا اور اپنے ایلچیوں کو تمام ملک مغرب میں پھیلا دیا لوگوں نے طوعاً و کرہاً اسکی اطاعت قبول کی اور اس کے علم حکومت کے مطیع ہوئے فتح بن یحییٰ بھاگ کر ابراہیم بن احمد امیر تونس کے پاس پہونچا اور اسکو ابو عبد اللہ سے جنگ کرنے کی ترغیب دینے لگا۔ بعدہ ابو عبد اللہ نے اہل مسیلہ کی سازش سے مسیلہ کو مفتوح کیا اور اسکے امیر موسیٰ بن عیاش کو قتل کر کے ماکنون بن ضیارہ جانی کو مسیلہ کی کرسی امارت پر بٹھایا ابراہیم بن موسیٰ بن عیاش نے

ابوالعباس ابراہیم بن اغلب کے پاس تونس میں جاکے دم لیا۔

۲۸۹ھ میں ابراہیم نے فتح بن یحیی اور ابراہیم بن موسیٰ کی ترغیب وتحریک سے اپنے بیٹے ابوخوال کو ایک فوج عظیم کا سردار بنا کے ابوعبداللہ کے سر کرنے کو روانہ کیا۔ پس اس نے کتامہ کو جی کھول کے پامال کیا اور بعد اس کے تازروت کی طرف بڑھا۔ ابوعبداللہ شیعی نے اپنی فوجوں کو آراستہ کر کے شہر ملوسہ میں ابوخوال سے مقابلہ کیا۔ اتفاق یہ کہ پہلے ہی حملہ میں ابوخوال نے ابوعبداللہ کو ہزیمت دے دی ابوعبداللہ میدان جنگ سے بھاگ کر انکجان پہونچا اور اپنے ہوش وحواس درست کر کے قلعہ بندی کرلی اور ابوخوال کامیابی حاصل کر کے قصر تازروت میں داخل ہوا اور اسکو مسمار ومنہدم کرا کے ابوعبداللہ کے تعاقب میں روانہ ہوا اس گیروداراور تعاقب میں بلاد کتامہ نہایت بری طور سے پامال کیا گیا ابوخوال کی حکومت میں بھی ایک گونہ ضعف واضمحلال پیدا ہوچلا۔ ابراہیم بن موسیٰ بن عیاش ابوخوال کے لشکر سے میلہ کی جانب ابوعبداللہ کے حالات دریافت کرنے کو گیا ہوا تھا۔ ایک موقع پر ابوعبداللہ کے ہمراہیوں سے اور اس سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ ابوعبداللہ کے ہمراہی، ابراہیم کو ہزیمت دیکے لشکرگاہ تک تعاقب کرتے چلے آئے۔ اس سے بھی ابوخوال کے رعب وداب میں نقصان صریح پہونچا۔ مجبوراً بلاد کتامہ سے نکل کھڑا ہوا اور ابوعبداللہ نے انکجان میں طرح اقامت ڈالدی اور وہیں پر ایک شہر موسوم بہ "دارالہجرت" آباد کیا۔ لوگوں کو اپنے مذہب کی دعوت دینے لگا۔ رفتہ رفتہ لوگ اس کے مذہب میں داخل ہوگئے اور اسکی جماعت پھر بڑھ گئی اسی اثناء میں حسن بن ہارون کا انتقال ہوگیا۔ ابوالعباس نے دوبارہ فوجیں مرتب کیں اور اپنے بیٹے ابوخوال کو امیر لشکر بنا کے ابوعبداللہ شیعی اور اہل کتامہ سے جنگ کرنے کو روانہ کیا۔ چنانچہ ابوخوال لڑائی کا نیزہ لئے ہوئے بلاد کتامہ میں داخل ہوا مگر اُلٹے پاؤں شکست کھاکے واپس ہوا۔ اور بلاد کتامہ کی سرحد ہی پر قیام کر کے انکی مدافعت کرتا اور پیش قدمی سے روکتا رہا۔ اتنے میں ابراہیم بن احمد بن اغلب والی افریقیہ کو اسکے بیٹے زیادۃ اللہ نے قتل کرڈالا اور خود سریر حکومت پر متمکن ہوکے حکمرانی کرنے لگا اس وقت ابوخوال سرحد کتامہ پ

پڑاؤ کئے ہوئے پڑا ہوا تھا۔ طلبی کا خط بھیجا اور جب وہ اسکی پر طلبی پر آگیا تو قتل کر ڈالا اور تونس سے نکل کے رقادہ چلا آیا۔ لہو لعب اور عیاشی میں مصروف ہو گیا۔ ابو عبد اللہ کو موقع ملگیا۔ کوئی مزاحمت کرنے والا باقی نہ رہ گیا اپنے لشکر کو تمام بلاد افریقیہ میں پھیلا دیا تھوڑے ہی دنوں میں اسکی حکومت کا سکہ بیٹھ گیا اور یہ اپنے معتقدوں کو یہ سمجھانے لگا کہ مہدی کا عنقریب ظہور ہونے والا ہے پس آئندہ جیسا کہ اس نے کہا تھا ہی وقوع میں آیا۔

مہدی مغرب میں محمد الحبیب بن جعفر بن محمد بن اسماعیل نے اپنے انتقال کے وقت اپنے بیٹے عبید اللہ کو اپنا ولیعہد بنایا تھا اور یہ ارشاد کیا تھا کہ تم ہی مہدی موعود ہو اور میرے بعد تم یہاں سے دور دراز ملک کی جانب ہجرت کروگے اور بڑے بڑے مصائب کا تمکو سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ بعد وفات اس واقعہ کی خبر ان کے کل ایلچیاں اور معتقدان افریقیہ و یمن میں مشہور ہو گئی۔ ابو عبد اللہ نے چند لوگوں کو بطور وفد (ڈیپوٹیشن) اس خدا داد کامیابی کی خبر کرنے کو بلا د کتامہ سے روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا تھا کہ ہم لوگ ہمہ تن آپکا انتظار کر رہے ہیں۔ شدہ شدہ یہ خبریں دار الخلافت بغداد تک پہونچیں۔ اس وقت سریر خلافت پر خلیفہ مکتفی جلوہ افروز تھا۔ عبید اللہ مہدی کی گرفتاری اور اسکی بڑھتی ہوئی قوت کے روک تھام کا حکم صادر فرمایا۔ عبید اللہ یہ خبر پاکے ملک شام سے عراق کی طرف چلا گیا پھر عراق سے مصر میں جاکے دم لیا اس کے ہمراہ اسکا بیٹا ابو القاسم اور ایک نو عمر غلام تھا۔ علاوہ ان کے چند مصاحب اور خاص خاص اس کے آزاد غلام بھی تھے۔ مصر میں پہونچکے عبید اللہ مہدی نے یمن کا قصد کیا مگر یہ سنکے کہ علی بن فضل نے بعد ابن حوشب کے اپنی کج ادائی سے اہل یمن کو برانگیختہ کر دیا ہے ابو عبد اللہ شیعی کے پاس مغرب چلے جانے کا عازم ہوا اور سامان سفر درست کرکے مصر سے اسکندریہ کی جانب کوچ کیا۔ اسکندریہ پہونچکے کچھ سامان و اسباب تجارت خرید کئے اور سوداگروں کے لباس میں بلاد مغرب کی طرف روانہ ہوا اس اثنا میں خلیفہ مکتفی کا فرمان مشعر گرفتاری عبید اللہ مہدی والی مصر کے نام صادر ہوا جس میں اسکا حلیہ اور نام لکھا ہوا تھا۔ ان دنوں مصر کی گورنری پر عیسیٰ نوشری

مور تھا چنانچہ عیسیٰ نے عبید اللہ مہدی کی جستجو میں لوگوں کو روانہ کیا اور ایک گونہ اسکو عبید اللہ مہدی کی جستجو میں کامیابی بھی ہوئی لیکن اسکو اس امر کا یقین نہوا کہ یہی شخص عبید اللہ مہدی ہے اسوجہ سے باوجود مطلع ہوجانے اور گرفتار کرلینے کے رہا کردیا۔ عبید اللہ مہدی رہائی پاکے نہایت تیزی سے طے مسافت کرنے لگا۔ اثناء راہ میں اسکی کتابیں چوری گئیں جسمیں اس کے آباء واجداد کے منقولات تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے بیٹے ابوالقاسم نے ان کتابوں کو برقہ سے برآمد کیا تھا جبکہ اس نے مصر پر فوج کشی کی تھی الغرض جسوقت عبید اللہ مہدی طرابلس پہونچا اور اس کے ہمراہی تجار اس سے علیحدہ ہوئے اُس وقت عبید اللہ مہدی نے ابوالعباس برادر ابوعبد اللہ شیعی کو ابوعبد اللہ شیعی کے پاس انہیں تاجروں کے ہمراہ کتامہ کو روانہ کیا۔ ابوالعباس طرابلس سے روانہ ہو کے قیروان پہونچا اسکے پہونچنے سے پیشتر زیادۃ اللہ کو عبید اللہ مہدی اور اسکے ہمراہیوں کی خبر ہوچکی تھی اور یہ ان کی جستجو اور سراغ میں تھا۔ چنانچہ ابوالعباس کو قیروان میں پہونچتے ہی گرفتار کرلیا اور عبید اللہ مہدی کے حالات اس سے دریافت کئے۔ ابوالعباس نے لاعلمی ظاہر کی زیادۃ اللہ نے جھلا کے جیل میں ڈالدیا اور والی طرابلس کو لکھ بھیجا کہ عبید اللہ مہدی کو جسکا حلیہ اس طرح کا ہے فوراً گرفتار کرلو۔ اتفاق سے عبید اللہ مہدی کو اسکی خبر لگ گئی طرابلس سے قسطنطینہ چلا گیا پھر وہاں سے بخیال ابوالعباس برادر ابوعبد اللہ شیعی جو قیروان میں قید تھا نکلکے سجلماسہ جاکے قیام کیا ان دنوں سجلماسہ کی زمام حکومت الیسع بن مدرار کے قبضہ اقتدار میں تھی الیسع نے عبید اللہ مہدی کی بیحد توقیر او رعزت کی اس کے بعد ہی زیادۃ اللہ کا خط (کہا جاتا ہے کہ یہ خلیفہ مکتفی کا فرمان تھا) الیسع کے پاس آپہونچا جسمیں یہ لکھا ہوا تھا کہ یہی شخص مہدی ہے اور حکومت وخلافت کا دعویدار ہے اور کتامہ کا داعی ہے الیسع نے عبید اللہ مہدی کو فوراً گرفتار کرلیا۔

ان واقعات کے بعد ابوعبد اللہ شیعی نے ابوخوال کے مارے جانے پر جو اس سے لڑ بھڑ رہا تھا کل کتامہ کو مجتمع کیا اور ان کو آلات حرب سے مسلح وآراستہ کرکے سطیف پر فوجکشی کی سطیف میں ان دنوں علی بن جعفر بن عسکوجہ حکمرانی کررہا تھا اور اس کا بھائی

ابو حبیب بھی وہیں موجود تھا۔ ابو عبد اللہ ایک مدت سطیف کا محاصرہ کئے رہا آخر کار بزور تیغ اس پر قبضہ حاصل کر لیا۔ داؤد بن جابۃ سردار اسیعہ بھی اس وقت سطیف ہی میں ٹھہرا ہوا تھا یہ اس زمانہ سے یہاں چلا آیا تھا جس وقت بعض سرداران کتامہ یہاں چلے آئے تھے۔ اہل سطیف کے ساتھ اس نے بھی ابو عبد اللہ شیعی سے امن کی درخواست کی تھی اور ابو عبد اللہ شیعی نے امن دیدی تھی ابو عبد اللہ نے شہر سطیف میں فتحیابی کے ساتھ داخل ہو کے شہر کو منہدم کرا دیا قلعہ کو مسمار کرا کے زمین دوش بنا دیا۔ زیادۃ اللہ کو اسکی خبر لگی فوجیں مرتب کر کے بسرگردہی اپنے ایک عزیز و قریب ابراہیم بن خنشش نامی کے کتامہ کے سر کرنے کو روانہ کیا۔ اس فوج کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ کوچ اور قیام کرتی ہوئی قسنطینہ پہونچی۔ اور وہیں مقیم ہو گئی اس وقت فریق مخالف اونچے اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ گزیں تھے ابراہیم نے اپنی فوج کو حملہ کا حکم دیا۔ پہاڑ کی چڑھائی تھی کامیابی نہوئی پسپا ہو کر لوٹی۔ شہر بلزمہ کے میدان میں دونوں حریف پھر گتھ گئے۔ ابراہیم کی فوج کو ہزیمت ہوئی شکست کھا کے باغایہ پہونچی اور وہاں سے قیروان چلی آئی۔ ابو عبد اللہ شیعی نے کتامہ کے چند معتبر و معتمد علیہ آدمیوں کو نامہ بشارت فتح دے کے مہدی کے پاس روانہ کیا۔ یہ لوگ طے مسافت کر کے خفیہ طور سے مہدی کے خدمت میں حاضر ہوئے اور کل واقعات لڑائی اور فتحیابی کے بالتفصیل عرض کئے۔

اس کامیابی کے بعد ابو عبد اللہ شیعی نے شہر طبنہ پر فوجکشی کی۔ ایک مدت تک محاصرہ کئے رہا آخر کار فتح بن یحییٰ مساکنی کے مارے جانے پر شہر طبنہ امان کے ساتھ مفتوح ہو گیا بعد ازاں ابو عبد اللہ نے شہر بلزمہ کی طرف قدم بڑھایا جہاں پر کہ ابراہیم کی فوج سے اور اس سے مقابلہ ہوا تھا۔ چنانچہ ابو عبد اللہ نے بزور تیغ اسکو بھی مفتوح کر لیا۔ زیادۃ اللہ اس طوفان کے روک تھام اور رفع کرنے کی غرض سے ہارون طبنی والی باغایہ کو بسر افسری ایک فوج کے روانہ کیا ہارون زیادۃ اللہ سے رخصت ہو کے شہر ازمول پہونچا اہل ازمول ابو عبد اللہ کے علم حکومت کے مطیع تھے مقابلہ پر آئے۔ ہارون نے انکو ہزیمت دیکے ازمول کے شہر پناہ کو منہدم اور شہر کو لوٹ کے تاخت و تاراج کر دیا عروبہ بن یوسف (یہ ابو عبد اللہ کے ہواخواہوں سے تھا)

نے یہ خبر پاکے ہارون پر حملہ کر دیا۔ ہارون کو عروبہ کے حملہ کی کچھ خبر نہ تھی۔ ہزیمت کھا کر بھاگا اور اثناء دار و گیر میں مارا گیا۔

بعد اسکے ابو عبداللہ شیعی نے شہر تیجبت کو یوسف غسانی کے ذریعہ سے مفتوح کیا۔ شہر تیجبت کا لشکر بھاگ کر قیروان پہونچا۔ ابو عبداللہ کی حکمت عملیوں اور عاقلانہ تدبیروں سے عوام الناس میں اسکی انصاف پسندی، ایفاء وعدہ اور امان دہی کی خبر جوں ہی مشہور ہوئی۔ قرب و جوار کے رہنے والوں نے حاضر ہو ہو کے امن حاصل کر لی۔ بازاریوں اور اوباشوں نے زیادۃ اللہ کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ زیادۃ اللہ نے ان بغاوتوں اور شورشوں کے فرو کرنے پر فوجوں کو متعین کیا اور جس قدر روپیہ خزانہ میں تھا رعایا کی اصلاح اور ترتیب لشکر میں صرف کر کے ۲۹۵ھ میں بذاتہ ابو عبداللہ کے سر کرنے کو نکل کھڑا ہوا۔ اربس میں پہونچکے پڑاؤ کیا مگر پھر کچھ سوچ سمجھ کے مقابلہ کرنے میں متامل ہوا امراہیوں نے قیروان واپس چلنے کی رائے دی چنانچہ بلا کسی مقابلہ اور لڑائی کے منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا قیروان واپس آیا۔ قیروان پہونچکے جب ذرا اس کے ہوش درست ہوئے تو اس نے ابراہیم بن ابی اغلب نامی ایک شخص کو جو اسکے عزیزوں سے تھا لشکر کا سردار بنا کے اربس کی جانب روانہ کیا اور وہیں پر قیام کرنے کا حکم دیا۔ اس واقعہ کے بعد ابو عبداللہ شیعی نے باغایہ پر حملہ کیا والی باغایہ یہ خبر پاکے بھاگ گیا اہل باغایہ نے اطاعت قبول کر لی مصالحت کے ساتھ مفتوح ہو گیا۔ ابو عبداللہ شیعی نے اسی اثناء میں ایک فوج شہر قرطاجنہ کے فتح کرنے کو روانہ کیا۔ بس یہ بھی بزور تیغ مفتوح ہوا والی قرطاجنہ مارا گیا۔ بازار لوٹ لئے گئے ان مقامات کے فتح ہو جانے سے ابو عبداللہ کی قوت بہت بڑھ گئی فوجیں بھی باقاعدہ ہو گئیں، حوصلے بھی بڑھ گئے۔ مفتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کے خیال سے اپنی فوج کو تمام بلاد افریقیہ میں پھیلا دیا۔ نفزہ کے قبائل کو ایک قیامت کا سامنا تھا خونریزی اور غارتگری کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ تنگ اور مجبور ہو کر اہل نقاش نے امن کی درخواست کی ابو عبداللہ شیعی نے انکو امن دے کے ان پر صواب بن ابو القاسم سکتانی کو مامور کیا۔ اتنے

میں ابراہیم بن ابی اغلب (زیادۃ اللہ کا سپہ سالار) آپہونچا۔ ایک دوسرے سے گتھ گیا مگر دو ہی ایک لڑائی لڑ کے دونوں فریق جدا ہوگئے۔ ابراہیم کے علیحدہ ہونے پر ابوعبداللہ نے اپنی فوج کو متعدد حصوں پر تقسیم کر کے باغایہ، سکتانہ اور تیہ کی طرف روانہ کیا۔ چنانچہ امان کے ساتھ یہ مقامات مفتوح ہوگئے۔ بعدازاں قمودہ کے قصرین پر فوج کو حملہ کرنے کا اشارہ کیا۔ اہل قصرین نے امن حاصل کر کے شہر کو اپنے حملہ آور حریف کے حوالہ کر دیا۔ ابوعبداللہ شیعی ان مقامات کو فتح کر کے رقادہ کی جانب بڑھا۔ ابراہیم بن ابی اغلب کو زیادۃ اللہ کی فوج سے خطرہ پیدا ہوا کہ مبادا ابوعبداللہ سے اسکو نیچا دیکھنا نہ پڑے۔ اس خیال کا آنا تھا کہ اپنی فوج کو طیاری کا حکم دیا اور نہایت عجلت سے ابوعبداللہ شیعی کے بڑھتے ہوئے سیلاب سے مقابلہ کرنے کو میدان جنگ میں آگیا۔ ابوعبداللہ اور ابراہیم سے متعدد اور سخت لڑائیاں ہوئیں مگر آخری فیصلہ کسی لڑائی میں نہ ہوا۔ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگیا ابوعبداللہ شیعی نے انکجان کی جانب مراجعت کی اور ابراہیم اربس کی طرف لوٹا۔

پھر دوبارہ ابوعبداللہ شیعی نے اپنی فوجوں کو آراستہ کر کے قسنطینہ پر چڑھائی کی ایک مدت محاصرہ اور متعدد لڑائیوں کے بعد امان کے ساتھ مفتوح ہوا۔ بعدہ قفصہ کو بھی اسی طور سے فتح کر کے باغایہ واپس آیا۔ اور باغایہ میں اپنی فوج کے حصہ کثیر کو ابومکدولہ جیلی کی ماتحتی میں چھوڑ کر انکجان کی جانب روانہ ہوگیا ابراہیم بن ابی اغلب کو اسکی خبر لگی۔ فوراً باغایہ کا قصد کر دیا ابوعبداللہ شیعی نے اس سے مطلع ہو کے ابومدینی بن فرخ لہیمی کو معہ عروبہ بن یوسف ملوشی اور رجا بن ابی قنہ کے بارہ ہزار فوج کی جمعیت سے باغایہ کی حمایت کو روانہ کیا۔ چنانچہ ابراہیم بن ابی اغلب سے اور ابوعبداللہ شیعی کی فوج سے لڑائی چھڑ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابراہیم بن ابی اغلب بے نیل مرام باغایہ سے واپس ہوا اور ابوعبداللہ شیعی کا لشکر فج العرعر تک تعاقب کر کے واپس آیا۔

۲۹۶ھ میں ابوعبداللہ شیعی نے دو لاکھ فوج کے ساتھ ابراہیم بن ابی اغلب پر اربس میں حملہ کیا۔ مدتوں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ آخرکار ابراہیم شکست کھا کر قیروان کی جانب بھاگا اسکا لشکر گاہ لوٹ لیا گیا۔ ابوعبداللہ شیعی اربس میں قتل و غارت کرتا ہوا داخل ہوا اور جی کھولکر

پائمال کیا۔ دو چار روز قیام کرکے اربس سے کوچ کیا قمودہ پہونچا۔ اسکی خبر زیادۃ اللہ تک پہونچی۔ اس وقت یہ رقادہ میں تھا۔ گھبرا کر مشرق کی طرف بھاگا عوام الناس اور بازاریوں نے اس کے محلسراؤں کو لوٹ لیا اور اہل رقادہ پریشان ہو کر قیروان اور سوسہ کی طرف چلے گئے۔ بعد اس کے ابراہیم بن ابی اغلب قیروان میں داخل ہو دار الامارت میں جاکے ٹھہرا لوگوں کو مجتمع کرکے سمجھایا بوجھایا اور ان لوگوں سے مالی امداد دینے کی بیعت لینے کا قصد ظاہر کیا۔ خواص تو خاموش رہے مگر عوام الناس شور وغل مچانے لگے ابراہیم بن ابی اغلب اہل قیروان کا یہ رنگ دیکھ کے قیروان سے نکلکے اپنے آقائے نعمت کے پاس چلا گیا اور عبداللہ شیعی کو ان لوگوں کے بھاگنے کی خبر سبیبہ میں پہونچی اسیوقت رقادہ کی طرف کوچ کر دیا عروبہ بن یوسف اور حسن بن ابی خنزیر وغیرہما بھی یہیں چلے آئے اہل رقادہ اور قیروان نے کمال گرمجوشی سے اپنے جدید حکمران کا استقبال کیا۔ دعوتیں کیں۔ خوشیاں منائیں شہر کو چراغاں کیا۔ ابو عبداللہ شیعی نے بھی ان لوگوں کو جان ومال کی امان دی۔ عزت افزائی کی یہ واقعہ ماہ رجب ۲۹۶ھ کا ہے۔ غرض فرحاں وشاداں قصر امارت میں جاکے مقیم ہوا اپنے بھائی ابوالعباس کو قید کی مصیبت سے رہائی دی اور امن و امان کی منادی کرا دی۔ امراء، رؤساء اور عوام الناس جو بخوف جنگ ادھر ادھر بھاگ گئے تھے واپس ہو ہو کر اپنے اپنے مکانات میں آئے اور شاہی عمال، جان کے خوف سے ادھر ادھر بھاگ نکلے۔ ابو عبداللہ شیعی نے شہر کے مکانات کو کتامہ پر تقسیم کر دیا چنانچہ کتامہ نے اطمینان کیساتھ ان مکانات میں قیام اختیار کیا۔

خاتمہ جنگ اور شہر پر قبضہ کرنے کے بعد زیادۃ اللہ کا مال واسباب اور آلات حرب جمع کیا گیا ابو عبداللہ شیعی نے اون پر ایک سرسری نظر ڈالی اور انکی اور کنیزان کی لونڈیوں کی محافظت کا حکم دیا اتنے میں جمعہ کا دن آ گیا۔ خطیبوں نے دریافت کیا "کس کے نام کا خطبہ پڑھا جائے" ابو عبداللہ شیعی نے کسی کو نامزد نہ کیا۔ لیکن جو سکہ مسکوک کرایا تھا اس کے ایک طرف "الحجۃ اللہ" اور دوسری جانب "تفرق اعداء اللہ" منقوش تھا۔ ہتھیاروں پر "عدۃ فی سبیل اللہ" اور گھوڑوں پر "الملک للہ"

مرتسم کیا تھا۔ رقادہ میں چندے قیام کرکے عبیداللہ مہدی کی تلاش میں سلجماسہ کی جانب کوچ کیا۔ روانگی کے وقت بلاد افریقہ پر بطور نائب کے اپنے بھائی ابوالعباس کو مامور کر گیا۔ ابوزاکی تمام بن معارک انجالی بھی ابوالعباس کے پاس انتظاماً چھوڑ دیا گیا تھا۔ اہل مغرب کو اس سے بیحد مسرت ہوئی۔ زناتہ یہ سُنکے کہ ابوعبداللہ شیعی سلجماسہ جا رہا ہے راستہ سے ہٹ گئے اور بعد گذر جانے کے اطاعت و فرمانبرداری کا پیام بھیجا ابوعبداللہ شیعی نے منظور کر لیا۔ قریب سلجماسہ پہونچکے الیسع بن مدرار والی سلجماسہ کے پاس ایک قاصد بھیجا خوشامد اور منت کا خط لکھا۔ الیسع نے خط کو چاک کرکے قاصد کو قتل کر ڈالا اور فوجیں مرتب کرکے بقصد جنگ نکل کھڑا ہوا جس وقت دونوں فوجیں مقابلہ پر آئیں، اتفاق یہ کہ الیسع کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی بمجبوری الیسع اور اسکے ہمراہی بھی بے سروسامانی کے ساتھ بھاگے۔ اگلے دن اہل شہر ابوعبداللہ شیعی سے ملنے آئے اور بکمال تعظیم و توقیر سے شہر میں لے گئے۔ ابوعبداللہ شیعی شہر میں داخل ہوتے ہی سیدصاجلی میں چلا گیا جہانکہ عبیداللہ مہدی معہ اپنے بیٹے کے قید تھا۔ اور ان دونوں کو قید سے نکالا اور عبیداللہ مہدی کی حکومت و امارت کی بیعت کی۔ رؤسا قبایل جلو میں تھے لہ ان سب کے آگے آگے ابوعبداللہ شیعی تھا۔ فرط مسرت سے روتا جاتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا "ھذا مولاکم۔ ھذا مولاکم" تا آنکہ اپنے خرگاہ میں پہونچا۔ عبیداللہ مہدی کو اپنے خاص خیمہ میں ٹھہرایا اور سپاہیوں کو الیسع کی گرفتاری پر مامور کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد الیسع پابزنجیر حاضر لایا گیا۔ ابوعبداللہ نے قتل کا حکم دے دیا۔ مار ڈالا گیا۔

ابوعبداللہ اور عبیداللہ مہدی چالیس روز تک سلجماسہ میں مقیم رہے بعد ازاں افریقہ کی جانب کوچ کیا رفتہ رفتہ انکجان پہونچے ابوعبداللہ شیعی نے جسقدر مال و اسباب اور زر نقد جمع کر رکھا تھا عبیداللہ مہدی کے حوالہ کر دیا۔ چندے قیام کرکے رقادہ روانہ ہوئے ماہ ربیع الثانی ۲۹۷ھ میں رقادہ پہونچے۔ اہل قیروان نے حاضر ہو کے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا بیس پر عبیداللہ مہدی کی خلافت و امارت کی بیعت تامہ لیگئی۔ اور اسکی حکومت و سلطنت کی استحکام و استقلال کے ساتھ بنا پڑی۔ عبیداللہ مہدی نے اپنے دُعاۃ کو تمام بلاد افریقہ میں پھیلا دیا جن لوگوں نے اسکی دعوت

بخوف جان قبول کی انکی تعداد قلیل تھی۔ لونڈیوں اور مال و اسباب کو اہل کتامہ پر تقسیم کیا، جاگیریں دیں، دفاتر اور محکمہ جات مال و دیوانی کے قائم کیے اخراج وصول کرنے کے قواعد بنائے ملک کو صوبوں پر تقسیم کرکے ان پر عمال مقرر کیے۔ ماکنون بن ضبارہ الحالی کو طرابلس کی طرف روانہ کیا صقلیہ کیطرف حسن بن احمد بن ابی خنزیر کو بھیجا۔ اسحاق بن منہال کو عہدہ قضا عنایت کیا اور اسکے بھائی کو ہیت کا والی بنایا۔ ۲۹۷ھ میں حسن بن احمد نے دریا کو ساحل شمالی کی جانب عبور کیا اور قلوریہ مقبوضات فرانس میں قیام کرکے اہل فرانس کو تنگ کرنے لگا۔ آخر سنہ مذکور میں کامیابی کے ساتھ صقلیہ کی طرف مراجعت کی۔ دماغ میں اس کامیابی سے نخوت سماگئی تھی اہل صقلیہ کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرنے لگا۔ اہل صقلیہ نے دفعتہً حملہ کرکے گرفتار کرلیا اور عبید اللہ مہدی کی خدمت میں معذرت کی عرضداشت بھیجی۔ عبید اللہ مہدی نے ان لوگوں کے عذرات قبول کرلیے۔ اور صقلیہ میں بجاے اس کے علی بن عمر بلوی کو متعین کیا چنانچہ علی، آخر سنہ ۲۹۹ھ میں صقلیہ پہونچا۔

ابو عبد اللہ شیعی اور اسکے بھائی کا مارا جانا

جس وقت افریقہ میں عبید اللہ مہدی کی حکومت کو ایک گونہ استقلال اور استحکام حاصل ہوگیا اور اسکے رعب و داب کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گیا ابو عبد اللہ شیعی اور اس کے بھائی ابو العباس کو جو ہر کام میں پیش پیش اور امور سلطنت و سیاست پر مستولی اور متغلب ہو رہے تھے پیرہ دستی اور بیجا خود سری سے روکنا شروع کیا۔ یہ امر ان دونوں بھائیوں کو ناگوار گزرا۔ ابو العباس جوش میں آکے جو کچھ اس کے دل میں تھا کہنے لگا ابو عبد اللہ شیعی نے منع کیا مگر ابو العباس نے سماعت نہ کی اور رفتہ رفتہ آہستہ آہستہ اسکو بھی اپنی راے کی جانب مائل کرنے لگا۔ زیادہ زمانہ نہ گزرنے پایا تھا کہ ابو عبد اللہ شیعی بھی اپنے بھائی ابو العباس کی راے سے متفق ہوگیا۔ کسی ذریعہ سے یہ خبر عبید اللہ مہدی تک پہونچی۔ عبید اللہ مہدی کو یقین نہوا۔ لیکن کسی قدر اس خبر سے ہوشیار اور چوکنا ہوگیا۔ اور در پردہ ابو عبد اللہ شیعی کے حرکات اور سکنات پر نظر ڈالنے لگا۔ بعد اس کے ابو عبد اللہ شیعی کو لوگوں سے میل جول زیادہ رکھنے اور عوام الناس سے مخالطت و مجالست کرنے سے یہ کہہ کے منع کیا کہ اس سے حکومت و سلطنت کا رعب و داب جاتا رہے گا۔ نرمی اور ملاطفت سے کئی بار

سمجھایا۔ ابوعبداللہ شیعی نے سماعت نہ کی بلکہ دونوں بھائیوں کی نیتیں بدل گئیں۔ کتامہ کو عبیداللہ مہدی کے خلاف اُبھارنا شروع کیا اور یہ سمجھانے لگا کہ یہ وہ امام معصوم نہیں ہے جسکی امارت اور حکومت کی ہمنے تمکو دعوت دی تھی۔ ہم اس کے ظاہری برتاؤ سے دھوکہ کھا گئے یہ بڑا طامع اور دنیادار ہے۔ دیکھو تمہارا اسقدر مال واسباب جسکو انجان میں ہمنے امام معصوم کے لئے تم سے لیا تھا اس نے دبا لیا۔ تم لوگ اگر مستعد ہو جاؤ تو ہم اسکو ابھی نکال باہر کرتے ہیں۔ اہل کتامہ تو اس کے ہاتھ میں کاٹھ کی پتلی تھے فوراً ابھر آگئے چنانچہ اس نے انہیں میں سے ایک شخص کو جو شیخ المشائخ کے لقب سے معروف تھا عبیداللہ مہدی کے پاس روانہ کیا۔ شیخ المشائخ نے عبیداللہ مہدی کے پاس جا کے سوال کیا "چونکہ ہم لوگوں کو آپ کی بابت شک وشبہ پیدا ہو گیا ہے کہ آپ امام معصوم نہیں ہیں اسوجہ سے آپ ہم کو اپنی امامت کی کوئی نشانی دکھلائیے" عبیداللہ مہدی تاڑ گیا کہ ہو نہو یہ ابوعبداللہ کا گل کھلایا ہوا ہے جواب کچھ نہ دیا ایک غلام کو اشارہ کر دیا اس نے لپک کر شیخ المشائخ کا سر اوتار لیا۔ اس واقعہ سے اہل کتامہ کا شبہہ اور قوی ہو گیا۔ سب کے سب عبیداللہ مہدی کے قتل پر تُل گئے اور اس سازش میں ابوزاکی تمام بن معارک وغیرہ سرداران قبائل کتامہ کو بھی شریک کر لیا۔ عبیداللہ مہدی کو اسکی خبر لگ گئی بہ نظر تالیف قلوب، نرمی و ملاطفت سے پیش آنے لگا۔ انہیں سپہ سالاران کتامہ سے جو اس سازش میں شریک تھے بعض کو سند حکومت عطا کر کے دوسرے شہر کو روانہ کر دیا چنانچہ ابوزاکی تمام بن معارک کو طرابلس بھیجا اور ماکنون، عامل طرابلس کو درپردہ لکھ بھیجا کہ ابوزاکی تمام بن معارک کا پہونچتے ہی قصہ تمام کر دینا۔ پس جب ابوزاکی طرابلس پہونچا ماکنون والی طرابلس نے اسکو مار ڈالا۔ بعد اسکے عبیداللہ مہدی کو ابن العزیم پر سازش کا شبہہ پیدا ہوا یہ شخص زیادۃ اللہ کے مصاحبوں سے تھا عبیداللہ مہدی نے اسکو بھی قتل کروا دیا اور اُس کے مال واسباب کو ضبط کر لیا۔ اسمیں زیادۃ اللہ کے مال کا بھی حصہ کثیر شامل تھا۔ ان تدبیروں پر بھی اُن دونوں بھائیوں کا جوش فرو نہوا اور برابر ریشہ دوانیاں کرتے رہے تب عبیداللہ مہدی نے عروبہ بن یوسف اور اسکے بھائی حباسہ کو خلوت خاص میں طلب کر کے ابوعبداللہ شیعی اور اسکے بھائی کے مار ڈالنے کا حکم دیا۔ عروبہ اور حباسہ اس حکم کے تعمیل کرنے کی غرض سے قصر امارت کے

ایک گوشہ میں جا کے چھپ رہے ۔ جسوقت ابو عبد اللہ شیعی برآمد ہوا عروبہ نے حملہ کیا، ابو عبد اللہ شیعی بولا " عروبہ! تم یہ فعل کس کے حکم سے کرتے ہو" جواب دیا " جسکی اطاعت کا تمنے ہم کو حکم دیا تھا۔ اُسی نے تمہارے قتل کا حکم دیا ہے" ابو عبد اللہ شیعی کی زبان سے کوئی کلمہ نہ نکلنے پایا تھا کہ عروبہ اور حباسہ شیر کی طرح جھپٹے اور ابو عبد اللہ کو معہ اوس کے بھائی کے مار کر ڈھیر کر دیا یہ واقعہ پندرھویں جمادی الثانی ۲۹۸ھ کا ہے ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ عبید اللہ مہدی نے ابو عبد اللہ شیعی کے نماز جنازہ پڑھائی تھی اور اس کے حق میں دعا مغفرت کی تھی۔

تمکو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ عبید اللہ مہدی کو ابو عبد اللہ شیعی کے قتل پر جس نے ابھارا اور آمادہ کیا تھا وہ ابو العباس برادر ابو عبد اللہ شیعی کی سازش اور ناعاقبت اندیشی تھی ۔ عبید اللہ مہدی نے بمجبوری ان دونوں بھائیوں کو قتل تو کروا ڈالا لیکن ان دونوں کے مارے جانے سے ایک عام شورش پھیل گئی ۔ ان کے دوست و احباب بدلہ لینے کو اٹھ کھڑے ہوئے ۔ عبید اللہ مہدی ہنگامہ فرو کرنے کو سوار ہوا ۔ شورش فرو ہو گئی ۔ بعد اسکے دوسرا ہنگامہ مابین اہل کتامہ اور اہل قیروان کے پیدا ہوا قتل و غارتگری کے دروازے کھل گئے ۔ عبید اللہ مہدی نے اپنی جبروتیت اور حکمت عملیوں سے اسکو بھی رفع و دفع کیا اور مصلحتاً اپنے دعاۃ کو منع کر دیا کہ آئندہ عوام الناس کو مذہب شیعہ کی دعوت او تلقین نکریں

زیادۃ اللہ کے بعد ایک گروہ بنی اغلب کا جو مختلف اغراض کے حاصل کرنے کو دوسرے مقامات پر چلا گیا تھا یا زمانہ جنگ میں ادھر اُدھر بھاگ گیا تھا پھر رقادہ میں واپس آیا ۔ عبید اللہ مہدی نے ان سبھوں کو قتل کروا دیا ۔

ابو عبد اللہ شیعی کے مارے جانے کے بعد عبید اللہ مہدی نے اپنے بیٹے ابو القاسم نزار کی ولیعہدی کا باضابطہ اعلان کیا برقہ اور اوس کے متعلقات کی سند حکومت حباسہ بن یوسف کو حکمت کی مغربیہ پر اسکے بھائی عروبہ بن یوسف کو مامور کیا اور باغایہ میں قیام کرنے کی ہدایت کی پس عروبہ نے باغایہ میں پہونچکے تاہرت پر فوج کشی کی اور بزور تیغ لڑ کر اسکو فتح کر لیا ۔ دواس بن صولات لہیصی کو

اسکی حکومت عنایت کی۔

بعد ان واقعات کے شیعان کتامہ میں ابو عبداللہ شیعی کے مارے جانے کا جوش پھر دوبارہ پیدا ہوا ایک نو عمر لڑکے کو امیر بناکے "مہدی" کا لقب دیا۔ دعویٰ یہ کیا کہ یہ نبی ہے اور ابو عبداللہ شیعی کا انتقال نہیں ہوا۔ عبیداللہ مہدی نے اپنے بیٹے ابوالقاسم کو شیعان کتامہ کو ہوش میں لانے پر مامور کیا۔ شیعان کتامہ اور ابوالقاسم میں لڑائی ہوئی ایک سخت وخونریز جنگ کے بعد اہل کتامہ کو ہزیمت ہوئی وہ لڑکا جسکو شیعان کتامہ نے منصوب کیا تھا مارڈالا گیا۔ اور کتامہ بیحد پامال کئے گئے۔

پھر ۳۰۰ھ میں اہل طرابلس نے بغاوت کی اور اپنے گورنر ماکنون کو مار کر نکال دیا۔ عبیداللہ مہدی نے اپنے بیٹے ابوالقاسم کو اس ہنگامہ کے فرو کرنے کو روانہ کیا چنانچہ ابوالقاسم نے ایک مدت دراز کے محاصرہ اور جنگ کے بعد ایک سخت اور عام خونریزی سے بزور تیغ مفتوح کر لیا۔ تین لاکھ دینار سرخ تاوان جنگ وصول کئے۔

ان بغاوتوں اور آئے دن کی سرکشیوں کے فرو ہونے پر ابوالقاسم نے فوجیں مرتب کیں جنگی کشتیوں کے بیڑے درست کئے۔ اور اپنے بزرگ باپ عبیداللہ مہدی سے اجازت حاصل کر کے ۳۰۱ھ میں اسکندریہ اور مصر کی جانب بڑھا۔ دوسو کشتیوں کا بیڑہ براہ دریا روانہ کیا جسکا سردار حباسہ بن یوسف تھا۔ حباسہ نے پہونچتے ہی برقہ بعد ازاں اسکندریہ اور فیوم پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔ دارالخلافت بغداد میں اسکی خبر لگی خلیفہ مقتدر نے سبکتگین اور مونس خادم کو ایک عظیم فوج کے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا۔ دونوں حریف میں متعدد لڑائیاں ہوئیں آخر کار سبکتگین اور مونس نے اپنے غنیم کو ملک مصر سے نکال باہر کیا مغربی فوجیں اپنے ملک کو واپس آئیں۔ ۳۰۲ھ میں حباسہ نے دوبارہ اسکندریہ پر فوجکشی کی۔ دارالخلافت بغداد سے مونس خادم کو اس کے روک تھام کا حکم صادر ہوا۔ حباسہ اور مونس میں بدفعات لڑائیاں ہوئیں۔ آخری نتیجہ یہ ہوا کہ مونس کو فتح نصیب ہوئی۔ تقریباً سات ہزار فوج حباسہ کی ان لڑائیوں میں کام آگئی۔

سخت پریشانی اور اضطراب کے ساتھ ملک مغرب واپس آیا۔ عبید اللہ مہدی نے کوئی جھوٹا سچا الزام لگا کے مار ڈالا۔ عرو یہ کو بھائی کے مارے جانے سے جوش انتقام پیدا ہوا۔ فوراً ملک مغرب میں علم مخالفت و بغاوت بلند کر دیا۔ کتامہ اور بربر کا جم غفیر اسکے پاس مجتمع ہو گیا۔ عبید اللہ مہدی نے اپنے خادم غالب کو اس طوفان کے فرو کرنے پر مامور کیا پس غالب نے عرو یہ کو شکست دی، اسکو اور نیز اسکے چچیرے بھائیوں کو مع ایک گروہ کثیر کے جو بے شمار و بے تعداد تھے قتل کر ڈالا۔

عرو یہ کے مارے جانے کے بعد صقلیہ میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ گورنر صقلیہ علی بن عمر و نکال دیا گیا باغیوں نے متفق الرائے ہو کے احمد بن قہرب نامی ایک شخص کو اپنا امیر بنایا اور عبید اللہ مہدی سے منحرف ہو کے خلیفہ مقتدر عباسی کی خدمت میں بغرض اظہار اطاعت عرضداشت بھیجی۔ یہ واقعہ سنہ ۳۰۰ھ کا ہے۔ عبید اللہ مہدی نے یہ خبر پا کے جنگی کشتیوں کا ایک بیڑہ بسرافسری حسن بن ابی خنزیر صقلیہ کی بغاوت فرو کرنے کو روانہ کیا۔ احمد بن قہرب کے بیڑہ سے مڈبھیڑ ہو گئی فتحیابی کا سہرہ احمد بن قہرب کے سر رہا۔ حسن بن ابی خنزیر کو ہزیمت ہوئی، مارا گیا۔ بعد اس کے اہل صقلیہ کو عبید اللہ مہدی کی جبروت اور سطوت سے خطرہ پیدا ہوا۔ عبید اللہ مہدی کی خدمت میں معذرت کا خط روانہ کیا اور سب لوگوں نے متفق ہو کے احمد بن قہرب کو معزول کر کے پابزنجیر عبید اللہ مہدی کے پاس بھیج دیا۔ عبید اللہ نے اپنے دل کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے حسن بن ابی خنزیر کی قبر پر احمد کو ذبح کیا اور صقلیہ پر علی بن موسیٰ بن احمد کو سند امارت عطا کر کے ایک فوج کتامہ کے ساتھ صقلیہ روانہ کیا۔

چونکہ عبید اللہ مہدی کو اپنی دولت و حکومت پر خوارج کے مسلط ہو جانے کا خطرہ ہمیش نظر رہتا تھا اس وجہ سے اسکو ساحل دریا پر ایک شہر کے تعمیر کرنے کا خیال پیدا ہوا جو اس کے اور نیز اس کے خاندان والوں کے لئے بوقت ضرورت پناہ کا ذریعہ ہوتا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ عبید اللہ مہدی نے اس شہر کے بنا کے وقت یہ کہا تھا کہ میں اس شہر کو اس غرض کے لئے تعمیر کرتا ہوں کہ آئندہ کسی وقت بنی فاطمہ کے لئے ایک گونہ اطمینان اور امن کا ذریعہ ہوگا۔ حاضرین کو شہر کے پیش افتادہ میدان میں سایہ بھی دکھا دیا تھا کہ فلاں مقام تک صاحب الحمار یعنی ابو یزید

خارجی آئے گا۔ شہر آباد کرنے کا مقام تجویز کرنے کو سوار ہو کے نکلا۔ تجویز کرتے کرتے تونس اور قرطاجنہ پہونچا اور سرزمین برکصورہ کے قریب ایک جزیرہ کو شہر آباد کرنے کے لئے منتخب اور پسند کیا چنانچہ سنگ بنیاد نصب کرکے شہر مہدیہ کی تعمیر اور آبادی آخری ۳۰۳ھ سے شروع کردی دارالسلطنت المنصوریہ اور شہر پناہ بنوائی۔ شہر پناہ کے دروازے لوہے کے بیحد مضبوط اور وزنی بنوائے کیواڑ کے ہر ایک پٹے کا وزن سو سو قنطار تھا۔ جب شہر پناہ اور فصیل طیار ہوگئی تو ایک روز فصیل پر چڑھ کے مغرب کی طرف تیر مارا۔ جہاں وہ تیر جاکر گرا اس مقام کو دکھلا کر بولا "دیکھو اس مقام تک صاحب الحمار (ابو یزید خارجی) آئیگا" (عبید اللہ مہدی نے بطور پیشین گوئی کے یہ کہا تھا) مہدیہ آباد کرنے کے بعد کشتیوں کے بنانے کا ایک کارخانہ قائم کیا۔ نو سو کشتیاں طیار کرائیں ۳۰۶ھ میں اس شہر کی تعمیر اور آبادی تکمیل کو پہونچی۔ عبید اللہ مہدی ہنس کے بولا "آج مجھکو فواطم (بنی فاطمہ) کی طرف سے اطمینان ہوا کہ وہ کچھ دنوں کے لئے غیر کے حملوں سے محفوظ اور مامون رہیں گے۔

بعد اسکے اپنے بیٹے ابو القاسم کو ایک عظیم فوج کے ساتھ دوبارہ ۳۰۷ھ میں مصر کی جانب روانہ کیا۔ پس اس نے اسکندریہ جیزہ۔ اشمونین اور اکثر بلاد صعید پر بزور تیغ کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کرلیا۔ اہل مکہ کو لکھا کہ میرے علم حکومت کی اطاعت قبول کرلو۔ اہل مکہ نے قبول نہ کیا دربار خلافت میں ان واقعات کی اطلاع ہوئی خلیفہ مقتدر نے مونس خادم کو سردار لشکر بنا کے ابو القاسم کی بڑھتی ہوئی قوت کے روک تھام کرنے کو روانہ کیا۔ چنانچہ مونس اور ابو القاسم میں متعدد لڑائیاں ہوئیں جنمیں کامیابی کا سہرہ مونس کے سر رہا ابو القاسم اور اس کے لشکر کو بڑے بڑے مصائب کی رسد وغلہ، وبا، اور طرح طرح کی تکلیفات کا سامنا کرنا پڑا۔ مجبور ہو کر افریقہ کی جانب مراجعت کی۔

ابو القاسم کی مراجعت کے پہلے اسّی کشتیوں کا بیڑہ، مہدیہ سے اسکی کمک و امداد کو اسکندریہ کی طرف روانہ ہوچکا تھا جسکا کمان افسر سلیمان خادم اور یعقوب کتامی تھا اور یہ بیڑہ جنگی کشتیوں کا پہونچ بھی گیا تھا مگر ابو القاسم کو اطلاع نہوئی۔ ابو القاسم تو افریقہ کی جانب

روانہ ہوا اور اس بیڑہ کا رشید میں شاہی بیڑہ سے مقابلہ ہو گیا جس میں پچیس[۲۵] جنگی کشتیاں تھیں اور طرسوس سے یہ خبر پا کے آیا ہوا تھا نہایت سخت اور خونریز جنگ کے بعد شاہی بیڑہ کو فتح نصیب ہوئی۔ افریقہ کے بیڑہ میں آگ لگا دی گئی فوجیں گرفتار کر لی گئیں۔ سلیمان اور یعقوب بھی پکڑ لئے گئے یعقوب تو بحالت قید مصر ہی میں مر گیا باقی رہا سلیمان وہ قید خانہ سے افریقہ بھاگ گیا۔

۳۰۵ھ میں عبید اللہ مہدی نے مصالہ بن حبوس کو لشکر مکناسہ کا سردار مقرر کر کے بلاد مغرب کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ اسوقت تک ملک فاس میں ادریسیوں کی حکومت تھی۔ یحیی ابن ادریس بن عمر و سریر حکومت پر متمکن تھا مصالہ سے اور اس سے معرکہ آرائیاں ہوئیں آخر کار مصالہ نے یحیی کی خود مختاری چھین کے عبید اللہ مہدی کی اطاعت پر راضی کر لیا۔ اور اپنی قوم میں سے موسیٰ بن ابی العافیہ مکناسی نامی ایک شخص کو صوبجات مغرب کا نگراں مقرر کر کے واپس آیا پھر ۳۰۹ھ میں بلاد مغرب پر فوجکشی کی اور باقی ماندہ شہروں کو مفتوح کر لیا۔ موسیٰ بن ابی العافیہ نے یحیی بن ادریس والی فاس کی شکایت جڑ دی۔ مصالہ نے اسکو گرفتار کر کے فاس کو موسیٰ کی گورنری میں شامل کر دیا اور بلاد مغرب سے ادریسیہ کی حکومت کا نام و نشان مٹا دیا خاندان حکومت ادریسیہ کے ممبروں کو فاس کے صوبہ میں کسی مقام پر امن کی صورت نظر نہ آئی مجبور ہو کر بیچاروں نے بلاد ریف اور غمارہ کا راستہ لیا اور وہاں پہونچکے ان لوگوں نے اپنی حکومت کی از سر نو بنیاد قائم کی۔ جیساکہ ہم غمارہ کے حالات میں بیان کرینگے۔ انہیں میں سے بنو حمود علوی تھے جو وقت انقراض حکومت امویہ قرطبہ پر مستولی و متصرف ہوئے تھے۔ جیساکہ اس مقام پر مذکور ہو گا۔

مصالہ نے اس مہم سے فارغ ہو کے سلجماسہ پر چڑھائی کی اور اسکے امیر کو جو مدرار مکناسی کی ذریت سے تھا اور دولت شیعہ کی اطاعت سے منحرف تھا قتل کر ڈالا اور اپنے چچازاد بھائی کو وہاں کی حکومت عطا کی جیساکہ تم انکے حالات میں پڑھو گے۔

ان واقعات سے اہل مغرب میں ایک خاص قسم کا جوش پیدا تھا۔ زناتہ اس طوفان کے روک تھام کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ آتش جنگ تمام ملک مغرب میں مشتعل ہو گئی۔ زناتہ اور مصالہ میں بکثرت

لڑائیاں ہوئیں۔مصالہ انہیں لڑائیوں میں محمد بن خزر کے ہاتھ سے مارا گیا۔مصالہ کا مارا جانا تھا کہ ملک مغرب میں بغاوت پھوٹ نکلی۔عبید اللہ مہدی نے اس ہنگامہ کے فرو کرنے پر ۳۱۵ھ میں لشکر کتامہ اور سرداران شیعہ کے ساتھ اپنے بیٹے ابو القاسم کو مامور کیا۔محمد بن خزر ابو القاسم کا مقابلہ نہ کر سکا مع اپنے ہمراہیوں اور لشکر کے افریقہ کے ریگستان کی جانب چلا گیا۔چنانچہ ابو القاسم نے مزاتہ ، مطماطہ ، ہوارہ ، بلاد اباضیہ ، صفریہ اور اطراف تاہرت دار الحکومت المغرب الاوسط کو مفتوح کر لیا کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی بعد ازاں اپنے پُر زور حملوں سے ریف کو بھی فتح کر لیا۔شہر لکور کو بھی جو المغرب الاوسط کے ساحل کا ایک نامی شہر تھا فتح کر لیا۔والی جراوہ یعنی حسن بن ابی العیش پر محاصرہ ڈالا حسن بن ابی العیش ادریس کے خاندان حکومت کا ایک ممبر تھا۔زمانہ محاصرہ میں حسن اور ابو القاسم سے متعدد لڑائیاں ہوئیں۔حسن کو ہر طرح کے مصائب سے مقابلہ کرنا پڑا مگر ابو القاسم سے نیچا دیکھنا پڑا۔بالآخر ابو القاسم اپنی کامیابی سے مایوس ہو کر واپس ہوا۔شہر مسیلہ ہو کر گزرا۔یہاں پر بنو کملان حکمرانی کر رہے تھے جو ہوارہ کے خاندان سے تھے چونکہ ان لوگوں کی طرف سے یہ خطرہ پیش نظر ہو رہا تھا کہ کسی نہ کسی وقت یہ فتنہ و فساد برپا کر دینگے اسوجہ سے ان لوگوں کو قیروان کی طرف جلاء وطن کر دیا مشیت الٰہی میں یہ تھا کہ یہ لوگ آئندہ صاحب الحمار (ابو یزید خارجی) کے خروج کے وقت اسکے معین اور مددگار ہونگے اور ایسا ہی وقوع میں بھی آیا۔

بنو کملان کو جلاء وطن کرنے کے بعد مسیلہ کو دوبارہ تعمیر اور آباد کرایا اور محمدیہ کے نام سے موسوم کیا۔علی بن حمدون اندلسی نے اسکے تعمیر اور آبادی میں اپنی حکومت کے صنائع اور بدائع لگا دیئے تھے جسکی وجہ سے ابو القاسم نے اسکو محمدیہ اور نیز زاب کی حکومت عطا کی۔زاب میں اس نے ایک قلعہ بنوایا اور سامان جنگ اور غلہ وغیرہ سے اسکو خاطر خواہ پُر کیا جس نے بوقت محاصرہ صاحب الحمار منصور کا ہاتھ بٹایا۔جیسا کہ آئندہ تحریر کیا جائیگا۔

پھر موسیٰ بن ابی العافیہ والی فاس و مغرب کے دماغ میں بغاوت کی ہوا سمائی ، علم حکومت شیعہ سے منحرف ہو کے دولت امویہ کا مطیع ہو گیا جو دریا کے پرلی طرف تھی اور انکی حکومت کو تمام بلاد مغرب

میں پھیلا دیا۔ احمد بن بصلین مکناسی سپہ سالار عبید اللہ مہدی ایک فوج کثیر لیکے موسیٰ بن ابی العافیہ کو ہوش میں لانے کو آیا۔ دونوں حریف میں گھمسان لڑائی ہوئی آخر کار احمد نے موسیٰ کو بزور تیغ مجبور کر کے ملک مغرب سے نکال دیا اور جی کھول کے ملک مغرب کو پامال کر کے مظفر و منصور عبید اللہ مہدی کے پاس واپس آیا۔

عبید اللہ مہدی کی وفات ابوالقاسم کی جانشینی

ماہ ربیع ۳۲۲ھ میں عبید اللہ مہدی اپنی حکومت و خلافت کے چوبیس برس پورے کر کے انتقال کر گیا بجائے اس کے اسکا بیٹا ابوالقاسم محمد سریر حکومت پر متمکن ہوا۔ تخت نشینی کے بعد ہی نزار کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اور "ابوالقاسم بامر اللہ" کے لقب سے ملقب ہوا۔ اسکو اپنے باپ کے مرنے کا بیحد ملال و صدمہ ہوا بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اپنی تمام عمر میں صرف دو بار جلوس شاہی سے نکلا تھا۔ اس کے عہد حکومت میں ہنگامے اور بغاوتیں بکثرت ہوئیں۔ اطراف طرابلس میں ابن طالوت قرشی نے سر اٹھایا۔ ابن مہدی ہونے کا دعویدار ہوا۔ طرابلس کا محاصرہ کر لیا۔ بعد چندے بربر پر اسکی قلعی کھل گئی اسکا کذب ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ بربر نے مجتمع ہو کے اسکو مار ڈالا۔ بعد اس کے قائم بامر اللہ نے ملک مغرب کے سر کرنے پر کمر ہمت باندھی۔ فاس پر احمد بن بکر بن ابی سہل جذابی کو مامور کیا ادارسہ ملوک ریف و غوارہ نے بھی خودسری کی۔ میسور نے قیروان سے قدم نکالے اور ملک مغرب میں داخل ہو کے فاس پر محاصرہ ڈال دیا۔ احمد بن بکر والی فاس نے دبکر مصالحت کر لی۔ بعد ازاں میسور نے موسیٰ بن ابی العافیہ پر یلغار کیا موسیٰ اور میسور میں متعدد لڑائیاں ہوئیں انہیں لڑائیوں میں فوری بن موسیٰ گرفتار کر لیا گیا میسور نے اسکو ملک مغرب سے جلا وطن کر دیا ان لڑائیوں میں موسیٰ کو ہزیمت ہوئی میسور نے کامیابی کے ساتھ موسیٰ کے مفتوحہ صوبجات میں ان ملوک ادارسہ کی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیا جو ریف میں حکومت کر رہے تھے " ان کامیابیوں کے بعد میسور نے ۳۲۴ھ میں قیروان کی جانب معاودت کی اور قیروان پہونچکے قاسم بن محمد کو جو محمد بن ادریس کی اولاد سے تھا اور نیز ادارسہ ملوک ریف کا بزرگ خاندان تھا ایک عظیم فوج کا سردار بنا کے موسیٰ بن ابی العافیہ کے سر کرنے کو روانہ کیا۔ چنانچہ قاسم نے سوائے فاس کے کل بلاد مغرب کو مفتوح کر لیا اور

دعوت حکومت شیعہ اس کے تمام بلا مفوضہ میں پھر قایم و جاری ہو گئی۔

ابوالقاسم قایم بامر اللہ ان کل واقعات کو ایسی خاموشی اور سکوت کے ساتھ دیکھ رہا تھا کہ گویا وہ دیکھتا ہی اور سنتا ہی نہ تھا۔ تمام بلاد مغرب میں ایک عظیم تبدیلی پیدا ہو گئی مگر اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ اس نے ان واقعات کے ختم ہونے پر ایک بہت بڑا بیڑہ جنگی جہازات کا ساحل مقبوضہ فرانس پر جہاد کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ اس بیڑہ کا افسر اعلیٰ ابن اسحاق نامی ایک نامور امیر البحر تھا ابن اسحاق نے ساحل مقبوضہ فرانس پر پہونچتے ہی اپنی فوج کو بلا مزاحمت و جنگ خشکی پر اوتار دیا اور بکمال سختی سے خونریزی اور عام جنگ کرتا ہوا بلاد فرانس میں گھس پڑا۔ قتل و قید کرتا ہوا شہر جنوہ پر جا اُترا اور بزور تیغ اسکو بھی مفتوح کر لیا۔ بعد ازاں سروانیہ پر چڑھائی کی یہ جزیرہ بھی فرانس ہی کے مقبوضات سے تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور امداد نے یہاں پر بھی ابن اسحاق کا ساتھ دیا اور فرانس کو پامال اور نگوں سار کیا۔ ابن اسحاق اس مہم سے فارغ ہو کے قرقیسیا کی طرف بڑھا۔ یہ سواحل شام کا ایک مشہور ساحل ہے شامیوں کی جسقدر کشتیاں اس ساحل پر موجود تھیں سبھوں کو جلا کے خاک و سیاہ کر دیا اور اپنے خادم زیران کی ماتحتی میں ایک فوج مصر کی جانب روانہ کیا۔ زیران نے نہایت مستعدی سے اسکندریہ کو مفتوح کر لیا۔ اس کے بعد مصر سے اخشید کا لشکر آ پہونچا پس اس نے ان ممالک سے ان لوگوں کے قدم کو ڈگمگا دیا اور وہ لوگ بمجبوری مغرب کی جانب واپس ہوئے۔

ابو یزید خارجی کے حالات

ابو یزید، مخلد کیراد کا بیٹا تھا۔ کیراد شہر توزر کے شہروں میں سے قسطیلیہ کا رہنے والا تھا۔ تجارت کے ذریعہ سے سودان اکثر آیا جایا کرتا تھا سودان ہی میں اسکا بیٹا ابو یزید پیدا ہوا توزر میں نشو و نما پائی۔ قرآن مجید پڑھا۔ چونکہ نکاریہ خوارج یعنی صفریہ سے اور اس سے میل جول اور مراسم دوستانہ تھے اسوجہ سے یہ انکی مذہب کی جانب مائل ہو گیا اور انہیں لوگوں سے اس مذہب کے اصول سیکھے اور تعلیم پائی بعد ازاں تاہرت چلا گیا اور وہاں پر بہو نچکے لڑکوں کو پڑھانے لگا۔ اور جب ابو عبداللہ شیعی مہدی کی جستجو میں سجلماسہ روانہ ہوا اسوقت یہ تاہرت سے تقیوس چلا آیا اور حسب دستور سابق معلمی کرنے لگا۔ اس کے دل و دماغ میں یہ ہوا

سمائی ہوئی تھی کہ جس طرح ہو میرے مذہب والوں کی ترقی ہو، اسکا یہ اعتقاد بھی تھا کہ غیر مذہب والوں کا مال اور خون مباح ہے۔ سلطان وقت پر جو مذہب غیر رکھتا ہو خروج کرنا جائز ہے۔ تھوڑے دنوں بعد اس نے لوگوں کو وعظ و پند کرنا شروع کیا۔ ۳۱۶ھ میں علانیہ منہیات شرعیہ کے روکنے اور لوگوں کی اصلاح پر کمر باندھ لی رفتہ رفتہ اس کے مقلدوں کی جماعت بڑھ گئی۔ پس جسوقت عبید اللہ مہدی نے وفات پائی۔ اسکو موقع ملگیا اطراف کوہ اوراس میں علم حکومت کے خلاف خروج کردیا۔ گدھے پر سوار ہو کے نکلا "شیخ المومنین" کے لقب سے اپنے کو ملقب کیا اور خلیفہ ناصر اموی والی اندلس کی حکومت کی بنا ڈالی۔ بربریوں کے ایک گروہ نے اسکی اتباع کرلی۔ گورنر باغایہ نے یہ خبر پاکے اسکی سرکوبی کی غرض سے فوجیں مرتب کیں ابویزید نے بھی بربریوں کو مجتمع کرکے لشکر کا لباس پہنایا۔ دونوں حریف میں گھمسان لڑائی ہوئی آخر کار گورنر باغایہ شکست کھاکے بھاگا ابویزید نے باغایہ پر حملہ کردیا۔ اور ہر چہار طرف سے محاصرہ ڈالکے لڑائی شروع کردی مگر ناکام واپس ہوا۔ قبائل زناتہ میں سے بنی واسی کو باغایہ کے محاصرہ اور مفتوح کرنے پر ابھار دیا بنی واسی نے ۳۳۲ھ میں باغایہ پر چڑھائی کی اور ابویزید نے تبسہ اور مجانہ پر حملہ کیا۔ اہل تبسہ اور مجانہ نے مصالحت کے ساتھ شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے۔

اسی اثناء میں اہل مرجانہ سے ایک شخص نے ابویزید کو ایک گدھا ابلق بطور تحفہ کے دیا ابویزید نے اسپر سواری شروع کردی چنانچہ اسی مناسبت سے یہ اس سے ملقب ہوا۔ صوف کا ایک جبہ چھوٹا جسکی آستینیں تنگ ہوا کرتی تھیں پہنتا تھا۔

کتامہ کا لشکر اسوقت اربس میں تھا ابویزید کی فتحیابی کی خبر پاکے اربس چھوڑ کے بھاگ گیا ابویزید نے اسپر بھی قبضہ کرلیا۔ اسکے لشکر نے اربس کے بازاروں میں آگ لگادی۔ لوٹ لیا۔ جن لوگوں نے جامع مسجد میں بخوف قتل جاکے پناہ لی تھی وہ بھی نہ بچے ان لوگوں کو بھی ابویزید نے اور اسکے لشکریوں نے تیز تلواروں کے گھاٹ اُتار دیا۔

ابویزید نے اس عام خونریزی سے فراغت حاصل کرکے ایک لشکر تبسہ کیجانب روانہ کیا والی تبسہ مقابلہ پر آیا لڑائی ہوئی

والی شبیبہ مارا گیا۔ والی شبیبہ کے مارے جانے سے شبیبہ مفتوح ہو گیا۔ شدہ شدہ یہ خبر قایم بامراللہ کو پہونچی بیساختہ بول اٹھا اب اگر ابو یزید کی روک تھام نہ کیجائیگی تو وہ ضرور مہدیہ کی جامع تک پہونچ جائیگا"۔ اور نہایت تیزی سے فوجیں آراستہ کرکے اپنے خادم بشری کو امیر بنا کے باجہ کی جانب روانہ کیا۔ ابو یزید یہ خبر پاکے مقابلہ پر آیا۔ باجہ کے باہر ایک میدان میں دونوں حریف کا مقابلہ ہوا۔ بہت بڑی اور سخت خونریزی کے بعد بشری شکست کھا کے تونس کیطرف بھاگا اور ابو یزید نے باجہ میں داخل ہو کے لوٹ لیا بازاروں میں آگ لگادی، لڑکوں کو قتل کیا عورتوں کو گرفتار کرکے لونڈیاں بنائیں۔ گرد و نواح کے بربری اس خوشخبری کو سنکے ابو یزید کے پاس آآکے مجتمع ہوئے۔ اور اہل باجہ کے مکانات، باغات اور آلات حرب پر قابض و متصرف ہو گئے۔

بشری نے تونس میں پہونچکے اپنی فوج کو پھر مرتب و آراستہ کیا اور چندے آرام کرکے باجہ پر دوبارہ چڑھائی کی ابو یزید نے اس سے مطلع ہو کے اپنے فوج کے ایک حصہ کو بشری کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ اس معرکہ میں ابو یزید کی فوج میدان جنگ سے گھونگھٹ کھا گئی اور فتحیابی کا سہرہ بشری کے سر رہا۔ اس واقعہ کے بعد اہل تونس میں باغیانہ جوش پیدا ہوا اور سبھوں نے ملکے بشری پر حملہ کر دیا۔ غریب بشری اپنی جان بچا کے بھاگ گیا اور ان لوگوں نے ابو یزید سے امن حاصل کرکے اسکے علم حکومت کے مطیع ہو گئے۔ ابو یزید نے ان لوگوں پر ایک شخص کو مقرر کرکے قیروان کی جانب کوچ کیا۔ قایم بامراللہ کو اس کی خبر لگی اپنے خادم قدیم بشری کو ابو یزید کے روک تھام اور مقابلہ پر روانہ کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ ایک دستہ فوج کو ابو یزید کے حالات دریافت کرنے پر متعین کر دینا۔ پس بشری نے بہ تعمیل اس ہدایت کے اپنی فوج کے ایک دستہ کو اس خدمت پر مامور کیا۔ ابو یزید نے بھی یہ خبر پا کے فوجیں مرتب کیں اور سامان جنگ فراہم کرکے بشری کی فوج سے جا بھڑا۔ اتفاق یہ کہ اس معرکہ میں ابو یزید کے لشکر کو ہزیمت ہوئی چار ہزار فوج کھیت رہی اور جو لوگ قید کر لئے گئے تھے وہ مہدیہ میں بحفاظت تمام لائے گئے۔ اور فوراً قید حیات سے سبکدوش کر دیئے گئے۔

ابو یزید اس ہزیمت سے متاثر ہو کے کتامیوں کی طرف بڑھا اور انکے پٹرول (مقدمۃ الجیش)

کو شکست دیکے قیروان تک ان کا تعاقب کرتا چلا گیا۔ رقادہ پر پہونچکے پڑاؤ کیا اسوقت اسکے ہمراہ دو ہزار جنگ آور تھے۔ ان دنوں رقادہ کا گورنر خلیل بن اسحاق تھا اور وہ بانتظار آمد میسور مقابلہ پر آنا پسند نہ کرتا تھا مگر ابویزید اپنے حریف کو کب اس قدر مہلت دے سکتا تھا ادھر اس نے پہونچتے ہی لڑائی چھیڑ دی اُدھر لوگوں نے خلیل کو کہہ سُنکے مقابلہ پر طیار کر دیا خلیل اور ابویزید میں گھمسان لڑائی ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خلیل شکست کھاکے قیروان کیجانب بھاگا اور ابویزید نے رقادہ میں داخل ہو کے تاخت و تاراج کر دیا بعد ازاں ایوب زویلی کو بسر افسری ایک فوج کے قیروان روانہ کیا چنانچہ ایوب نے صفر ۳۳۳ھ میں قیروان پر قبضہ حاصل کر لیا اس کے لشکریوں نے شہر قیروان کو خاطر خواہ لوٹا خلیل نے امن کی درخواست کی ایوب نے امن دیدی مگر جس وقت ابویزید کے روبرو پیش کیا گیا ابویزید نے اسکے قتل کا اشارہ کر دیا جسکی تعمیل اسیوقت کر دی گئی۔ بعدہ روسا قیروان نے امن کی درخواستیں پیش کیں ابویزید نے ان لوگوں کو بھی امن دی اور غارتگری کی ممانعت کر دی۔

ان واقعات کے ختم ہونے پر میسور نے ابویزید پر چڑھائی کی اس مہم میں میسور کے ہمراہ ابوکملان بھی تھا۔ ابویزید نے ابوکملان سے سازش کرنے اور میسور کو دھوکا دینے کی غرض سے خط و کتابت شروع کی۔ کسی ذریعہ سے اسکی خبر قائم بامراللہ تک پہونچگئی اس نے میسور کو یہ واقعہ لکھ بھیجا اور ابوکملان کے دام تزویر سے بچنے کی تاکید کی، میسور نے ابوکملان کے ساتھ تشدد کی، ابوکملان موقع پاکے ابویزید کے پاس چلا گیا جس سے میسور کا بازو کمزور پڑگیا اور اس معرکہ میں اسکو ہزیمت ہوئی، اثنار گیرودار میں بنو کملان نے میسور کو قتل کر ڈالا اور اسکا سر اُتار کے ابویزید کے پاس لائے ابویزید نے اس کے سر کو نیزہ پر رکھ کے قیروان میں گشت کروایا۔ اور فتحیابی کے قاصد اپنے کل بلاد مقبوضہ میں بھیجے میسور کا لشکر بحال پریشاں بھاگ کر قایم بامراللہ کے پاس مہدیہ پہونچا قایم بامراللہ نے بنظر انجام بینی قلعہ بندی اور خندق کھدوانے کا حکم دیا۔ اور ابویزید اس کامیابی کے بعد دو ماہ دس روز تک میسور ہی کے کیمپ میں ٹھیرا ہوا اطراف و جوانب قیروان میں شبخون مارنے کی غرض سے فوجیں بھیجتا رہا۔ جو وقتاً فوقتاً مال غنیمت لے کے واپس آتی تھیں۔ سوسہ بھی انہیں فوجوں کے ہاتھ مفتوح ہوا غرض بلاد

افریقہ کو اکیلے ایک ابو یزید نے اولٹ پلٹ دیا ایک عظیم تغیر پیدا ہو گیا ہزار ہا خاندان نیست و نابود ہو گئے بڑی بڑی بستیوں میں اُلّو بول گیا۔ ایک عالم جلا وطن ہو کے تحل کھڑا ہوا جسکا حصہ کثیر شدت گرسنگی اور تشنگی سے افریقہ کے ریگستان کے نذر ہو گیا باقیماندہ بھوکے، پیاسے اور برہنہ مہدیہ پہونچے۔ قایم بامر اللہ کا دل ان لوگوں کو دیکھ کے بھر آیا رؤساء کتامہ، قبایل بربر اور زیری بن مناد بادشاہ صنہاجہ کو مہدیہ کی امداد و اعانت کی غرض سے بلا بھیجا۔ چنانچہ یہ لوگ مہدیہ کو ابو یزید کے پنجہ غضب سے بچانے کو روانہ ہوئے اتفاق سے اسکی اطلاع ابو یزید کو ہو گئی۔ فوراً فوجیں مرتب کرکے روانہ ہو گیا اور مہدیہ سے سات کوس کے فاصلہ پر پہونچکے پڑاؤ کر دیا۔ اور اطراف و جوانب مہدیہ میں چھوٹی چھوٹی فوجیں شبخون مارنے کی غرض سے پھیلا دیں۔ جاسوسوں نے کتامہ تک یہ خبر پہونچا دی کہ ابو یزید کا لشکر شبخون مارنے کی غرض سے اِدھر اُدھر پھیل گیا ہے۔ چنانچہ کتامہ نے آخری ماہ جمادی الاول ۳۳۳ھ میں ابو یزید پر حملہ کر دیا ابو یزید نے اپنے بیٹے فضل کو کتامہ کے مقابلہ پر متعین کیا جو قیروان سے ایک تازہ دم فوج لیکے اپنے باپ کی کمک کو آیا ہوا تھا۔ فضل کی روانگی کے بعد خود بھی سوار ہو کے میدان جنگ کیطرف چلا۔ کتامہ کی فوج بلا جدال و قتال بھاگ کھڑی ہوئی، ابو یزید مہدیہ کے دروازہ تک تعاقب کرتا چلا گیا اور جب وہ ہاتھ نہ آئی تو واپس آیا۔ بعد چند دنوں کے مہدیہ پر پھر یلغار کیا اور خندق تک حملہ کرتا ہوا پہونچ گیا۔ خندق کے اوپر عبیدیوں کا گروہ مقابلہ کی غرض سے موجود تھا تھوڑی دیر تک لڑائی ہوتی رہی بالآخر عبیدیوں کو ہزیمت ہوئی اور ابو یزید خندق کو عبور کرکے شہر پناہ کی دیوار تک پہونچگیا شہر سے صرف ایک پتھر کا فاصلہ باقی رہ گیا۔ دوسری جانب بربری جان توڑ کر لڑ رہے تھے اور کتامہ کی فوجیں حملہ پر حملہ کر رہی تھیں آخر کار بربریوں کو ہزیمت ہوئی۔ ابو یزید کو اسکی اطلاع ہوئی بیحد ملول ہوا مگر پھر اس نے ہوش و حواس درست کرکے باب مہدیہ پر حملہ کیا زیری بن مناد اور کتامہ کی فوجوں نے پس پشت سے حملہ کیا۔ تمام دن لڑائی ہوتی رہی ابو یزید بڑی جد و جہد سے جان بچا کے اپنے لشکر گاہ میں واپس آیا۔ دیکھا کہ عبیدی جیسا کہ اس سے پیشتر لڑتے تھے اب بھی لڑ رہے ہیں لیکن ابو یزید کے آجانے سے اسکے ہمراہیوں کی قوت بڑھ گئی۔ مجموعی قوت سے

سب کے سب عبیدیوں پر ٹوٹ پڑے۔ عبیدیوں کے پاؤں اکھڑ گئے شکست کھا کے بھاگے۔ ابویزید بھی مصلحتاً کسیقدر پیچھے ہٹ آیا اور اپنے لشکرگاہ کے اردگرد خندق کھدوائی۔ بربر، نفوسہ، زاب اور ملک مغرب کے لوگ آ آ کے اسکے پاس مجتمع ہوئے۔ آخری ماہ جمادی الآخرۃ سنہ مذکور میں مہدیہ پر پھر حملہ کیا۔ اور نہایت سختی سے محاصرہ ڈال کے لڑائی شروع کردی۔ ایک شبانہ روز مسلسل لڑائی جاری رہی۔ مگر اسکو کسی قسم کی کامیابی حاصل نہوئی بے نیل مرام واپس آیا۔ گورنر قیرواں سے امدادی فوج طلب کر کے سہ بارہ، آخری ماہ رجب سنہ مذکور میں مہدیہ پر پھر چڑھائی کی اور پھر شکست کھا کے واپس آیا اس معرکہ میں اسکے ہمراہیوں کا حصہ کثیر کام آگیا۔ بعد اس کے چوتھے بار آخری ماہ شوال سنہ مذکور میں پھر ابویزید حملہ آور ہوا اور ناکامی کے ساتھ اپنے لشکرگاہ میں واپس آیا۔ اس مرتبہ کی واپسی کے بعد محاصرہ میں شدت سے کام لینے لگا۔ اہل مہدیہ کو بیحد مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ غلہ ختم ہوگیا شدت گرسنگی سے لوگوں نے مُردوں اور جانوروں کو کھانا شروع کردیا۔ عوام الناس پریشان ہو ہو کر ادھر اُدھر نکل گئے صرف فوج باقی رہ گئی۔ قایم بامر اللہ نے غلہ کے کھتّوں کو کھول کے لشکریوں پر تقسیم کردیا۔ اس غلہ کو عبید اللہ مہدی نے وقت ضرورت کے لئے مجتمع کر رکھا تھا۔ بعد ان واقعات کے کتامہ نے مجتمع ہو کے قسطنطینہ میں لشکر آرائی کی ابویزید نے یہ خبر پا کے ایک فوج ان کے منتشر کرنے کو بھیجدی چنانچہ کتامہ شکست کھا کے منتشر ہوگئے۔ ابویزید نے بربریوں کو ہر مقامات سے طلب کر کے ایک جگہ پر مجتمع کر کے سوسہ کے محاصرہ کا حکم دیا اور ہر چہار طرف سے اسکو گھیر کے باہر کی آمد و رفت مسدود کردی ہنوز کوئی آخری فیصلہ نہونے پایا تھا کہ بربریوں نے اسوجہ سے کہ ابویزید علانیہ محرمات شرعیہ کو جایز اور منہیات اور منکرات کا ارتکاب کرتا تھا بغاوت کردی اور اس سے علیحدہ ہو کے اپنے اپنے شہروں کا راستہ لیا مجبوراً ابویزید بھی ۳۳۴ھ میں قیروان کی جانب لوٹا۔ اہل مہدیہ کو موقع ملگیا جی کھول کے اس کے لشکرگاہ کو لوٹا اور ہر طرف سے بربریوں پر غارتگری اور قتل عام کی بارش ہونے لگی۔ سرزمین افریقہ میں کوئی ایسا مقام نہ تھا جہاں پر کہ بربریوں پر ہاتھ صاف نہ کیا گیا ہو۔ اہل قیروان میں بھی اس سے ایک جوش پیدا ہوگیا انہوں نے بھی انکی

مخالفت پر کمریں باندھ لیں اور ابو یزید کی اطاعت سے منحرف ہو گئے قایم بامر اللہ کے علم حکومت کے نیچے آ گئے۔ اتنے میں مسیلہ سے علی بن حمدون ایک فوج لیکے آپہونچا ایوب بن ابو یزید نے اسپر شبخون مارا علی بن حمدون اس اچانک حملہ سے گھبرا کے بھاگ کھڑا ہوا۔ تونس میں جا کے دم لیا۔ بعد اس کے قایم بامر اللہ کی فوجیں آ گئیں کئی مرتبہ ایوب سے مڈبھیڑ ہوئی آخر کار ایوب ربیع الاول ۳۳۴ھ میں ہزیمت اٹھا کے قیروان کی جانب چلا آیا اور اپنی حالت درست کر کے ایک فوج علی بن حمدون سے جنگ کرنے کو بلطیہ روانہ کی۔ مدتوں دونوں حریف میں لڑائی ہوتی رہی تا آنکہ ایوب کی فوج نے اہل بلطیہ کی سازش سے شہر پر قبضہ کر لیا اور علی بن حمدون بھاگ کر کتامہ کے ملک میں چلا گیا۔ کتامہ، نفزہ اور مزاتہ نے مجتمع ہو کے اس شکست پر نوحہ خوانی کی اور پھر اپنی حالت کو درست کر کے قسنطینہ میں لشکر آرائی کرنے لگے۔ علی بن حمدون نے اسی فوج کے ایک حصہ کو بسر افسری ایک کار آزمودہ سردار کے ہوارہ روانہ کیا۔ اہل ہوارہ مقابلہ پر آئے لڑائیاں ہوئیں ابو یزید نے بھی انکی امداد کی مگر ناکامی کے سوا کامیابی حاصل نہوئی علی بن حمدون نے شہر تیجبست اور باغایہ میں اپنی فتحیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ ابو یزید کو اس سے سخت صدمہ ہوا ماہ جمادی الثانی سنہ مذکور میں فوجیں آراستہ کر کے سوسہ پر چڑھائی کی۔ قایم بامر اللہ کا لشکر اس وقت سوسہ میں مقیم تھا۔ ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا۔ اسی اثناء میں قایم بامر اللہ بحالت محاصرہ ابو یزید اپنے کالبد خاکی کے قلعہ کا محاصرہ اٹھا کے ملک عدم کا راہی ہوا۔

المنصور کی تخت نشینی

قایم بامر اللہ ابو القاسم محمد بن عبید اللہ مہدی والی افریقہ اپنے بیٹے اسماعیل کو اپنا ولیعہد بنا کے انتقال کر گیا۔ اس کے انتقال کے بعد اسماعیل سریر حکومت پر جلوہ افروز ہوا اور اپنے کو المنصور کے لقب سے ملقب کیا چونکہ انہیں دنوں ابو یزید سوسہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا اس وجہ سے بنظر مصلحت و دور اندیشی اپنے باپ کے واقعہ موت کو چھپایا اور نہ اپنے کو خلیفہ کے لقب سے ملقب کیا اور نہ سکہ اور خطبہ کو تبدیل کیا تا آنکہ ابو یزید کی مہم سے اسکو فراغت حاصل ہوئی جیسا کہ آیندہ بیان کیا جائے گا۔

ابو یزید کا مارا جانا

تم ابھی اوپر پڑھ آئے ہو کہ جسوقت قایم بامر اللہ نے وفات پائی تھی ان

دنوں ابو یزید سوسہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا اور اہل سوسہ سے لڑائی چھڑی ہوئی تھی پس جب اسمٰعیل منصور نے زمام حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لی پہلا کام جو اس نے کیا وہ یہ تھا کہ چند بیڑہ جہازات کے مہدیہ سے سوسہ روانہ کیا جس پر سامان جنگ، فوجیں اور غلہ بھرا ہوا تھا اس بیڑہ کا سردار رشیق کاتب اور یعقوب بن اسحاق تھا اس بیڑہ کی روانگی کے بعد خود بھی تھوڑی سی فوج لیکے روانہ ہوا مگر اثنا راہ سے شیروں اور اراکین دولت کے مشورہ سے واپس آیا۔ اتنے میں اسکا بیڑہ جہازات سوسہ کے ساحل پر جا لگا۔ ابو یزید نے یہ خبر پاکے بیڑہ جہازات سے مزاحمت کی۔ فوجیں خشکی پر اور تر پڑیں اور سوسہ کے لشکر کے ساتھ ہو کر ابو یزید سے لڑنے لگیں۔ ابو یزید شکست کھا کے بھاگا اسکا لشکر گاہ لوٹ لیا گیا اور جلا کے خاک وسیاہ کر دیا گیا۔

ابو یزید اس معرکہ سے جان بچا کے بحال پریشان قیروان پہونچا اہل قیروان نے شہر میں داخل ہونے نہ دیا اور طرہ اسپر یہ ہوا کہ ابو یزید کے گورنر کو بھی مار کر نکال دیا پس یہ بھی قیروان سے نکل کے ابو یزید کے پاس چلا آیا دونوں ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے اور اپنی ناکامی پر افسوس کرتے ہوئے سبیبہ کو روانہ ہوگئے۔ یہ واقعہ اواخر ماہ شوال ۳۳۴ھ کا ہے۔

بعد اس کے منصور قیروان کی طرف آیا اور اہل قیروان کو امن دی اور اپنے دامن عاطفت سے انکے آنسو پونچھے۔ ابو یزید کے لڑکے اور عورتیں اسوقت قیروان ہی میں تھیں منصور نے اپنی بے نظیر فیاضی و مردانگی سے انکی حفاظت و نگرانی کی اور ان کے گذران کے لئے وظائف مقرر کئے۔ اور ایک دستہ فوج کو ابو یزید کے حالات دریافت کرنے کی غرض سے مامور کیا۔ اتفاق سے ابو یزید نے بھی منصور کے انکشاف حالات کے لئے ایک مختصر سی فوج متعین کی تھی۔ دونوں فوجوں کا ایک مقام پر مڈبھیڑ ہوگیا اور باہم دو دو ہاتھ چل گئے۔ اس واقعہ میں منصور کی فوج کو ہزیمت ہوگئی اس سے ابو یزید کے حوصلے بڑھ گئے اور اسکی جمعیت دوچند سہ چند ہوگئی۔ اپنے ہمراہیوں کو مرتب و مسلح کر کے جنگ کرنے کو پھر قیروان کیطرف بڑھا۔ منصور نے بھی یہ خبر پا کے تیاری شروع کر دی اپنے لشکر گاہ کے اردگرد خندقیں کھدوائیں۔ دمدمے باندھے۔ مورچے قایم کئے پہلی لڑائی میں

منصور کو فتحیابی حاصل ہوئی مگر دوسرے دن اسکی فوج ہزیمت کھا کے بھاگی باایں ہمہ منصور کمال مردانگی سے میدان جنگ میں ٹھیرا ہوا لڑتا رہا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے رکاب کی فوج جو ابھی میدان جنگ سے ٹھوکھٹ کھا گئی تھی مہدیہ اور سوسہ کے دوسرے راستوں سے مڑ کر پھر میدان کارزار میں آ گئی اور جی توڑ کر لڑنے لگی ابویزید اس امر کا احساس کر کے آواخر ذی قعدہ ۳۳۴ھ میں لڑائی کو ناتمام چھوڑ کے چلا گیا۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد پھر واپس آ کے لڑنے لگا۔ اسی طریقہ سے ایک مدت تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ کبھی منصور غالب آجاتا تھا اور گاہے ابویزید کو فتحیابی حاصل ہو جاتی تھی سلسلہ جنگ قایم رہنے کی وجہ سے امن وامان کا نام معدوم ہو گیا تھا۔ مہدیہ اور سوسہ کے راستے بند تھے۔

اسی اثنا میں ابویزید نے منصور کے پاس اپنے اہل وعیال کی طلبی کی غرض سے قاصد روانہ کیا منصور نے ابویزید سے مصالحت اور واپس چلے جانے کی قسم لے کے اسکے اہل وعیال کو اسکے پاس بھیج دیا مگر ابویزید نے اس کے خلاف کیا جسوقت اسکے اہل وعیال اس کے پاس آگئے اپنے قول واقرار اور عہد وپیمان کو بھلا دیا اور بہ نسبت سابق زیادہ سختی سے لڑنے لگا۔ پانچویں محرم ۳۳۵ھ تک سلسلہ جنگ قایم رہا چھٹی محرم کو منصور کو ہزیمت ہوئی تب منصور نے پندرہویں محرم ۳۳۵ھ میں اپنے ہمراہیوں کو مجتمع کر کے ایک پرجوش تقریر کی اور ان کو دوبارہ مرتب کر کے بقصد جنگ میدان جنگ کیطرف آیا۔ بربری فوج اس کے میمنہ میں تھی کتامہ میسرہ میں تھے منصور بذاتہ معہ اپنے ہمراہیوں کے قلب فوج میں تھا ابویزید نے پہلا حملہ اس کے میمنہ پر کیا اور اسکو شکست دیکے قلب کیطرف بڑھا جہاں پر کہ منصور معہ اپنے اراکین دولت کے تھا۔ بہت بڑی اور سخت خونریز لڑائی ہوئی منصور نے اپنی فوج کو ایکبار مجتمع کر کے مجموعی قوت سے ابویزید پر حملہ کیا جس سے ابویزید کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ کمال بے سروسامانی سے بھاگ کھڑا ہوا۔ مال واسباب اور آلات حرب تک نہ لے سکا ایک گروہ کثیر اس کے ہمراہیوں کا اس معرکہ میں کام آگیا مقتولوں کے سر جو قیروان کے لڑکوں کے ہاتھ میں اسوقت نظر آتے تھے انکی تعداد دس ہزار تک ہو چکی تھی۔

ابویزید شکست کھا کے باغایہ کی طرف گیا اہل باغانہ نے شہر میں داخل ہونے نہ دیا جھلا کے شہر کا

محاصرہ کر لیا۔ رفتہ رفتہ اسکی خبر منصور تک پہونچی ماہ ربیع الاول ۳۳۵ھ میں مہدیہ میں مرام صقلی کو مقرر کرکے ابویزید کی سرکوبی کو روانہ ہوا۔ ابویزید نے اس سے مطلع ہوکے دوسرے قلعہ کا قصد کیا منصور نے پھر تعاقب کے قصد سے کوچ کیا۔ غرض ان دونوں حریفوں میں اسی طور سے لڑائی جاری تھی کہ جہاں ابویزید نے کسی قلعہ کا قصد کیا منصور نے فوج کو تعاقب کا حکم دیدیا تاآنکہ منصور ابویزید کا تعاقب کرتا ہوا طبنہ میں وارد ہوا یہاں پر ابویزید کے اراکین دولت میں سے محمد بن خزر امیر مغراوہ کا قاصد منصور کی خدمت میں پیام مصالحت اور امن لیکے حاضر ہوا۔ منصور نے اسکو امن دی اور ابویزید کی گرفتاری کا حکم دیا۔ اسوقت ابویزید بنو برزال کے پاس پہونچگیا تھا۔ یہ لوگ فرقہ نکاریہ سے تھے مگر یہ خبر پاکے کہ منصور میرے تعاقب میں ہے بنو برزال سے رخصت ہوکے ریگستان کا راستہ لیا تھوڑی دور چلکے اطراف عمرت کی جانب معاودت کی اتفاق یہ کہ منصور سے دوچار ہوگیا۔ دونوں حریف میں پھر چلگئی۔ ابویزید شکست کھا کے کوہ سالات کیطرف بھاگا اور منصور اسکے تعاقب میں تھا تنگ اور دشوار گذار پہاڑیوں میں ابویزید چھپا پھرتا تھا اور منصور اپنے حریف کو انھیں گھاٹیوں میں ڈھونڈھ رہا تھا۔ اس تنگ و دو اور گیرو دار میں دونوں حریف کو بڑے بڑے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ بھوک اور پیاس کی تکلیفیں اُٹھائیں راستوں کی دشواری اور تنگی کی بھی دقتیں پیش آئیں۔ ابویزید یہ خیال کرکے کہ سوائے اس درہ کے جو بلاد سودان تک چلا گیا ہے کوئی مقام پناہ کا نظر نہیں آتا فوراً اس درہ میں داخل ہوگیا منصور راستہ کی ناواقفیت کی وجہ سے رک رہا اور مجبوری عمرت کی جانب مراجعت کی جو بلاد صنہاجہ کا ایک صوبہ تھا۔ یہاں پر زیری بن مناد امیر صنہاجہ بطور وفد (ڈیپوٹیشن) حاضر ہوا منصور نے اسکی عزت افزائی کی اور حسب حیثیت اس کے اسکو صلہ عنایت کیا اسکے بعد محمد بن خزر کا خط آیا جسمیں ابویزید کے جائے قیام کا مفصل حال لکھا ہوا تھا۔ مگر منصور اسوجہ سے کہ ایک اتفاقیہ علالت میں مبتلا ہوگیا اس خط پر اپنی توجہ مبذول نہ کرسکا اور ابویزید اپنی فوجی اور مالی حالت درست کرکے مسیلہ کی جانب بقصد جنگ و محاصرہ واپس آیا اور اس کا محاصرہ بھی کرلیا۔ پس جس وقت منصور کو صحت حاصل ہوئی

پہلی رجب ۳۳۵ھ کو بقصد ابویزید کوچ کیا ابویزید نے یہ خبر پاکے مسیلہ چھوڑ دیا اور بارادہ بلاد سوڈان اسی ذرہ کی طرف روانہ ہوا جسکو اپنا مامن و ماوا تیار کیا تھا۔ اسکے ہمراہیوں میں سے بنو کملان نے اس عزیمت کی مخالفت کی مجبوراً ان کی رائے کے مطابق جبال کتامہ اور عجیسہ کی جانب لوٹ کھڑا ہوا اور وہیں قلعہ بند ہو گیا۔ اتنے میں منصور آپہونچا اور سامنے کے میدان میں اپنے مورچے قائم کئے۔ ہم شعبان ۳۳۵ھ کو ابویزید نے لڑائی چھیڑ دی۔ فریقین جی توڑ کر لڑ رہے تھے۔ آخر کار ابویزید کو ہزیمت ہوئی۔ اسکا سارا لشکر بے ترتیبی کے ساتھ میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا حریف مقابل کے کسی سوار نے اثنائے دار و گیر میں لپک کے ابویزید کو ایک نیزہ مارا جوں ہی منہ کے بل گرا ہمراہیوں میں سے کسی نے دوڑ کر سنبھال لیا۔ جان بچ گئی۔ بھاگ گیا اس معرکہ میں دس ہزار فوج کام آگئی۔

خاتمہ جنگ کے بعد پہلی رمضان سنہ مذکور کو منصور نے ابویزید کے تعاقب کے قصد سے کوچ کیا ہزیمت خوردہ گروہ بوجہ تنگی راہ نہ بھاگ سکتا تھا اور نہ فتحمند فوج انپر حملہ کر سکتی تھی دونوں فریق کی جان کشمکش میں پڑی ہوئی تھی۔ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مضمون ہو رہا تھا مگر بایں ہمہ کچھ نہ کچھ چھیڑ چھاڑ ہوتی جاتی تھی۔ بالآخر ابویزید اس روز کی جنگ سے گھبرا گیا اور اپنے مال و اسباب کو چھوڑ کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گیا اور اوپر سے سنگ باری کرنے لگا منصور نے بہت بڑی جد و جہد سے اپنی فوج کو بھی انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھا دیا دست بدست لڑائی ہونے لگی بہت بڑی خونریزی ہوئی تمام دن اور نصف شب تک ہنگامہ کارزار گرم رہا جب رات کی تاریکی نے دونوں حریفوں کو جنگ کرنے سے روک دیا تو ابویزید صبح ہونے سے پیشتر میدان جنگ چھوڑ کر قلعہ کتامہ میں جا کے پناہ گزیں ہو گیا۔ اہل ہوارہ جو اس کے ہمراہ تھے ان لوگوں نے تنگ آ کے منصور سے امن کی درخواست کی منصور نے ان کی درخواست کو منظوری کی عزت دی۔ بعد ازاں اپنی فوج کو مرتب کر کے کتامہ پر دھاوا کیا اور پہونچتے ہی اسکو گھیر کے رسد و غلہ کی آمد بند کر دی زمانہ محاصرہ میں ہر روز لڑائی ہوتی رہی تا آنکہ منصور نے بزور تیغ مفتوح کر لیا مکانات میں آگ لگا دی۔ ابویزید کے ہمراہیوں پر فتحمند گروہ ہر چہار طرف اپنے ہاتھ صاف کر رہے تھے خونریزی اور غارتگری کی کوئی حد نہ تھی۔ جس طرف آنکھ اٹھتی تھی مقتولوں ہی کی لاشیں

خاک وخون میں تڑپتی نظر آتی تھیں۔ ابویزید کے اہل وعیال نے قصر کے دروازے بند کر لئے تھے رات ہو گئی تھی کچھ سوجھائی نہ پڑتا تھا۔ منصور کے حکم سے قصر کے صحن میں آگ روشن کردی گئی روشنی کیوجہ سے کسی کو بھاگنے کا موقع نہ ملا یہاں تک کہ سفیدہ صبح نمایاں ہوا ابویزید کے لڑکوں نے مجتمع ہو کے ایک ایسا نابرداشتنی حملہ منصور کے لشکر پر کیا کہ جس سے اس کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ منصور نے اپنے سپہ سالاروں کو للکار کے مجموعی قوت سے حملہ کرنے کا حکم دیا اور خود بھی شمشیر بکف حملہ آور ہوا فوج کے دل اس سے بڑھ گئے شیر کی طرح بکریوں کے گلہ میں گھس پڑے۔ منصور کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مبادا ابویزید اس ہنگامہ میں نکل نہ جائے فوراً حکم صادر کیا کہ ابویزید کو دیکھو کہاں ہے ڈھونڈھ لاؤ ابویزید زخمی ہو گیا تھا تین شخص اس کے ہمراہیوں میں سے اسکو اُٹھائے لئے جاتے تھے۔ مگر دار وگیر کے خوف سے سنبھال نہ سکے ابویزید گر پڑا۔ ان لوگوں نے اُٹھانے کی کوشش کی کامیاب نہ ہوئے۔ فتحمند گروہ منصور کے پاس اُٹھا لایا۔ منصور نے اپنے دشمن کو ایسی ذلیل حالت میں دیکھ کے سجدہ شکر ادا کیا اور لشکریوں کو قتل وغارت سے روک دیا۔ آخری محرم سنہ ۳۳۶ھ تک اسی مقام پر ٹھیرا رہا ابویزید کا صدمہ زخم سے انتقال ہو گیا۔ منصور نے حکم دیا کہ اسکی کھال کھینچ کے بھوسہ بھر دو اور ایک قفس میں اسکو معہ دو بندروں کے بند کردو کہ یہ اُس سے کھیلتے رہیں۔ چنانچہ اسکی اسیوقت تعمیل کردی گئی۔

اس مہم سے فارغ ہو کے منصور نے قیروان اور مہدیہ کی جانب مراجعت کی۔ ابویزید کا بیٹا فضل نامی سعید بن خزر کے پاس چلا گیا اور اسکو منصور کی مخالفت پر آمادہ کر کے طبنہ وبسکرہ پر چڑھائی کردی منصور نے یہ خبر پا کے قیروان سے اعراض کیا اور فضل وسعید کی سرکوبی کی طرف متوجہ ہوا سعید نے ایک خفیف جنگ کے بعد بھاگ کر بلاد کتامہ کا راستہ لیا۔ منصور نے ایک فوج کو بسرافسری اپنے خادموں شفیع اور قیصر کے اسکے تعاقب پر مامور کیا۔ زیری بن مناد بھی معہ فوج صنہاجیہ اس مہم میں شریک تھا فضل وسعید کے چھکے چھوٹ گئے۔ کمال بے سروسامانی سے بھاگ کھڑے ہوئے انکی ساری جمعیت تتر بتر ہو گئی۔ منصور نے مظفر ومنصور قیروان کی طرف معاودت کی اور باطمینان تمام اسمیں داخل ہوا۔

ان واقعات کے بعد حمید بن بصلین والی مغرب نے دولت شیعہ عبیدیہ سے انحراف ورو گردانی کرکے علم خلافت امویہ کا مطیع ہو گیا اور فوجیں آراستہ کرکے تاہرت پر حملہ کر دیا منصور نے اس واقعہ سے مطلع ہو کے ماہ صفر ۳۳۶ھ میں حمید کی سرکوبی کی غرض سے کوچ کیا۔ رفتہ رفتہ بازار حمزہ میں پہونچا اور فوج کے فراہم کرنے کے خیال سے پڑاؤ کر دیا۔ زیری بن مناد نے نہایت عجلت اور تیزی سے صنہاجہ کی فوج کو ہر چہار طرف سے مجتمع کرکے منصور کے حضور میں پیش کیا منصور ان سب کو متعدد کالموں پر تقسیم کرکے تاہرت کی طرف بڑھا۔ حمید کو اسکی خبر لگ گئی۔ محاصرہ اٹھا کے چلا گیا۔ منصور نے یعلی بن محمد یفرنی کو تاہرت کی سند حکومت عطا کی اور زیری بن مناد کو اسکی قوم کی اور نیز اسکے کل بلاد کی حکومت مرحمت کرکے بغرض جنگ لواتہ کوچ کیا۔ لواتہ یہ خبر پاکے ریگستان افریقہ میں چلے گئے۔ اور منصور وادی میناس میں ٹھیر ارہا۔ وادی میناس میں تین پہاڑیاں تھیں اور ہر پہاڑی پر ایک ایک محل تراشے ہوئے پتھر کے بنے ہوئے تھے ان میں سے ایک محل کے دروازہ پر پتھر پر کچھ لکھا ہوا نظر آیا۔ منصور نے مترجم کو اسکے پڑھنے کا حکم دیا۔ مترجم نے گزارش کی کہ اسمیں لکھا ہے "میں ہوں سلیمان سرو غوس، اس شہر کے باشندوں نے بادشاہ وقت سے بغاوت کی تھی۔ بادشاہ نے مجھے انکی سرکوبی پر متعین فرمایا چنانچہ اللہ تعالیٰ کی امداد سے میں نے باغیوں کو زیر کیا اور اس فتحیابی کی یادگار میں میں نے ان عمارات کو بنوایا" ابن الرقیق نے اس حکایت کو اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے۔

اس مہم سے فارغ ہو کے منصور نے زیری بن مناد کو خلعت سے سرفراز فرما کے قیروان کیجانب کوچ کیا۔ ماہ جمادی الاولیٰ ۳۳۶ھ میں داخل منصوریہ ہوا یہاں پر پہونچکے یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ فضل بن ابو یزید کوہ اوراس کی طرف آیا ہے اور بربریوں کو علم حکومت کے خلاف ابھار رہا ہے۔ منصور نے اپنی فوج کو طیار کرکے فضل کی سرکوبی کو نکل کھڑا ہوا فضل کو اسکی خبر لگ گئی کوہ اوراس سے نکل کے ریگستان میں چلا گیا۔ منصور نے بھی مجبوری قیروان کی طرف مراجعت کی اور پھر قیروان سے مہدیہ چلا آیا فضل کو موقع ملگیا۔ ریگستان سے مڑکر باغایہ چلا آیا اور اسپر محاصرہ ڈالدیا۔ اثنا محاصرہ میں باطیط نامی ایک شخص نے اسکے ہمراہیوں میں سے اسکو دھوکھا دیکے مار ڈالا اور سر

اوتار کے منصور کے پاس بھیجدیا۔

سنہ ۳۳۹ھ میں منصور نے خلیل بن اسحاق کو معزول کرکے حسین بن علی بن ابو الحسین کو صوبہ صقلیہ کی گورنری مرحمت فرمائی۔ چنانچہ حسین نے استقلال کے ساتھ اپنی حکومت و سلطنت کی صقلیہ میں بناء ڈالی پس اسکی اور اسکی آئندہ نسلوں کی ایک زمانہ تک صقلیہ میں حکومت قایم رہی جیسا کہ آئندہ ہم بیان کرینگے۔

اسکے بعد منصور تک یہ خبر پہونچی کہ بادشاہ فرانس بلاد اسلامیہ پر فوج کشی کرنیوالا ہے۔ سنتے ہی آگ بگولا ہوگیا۔ اسیوقت اپنے بیڑہ جہازات کو طیاری کا حکم دیا اور فوج و سامان جنگ سے اسکو تیار کرکے اپنے خادم فرج صقلی کی ماتحتی میں بلاد مقبوضہ فرانس کیطرف بڑھنے کا اشارہ کیا۔ حسین بن علی گورنر صقلیہ کو لکھ بھیجا کہ فوجیں آراستہ کرکے شاہی بیڑہ جہازات کے ساتھ تم بھی فرانس کے شہروں پہ جہاد کی غرض سے حملہ آور ہو۔ فرج اور حسین نے دریا کو ساحل مقبوضہ فرانس کیطرف عبور کرکے قلور یہ پہونچکے لڑائی کا نیزہ گاڑدیا رجار بادشاہ فرانس یہ سنکے ایک عظیم فوج لیکے مقابلہ پر آیا۔ لڑائیاں ہوئیں۔ عساکر اسلامیہ نے رجار کو شکست فاش دیدی اور ان کو ایسی فتح نصیب ہوئی کہ جسکی نظیر مشکل ڈھونڈھنے سے بھی نہیں مل سکتی یہ واقعہ سنہ ۳۴۰ھ کا ہے۔ مگر مہدیہ کیطرف واپسی اس فتح نصیب اسلامی لشکر کی معہ مال غنیمت کے سنہ ۳۴۲ھ میں ہوئی۔

سعید بن خزر بعد سازش فضل بن ابویزید برابر علم حکومت کی مخالفت کرتا رہا اور دولت منصوریہ کے اراکین اسکو ڈھونڈھتے ہی رہے تا آنکہ کسی لڑائی میں معہ اپنے بیٹے کے گرفتار ہوگیا اور پابزنجیر منصور کے پاس بھیجدیا گیا۔ منصور نے سنہ ۳۴۱ھ میں بازار منصوریہ میں تشہیر کی غرض سے ان دونوں کو گشت کرا کے قتل کروا دیا۔

منصور کی وفات المعز کی حکومت

آخری ماہ رمضان المبارک سنہ ۳۴۱ھ میں منصور نے اپنی حکومت کے سات سال پورے کرکے انتقال کیا۔ چونکہ بارش اور برف میں اسکو سفر کرنا پڑا تھا اور اسوجہ سے دوران خون طبعی حالت پر نہ ہوتا تھا۔ اس خیال سے کہ دوران خون طبعی حالت پر ہونے لگے حمام کرنے کو گیا اس سے حرارت بڑھ گئی ایک ماہ تک تپ میں مبتلا رہا آخر کار اسی علالت

میں جان بحق تسلیم کی۔ اسکا شیرطبی اسحاق بن سلیمان اسرائیلی تھا اس نے منصور کو حمام کرنے سے منع کیا تھا مگر منصور نے کچھ سماعت نہ کی۔ آخر یہی ذریعہ اور باعث اسکی موت کا ہوا۔

منصور کے مرنے پر اسکا بیٹا معد سریر حکومت پر متمکن ہوا "المعز لدین اللہ" کا لقب اختیار کیا اور استقلال اور استحکام کے ساتھ حکومت و سلطنت کی بنا ڈالی ۳۴۲ھ میں کوہ اوراس پر فوج کشی کی اور پُر زور حملوں سے اہل کوہ اوراس کو تنگ کرنے لگا چنانچہ بنو کملان اور اہل ہوارہ سے ملیلہ نے امن کی درخواست کی اور بعد حصول امن معز لدین اللہ کے علم حکومت کے سایہ میں آکر پناہ گزیں ہو گئے۔ معز بھی ان لوگوں کے ساتھ بعزت و احترام پیش آیا جایزے اور انعامات دیئے بعد اس کے محمد بن خزر نے اپنے بھائی سعید کے مارے جانے کے بعد امن کی درخواست پیش کی۔ معز نے اسکو بھی امن دیدی اور قیروان کی جانب مراجعت کی۔

معز نے روانگی کے وقت اپنے خادم خاص قیصر کو اپنی فوج کی سرداری پر چھوڑا اور باغایہ کی سند حکومت عطا کی۔ پس اسنے فوجوں کو آراستہ و مرتب کر کے قرب وجوار کے شہروں پر حملہ کر دیا اور جن بربریوں نے اسوقت تک علم حکومت معز کی اطاعت قبول نہ کی تھی کسی کو بزور تیغ اور کسیکو بحکمت و تالیف قلوب مطیع بنا کے قیروان کی طرف واپس ہوا۔ معز نے قیصر اور نیزان بربریونکو جنہوں نے علم حکومت کے آگے گردنیں اطاعت کی جھکادی تھیں انعامات دیئے۔ جاگیریں دیں۔ صلے مرحمت کئے۔ اسی زمانہ میں محمد بن خزر والی متراوہ وفد (ڈیپوٹیشن) لیکے حاضر ہوا۔ معز نے نہایت عزت و احترام سے ملاقات کی اور اپنے خاص محلسرا میں ٹھہرایا۔ اسوقت سے محمد بن خزر قیروان ہی میں مقیم رہا تا آنکہ ۳۴۸ھ میں وفات پائی۔

۳۴۳ھ میں معز نے زیری بن مناد امیر صنہاجہ کو بلا بھیجا تھوڑے دنوں بعد زیری بن مناد مقام اسیتر سے حاضر ہوا معز نے اسکو بھی انعامات اور صلے مرحمت فرما کے اس کے صوبہ کی طرف واپس کر دیا۔

۳۴۴ھ میں حسین بن علی گورنر صقلیہ کو لکھ بھیجا کہ تم اپنے بیڑہ جنگی جہازات کا طیار کر کے

ساحل حربیہ بلاد اندلس پر حملہ کردو چنانچہ حسین نے اسکی تعمیل کی اور بہت سا مال غنیمت اور قیدی لیکے واپس آیا۔ اسی بنا پر ناصر والی اندلس نے اپنے بیڑہ جنگی جہازات کو اپنے خادم غالب کی ماتحتی میں سواحل افریقہ کی جانب روانہ کیا۔ معز کی فوج نے اندلسی فوج کو خشکی پر اترنے نہ دیا اور نہایت ناکامی کے ساتھ والی اندلس کے بیڑہ جہازات کو واپس کر دیا۔ بعدازاں ۳۴۷ھ پھر اندلسی فوجیں سواحل افریقہ پر چڑھ آئیں ستر جنگی جہازات کا یہ بیڑہ تھا اس مرتبہ اندلسی فوج نے خزر کے دارالحکومت کو جلا کے خاک وسیاہ کر دیا۔ بلاد ساحلیہ افریقہ کو غارتگری اور قتل سے بیحد پامال کیا۔ سوسہ اور طبرپہ بھی انہیں کے ہاتھوں تاخت وتاراج ہوا معز نے اس امر کا احساس کرکے نہایت مستعدی سے اندلسی فوج کے بڑھتے ہوئے سیلاب کی روک تھام کی اجس سے اندلسی فوجیں منہہ کی کھا کے لوٹ گئیں اور معز کی حکومت وسلطنت کا تمام بلاد افریقہ اور مغرب میں سکہ چل گیا اور اسکا دائرہ دولت کافی طور سے وسیع ہو گیا صوبہ ایلفکان اور تاہرت کی گورنری پر یعلی بن محمد یفرنی مامور تھا صوبہ اشیر کی حکومت پر زیری بن مناد صنہاجی، مسیلہ کے صوبہ پر جعفر بن علی اندلسی، باغایہ کے صوبہ پر قیصر صقلی، فاس کی حکومت پر احمد بن بکر بن ابی سہل خذامی اور سلجماسہ کی گورنری پر محمد بن واسول مکناسی۔

۳۴۷ھ میں معز تک یہ خبر پہونچی کہ یعلی بن محمد یفرنی نے سلاطین اموریہ سے جو دریا کے پہلی جانب حکومت کر رہے ہیں سازش کر لی ہے اور اہل المغرب الاقصیٰ کے عَلَم حکومت کی اطاعت وفرمانبرداری چھوڑ دی ہے۔ معز نے فوجوں کو مرتب کرکے بسرگردہی جوہر صقلی کاتب (سکریٹری) کے المغرب الاقصیٰ کی جانب روانہ کیا ان دنوں یہی معز کی وزارت بھی کر رہا تھا۔ اس مہم پر اس کے ساتھ جعفر بن علی گورنر مسیلہ اور زیری بن مناد گورنر اشیر وغیرہما بھی بھیجے گئے تھے یعلی بن محمد والی المغرب الاوسط بھی مقابلہ کی غرض سے اپنا لشکر آراستہ کرکے نکلا۔ اتفاق یہ کہ جسوقت یعلی نے ایلفکان سے کوچ کیا۔ اہل صیلہ میں بدد لی پیدا ہو گئی بیان کیا جاتا ہے کہ بنی یعرب نے یہ ریشہ دوانی کی تھی بہرکیف یعلی گرفتار کر لیا گیا اس اثنا میں جوہر بھی پہونچ گیا کتامہ نے تلواریں نیام سے کھینچ لیں۔ ایلفکان بات کی بات میں تاخت وتاراج کر دیا گیا۔ اسی ہنگامہ میں یعلی کا بیٹا یدو بھی قید کر لیا گیا جوہر اور اہل کتامہ قتل

وغارتگری کرتے ہوئے فاس پہونچے اور وہاں سے لوٹ مار کرتے ہوئے سلجماسہ تک بڑھ گئے اور اسکو
بھی بزور تیغ لے لیا شاکر للہ محمد بن فتح کو بھی گرفتار کر لیا جو بنی واسول سے تھا اور "امیر المومنین" کے
لقب سے ملقب کیا جاتا تھا۔ شاکر للہ کی گرفتاری کے بعد اس کے چچازاد بھائیوں میں سے ابن المعتز
کو امارت کی کرسی پر متمکن کیا۔ سرزمین مغرب میں خونریزی اور غارتگری کے سوا اور کوئی امر محسوس نہیں
ہوتا تھا۔ دریا تک قتل عام کا ہنگامہ نمونہ حشر برپا تھا۔ جوہر نے دریا پر پہونچکے پھر فاس کی جانب
مراجعت کی اور یہ خیال کرکے کہ یہ بھی دولت شیعہ کا معاند ہے محاصرہ ڈالدیا ان دنوں احمد بن بکر بن
ابی سہل جذامی کے قبضہ اقتدار میں فاس کی زمام حکومت تھی احمد نے اپنی فوجوں کو مرتب کرکے جوہر کا مقابلہ
کیا اور مدتوں لڑتا رہا۔ جوہر نے اپنی کامیابی سے مایوس ہو کے محاصرہ اٹھالیا اور سلجماسہ کی طرف کوچ
کردیا۔ محمد بن واسول مکناسی اس صوبہ پر حکمرانی کر رہا تھا اس نے بھی اپنے کو "امیر المومنین شاکر للہ"
کے لقب سے ملقب کرکے اپنے نام کا سکہ مسکوک کرایا تھا جوہر کی آمد کی خبر سنکر محمد بھاگ گیا زیادہ عرصہ
نہ گذرنے پایا تھا کہ گرفتار ہو کر جوہر کی خدمت میں پیش کیا گیا جوہر نے اسکو نظربند رکھنے کا حکم دے کے
سلجماسہ سے کوچ کر دیا اور اثنائے راہ کے شہروں کو مفتوح کرتا ہوا فاس کی طرف پھر معاودت کی۔
ایک مدت تک اسکا محاصرہ کئے رہا آخر کار زیری بن مناد کی کوششوں سے بزور تیغ فتح ہو گیا احمد
بن بکر گرفتار کر لیا گیا۔ یہ واقعہ ۳۴۹ھ کا ہے۔

احمد کی گرفتاری کے بعد عمال بنی امیہ کو سرزمین مغرب سے نکال باہر کرکے اپنی جانب سے اپنے
عمال مقرر کئے صوبہ تاہرت کو زیری بن مناد کے صوبہ سے ملحق کر دیا اور مظفر و منصور معہ فاطمیین کے
قیروان کی طرف مراجعت کی چند دنوں بعد احمد بن بکر اور محمد بن واسول کو ایک آہنی پنجرے میں
قید کئے ہوئے منصوریہ میں داخل ہوا اہل منصوریہ نے بہت بڑی خوشی منائی شہر کو چراغاں کیا
بعد اسکے ۳۴۹ھ میں معز کے دونوں خادموں قیصر اور مظفر کو جو اپنی عاملانہ تدابیر سے معز کے ناک
کے بال ہو رہے تھے اور ہر کام کے سیاہ و سفید کرنے کے مختار تھے گرفتار کرکے قتل کرڈالا۔
جزیرہ اقریطش (کریٹ) میں حکم بن ہشام والی اندلس کی طرف سے ایک امیر رہتا تھا جزیرہ

اقریطش کے رہنے والے اافریقہ کے باشندے تھے۔ افریقہ میں رافضیوں کا دور دورہ تھا یہ لوگ ان کے ہاتھوں تنگ آکے افریقہ سے اسکندریہ بھاگ چکے تھے اور وہیں طرح اقامت ڈالدی تھی۔ ان دنوں عبداللہ بن طاہر مصر کا گورنر تھا۔ اسکو خبر لگی فوجوں کو مرتب کرکے اسکندریہ کا محاصرہ کرلیا۔ تاآنکہ اُن تودارول نے امان طلب کی عبداللہ بن طاہر نے اس شرط سے انکو امان دی کہ وہ لوگ اسکندریہ چھوڑکے دریا عبور کرکے جزیرہ اقریطش چلے جائیں چنانچہ اُن غریب مسافروں نے اسکندریہ کو خیرباد کہہ کے جزیرہ اقریطش میں جاکے قیام کیا اور اسی زمانہ سے اسکو آباد کرکے وہیں رہنے لگے انہیں میں سے ابوحفص بلوطی نامی ایک شخص امیر امارت کرنے لگا اور اس طریقہ سے اسکی آیندہ نسلیں اس جزیرہ کی حکمران ہوئیں یہاں تک کہ اسی ۳۵۰ھ میں عیسائیوں نے سات سو جنگی کشتیوں کا بیڑہ طیار کرکے چڑھائی کی۔ بہت بڑی خونریزی ہوئی ہزارہا مسلمان شہید ہوئے۔ اور بیشمار قید کرلئے گئے پس اُسی زمانہ سے اس وقت تک یہ جزیرہ عیسائیوں ہی کے قبضہ میں رہا واللہ غالب علی امرہٖ۔

۳۵۱ھ میں والی صقلیہ نے قلعہ طرمین پر جو منجملہ قلعات صقلیہ کے ایک مشہور قلعہ تھا فوج کشی کی اور ایک مدت دراز تک محاصرہ کئے رہا آخرکار نویں مہینے اہل قلعہ طرمین نے والی صقلیہ کے حکم سے قلعہ کے دروازے کھولدیئے۔ عساکر اسلامیہ نے داخل ہوکے قلعہ پر قبضہ کرلیا اور کمال اطمینان سے رہنے لگے۔ اس خداداد کامیابی کے بعد والی صقلیہ نے قلعہ طرمین کا نام بدل دیا بجائے طرمین کے معزیہ رکھا۔ معزیہ اس مناسبت سے نام رکھا گیا تھا کہ المعز لدین اللہ شاہ افریقہ کا لقب تھا۔

بعد اس کے والی صقلیہ یعنی احمد بن حسن بن علی بن ابی الحسن نے صقلیہ کے دوسرے قلعہ موسوم برمطہ کی طرف قدم بڑھا، والی قلعہ نے بادشاہ قسطنطنیہ سے امداد کی درخواست کی چنانچہ بادشاہ قسطنطنیہ نے بحری اور بری فوجیں والی قلعہ رمطہ کی کمک پر روانہ کیں۔ والی صقلیہ نے بھی یہ خبر پاکے معز سے امدادی فوجیں طلب کیں معز نے ایک عظیم لشکر بسر افسری اپنے بیٹے حسن کے روانہ کیا رفتہ رفتہ یہ امدادی فوج شہر مسینی پہونچی اور والی صقلیہ کے لشکر کے ساتھ ملکے قلعہ رمطہ کی جانب روانہ ہوگئی۔ اسوقت اس کے محاصرہ پر حسن بن عمار نامی ایک نامور سردار تھا پس کل عساکر اسلامیہ نے

نعرہ "اللہ اکبر" مار کر قلعہ پر مجموعی قوت سے حملہ کیا۔ رومی فوجیں بھی سینہ سپر ہو کر مقابلہ پر آئیں۔ بہت بڑی خونریزی ہوئی رومیوں کا سردار مع ایک گروہ بطریقوں کے مارا گیا اور رومی لشکر نہایت ابتری کے ساتھ ہزیمت اٹھا کے بھاگ کھڑا ہوا عساکر اسلامیہ نے تعاقب کیا مگر خندق کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکے۔ مسلمانوں نے جی کھول کر ان کو پامال کیا ان کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا رومی لشکر کے پامال ہونیکے بعد عساکر اسلامیہ نے اہل رمطہ کے محاصرہ میں شدت اور سختی سے کام لینا شروع کیا۔ زیادہ زمانہ گذرنے نہ پایا تھا کہ غلہ وغیرہ کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ مسلمانوں کو اسکی خبر لگ گئی بزور تیغ قتل و غارت کرتے ہوئے گھس پڑے۔ کچھ لوگ کشتیوں پر سوار ہو کے براہ دریا بھاگے امیر احمد بن حسن نے اپنے بیڑہ کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا جو نہایت تیزی سے ہزیمت خوردہ حریف کے کشتیوں تک پہونچگیا چند مسلمانوں نے جو فن شناوری میں طاق تھے دریا میں کود پڑے اور غوطہ لگا کے حریف مقابل کے کشتیوں میں سوراخ کر دیا۔ کشتیاں نکمی ہو گئیں۔ اہل کشتی گرفتار کر لئے گئے۔

اس خداداد کامیابی کے بعد احمد نے عساکر اسلامیہ کو بلاد روم میں پھیلا دیا انہوں نے بلاد روم کی پامالی اور غارتگری میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا تا آنکہ والی روم نے جزیہ دینا منظور کیا۔ باہم مصالحت ہو گئی۔ یہ واقعہ سنہ ۳۵۴ھ کا ہے۔ اس لڑائی کا نام جنگ مجاز ہے۔

فتح مصر اس واقعہ کے چند دنوں بعد معز لدین اللہ والی افریقہ کو یہ خبر لگی کہ کافور اخشیدی کے انتقال سے مصر کی سیاسی حالت میں اضطرابی کیفیت پیدا ہو گئی ہے آئے دن فتنہ و فساد اور باہمی نزاعات پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ خلیفہ بغداد اسوجہ سے کہ بختیار بن معز الدولہ اور عضد ولہ برادر عم زاد بختیار میں جھگڑا ہو رہا ہے مصر کی اصلاح کی جانب متوجہ نہیں ہو سکا۔ معز نے یہ سنکے مصر پر فوجکشی کا قصد کیا چنانچہ سنہ ۳۵۸ھ میں کتامیوں کو مجتمع کرنے کی غرض سے جوہر کاتب کو ملک مغرب روانہ کیا اور صوبہ برقہ میں جابجا سر راہ کنوؤں کے کھودنے کا حکم صادر فرمایا۔ فراہمی فوج کے بعد جوہر کو مع ایک عظیم فوج کے مصر کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اور رخصت کرنے کی غرض سے خود بھی جوہر کے لشکر تک آیا چند دنوں تک ٹھیرا ہوا جوہر اور اسکے ہمراہیوں کو مناسب ہدایات دیتا رہا۔ جوہر نے ان ہدایتوں کو اپنی

یادداشت کی کتاب میں لکھ لیا اور رخصت ہو کے مصر روانہ ہوا کسی ذریعہ سے اسکی روانگی کی خبر فوج تک پہونچی جو اسوقت مصر کی محافظت پر تھی سنتے ہی بغیر جدال وقتال کے متفرق ومنتشر ہوگئی جیسا کہ آیندہ بیان کیا جائے گا۔ جوہر کوچ وقیام کرتا ہوا بلا روک ٹوک پندرہویں شعبان ۳۵۸ھ کو مصر میں داخل ہوا۔ جامع مسجد قدیم میں معز لدین اللہ کے نام کا خطبہ پڑھا اور اسیوقت سے حکومت علویہ کا پھریرہ مصر میں اڑنے لگا۔ بعد اس کے ماہ جمادی الاولی ۳۵۹ھ میں جوہر نے جامع ابن طولون میں جا کے نماز ادا کی اور اذان میں فقرہ "حی علی خیر العمل" کے اضافہ کرنے کا حکم دیا۔ پس یہ پہلی اذان تھی جو مصر میں اس اضافہ کے ساتھ دیگئی۔

مصر کی فتحیابی اور اسکے نظم ونسق سے فراغت حاصل کرنے کے بعد جوہر نے معز کی خدمت میں تحائف اور ہدایا روانہ کئے اور نیز ارکین دولت اخشیدیہ کو بھی بھیجا۔ معز نے ان لوگوں کو مہدیہ کے جیل میں ڈالدیا قضاۃ اور علماء مصر کو جو لطور وفد حاضر ہوئے تھے انکو انعامات اور صلے دے کے مصر کیجانب واپس کیا۔ اسی زمانہ سے جوہر نے قاہرہ کی تعمیر کی بنیاد ڈالی اور معز کو مصر میں چلے آنیکی ترغیب دینے لگا۔

فتح دمشق مصر کے مفتوح ہونے اور بنو طغج کے گرفتاری پر حسن بن عبداللہ بن طغج معہ اپنے چند سپہ سالاروں کے مکہ معظمہ کی طرف جان بچا کے بھاگا۔ جوہر کو اسکی اطلاع ہوگئی جعفر بن فلاح کتامی کو معہ ایک فوج کے حسن کے تعاقب کا حکم دیا۔ حسن اور جعفر سے لڑائیاں ہوئیں آخرکار جعفر نے حسن کو معہ اس کے سپہ سالاروں کے جو اس کے ہمراہ تھے گرفتار کر لیا اور پابزنجیر جوہر کے پاس بھیجدیا جوہر نے ان لوگوں کو اسی حالت سے معز لدین اللہ کی خدمتمیں افریقہ روانہ کر دیا۔

جعفر نے اس مہم سے فارغ ہو کر رملہ کا قصد کیا اور قتل وغارت کرتا ہوا بزور شمشیر رملہ میں گھس پڑا۔ جو مقابلہ پر آئے انکو تہ تیغ کیا باقی ماندگان شہر کو امن دی اور ان پر خراج قایم کر کے طبریہ کا رخ کیا۔ ان دنوں طبریہ میں ابن ملہم نامی ایک شخص حکمرانی کر رہا تھا چونکہ ابن ملہم پہلے ہی سے علم حکومت معز کا مطیع ہو گیا تھا اسوجہ سے جعفر نے اس سے تعرض نہ کیا۔ دمشق کا راستہ اختیار کیا اور اثر تلواروں اور نیزوں کے زور سے اسپر اپنے رعب وداب کا سکہ جمایا ماہ محرم ۳۵۹ھ

کے پہلے جمعہ میں معزلدین اللہ کے نام کا خطبہ پڑھا۔ دمشق میں شریف ابوالقاسم بن یعلی ہاشمی ایک
بااثر شخص رہتا تھا۔ کثرت سے لوگ اس کے مطیع تھے اس نے بازاریوں اور گنواروں کو مجتمع کر کے
دوسرے جمعہ میں دولت علویہ کے مخالفت کا علم بلند کیا سیاہ کپڑے پہنے۔ سیاہ پھریرہ بنایا اور جامع
مسجد میں پھر خلیفہ مطیع عباسی کے نام کا خطبہ پڑھا۔ جعفر سے اور اس سے مدتوں لڑائیاں ہوتی رہیں
بالآخر شریف ابوالقاسم کو ہزیمت پر ہزیمت ہونے لگی۔ مغربی فوجوں نے اہل دمشق کو پامال کرنا شروع
کیا بیچارہ شریف ابوالقاسم میدان جنگ سے رات کے وقت شہر میں بھاگ گیا صبح ہوئی تو اہل شہر
نے جعفری کو جعفر کے پاس صلح کی گفتگو کرنے کو بھیجا جعفر نے تسلی و تشفی دی اہل شہر کے ساتھ حسن سلوک کا
وعدہ کیا اور یہ کہہ کے شریف جعفری کو واپس کیا کہ اہل دمشق سے یہ کہدو کہ مجھے دم بھر کو شہر میں داخل
ہونے دیں میں شہر دمشق کا ایک چکر لگا کے اپنے لشکرگاہ میں واپس چلا آؤنگا کسی سے کچھ تعرض
نہ کرونگا۔ اہل شہر اس دم پٹی میں آگئے۔ جعفر معہ اپنی فوج کے شہر میں داخل ہوا مغربی فوجیں
قتل و غارتگری کرنے لگیں۔ اہل شہر کو اس سے ناراضی پیدا ہوئی سبھوں نے متفق ہو کے جعفر کی فوج پر
پھر حملہ کر دیا اور اس میں سے بیشمار آدمیوں کو مار ڈالا آخند قیں پھر کھدنے لگیں۔ قلعہ بندی کی طیاری
ہونے لگی۔ شریف ابوالقاسم نے جعفر سے پھر نامہ و پیام مصالحت شروع کیا۔ خدا خدا کر کے پندرہویں
ذی الحجہ ۳۵۹ھ کو فریقین میں مصالحت ہوگئی۔ جعفر کا افسر پولیس شہر میں انتظام کے لئے آیا۔
ہنگامہ فرو ہوگیا۔ بلوائیوں کے ایک گروہ کو گرفتار کر کے بعض کو قتل کیا اور بعض کو جیل میں ڈالدیا
بعد ازاں محرم ۳۶۰ھ میں جعفر نے شریف ابوالقاسم کو بھی گرفتار کر کے مصر روانہ کر دیا اور دمشق
کی کرسی حکومت پر متمکن ہو کے استقلال کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔

قبل ان واقعات کے ۳۵۸ھ میں ابوجعفر زناتی نامی ایک شخص نے افریقہ میں معز کے علم
حکومت کے خلاف سر اٹھایا تھا۔ بربریوں اور نکاریہ کا جم غفیر اسکے پاس مجتمع ہوگیا تھا معز
بذاتہ اس مہم کے سر کرنے کو روانہ ہوا رفتہ رفتہ باغایہ پہونچا۔ یہاں پہ یہ خبر مسموع ہوئی کہ بلوائیوں
کی جماعت منتشر ہو کر ریگستان کی طرف چلی گئی۔ چنانچہ معز نے بلکین بن زیری کو ابوجعفر کے

تعاقب اور گرفتاری کا حکم صادر کر کے تہدیہ کی جانب مراجعت کی بلکین ایک مدت تک ابو جعفر کی تلاش میں سرگرداں بیابان اور ریگستان کی خاک چھانتا رہا مگر کچھ بھی سراغ نہ چلا۔ بعد اس کے خود ابو جعفر نے ۳۵۶ھ میں معز کے دربار میں حاضر ہو کے امن کی درخواست کی معز نے اسکو امن دی۔ اور گذارہ کے لئے تنخواہ بھی مقرر کر دی۔ اس واقعہ کے بعد ہی جوہر کا عریضہ پہونچا۔ جس میں مصر و شام میں حکومت علویہ علبیدیہ کے قائم کرنے کا حال لکھا تھا اور نیز معز کو مصر میں بلایا تھا۔ معز اس خط کو پڑھ کے مارے خوشی کے جامہ سے باہر ہو گیا۔ ارکین دولت کو اس سے مطلع کر کے دربار عام کیا۔ شعراء نے قصائد مدحیہ پڑھے۔

بعد ازاں قرامطہ نے دمشق پر فوجکشی کی اس مہم میں قرامطہ کے ساتھ ان کا بادشاہ اعصم بھی تھا جعفر بن فلاح نے سینہ سپر ہو کے مقابلہ کیا اور بکمال مردانگی سے انکو مار بھگایا۔ پھر ۳۶۱ھ میں قرامطہ کی فوجیں دمشق کی جانب بڑھیں۔ جعفر بھی اپنی فوجیں آراستہ کر کے میدان جنگ میں آگیا۔ گھمسان لڑائی ہوئی۔ میدان قرامطہ کے ہاتھ رہا۔ جعفر کو ہزیمت ہوئی۔ اثنا گیر و دار میں قرامطہ[1] کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اعصم نے کامیابی کے ساتھ دمشق پر قبضہ کر کے مصر کا قصد کیا۔ جوہر کو اسکی خبر لگ گئی معز کو یہ واقعات لکھ بھیجے۔ پس معز نے مصر کی حمایت پر اپنی کر ہمت باندھی اور روانگی مصر کا قصد مصمم کر لیا

معز قاہرہ میں

جسوقت یہ خبریں معز تک پہونچیں معز نے روانگی مصر کا عزم بالجزم کر لیا مگر روانگی سے پہلے ملک مغرب کا انتظام کرنا اور وہاں کے مادہ فساد کو قطع کرنا بھی ضروری تھا محمد بن حسن بن خزر مغراوی اسکا مخالف المغرب الاوسط میں موجود تھا۔ زناتہ اور بربریوں کا بہت بڑا گروہ اسکا مطیع اور اس کے ایک اشارہ پر گردن کٹوانے پر طیار تھا اور خود بھی یہ بہت بڑا دلیر جبار اور گردن کش تھا۔ معز کو اس سے خطرہ پیدا ہوا اور یہ خیال کر کے کہ مبادا میرے زمانہ غیر موجودگی میں محمد افریقیہ پر قابض نہ ہو جائے بلکین بن زیری بن مناد کو محمد پر فوج کشی کرنے اور اس کے ملک میں جا کے اس سے جنگ کرنے کا حکم صادر کیا۔ پس ان دونوں میں متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ بہت بڑی خونریزی ہوئی آخر کار محمد

[1] قرامطہ نے ماہ ذیقعدہ ۳۶۰ھ میں فوجکشی کی تھی۔ تاریخ کامل جلد ۸ صفحہ ۲۴۴۔

بن حسن کو ہزیمت ہوئی، اسکا لشکر شکست کھا کے بھاگا۔ محمد بن حسن نے اس امر کا احساس کر کے خودکشی کرلی۔ زناتہ کے سترہ سردار اس معرکہ میں مارے گئے اور بہت سے گرفتار کر لئے گئے یہ واقعہ ۳۶۰ھ کا ہے

بلکین نے اس خداداد کامیابی کی اطلاع معز کو کی معز نے اظہار مسرت کی غرض سے دربار عام کیا۔ اطراف وجوانب سے مبارکباد کے خطوط آئے۔ بعد ازاں معز نے بلکین کو میدان جنگ سے طلب کر کے افریقیہ اور ملک مغرب کی حکومت پر مقرر کیا قیروان میں قیام کرنے کا حکم دیا۔ ابوالفتوح کے خطاب سے مخاطب کیا طرابلس کی حکومت عبداللہ بن یخلف کتامی کو دی اور ان دونوں میں سے ایک کو دوسرے پر حکمرانی کا اختیار نہ دیا تحصیل وصول مالگذاری پر زیادۃ اللہ بن عزیم کو اور محکمہ خراج (بورڈ آف ریونیو) پر عبدالجبار خراسانی اور حسین بن خلف مرصدی کو مامور کیا۔ ملک کے انتظام سے فارغ ہو کے منصوریہ کے باہر آخری شوال ۳۶۱ھ میں لشکر آرائی کا حکم دیا اور خود منصوریہ سے کوچ کر کے قیروان کے قریب سردانیہ میں پڑاؤ کیا تا آنکہ اس کے انتظام سے بھی فراغت حاصل کی اس اثناء میں اسکی سپاہ، خدم حشم اور اہل وعیال بھی آگئے قصر حکومت میں جس قدر مال واسباب اور سامان آرائش تھا سب اُٹھا لائے۔ سردانیہ میں آنے کے چوتھے مہینے بقصد مصر کوچ کیا۔ بلکین بھی مشایعت کی غرض سے ہمراہ تھا تھوڑی دور چلکے معز نے بلکین کو واپس کیا اور خود کوچ وقیام کرتا ہوا مع اپنی سپاہ کے طرابلس پہونچا۔ اہل طرابلس سے کچھ لوگ کوہ نفوسہ بھاگ گئے اور قلعہ بند ہو گئے۔ معز نے دو ایک روز قیام کر کے برقہ کی جانب کوچ کیا۔ یہاں پر اسکا شاعر محمد بن ہانی اندلسی آخری رجب ۳۶۲ھ کو کنارہ دریا پر مقتول پایا گیا۔ قاتل کا کچھ پتہ نہ چلا۔ پھر معز نے برقہ سے اسکندریہ کی طرف کوچ کیا چنانچہ آخری شعبان سنہ مذکور میں اسکندریہ پہونچا۔ امراء ورؤساء شہر نے حاضر ہو کے باریابی کی عزت حاصل کی۔ معز ان لوگوں سے بہ کمال احترام وتوقیر ملا۔ انعامات دیئے صلے دیئے پھر اسکندریہ سے کوچ کر کے پانچویں رمضان سنہ مذکور کو قاہرہ میں داخل ہوا پس اس شہر کو اسکے اور اس کے بعد کے خلفاء کے رہنے کی عزت دیگئی تا آنکہ انکا دور حکومت منقضی ہو گیا۔

جنگ معز و قرامطہ

بنی طفج حکمرانان دمشق ایک مدت سے قرامطہ کو بطور خراج (تین لاکھ دینار[1]) سالانہ ادا کیا کرتے تھے پس جسوقت جعفر بن فلاح نے دمشق پر قبضہ کیا اور المعز لدین اللہ علوی کی حکومت کا پھریرہ ان ممالک میں اُڑایا تو یہ خراج جو بنی طفج، قرامطہ کو ادا کیا کرتے تھے بند کر دیا گیا۔ قرامطہ کو اس سے ناراضی پیدا ہوئی۔ فوجیں آراستہ کرکے دمشق پر چڑھ آئے۔ ان کا بادشاہ اعصم خود اس مہم میں انکا افسر اعلیٰ تھا جعفر بن فلاح نے شہر دمشق سے نکل کے قرامطہ کا مقابلہ کیا۔ پس قرامطہ نے جعفر کو شکست دیکے شہر پر قبضہ کر لیا اور اثناء دار و گیر میں اسکو قتل کر ڈالا۔ بعد اسکے قرامطہ نے رملہ کا رُخ کیا اہل رملہ شہر چھوڑ کے بھاگ گئے یافا میں جا کے قلعہ بندی کر لی اور قرامطہ نے رملہ پر پہونچکے کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کر لیا ایک قطرہ خون کا بھی نہ گرا۔ ان دو پیہم فتحیابیوں سے قرامطہ کے حوصلے بڑھ گئے یافا میں لشکر آرائی کرکے مصر کی طرف بڑھے اور عین شمس پر جسکو اب مطریہ کہتے ہیں پہونچکے پڑاؤ کیا عرب اور بنی طفج کے خادموں کا ایک گروہ قرامطہ کے پاس آکے مجتمع ہو گیا۔ قرامطہ نے اپنی سپاہ اور نیز ان سب کو مرتب کرکے مغربیوں پر قاہرہ میں محاصرہ ڈالدیا۔ مدتوں دونوں حریف میں لڑائی ہوتی رہی انجام کار قرامطہ کو فتح نصیب ہوئی بعد اسکے مغربی فوجیں اپنے حریف سے لڑنے، مرنے، اور مارے جانے پر قسم کھا کے پھر نکل پڑیں اور اپنے نابرداشتنی حملوں سے قرامطہ کو ہزیمت دیدی۔ قرامطہ مصر چھوڑ کے رملہ چلے آئے اور یافا پر نہایت سختی سے حصار ڈالدیا۔ جعفر کو اسکی خبر لگی یافا کے محصوروں کے چھڑانے کو مصر سے ایک تازہ دم فوج براہ دریا، یافا روانہ کیا جاسوسوں نے قرامطہ کو اسکی خبر کر دی قرامطہ نے جعفر کی کل کشتیوں کو جنپر اہل یافا کی امدادی فوج جا رہی تھی گرفتار کر لیا۔ معز کو قیروان میں اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ روانگی مصر کا قصد تو کر ہی چکا تھا۔ جھٹ پٹ سامان سفر درست کرکے مصر کی جانب کوچ کر دیا اور کوچ و قیام کرتا ہوا مصر پہونچگیا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

مصر میں پہونچکے معز تک یہ خبر پہونچی کہ قرامطہ بقصد مصر طیاری کر رہے ہیں ایک خط لکھ کے

---

[1] دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۲۴۲۔

اعصم سردار قرامطہ کے پاس روانہ کیا جسمیں اولاً اپنے خاندان کی فضیلت تحریر کی تھی بعدازاں یہ تحریر کیا تھا کہ ابتداً تم لوگ ہمارے اور ہمارے اباء واجداد کے ہوا خواہ تھے اور انہیں کی دولت وحکومت کے ایلچی بنے ہوئے پھرتے تھے۔ غرض اسی قسم کے مضامین لکھ بھیجے سمجھانے بجھانے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا آخر میں دھمکی بھی دی تھی۔ اعصم نے اس خط کو پڑھ کے نہایت سختی کا جواب دیا "وصل کتابک الذی قل تحصیلہ وکثر تفصیلہ ونحن سائرون الیک والسلام" (ترجمہ تمہارا خط پہونچا جسکا مطلب کم اور فضولیات زیادہ تھے اور ہم تم پر فوجکشی کرنے والے ہیں والسلام) جواب روانہ کرنے کے بعد فوج کو آراستگی کا حکم دیا اور سامان سفر وجنگ درست کرکے احساء سے مصر کی جانب کوچ کیا۔ رفتہ رفتہ ملک مصر میں پہونچکے عین شمس میں پڑاؤ کیا۔ گردونواح کے رہنے والے اور نیز عرب آآکے اعصم کے پاس اکٹھے ہوئے۔ حسان بن جراح طائی امیر عرب بھی طے کا بہت بڑا گروہ لئے ہوئے آپہونچا اعصم اور حسان نے مشورہ کرکے اپنی اپنی سپاہ کے متعدد دستوں کو شبخون مارنے اور قتل وغارت گری کرنے کے لئے مصر کے مضافات میں پھیلا دیا۔ ہنگامہ نمونہ قیامت برپا ہوگیا۔ معز کو قرامطہ کی کثرت فوج سے خوف پیدا ہوا حسان سے خط وکتابت شروع کی اور اسکو ایک لاکھ دینار دے کے ملالیا۔ باہم یہ رائے قرار پائی کہ بوقت جنگ قرامطہ کے سپاہ کو میدان جنگ میں تنہا چھوڑ کے ہم معہ اپنی فوج کے بھاگ جائینگے۔ چنانچہ بموجب اس قرارداد کے معز نے شہر سے نکلکے قرامطہ پر حملہ کیا۔ حسان دو چار ہاتھ لڑکر پیچھے ہٹا معز نے اپنی فوج کو بڑھنے کا حکم دیا حسان معہ عرب کے بھاگ کھڑا ہوا قرامطہ تھوڑی دیر تک میدان جنگ میں اڑے رہے لیکن آخر کار شکست کھاکے بھاگے تقریباً ڈیڑھ ہزار فوج گرفتار کرلی گئی۔ باقی ماندگان کے تعاقب پر معز نے ابو محمود سپہ سالار کو دس ہزار سواروں کی جمعیت سے متعین کیا۔ قرامطہ نے بھاگ کر اذرعات میں دم لیا اور جب وہاں بھی فتحمند گروہ کے داروگیر کی مہیب شکل دکھائی دی تو وہ اذرعات سے نکل کے احساء کی جانب چل کھڑے ہوئے۔

خاتمہ جنگ کے بعد معز نے قیدیان قرامطہ کے قتل کا حکم صادر فرمایا اور ظالم بن موہوب عقیلی سپہ سالار کو والی دمشق مقرر کرکے دمشق روانہ کیا۔ دمشق میں ان دنوں قرامطہ کی جانب سے

ابو اللحا او راسکا بیٹا حکمرانی کر رہا تھا۔ ظالم نے پہونچتے ہی ان کو گرفتار کر لیا مال و اسباب جو کچھ تھا اسکو ضبط کر لیا۔ اس اثناء میں ابو محمود قرامطہ کے تعاقب سے واپس ہو کر دمشق میں آیا۔ ظالم کو اس کے آنے سے بیحد مسرت ہوئی ایک دوسرے سے بغلگیر ہوا ظالم نے کہا بہتر یہ ہے کہ آپ دمشق کے باہر قیام پذیر ہوں تاکہ قرامطہ کے حملہ سے ہم لوگ محفوظ رہیں" ابو محمود نے اس رائے کو پسند کیا دمشق کے باہر خیمے نصب کرا دیئے ظالم نے ابو اللحا اور اس کے بیٹے کو ابو محمود کے حوالہ کر دیا ابو محمود نے اسکو مصر روانہ کر دیا پس ابو للحا مصر کے جیل میں ڈالدیا گیا۔

بعد اس کے ابو محمود کے ہمراہیوں نے اہل دمشق پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا اس سے لوگوں میں ایک جوش پیدا ہو گیا۔ چند لوگوں نے متفق ہو کے افسر پولیس کو قتل کر ڈالا اور نیز اس کے اسٹاف کے افسروں کو بھی مار ڈالا شہر کے باہر اہل شہر اور لشکریوں میں ہلڑ مچگیا۔ ظالم معہ سرداروں کے سوار ہو کر ہنگامہ کے فرو کرنے کو نکلا سمجھا بجھا کے اہل شہر کو شہر کی طرف واپس کیا اور مغربی فوجوں کو ان کے لشکرگاہ کی جانب لوٹایا۔ تھوڑے دنوں کے لئے امن ہو گیا بعد ازاں پندرھویں شوال ۳۶۳ھ کو مابین اہل دمشق اور لشکریان محمود پھر جھگڑا ہو گیا۔ مدتوں لڑائیاں ہوتی رہیں آخرکار اہل شہر کو ہزیمت ہوئی۔ لشکریان محمود شہر تک اہل شہر کا تعاقب کرتے چلے آئے۔ ظالم بن موہوب اسی روز بد کا خطرہ پیش نظر رکھ کے اہل شہر کے ساتھ مدارات کر رہا تھا بخوف جان دارالامارت چھوڑ کے نکل بھاگا۔ مغربی فوج نے دروازہ فرادیس سے گھس کے شہر میں آگ لگادی ایک خلق کثیر جلکر مرگئی۔ اس فساد کی آگ ربیع الثانی ۳۶۴ھ تک مشتعل رہی بعد اس کے باہم اس امر پر مصالحت ہو گئی کہ ظالم بن موہوب شہر سے نکالدیا جاوے اور بجائے اس کے جیش بن صمصامہ ہمشیرہ زادہ محمود مقرر کیا جائے چنانچہ اس تبدیلی کے بعد فتنہ و فساد فرو ہو گیا۔ زیادہ مدت نہ گذرنے پائی تھی کہ مغربی فوجوں نے پھر لوٹ مار شروع کر دی اور عوام الناس نے بلوہ کر دیا یورش کر کے اس قصر کی طرف بڑھے جس میں ابو محمود تھا۔ ابو محمود یہ خبر پاکے اپنے لشکر میں بھاگ گیا اور فوج کو مرتب کر کے شہر پر حملہ کر دیا۔ اہل شہر بھی مقابلہ پر

ڈٹ گئے ابو محمود نے شہر کا محاصرہ کر کے باہر کی آمد و رفت بند کر دی غلہ، پانی اور ضروریات کا آنا جانا بند ہو گیا۔ اہل شہر تنگی سے بسر کرنے لگے بازار بند ہو گئے رفتہ رفتہ اسکی خبر معز تک پہونچی معز نے ابو محمود پر اس فعل سے ناراضی ظاہر کی اور ریان خادم کو طرابلس میں لکھ بھیجا کہ دیکھتے ہی اس شقہ کے دمشق چلے جاؤ اور صحیح صحیح واقعات وہاں کے لکھ بھیجو اور ابو محمود سپہ سالار کو دمشق سے واپس کر دو۔ چنانچہ ریان نے دمشق میں پہونچکے ابو محمود کو رملہ کیطرف لوٹا دیا اور دمشق کے اصلی واقعات لکھ کے معز کی خدمت میں روانہ کیا اور خود افتکین جدید والی دمشق کے آنے تک دمشق میں ٹھیرا رہا۔

افتکین، عز الدولہ بن بویہ کا خادم تھا جسوقت ترکوں نے بختیار بن عز الدولہ پر بسر گروہی سبکتگین یورش کی اور سبکتگین اتنے میں مر گیا تو ترکوں نے اسکو اپنا امیر سردار بنا کے بختیار پر واسط میں محاصرہ ڈالدیا عضد الدولہ خبر پاکے بختیار کی امداد اور ترکوں سے نجات دینے کو آپہونچا۔ ترکوں نے محاصرہ اوٹھا لیا۔ واسط چھوڑ کے چلتے پھرتے نظر آئے۔ افتکین معہ ایکدستہ فوج کے حمص چلا آیا تھا اور اسکے قریب پہونچکے پڑاؤ کر دیا تھا ظالم نے اسکی گرفتاری کی تدبیریں کین مگر کامیاب نہوا اور افتکین حمص سے نکلکے دمشق چلا آیا۔ دمشق پر ان دنوں زیاد (معز کا خادم) قابض ہو رہا تھا۔ رؤساء شہر، پولیس اور عوام الناس بزور و جبر ایسے مطیع و فرمانبردار ہو رہے تھے کہ کوئی شخص دم نہ مار سکتا تھا۔ ایک روز رؤساء شہر چھپکر افتکین کے پاس آئے اور اس سے شہر پر قابض ہونے اور امارت قبول کرنیکی درخواست کی معزیونکی نسبت بھی خبر دی کہ وہ لوگ ہمکو بجبر و اکراہ روافض کے عقائد کی تعلیم دیتے ہیں اُنکے عمال ہمپر طرح طرح کے ظلم و ستم کرتے ہیں افتکین کا دل یہ سُنکے بھر آیا خود بھی قسم کھائی اور انلوگونسے بھی متحد الکلمہ اور متفق رہنے کی قسم لی بعد ازاں شہر پر قبضہ کر لیا۔ زیاد دمشق چھوڑ کے چلا گیا خلیفہ معز علوی کا خطبہ و سکہ موقوف ہو گیا ممبر پر خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا فتنہ پردازوں و مفسدوں کی بیخکنی کر دی گئی عربوں کے قبضہ سے بلاد نکال لئے گئے جن پر وہ قابض ہو گئے تھے الغرض افتکین اسطور سے استقلال کیساتھ دمشق پر حکومت کرنے لگا۔

معز نے یہ خبر پاکے افتکین کو اطاعت قبول کرنے اور اپنی جانب سے سند امارت دینے کو لکھا افتکین نے اسکی تحریر پر اعتماد نہ کیا اور اسکی سفیر کو لوٹا دیا اس بناء پر معز نے افتکین پر فوجکشی کی اتفاق یہ کہ مقام بلبیس تک پہنچکر مر گیا جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائیگا

ختم الجزء التاسع ویلیہ الجزء العاشر
انشاء اللہ تعالیٰ اولہ وفات المعز

علی ابن ابیطالب اور امام ہمام حسن بن علی علیہم السلام کے زمانہ خلافت و تفویض امامت تک کے مفصل حالات نہایت تحقیق و تدقیق سے لکھے گئے ہین چار سو صفحات سے زیادہ کا حجم کاغذ سفید چکنا قیمت بلا محصول ڈاک۔ عمہ/

جلد پنجم | مین خلفاء بنو امیہ کے ابتدائی تاجدارون امیر معاویہ، یزید، معاویہ، عبد الملک، ولید، سلیمان بن عبد العزیز اور یزید کے عہد حکومت کے حالات معرکہ کربلا اور واقعہ حرہ کے صحیح واقعات درج کئے گئے ہین حجم چار سو صفحات سے زائد کاغذ سفید چکنا قیمت بلا محصول ڈاک۔

جلد ششم | خلفاء بنو امیہ کے آخری تاجدارون ولید، یزید، ابراہیم اور مروان کے حالات دولت عباسیہ و شیعہ کے قائم مقام ہونے اور اوسکے چار ابتدائی حکمرانون سفاح، منصور، مہدی، اور ہادی کے عہد حکومت کے واقعات لکھے گئے ہین قیمت بلا محصول ڈاک۔ عمہ/

جلد ہفتم | نامور حکمرانان دولت عباسیہ کی سطوت و جبروت کی مجسم تصویر خلیفہ ہارون امین، مامون، معتصم، واثق، متوکل، مستنصر، مستعین، معتز، مہتدی اور معتمد علی اللہ کے زمانہ کے واقعات، بے سر و پا قصہ عقد عباسیہ و جعفر کی تردید، برامکہ کی تباہی کے اصلی اسباب قیمت بلا محصول ڈاک۔ سے/

جلد ہشتم | خلافت عباسیہ کے آخری دور کے گیارہ فرمانروایوں کے حالات، حکمرانان المغرب الاقصیٰ کے زمانہ حکومت کے واقعات، اور دولت اسماعیلیہ و عبیدیہ مصریہ کے متمہد ہونے کی کیفیت۔ قیمت بلا محصول ڈاک۔ سے/

جلد نہم | مین خلافت عباسیہ بغداد کی حکومت کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بجھا چاہتا ہے۔ خلافت و حکومت نام کو باقی رہجاتی ہے شطرنج کے ایسے بادشاہ، نام کے خلیفہ و حکمران مقتدی، مستظہر، مسترشد، راشد، مقتفی، مستنجد، مستضی، ناصر، ظاہر، مستنصر، اور معتصم کے حالات دیکھنے اور عبرت حاصل کرنے کے قابل ہین خلفاء عباسیہ بغداد و مصر کے شجرہ، حکمران المغرب الاقصیٰ۔ اسماعیلیہ، عبیدیہ، علویہ کے واقعات نہایت تحقیق و تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ اس جلد کی سیر کرنیوالونکی آنکھون سے اگر خون کا آنسو آئے تو بجا ہے جسکی ابتدا سفاح و منصور کے ہاتھون سے ہوئی۔ اور جسنے ہارون اور مامون کی گود مین پرورش

پاکر جوانی کی ترنگ دکھلائی وہ ان آخری تاجدارون کے زمانہ مین دوسرون کے قبضہ مین جا رہا
ہے۔ واللہ وارث الارض ومن علیہا۔ قیمت فیجلد بلامحصول ڈاک

جلد دہم | مین خلفاء علویہ کے حالات ہین جنہون نے اپنا مقر حکومت مصر کو بنا رکھا
تھا۔ انہین کے عہد حکومت میں بیت المقدس پر عیسائیون کا قبضہ ہوا تھا اور نہایت
بیرحمی سے عیسائیون نے بیت المقدس کے مقدس در و دیوار کو علماء صلحاء معصوم
بچون اور عورتون کے خون سے رنگا تھا غرضکہ رفتہ رفتہ کل سرزمین پر عیسائیون کا قبضہ ہو گیا
تھا۔ خلافت بغداد اور مصر مین مدافعت کی طاقت نہ تھی۔ اللہ تعالی نے غیب سے نورالدین
محمود اور سلطان صلاح الدین کو اپنی رحمت کا نمونہ بنا کر پیدا کیا جنسے مسلمانونکی عزت اور
بیت المقدس حرمت باقی رہ گئی۔ اسی جلد مین اون حکمرانان بنوامیہ کے واقعات بھی تحریر
کئے گئے ہین جنہون نے دمشق سے نکلکر اندلس مین حکومت کی بنیاد ڈالی تھی قرطبہ کی بعض
عمارات اور جامع مسجد کی سیر خالی از دلچسپی نہو گا۔ قیمت فیجلد بلامحصولڈاک عہ/

جلد یازدہم | مین حکمرانان اندلس کے آخری دور کا نظارہ، عیسائیونکی چیرہ دستی،
عرب کی معاشرت، تمدن اور حکمرانی کی تصویرین کھینچکر دکھلائی گئی ہین چھوٹی چھوٹی سلطنتون کا
قایم ہونا اور پھر نقش برآب کیطرح خودبخود فنا ہو جانا، باغیونکی سرکشی، اور حکومت کی سرکوبی نہایت
دلچسپ منظر ہے انکو دیکھئے عبرت حاصل کیجئے اور بحیثیت زندہ قوم کے زندہ رہنے کی کوشش کیجئے
قیمت فیجلد بلامحصولڈاک عہ/

سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس کی سوانح عمری | ناول نہین تاریخی صلیبی پرجوش لڑائیان بیت المقدس کی فتح کی تفصیلی کیفیت
حد سے زیادہ دلکش مسلمانونکو ضرور ملاحظہ کرنا چاہئے قیمت بلامحصول عہ/

حیات سلطان نورالدین محمود زنگی | چھٹی صدی ہجری کی صلیبی لڑائیان ملک شام، مصر اور جزیرہ سے عیسائیونکا
نکالا جانا بیت المقدس کی فتح کی بنا پڑنی کیا امکان کہ ایک صفحہ پڑھئے اور
کتاب بغیر ختم کئے ہوئے ہاتھ سے رکھئے قیمت بلامحصولڈاک عہ/

بحوالہا تعالیٰ

ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ

کتاب ثانی جلد نہم

جسمین

خلافت عباسیہ بغداد کے آخری دور کے گیارہ تاجداروں مقتدی، مستظہر، مسترشد، راشد، مقتفی، مستنجد، مستضی، ناصر، ظاہر، مستنصر اور معتصم کے زمانہ حکومت کے حالات، خلفاء عباسیہ مصریہ، اور اسکے حکمرانان "المغرب الاقصیٰ" دولت اسماعیلیہ اور عبیدیہ کے ابتدائی فرمانرواؤں کے واقعات تحریر کئے گئے ہیں۔

بترجمہ

جناب علامہ حکیم احمد حسین صاحب الہ آبادی مؤلف سوانح عمری سلطان صلاح الدین یوسف فاتح بیت المقدس وحیات سلطان نور الدین محمود زنگی

۱۳۴۲ھ
۱۹۲۴ء

باہتمام منشی حامد حسین صاحب در مطبع یونانی دواخانہ الہ آباد طبع گردید

طبع ثانی